صحیح مقامِ حدیث

اوّل - دوم

24

★

تالیف

علامہ فضل احمد صاحب غزنوی بی-اے

مکتبہ سبحانی ○ شیش محل روڈ - لاہور

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرزمین پاکستان اس لئے حاصل کی گئی تھی، اور اس کے لئے مسلمانان ہند نے لاکھوں جوان، بڑھے اور بچے ذبح کرائے، اور لاکھوں عصمتیں لٹائیں صرف اس امر واحد کے لئے کہ اس زمین پاک میں اللہ اور اس کے رسول کا لایا ہوا دستور و قانون چلے گا۔ مگر ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس پاک سرزمین کو فتنہ انکار حدیث کا گڑھ بنایا جا رہا ہے۔ اور پرویز اور امت منکرہ احادیث نبوی سے صاف انکار کر رہی ہے نہ صرف اتنا بلکہ کھلے بندوں احادیث نبوی کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے جو کبھی انگریزی عملداری کے وقت بھی ایسا نہیں ہوا۔ اور حیرت و ستم یہ کہ اس فتنۂ عظیمہ کا بانی مبانی ایک شخص پرویز ہے۔ جو خود پاکستان گورنمنٹ کا ملازم ہے یہ تو ہماری پیشین گوئی ہے کہ قرون ماضیہ میں ایسے بیسوں زندیق اٹھے اور وقتی طور پر امت کے چند سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرکے پھر اپنی نامرادی کی موت مرگئے اور دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ویسے کا ویسا ہی سرسبز و شاداب، ابدی طور پر چلا آتا ہے اور قیامت تک قائم دائم رہیگا۔ اور ہر دور کے علماء امت جیسے پچھلے زنادقہ کی سرکوبی کرتے چلے آرہے ہیں اب بھی کریں گے

اور تا قیام قیامت کرتے چلے جائیں گے۔

تاہم ہمارے زمانہ کی اُمت منکرہ کا جواب دنیا نہایت ضروری ہے
غرض کے لئے ہم نے ۱ اپنی ایک کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" تو شائع کر دی ہے
پرویز کی کتاب "قرآنی فیصلے" کے جواب میں ہے۔

۲ یہ کتاب "صحیح مقام حدیث" پرویز کی کتاب مقام حدیث کے
میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کے بعد غلام جیلانی برق کی کتابوں کے جوابات ۔

۳ جہاں کہیں "بجواب جہان نو" برق صاحب کے جواب میں
۴ ایک اسلام اور ایک قرآن ۔ بجواب دو اسلام، دو قر
برق صاحب کے جواب میں ۔

اس کے بعد ہم انشاء اللہ ایک کتاب کامل مکمل "دستور اسلام"
کے نام سے تالیف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے بعد پرویز کی نف
قرآن کا جواب لکھیں گے ناظرین کرام دیکھیں گے کہ یہ پرویز و منکرین
کس قدر دجل و تلبیس سے کام لیتے ہیں۔

الغزنوی
فضل منزل
حیدر آباد - سندھ

arfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

سب تعریفیں اس پاک پروردگار کو ہیں جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔

اور اللہ پاک کے لاکھ لاکھ درود اور سلام ہو، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر، جن کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنا کر بھیجا ہے، اور جن کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

اما بعد، ہم نے پرویز کی کتاب "قرآنی فیصلے" کا جواب لکھ کر شائع کر دیا ہے۔ آج ہم اس کی دوسری کتاب "مقام حدیث" کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے "قرآنی فیصلے" کے جواب میں پرویز کو صرف قرآن پاک سے ہی جوابات دیئے ہیں اور پیچیدہ مقامات پر، عاشقان رسول صلعم کے لئے احادیث کا بھی حوالہ دیا ہے۔ بالکل اسی طرح ہم اس کتاب میں بھی قرآن پاک سے ہی جوابات دیں گے۔ مگر چونکہ اس کتاب کا مضمون ہی احادیث نبوی صلعم کے متعلق ہے۔ اس لئے ہم اس باب میں احادیث رسول عربی سے گریز نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" بجواب "ہزلیات
یعنی اس کی کتاب قرآنی فیصلے کے جواب میں پرویز صاحب کا تعا
کرایا ہے وہی تعارف یہاں بھی دہراتے ہیں کہ :۔

۱۔ جناب پرویز نہ صرف شعورِ اسلام سے بالکل خالی ہیں ۔
علومِ عربیہ میں بھی صفر (ZERO) ہے ۔

۲۔ چونکہ حدیث نبوی کا ویسے ہی منکر ہے ، لہٰذا علوم حدی
سے تو خاص دشمنی و عناد ہے اس ذات شریف کو ۔ اس
لئے حدیث کے علم میں بھی وہی صفر ۔ ایک منکرِ حدیث کو
رموزِ دین ، اسرارِ اسلام اور فیضانِ رسول عربی صلعم قطع
نصیب نہیں ہو سکتا ۔

۳۔ عربی میں تو وہی الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ ہے
ہمارے زمانہ کا ابولہب مگر علوم اسلامیہ سے بھی بالکل بے
ہے ۔

۴۔ لے دے کر اردو میں قدرے انشاء پردازی حاصل ہے
مگر وہ بھی صرف لفاظی جسے انگریزی میں (jugglery of words
کہتے ہیں ، اسی تک محدود ہے ۔ اور ہم نے "صحیح قرآنی فیصلے
میں اس کی اردو کی غلطیاں بھی بتائی ہیں ۔

۵۔ باقی رہا علوم قرآنیہ کا سوال ، سو قرآن فہمی کے لئے اس کو
اپنے منہ سے کوئی میاں مٹھو بنا سنے ، تو زمین و آسمان کے
قلابے ملا دیتا ہے گویا چودہ طبق ہی اس کے سامنے ڈھیر ہیں
اور جب اصلی حقیقت پر نظر پڑی ہے تو قرآن پاک کے علوم

بھی بجا ۔ انتہی جاہل مطلق ہے یہ شخص ۔ اور ہم نے اپنی پہلی کتاب
میں ثابت کر دکھایا ہے کہ اس شخص نے ظاہر ظہور قرآن میں تحریف
کی ہے ۔ اور ہر آیت کا ترجمہ غلط ۔ مفہوم غلط اور مطلب غلط
نکالا ہے ۔ اور متعدد مقامات پر خود قرآن پاک کے صریح احکام
کی خلاف ورزی کی ہے ۔

یہاں مسٹر اسلم جیراجپوری کی اندھی تقلید میں آیات پر
آیات کی آورد ہے وہ بھی سب غلط ، ترجمہ غلط ، مفہوم غلط
مطلب غلط ، استشہاد غلط ، غرضیکہ مجموعۂ اغلاط ۔

۶ ۔ جہاں جہاں جو بھی آیات لایا ہے ۔ اور جس چیز کو بزعم خود یا بہ تقلید
اسلم جیراجپوری کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے وہاں ہر مقام پر خود قرآن
پاک کا حقیقی مطلب و منشا ۔ اور مفہوم اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے

۷ ۔ مسٹر پرویز کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اپنے پاس سے ایک
بات گھڑ لیتا ہے اس پر ایک آیت منڈھ لیتا ہے اور اپنا ذاتی مطلب
نکال لیتا ہے ۔ اور اس پر خود ہی ایک حکم لگا دیتا ہے ۔ اور پھر اس
بنا فاسد علی الفاسد کے سہارے برس پڑتا ہے ۔ ہمارے علماء
دین پر اور ایسی بازاری زبان میں حملہ آور ہوتا ہے کہ اگر لکھنؤ کی
بھٹیاریاں بھی سن پائیں تو منہ ڈھانک لیں ۔

۸ ۔ ایک اس میں خاص الخاص تحریف یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث کو
ملا کے سر لگا کر ۔ اس حدیث کو ملا کا قول بنا دیا
یہ ہے ملا کا دین ، پھر اس حدیث پاک کا دین
واللہ ابولہب کی روح بھی تڑپ جاتی ہوگی

Marfat.com

بہتان کیوں نہ سوجھا۔ اس وقت مسٹر پرویز مجسم بیکرابی لہب
بنا ہوتا ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہدوں کہ مسٹر پرویز ہماری چودھویں صدی
کا ابولہب ہے تو عین بجا ہوگا۔

۹۔ پھر مسٹر پرویز کی ایک خاص دجالیت یہ بھی ہے کہ ایک غیر حدیث
کو، یعنی کسی ایسی عربی عبارت کو جو حدیث نہیں ہوتی۔ اسے حدیث
بنا کو پیش کرتا ہے۔ اور علم و شائستگی، تہذیب و حیا کی سب حدیں
پھاندکر، ملا کا نام لے کر، اتنی گری ہوئی رکیک زبان میں، اسلام
کی ہنسی اڑاتا ہے کہ بڑا دجال بھی شرما جاتا ہوگا۔ اس کے اس
قسم کے دجل، فریب، اور تلبیس ابلیس کی مثالیں ہم صحیح قرآنی فیصلے
میں کافی دے آئے ہیں۔ اور اس کتاب میں بھی ناظرین کرام ملاحظہ
فرمائیں گے۔

۱۰۔ مسٹر پرویز میں ایک بہت بڑی صفت بد یہ ہے کہ اپنے مطلب
کے سوالات گھڑ لیتا ہے، اور مختلف اشخاص کے منہ میں ڈال کر
ان کا جواب خود ہی دیدیتا ہے

۱۱۔ اس کی ساری کی ساری تحریروں میں، از اول تا آخر، زندیقیت ہی
زندیقیت ہے اور کچھ نہیں۔ اور زنادقہ سابقہ کی روحوں کو،
حدیث کا تمسخر اڑا کر خوش کر دیا ہے اور ایسی ایسی زندیقیت کی
نکتہ آفرینیاں پیدا کرتا ہے کہ اگلے زندیقیوں کے خواب و خیال
میں بھی نہ آتی ہوں گی۔
اپنے منہ
قرآن پاک کی آڑ میں حدیث کا انکار ہے، اور
ملا پر حملہ دینے
اور جب احادیث کا کام قرآن پاک کے نام پر چل گیا تو دیکھ لینا کہ

Marfat.com

شخص قرآن پاک کا بھی انکار کر دے گا، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں ثابت کر دکھلایا ہے۔

۱۳۔ قرآن پاک میں اس زندیق عصر نے اس قدر تحریف، تلبیس اور توڑ مروڑ سے کام لیا ہے۔ کہ خود قرآن پاک کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔

۱۴ مسٹر پرویز میں ایک خاص عیاری و فریب دہی کی صفت یہ ہے کہ ویسے تو حدیث کا انکار، فقہ کا انکار، تاریخ کا انکار ہے مگر جہاں کہیں بھی کوئی حدیث، خواہ موضوع ہی کیوں نہ ہو، فقہ، تفسیر یا تاریخ کی ایسی حکایت مل جاتی ہے جو اس کے حسب منشا ہوتی ہے، تو اسے بڑے وثوق کے ساتھ پیش کر دیتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا میں کوئی اور فراڈ ہو سکتا ہے؟

ان تمہیدی اشاروں کے بعد اب میں اصل مطلب کی طرف آتا ہوں، ایک چیز اور پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کی آیات شریف کے متعلق نہ تو میں کسی دوسرے کا ترجمہ یا تشریح پیش کروں گا اور نہ ہی وہ کرے۔

اب میں انشاء اللہ قرآن پاک سے ہی ثابت کروں گا کہ

الف حدیث بھی، بالکل قرآن پاک کی طرح، ماخذ دین ہے۔

ب :۔ احادیث صحیحہ ظنی ہرگز ہرگز نہیں بلکہ قطعی ہیں۔ ایسی ہی یقینی جیسا کہ خود قرآن پاک یقینی ہے۔

ج :۔ احادیث صحیحہ قرآن پاک کی ہم پلہ ہیں۔

Marfat.com

د :۔ جیسے قرآن پاک سے احکام شریعت ثابت ہو کر یقینی ہوتے ہیں بعینہ اسی طرح احادیث صحیحہ سے جو احکام ثابت ہیں وہ بھی بالکل قرآن کی طرح یقیناً و حتماً احکام شریعت ہی ہیں اور کتاب اللہ کی طرح یقینی ہیں۔

ھ :۔ احادیث نبوی کی حفاظت بھی امت نبی علیہ الصلوات والسلام نے بعینہٖ اسطرح کی ہے جیسے کہ خود قرآن پاک کی حفاظت کی ہ

و :۔ ہم قرآن پاک کو منزل من اللہ قرآن محض اس لئے مانتے ہیں کہ یہ ہمیں حدیث نبوی ہی نے بتایا ہے۔ کہ اللہ کی کتاب قرآن، قرآن ہے۔

ط :۔ اگر ہمیں حدیث نبوی یہ بتاتی کہ قرآن پاک، اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو ہمارے پاس دوسرا ایسا کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم قرآن کو قرآن کر کے مانیں۔

ح :۔ لہذا حدیث کا انکار، اس بات کا مستلزم ہے کہ خود قرآن پاک کا انکار ہو۔

ظ :۔ اگر حدیث نبوی کا انکار کر دیا جائے تو نہ صرف قرآن پاک کا انکار لازم آتا ہے۔ بلکہ خود اللہ کا انکار، رسول کا انکار اور اسلام کا انکار لازم ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کی ہستی بھی ہم اسلام ہے، اور رسول عربی آخری نبی یہ سارے کے سارے احکام صرف حدیث شریعت سے ملتے ہیں۔

ی :۔ پھر قرآن پاک تو صرف بنیادی اصولوں کا ذکر کرتا ہے ان اصولوں کے بائی لاز By Laws تشریحات و تعبیات

Marfat.com

احادیث نبوی ہی کرتی ہیں۔

ک:۔ لہذا اگر حدیث کا انکار کر دیا جائے تو۔ اسلام کا سارے کا سارا مضبوط قلعہ یا سارے کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آرہے گی۔

ل:۔ فلہذا، نماز، روزہ، حج، زکات، توحید، ختم رسالت نکاح، حلال اولاد اور حلال و حرام سب کے سب دھاگے منتشر ہو کر رہ جائیں گے۔ اور ہر بوالہوس کی بوالہوسی کا شکار بن کر رہ جائیں گے۔

م:۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کر عبداللہ چکڑالوی کا ٹولہ کردہ جو اہل قرآن کے نام سے مشہور ہے اور جس کے دو شجرہ خبیثہ اسلم جیراجپوری و پرویز ہیں۔ ان کے نزدیک نماز قابل تغیر و تبدل ہے۔ اور دین کے سارے احکام میں رد و بدل ہو سکتا ہے وغیرہ من الخرافات۔

ن:۔ پھر اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا۔ اور اسلام میں اسلام کے نام پر یہودیت، مجوسیت، زندیقیت، ملحدیت، بولہبیت، بوجہلیت اور کفر و نفاق آسانی سے سرایت کر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا دین اسلام بالکل ہیچ ہو کر رہ جائے گا۔ اور کوئی گرفت اور محاسبہ کرنے والا باقی نہ رہے گا۔

نہ ہوگا بانس نہ بجیگی بانسری۔ اور زندیق و ملحد قسم کے نام کے مسلمان بالکل یہی تو چاہتے ہیں کہ مادر پدر آزاد ہو جائیں اور اسلام کے ہی نام پر اسلام کو کفر بنا کر رکھدیں۔

Marfat.com

ق :۔ ہم انشاء اللہ آگے چل کر یہ سب کے سب تمہاری اشارے خود قرآن پاک سے ثابت کریں گے۔ بعون اللہ تعالیٰ وبلتوفیقہ۔

اب میں اللہ پاک کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے پرویز صاحب کی کتاب "مقام حدیث" کا جواب تحریر کرتا ہوں جس کا نام نے عنوان شطحیات پرویز تجویز کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض ناگزیر مقامات پر، میرا اشہب قلم گراوٹ کی حد پر بھی جولانیاں کرے۔ اور وہ اسوقت ہوگا جب یہ شخص انسانیت، شرم و حیا اور تہذیب کی سب حدیں پھاند کر گندگی اور غلاظت میں رنگینا شروع کرے گا۔ اور حدیث نبوی کا تمسخر اڑائے گا۔ اس کے لئے ناظرین کرام مجھے معذور سمجھیں۔

الغزنوی

باسمک اللھم اشرح واسئل نصرتک وتوفیقک یا اللہ !

شخصیت پرستی

جناب پرویز نے "مقام حدیث" کے صفحہ ۹ پر شخصیت پرستی کا باب باندھا ہے ہم اس کے اس باب کے جن خیالات سے خود بھی متفق ہیں ان کا تعرض نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم خود فریادی ہیں کہ مسلمانوں نے یہ زیادتی کی ہے

رسول پرستی

پھر آپ نے صفحہ ۱۱ پر رسول پرستی کا باب باندھا ہے، ہم اس کے ساتھ بھی متفق ہیں لہذا اس سے بھی بحث نہیں !

ائمہ پرستی

پھر آپ نے صفحہ ۲۰ پر ائمہ پرستی پر اظہار خیال کیا ہے ہم اس سے بھی متفق ہیں۔ ہم اللہ اور رسول کے بعد کسی کے بھی فیصلہ کو خدا کے فیصلے کی جگہ نہیں دیتے۔ لہذا یہ بھی ساقط البحث

Marfat.com

قرآن پرستی

اس باب میں بھی، جو صفحہ ۲۸ پر ہے ہم اس کے ہمنوا ہیں۔ لہذا یہ بھی ختم۔

اسلاف پرستی

صفحہ ۳۱ پر اسلاف پرستی کا ذکر ہے۔ ہم اس باب میں بھی۔ اس کے ہم خیال ہیں۔ یہ بھی خارج البحث (...)

فرقہ پرستی

گو اس باب میں بعض باتیں قابل گرفت ہیں، مگر ہم نہیں اور فرقہ پرستی کے بارہ میں ہم مسٹر پرویز سے بھی چار قدم ترقی پسند ہیں اور اس پر ہم نے، "صحیح قرآنی فیصلے" میں بہ تفصیل بحث کی ہے۔ مختصر یہ ہے۔

مومن و مسلم کا بخشا تھا تمہیں اسنے خطاب
شیعہ و سنی کا نازل کرلیا خود تم نے عذاب

Marfat.com

قرآن وحدیث

پھر صفحہ ۳۰ پر مسٹر پرویز نے قرآن وحدیث کا باب باندھا ہے ہماری اصلی بحث یہاں سے شروع ہوتی ہے ۔جس میں پرویز صاحب نے زندقیت ولوہیت کا مظاہرہ کیا ہے ۔اور گمراہی وجہالت قرآن کا شاہکار پیش کیا ہے جس کا ہم رد لکھنا چاہتے ہیں ، اور منکرین حدیث کی اہلیت و زندقیت پرویز کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہیں ۔

اور قرآن پاک سے اور تواتر سے ثابت کریں گے کہ یہاں سے پرویز کی گمراہی کا دور شروع ہوتا ہے ۔

ہم بحث شروع کرنے سے قبل اپنے ناظرین کرام سے یہ عرض کریں گے کہ ہماری حسب ذیل معروضات اچھی طرح سے دلنشین کرلیں ، تو پھر صحیح مقام حدیث سمجھنے میں بہت آسانی ہوجائے گی ۔

۱۔ پرویز حدیث کا انکار کردیتا ہے ۔ اور جب بھی کوئی بھی حدیث پیش کی جاتی ہے تو اسے رد کردیتا ہے ۔

۲۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ حدیث کے بیان شدہ واقعات کا انکار کرتا ہے تو پھر اس کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی اباطیل میں احادیث سے ہی ثبوت دے ۔

۳۔ اور اگر ثبوت دیتا ہے تو پھر اسے وہ احادیث بھی ماننی

Marfat.com

چاہئیں، جو خود احادیث کے بارہ میں ہیں۔

۴۔ یہ کس قدر ظلم عظیم ہے کلام رسول پر کہ جب قرآن پاک کی تصدیق و تحفظ کے بارہ میں احادیث سے خبریں ملتی ہیں تو وہ تو بلا حیل و حجت پیش کر دینا ہے گو وہ ہمارے نزدیک بھی صحیح ہیں۔ مگر ظلم تو یہ ہے کہ جب وہی احادیث نبوی خود احادیث کے بارہ میں ہوں تو رد کر دیتا ہے۔

۵۔ اب خدارا ہمیں کوئی یہ تو بتائے کہ اس آدھے کا اقرار اور آدھے کا انکار کر دینا، ہم کیا علاج کریں۔

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (قرآن)

ترجمہ:۔ اے یہودیو اور عیسائیو! کیا تم قرآن کے بعض حصوں کو تو مان لیتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو۔

تشریح:۔ یہود اور نصاریٰ کا شیوہ یہ تھا کہ قرآن پاک کے جو حصے ان کے دین کی تائید کرتے تھے ان کو مان لیتے تھے، اور جو خالص توحید اور ان کی غلطیوں کو لعنت ازبام کرتے تھے تو قرآن کے ان حصوں کا انکار کر دیتے تھے۔

بالکل یہی شیوہ ہمارے یہودی صفت منکرین حدیث کا ہے کہ جو احادیث ان کے حسب مدعا ہوتی ہیں ان کو تو بڑے وثوق سے پیش کر دیتے ہیں اور اپنے علم و تحقیق نا تحقیق کی ساری بنیاد بھی حدیث پر ہی باندھتے ہیں۔ اور جو احادیث ان کی ذاتی رائے اور نفس شیطان کے خلاف ہوتی ہیں انہیں رد کر دیتے ہیں۔

۶۔ لہذا ہمیں حق حاصل ہے کہ انہیں اس امر سے روک دیں

Marfat.com

کہ وہ کوئی بھی امر ثابت کرنے کے لئے حدیث پیش نہ کریں۔ بلکہ ان کو سیدھا قرآن پاک سے ہی استشہاد پیش کرنا چاہئے اور اگر وہ ایسا کریں تو اس حالت میں بھی ہمیں پورا حق ہے کہ ہم بھی احادیث نبوی سے ہی احادیث کا۔

الف۔ حق ہونا۔

ب۔ ماخذ دین ہونا۔

ج۔ حدیث کا عین دین ہونا۔

د۔ اور اسلام کا دوسرا ستون ہونا ثابت کریں۔

یعنی اسلام کے احکام ثابت کرنے کے دو ستون (ماخذ یا منبع) ایک قرآن دوسرا حدیث۔

۸۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حدیث کا انکار کر دیا جائے تو روئے زمین پر ایسی کوئی تاویل مل ہی نہیں سکتی جو یہ بتائے کہ قرآن۔ قرآن ہے۔

۹۔ لہذا حدیث کا انکار اس بات کا متلازم ہے کہ قرآن کا انکار کر دیا جائے حدیہ کہ قرآن پاک نے صرف اصول بیان فرمائے ہیں۔ جنہیں آج کل کی زبان میں Constitution کہا جاتا ہے۔ اور پھر ان بنیادی اصولوں کی جزئیات احادیث نبویہ نے مقرر فرمائی ہیں۔

۱۰۔ اور پھر یہ بھی حقیقت الامر ہے کہ آنحضرت صلعم کو خود قرآن نے ہی یہ حق دیا ہے کہ وہ آپ قرآن کے بنیادی اصولوں کی جزئیات مقرر فرما دیں۔

جو کہ ہم آگے چل کر قرآن پاک سے ہی ثابت کریں گے۔ دگرنہ

Marfat.com

آنحضرت صلعم کے مبعوث کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔
۱۱۔ آخر آنحضرت صلعم جو زمانۂ نبوت کے تئیس سالوں تک زندہ رہے ہیں، تو کیا ان تئیس سالوں میں آپ نے معاذ اللہ گونگے اور بہرے بن کر گذارا کرتے رہے ۔ اور صرف قرآن ہی بولتے رہے ہیں ؟
۱۲۔ اگر تئیس سالوں تک تکلم فرمایا ہے تو آخر وہ تئیس سالہ گفتگوئے آنحضرت صلعم کہاں گئی ؟ کیا سب ضائع ہو گئی ؟ ہرگز نہیں یہ بات منشاء خداوندی کے خلاف ہے ۔
۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صرف اصولی احکام بیان کر کے، باقی الامر آنحضرت صلعم پر عائد کر دیا کہ ان کی تشریح، تصریح، تعیین و تبیین کریں ۔
۱۴۔ لہٰذا خود منشائے باری تعالیٰ کے مطابق، جو بھی شرعی نطق آنحضرت صلعم نے فرمایا وہ عین وحی ہی تھا، اور وہ نطق مقدس عین قرآن ہی تھا ۔

علامہ اقبال جو رازدار اسلام گذرے ہیں وہ تو ایک مومن کی شان بھی یہ بتلا گئے ہیں کہ

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن ہے مسلمان

(ت) ہم حضرت علامہ اقبال کا استشہاد صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ پرویز صاحب اقبال کے مداح ہیں، ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔

تو کیا اگر چودھویں صدی کا مومن بھی خود قرآن بن سکتا ہے، تو خود

Marfat.com

آنحضرت صلعم، مجسم قرآن نہ تھے۔

ہم اس جگہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک قول مبارک پیش کرتے ہیں۔ جس کو خود پرویز (یہ ایک مجوسی نام ہے جو اسم بامسمیٰ ہے) نے بھی مانا ہے اور اپنی تحریرات میں لایا ہے: یہ قول ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا اس آیت کی تشریح میں ہے۔

انک لعلیٰ خلق عظیم (قرآن)

ترجمہ: اے محمد صلعم! آپ بہت بڑے خلق پر ہیں۔

تو سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔

خلقہٗ القرآن (بخاری)

ترجمہ: آپ کا خلق خود قرآن ہے! یعنی آپ مجسمہ قرآن ہیں قرآن، قرآن ساکت ہے، اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔

اس کی مزید تشریح خود قرآن پاک سے سن لیجئے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ (قرآن) حدیث

ترجمہ: محمد صلعم! اپنی طرف سے بولتے ہی نہیں، بلکہ ان کا نطق (حدیث) بھی خود وحی ہی ہوتا ہے۔"

کیا اس قدر مبہم بالشان، واضح اور قرآن پاک کی روشن دلیل کہ نطق نبی (حدیث) بھی وحی ہے۔ کوئی انکار کی مجال رہ سکتی ہے۔ کہ حدیث نبی قرآنی زبان میں نطق نبی کا انکار ہو سکے۔

۱۷۔ پھر علماء السنہ (یعنی زبان کے ماہرین سائنس دانوں) نے یہ امر تسلیم کیا ہے کہ ایک شخص، ہر روز اوسطاً چھبیس ہزار

کلمات بولتا ہے۔ اور پرویز صاحب سائنسدانوں کے اقوال
شد و مد کے ساتھ پیش کرتا ہے، جس کا مفصل بیان ہماری کتاب
صحیح قرآنی فیصلے، میں گذر چکا ہے۔ اور اس کتاب میں بھی
آئے گا۔

۱۷۔ لہذا اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کے بارے میں
اوسط نہیں لینا چاہئے، بلکہ اغلب امر لینا چاہیے کیونکہ آپ
تو شب و روز تبلیغ دین میں ارشادات عالیہ فرماتے رہتے
تھے تاہم اوسط کے حساب سے بھی آنحضرت کے تئیس سال
نبوی زندگی میں انتیس کروڑ اسی لاکھ اور اسی ہزار کلمات
(نطق) مبارکہ ہونے چاہئیں، کہ اس طرح کہ۔

ایک دن میں ۳۶۰۰۰
ایک ماہ میں ۱۰۸۰۰۰۰
ایک سال میں ۱۲۹۶۰۰۰۰
تئیس سال میں ۲۹۸۰۸۰۰۰۰ کلمات (نطق مبارکہ)

تو کیا آنحضرت صلعم ساری عمر نبوت میں، صرف قرآن ہی بولتے
رہے، ظاہر کہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ قرآن کے سوا بھی نطق فرماتے
رہے، تو وہی نطق مبارک ہے، جس کو خود قرآن وحی بتا رہا ہے
وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

۱۸۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم کے تقریباً تیس کروڑ نطق
مبارکہ سے صرف چند بیسیوں محفوظ رہ گئے ہوں، اور وہ
بھی وہ جو پرویز یا اس کا گروہ، مسٹر اسلم یا اس کا گروہ عبداللہ

جا کر الدی لائے۔ اور باقی کچھ کم تیس کروڑ کے تیس کروڑ ضائع ہو گئے
ہوں؟ ناممکن ہے، محال ہے، ناشدنی ہے۔

۱۹۔ بالخصوص، جبکہ آنحضرت صلعم کے بعد، قیامت تک کوئی دوسرا
نبی بھی نہ آنے والا ہو۔ اور آپ کی ذات مقدس پر رسالت و
نبوت ختم کر دی گئی ہو۔ اور تکمیل دین کر دیا گیا ہو۔؟

ناظرین کرام اس ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں شقوں کو اچھی طرح سے
ذہن نشین کر لیں، کیونکہ ہمیں خود قرآن پاک سے یہ ثابت کرنا ہے کہ
جس طرح قرآن پاک محفوظ ہے بعینہٖ اسی طرح نقش ہی و حدیث نبی
صلعم بھی محفوظ ہے، اور تا قیام قیامت محفوظ رہیں گی احادیث نبویہ۔

۲۰۔ مثلاً

الف۔ نماز کے بارہ میں قرآن صرف یہ کہتا ہے کہ اقیموا الصلوٰت، نماز
قائم کرو۔ اور لغات کے متعدد معانی ہیں۔ ایک دعا، دوسرے برکت
تیسرے آگ تاپنا وغیرہ

اگر ہم احادیث نبویہ کو بیخ سے نکال دیں، تو اسلام میں نماز کی کوئی
صورت قائم رہ سکتی ہی نہیں۔

ایک ملحد، منکر حدیث اگر کہے کہ میں دعا کر لیتا ہوں، تو میری نماز
یا صلات ادا ہو گئی۔ تو خدارا بتاؤ کہ اس کو حدیث کے بغیر کس دلیل
سے رد کرو گے۔ اور عبر زمانہ کا ہر تیز نیز ہر چھوٹی اپنی اپنی
رائے شیطانی کے حسب منشا نماز یا صلات کی صورتیں تبدیل کرتا
چلا جائے گا اور نماز کی کبھی بھی ایک صورت قائم رہ سکتی ہی نہیں
اور اسلام کا سب سے بڑا ستون نماز (صلات) بالکل ضائع ہو کر

Marfat.com

۱۵۳۴۶

رہ جائے گا۔

یا دوسرا زندیق وملحد کہے گا، جب میں سردیوں میں آگ سے تاپ لیتا ہوں تو میں نماز (صلات) ادا کر لیتا ہوں۔ خدارا بتاؤ، اس کی روک تھام کیا کرو گے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی نماز کی قائم کردہ صورت ہیئت میں تو پرویزی تغیر و تبدل کرنے کا حق رکھتے ہیں جیسا کہ خود لوہب مجسم، پرویز نے اپنی کتاب قرآنی فیصلے میں صاف کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کی حکومتیں ایسا کر سکتی ہیں یعنی نماز کو بدل سکتی ہیں اور جس کا جواب ہم نے اپنی کتاب صحیح قرآنی فیصلے میں بہ تفصیل دیا ہے۔

یا صلات کی معنی گوشت کو تلوں پر جھوں کر کھانا بھی عربی میں آیا ہے۔ لہذا ایک شخص کہتا ہے کہ جب میں گوشت کو آگ پر بھون کر کھاتا ہوں تو میری صلات (نماز) ادا ہو جاتی ہے تو خدارا بتاؤ اس کو کس دلیل سے منع کرو گے اور حقیقت یہ ہے کہ جلیہ الوی منکران حدیث کا گروہ ایسے دعوے کرتا بھی ہے۔

عربی کا محاورہ ہے، صلیت العناۃ میں نے ثابت بکرا آگ پر بھونا ہو سکتا ہے کہ کوئی جاہل اجہل اور منکر حدیث یہ کہہ دے کہ قرآن پاک میں واسجدوا سجدہ کرو کا لفظ آیا ہے۔

مگر سجدہ کی معنی لغت میں صرف جھکنے کے ہیں۔ جسے خود قرآن کہتا ہے کہ

ولہ یسجد من فی السماوات والارض۔

ترجمہ: جو بھی مخلوق زمینوں یا آسمانوں میں ہے سب اس کو سجدہ کرتے ہیں تو مخلوق میں، شجر، حجر، زمین، درخت جانور آجاتے ہیں

Marfat.com

نیاں

تو کیا یہ سب نماز پڑھتے ہیں ؟"

۲۔ الشمس والقمر یسجدان (قرآن)

ترجمہ: "سورج اور چاند سجدہ کرتے ہیں"

تو کیا چاند سورج بھی نماز پڑھتے ہیں ؟

عربی کا محاورہ ہے کہ۔

سجدت الفلک للریاح (لسان العرب)

ترجمہ: کشتیاں ہوا کو سجدہ کرتی ہیں "

تو کیا کشتیاں ہوا کی نماز پڑھتی ہیں۔

قرآن پاک میں ہے۔

یتفیؤ ظلاله عن الیمین والشمائل سجدا (قرآن)

ترجمہ: سائے دائیں بائیں پھرتے، اس کو سجدہ کرتے ہیں "

تو کیا ہر چیز کا سایہ بھی نماز پڑھتا ہے۔ ؟

والنجم والشجر یسجدان (قرآن)

ترجمہ: تارے اور درخت سجدے کرتے ہیں ؟"

تو کیا تارے اور درخت بھی نماز پڑھتے ہیں ؟

یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی منکر حدیث زندیق قسم کا مسلمان کہلانے والا یہودی یہ کہدے کہ قرآن میں "رکوع" کا لفظ آیا ہے !

لہذا اگر کوئی ملحد، بے دین منکر حدیث کہہ دے کہ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو نماز ادا کر لیتا ہوں۔ تو کیا جواب ہے اس کا منکر حدیث کے پاس ؟

عربی کا اور محاورہ ہے، صلیت علیه ای دعوت له (رازی)

Marfat.com

ترجمہ: جب اس پر صلات بھیجی، یعنی اس کے لئے دعا کی۔
خود قرآن فرماتا ہے۔
وصل علیہم ان صلواتک سکن لھم (قرآن)
ترجمہ:۔ ان پہ صلوات پڑھ، کیونکہ آپ کی صلوات ان کے لئے باعث سکینت ہے"
تو کیا آنحضرت صلعم ان کے لئے نماز پڑھتے تھے۔
پھر قرآن فرماتا ہے۔
"یصلون علی النبی" (قرآن)
"اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلات پڑھتے ہیں۔
تو کیا اللہ تعالیٰ خود اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلعم کے لئے نماز پڑھتے ہیں؟
"صلو علیہ" (قرآن)
ترجمہ:۔ "اے مسلمانو! نبی صلعم پر صلات پڑھو"
تو کیا مسلمان، آنحضرت صلعم کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔؟
پھر قرآن فرماتا ہے:۔
اولائک الذین علیھم صلوات من ربھم (قرآن)
ترجمہ ان مسلمانوں پران کے پروردگار کی صلات ہیں"؟
تو کیا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے نماز پڑھتا ہے؟ (معاذ اللہ)
قرآن پاک اور فرماتا ہے۔
ما کان صلاتہم عند البیت الا مکاءً و تصدیۃً (قرآن)
ترجمہ: ان کفار کی صلوات، کعبۃ اللہ کے نزدیک یہ تھی کہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے تھے۔

لو یہاں تو خود قرآن سے ہی صلات (نماز) کی معنی (سیٹیاں
بجانا اور تالیاں بجانا آیا ہے، لہٰذا ہر پرویز و زندیق کو حق ہے کہ وہ
کہہ دے کہ جب ہم کسی کے ناچ گانے لہو و لعب سینما اور تھیٹر
میں تالیاں بجاتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں تو ہم نماز ادا کرتے ہیں
اس کا کیا جواب دو گے یہ تو ہوئی نماز کی حالت یعنی نماز اپنی
حالت پر قائم رہ سکتی ہی نہیں۔ اور اگر ایسے زندیقوں کو اسلام میں
شروع سے رائے زنی کی اجازت دے دی جاتی تو آج ہمیں
نماز کی اصلی شکل و صورت ملتی ہی نہیں۔ ان گروہوں کو بھی دیکھو
جو حدیث نہیں مانتے ان کے نزدیک نماز ہے ہی نہیں۔

ب) اب آیئے روزہ کی طرف روزہ کے بارہ میں قرآن پاک
نے صرف یہ اصل بیان کی ہے کہ، کتب علیکم الصیام
"تم پر روزے فرض کر دیئے گئے"!
حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود (قرآن)
ترجمہ، جب تک کہ سفید دھاگا، کالے دھاگے سے متمیز
ہو جائے"
اول تو "صوم" کے لغوی معنی لو، لغت میں صوم کی معنی ہیں
کہ چلنے، بات کرنے وغیرہ سے رک جانا!
عربی محاورہ ہے:-
الفرس صائم" (راغب) گھوڑے نے روزہ رکھا یعنی چلنے
سے جواب دے دیا۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے۔
خیل صیام واخری غیر صائمۃ

Marfat.com

ترجمہ:۔ وہ اتنا امیر ہے کہ اس کے پاس باندھے گھوڑے بھی بہت ہیں اور کام میں آنے دچلنے والے بھی کثرت سے ہیں۔

عربی محاورہ میں جب ہوا رک جائے اور حبس ہو تو کہا جاتا ہے۔

الریح صومۃ "ہوا رک گئی" بند ہو گئی

حضرت مریم علیہ السلام کے بارہ میں خود قرآن فرماتا ہے جب سیدہ مریم کو حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، تو سیدہ نے کہا کہ میں قوم کو کیا کہوں گی تو حکم ربی ہوا کہ تم بات مت کرنا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کیطرف اشارہ کر دینا۔ چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

انی نذرت للرحمان صوما فلن اکلم الیوم انسیا (قرآن)

ترجمہ:۔ میں نے روزہ رکھا ہے کہ کسی بھی بنی بشر سے بات نہ کروں گی۔

یہاں صوم کی معنٰی خود قرآن پاک نے نہ بولنے کے لئے ہیں لہذا اگر کوئی زندیق یہ کہے کہ جب میں چپ سادھ لیتا ہوں اور کسی سے بات نہیں کرتا تو میں صوم یعنی روزہ ادا کر لیتا ہوں، تو بتاؤ اس کو کس دلیل سے چپ کرا سکو گے۔

لہذا روزے بھی گئے۔

غرض یہ کہ اگر حدیث شریف کو درمیان سے نکال دیا جائے تو روزہ بھی رخصت۔ بلکہ دین کے سب ارکان

بالکل بگڑ کر ضائع ہو جائیں گے۔

ح حج۔ اب آیئے حج کی طرف حج کے لغوی معنیٰ ہیں کسی کے دیکھنے کا قصد کرنا۔ اب اگر کوئی زندیق کہے کہ جب میں اپنی محبوبہ کے دیکھنے کا قصد کرتا ہوں تو میرا حج ہو جاتا ہے بتایئے۔ اس کو کس دلیل سے رد کرو گے؟

یا اگر کوئی یہودی صفت نام کا مسلمان یہ کہتا ہے کہ جب میں اپنے پیر کی زیارت کے لئے جاتا ہوں تو میرا حج ہو جاتا ہے تو بتلاؤ کہ اس کو کس دلیل سے رد کرو گے۔

اب لفظ حج کا خود قرآن پاک سے استعمال سنئے:۔

فللہ الحجۃ البالغۃ (قرآن)

ترجمہ حجۃ بالغہ اللہ کے لئے ہے۔

لو! یہاں خود قرآن پاک نے لفظ حج کا اطلاق حجت پر کیا ہے۔

اس میں حج کا کوئی نام نشان ہی نہیں۔

اور سنئے:۔

والذین یحاجون فی اللہ۔ (قرآن)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس کے متعلق حجتیں اٹھاتے ہیں:

اس آیت شریفہ میں بھی حج کے علاوہ دوسرے امر پر اطلاق کو دیکھا جائے ملاحظہ ہو۔

فمن حاجک من بعد ما جاءک (قرآن)

Marfat.com

ترجمہ:۔ آپ کے پاس حق آجانے کے بعد جو حجتیں پیش کرے۔
اور غور کرے

ھا انتم ھاؤلاء حاججتم فی ما لکم بہ علم فلم تحاجون فیما
لیس لکم بہ علم۔ (قرآن)

ترجمہ: جس بات کا تمہیں علم ہے اس کے بارہ میں تو حجتیں اٹھاتے ہو۔
مگر جس کا تمہیں علم ہے ہی نہیں۔ اس کے متعلق کیوں چوں چرا
کرتے ہو۔"

اس آیت شریف میں بھی حج کا دور سے بھی تعلق نہیں۔
سب سے بڑھ کر یہ کہ، جو آیت شریف خود حج کے لئے ہے وہ یہ ہے:
فمن حج البیت۔ (قرآن)
ترجمہ: جس نے ارادہ کیا گھر کا۔"
دیکھئے اس آیت شریف میں۔ البیت کا لفظ آیا ہے۔ اور بیت
کی معنی ہے، "گھر"۔ انسان کی پناہ گاہ جہاں وہ رات گذارے۔
عربی محاورہ ہے "فلاں بات"۔ اس نے رات گذاری۔
قرآن فرماتا ہے۔

تلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا (قرآن)

ترجمہ: وہ ہیں ان کے اجڑے ہوئے گھر۔ یہ اجاڑ ان کے عملوں نے لائی ہے،
اور سنئے:۔

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم (قرآن)

ترجمہ:۔ تم اپنے گھروں کے سوا۔ دوسرے گھروں میں نہ جایا کرو۔"
پھر عربی کی رو سے "بیت"۔ کی معنی شعر و اشعار بھی ہے۔ اور

ہر اس گھر کو کہا جاتا ہے جو پتھر سے بنا ہو، یا گارے مٹی سے بنا ہو، یا دنبوں کی اون سے بنا ہو، جھونپڑی یا خیمہ وغیرہ یا بکریوں کے بالوں سے بنا ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں اور اب بھی عرب کے صحراؤں میں بدوی لوگ بناتے ہیں۔

قرآن پاک سے اور استشہاد ملاحظہ ہو۔

لیس البران تاتوت البیوت من ظھورھا (قرآن)

ترجمہ:۔ یہ تو کوئی بھلائی نہیں کہ تم گھروں میں دیوار پھاند کر آؤ۔

دیکھئے یہاں بیت پر "ال" آیا ہے اور اس سے مراد اپنے گھر ہیں۔

قرآن پاک اور فرماتا ہے کہ۔

لا تدخلوا بیوت النبی

ترجمہ:۔ تم نبی (صلعم) کے گھروں میں داخل مت ہو۔

یا رب ابن لی عندک بیت فی الجنۃ (قرآن)

ترجمہ:۔ اے میرے پاک پروردگار! میرے لئے جنت میں اپنے پاس گھر بنا۔

اب ایک اور سب سے زیادہ واضح اور صریح آیت شریفہ سنئے جو بیت المقدس کے بارہ میں یہودیوں کے لئے ہے۔ جہاں "بیت" سے مراد خود قرآن پاک نے بیت المقدس بتایا ہے۔

واوحینا الی موسیٰ واخیہ ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ (قرآن)

ترجمہ:۔ ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون علیہما السلام کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو

قبلہ بناؤ گے

تشریح: بالکل ظاہر ہے کہ یہود کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ نہ صرف اتنا بلکہ خود اسلام کا قبلہ بھی چودہ برس تک بیت المقدس تھا۔ جس کی طرف آنحضرت صلعم بھی قبلہ بنا کر نماز پڑھتے رہے۔

اب خدارا ہمیں یہ سمجھا دے، کہ جب "البیت" کو خود قرآن پاک نے بیت المقدس بھی مراد لیا ہے، اور "بیت" کو جھونپڑیوں، محل، تنبو اور مٹی گارے کے گھر بھی مراد لیا ہے، تو پھر کوئی حج کو کس طرح مقرر و متعین کرے گا۔ بالخصوص جبکہ تقریباً چودہ برس اور پانچ ماہ تک بیت المقدس خود اسلام کا قبلہ بھی رہا ہے اور اس مدت مدید تک آنحضرت صلعم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

۱۔ کوئی منیٰ کا ٹھہرنا اور عرفہ کا قیام کہاں سے ثابت کرے گا۔ اور سب سے بڑی

۲۔ بات یہ کہ حج ہوتا عرفہ میں ہے، شہر مکہ میں نہیں ہوتا۔

۳۔ پھر حج کا دن، وقت اور مقامات کون معین کرے گا۔ کیونکہ قرآن پاک تو ان تمام فرائض سے خاموش ہے

۴۔ سب سے زبردست دلیل یہ ہے کہ حج میدان عرفہ، جبل رحمت پر ہوتا ہے۔ اگر عرفہ میں جا کر بھی، قیام اس وقت نہ ہو جو اسلام نے مقرر فرمایا ہے، تو حج ہوتا ہی نہیں۔ اسلام سے مراد، حدیث ہی نے مقرر فرمایا ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان فرائض کا قرآن پاک میں ذکر تک نہیں اور لطف یہ کہ جناب پرویز کو بھی حج پر کوئی اعتراض نہیں خدا کا شکر ہے،

لہذا جب ہم حج کو اس صورت و شکل کے ساتھ مانتے ہیں جو احادیث نبوی نے مقرر فرما دیں ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ کہ احادیث نبوی پر ایمان لانا فرض عین ہے ان کا انکار کفر خالص ۔

۱۔ کیونکہ حج کے لیے عرفہ میں جانا ۔

۲۔ پھر وہاں خاص وقت میں ۔

۳۔ قیام خاص مدت تک کرنا ۔

۴۔ جس سے حج ادا ہوتا ہے ۔

یہ سب امور حدیث نبوی سے ہی ثابت ہیں ۔ اور یہ فرائض ہیں۔ حالانکہ فرائض وحی سے ثابت ہوتے ہیں حج کے یہ فرائض جو احادیث نبویہ سے ثابت ہیں بتلا رہے ہیں کہ احادیث ہونیکی وحی ہی ہیں ۔ البتہ احادیث کی وحی اور قرآن کی وحی میں ، ایک نہایت باریک اور لطیف سا فرق ہے ۔ وہ ہم آگے چلکر بتائیں ، جہاں خود پرویز نے حدیث کی وحی پر اعتراض کیا ہے

اور یہ نماز ... کا بھی بیان ... ہے آئے ہیں ... ہم نے اپنی کتاب ... فیصلہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ، یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ

۱۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ سب سوائے کچھ قرآن ختم کرنے کے

۲۔ وہ ... ہے

۳۔ ... کی ہیئت کذائی

۴۔ ایک رکوع

۵۔ رکوع کی صورت ۔

۶۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ۔

Marfat.com

۷- التحیات کے وقت بیٹھنا۔
۸- سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر نماز میں رکعتیں مقرر کرنا
۹- نماز کے وقت مقرر کرنا،
۱۰- اور نماز کے دیگر بیسیوں مسائل۔

یہ کس نے بتلائے. قرآن پاک تو ان سب سے بالک
خاموش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک نے، قرآن پاک نازل فرمایا
مگر قرآن پاک میں صرف اصول بیان فرمائے۔ اور ان اصولوں کی
شرح، تفسیر، تبین، تعبیر، تفریع اور جزئیات مقرر کرنے کا کام اللہ
تعالیٰ نے اپنے آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما
اور پھر یہ سب کے سب احکام بھی آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے ہی
سمجھائے۔ جس کو ہم حدیث کہتے ہیں، اور یہ احادیث صحیحہ کا بھی آنحضرت
صلعم پر وحی کے ذریعہ ہی القاء ہوتا تھا۔ مثلاً ایک وحی کی قسم تو وہ
ہے، جو اللہ تعالیٰ نے، آنحضرت صلعم پر بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام
نازل فرمائی جس کو ہم قرآن کہتے ہیں۔ اور اس وحی کے الفاظ و مفہوم
خود اللہ تعالیٰ کے ہیں جو بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھیجے گئے

دوسری وحی وہ ہے، جو بغیر حضرت جبریل علیہ السلام کے،
آنحضرت صلعم کے قلب پر القاء ہوتی تھی، اس وحی میں الفاظ تو حضرت
ختم الرسل کے ہوتے تھے، مگر مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی
ہوتا تھا۔

یہی معنی ہیں اس آیۂ شریفہ کے کہ،

و ما ینطق عن الھوی

محمد صلعم اپنی طرف سے یا اپنے پاس سے قطعاً نطق نہیں فرماتے

بلکہ - ان ھو الا وحی یوحی -

وہ بھی ایک قسم کی وحی ہی ہے ، جو وہ نطق (حدیث) فرماتے ہیں

اس مقام پر قرآن کے ان الفاظ پر بہت عمیق غور فرمائیں -

وحی یوحی

" ایک قسم کی وحی ہے جو وحی کی جاتی ہے -

یہ آیت شریف صاف بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلعم پر جو وحی ہوتی ہے اس کے اقسام ہیں -

لہذا نتیجہ صاف ہے کہ جن قرآنی اصولوں کی تعریفات یا جزئیات آنحضرت صلعم بذریعہ حدیث شریف متعین و مقرر فرماتے ہیں ، وہ بھی وحی ہی ہیں ، لہذا حدیث نبوی بھی وحی ہی ہے -

لہذا جس طرح اسلام دین آخری ٹھہرایا گیا ، اور قرآن کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی ، اور تکمیل دین ہوگیا -

بالکل اسی طرح آنحضرت صلعم کو آخری نبی بنا کر بھیجا گیا جن کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئیگا - اور تکمیل دین کے بعد قرآنی اصولوں کی تعریفات و جزئیات کے مقرر کرنے کا کام آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا گیا -

اسلئے جب آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نیا نبی آنا ہی نہیں تھا ، تو اگر آنحضرت کی حدیث کو ضائع (معاذ اللہ) کر دیا جاتا تو یہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے بنیادی اصولوں کے تعین و تقرر کا کام ضائع ہو جاتا - جو قطعی طور

Marfat.com

برمنشاء خداوندی کے خلاف ہے۔ اور قرآن بازیچۂ اطفال بن کر رہ جا

چند مثالیں اب ہم چند مثالیں دے کر آگے بڑھتے ہیں۔

پہلی مثال چنانچہ ان گروہوں میں سے جنہوں نے آنحضرت صلعم کی مقرر کردہ تصریحات و جزئیات کو نہیں مانا، اور حدیث کا انکار کر دیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے صوابدید کے مطابق قرآن کے اصولوں سے احکام متعین کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن کی اس آیت کا مطلب کہ:-

"مرج البحرین"

صحیح ترجمہ:- "دو دریا آپس میں ملتے ہیں"

ظاہر ہے کہ یہ آیت شریف دنیاوی دریاؤں کا ذکر کر رہی ہے گروہ کہتے ہیں کہ۔

"امامت و نبوت کا امتزاج ہو گیا۔

کیا میں خود پرویز صاحب و اسلم صاحب سے ہی پوچھتا ہوں کہ یہ صحیح ہے؟

پھر قرآن کی آیت۔

یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان

صحیح ترجمہ:- ان دریاؤں (سمندروں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں"

گروہ کہتے ہیں۔

ان سے مراد حضرت حسنؓ و حسینؓ ہیں۔

حالانکہ اس آیت شریف کے نزول کے وقت حضرت سیدہ

Marfat.com

فاطمہ و علی علیہا السلام کا نکاح بھی ہوا تھا، چہ جائیکہ دونوں کی تولید بھی ہو
تو کیا اسلم و پرویز اس توجیہات کو قبول کرتے ہیں؟ ہمیں یقین کامل
ہے کہ کبھی نہیں ہرگز نہیں،

دوسری مثال

خود میں پرویز کے رسالہ طلوع اسلام سے دیتا ہوں، ایک کتاب پر تبصرہ کیا ہے، اور فاطمیین و اسماعیلی فرقہ کے کچھ نمونے ان کی کتاب تاریخ مصر سے دیے ہیں۔

۱۔ وضو ۔ ۔ ۔ سے مراد یہ لوگ حضرت علی کا اقرار کرنا لیتے ہیں کیونکہ وضو اور علی ہر ایک لفظ میں تین حرف ہیں۔

۲۔ نماز ۔ ۔ ۔ ۔ سے مراد یہ حدیث نبوی کا انکار کرنے والے داعی کی دعوت میں داخل ہونا لیتے ہیں۔

۳۔ نماز کی طرف متوجہ ہونا ۔ ۔ ۔ سے مراد، اسلام کی طرف متوجہ ہونا لیتے ہیں۔

۴۔ ظہر کی نماز ۔ ۔ ۔ مراد ۔ ۔ ۔ رسول خدا کی دعوت میں داخل ہونا لیتے ہیں۔

۵۔ عصر کی نماز سے مراد حضرت علی یا صاحب القیامت کی دعوت میں داخل ہونا لیتے ہیں۔

۶۔ مغرب کی نماز سے مراد آدم کی دعوت میں داخل ہونا۔

۷۔ عشا کی نماز سے چار نقیبوں کی دعوت میں داخل ہونا۔

۸۔ فجر کی نماز سے، مہدی اور ان کی حجت کی دعوت میں داخل ہونا۔

Marfat.com

۹۔ ماہ رمضان سے مراد، امام محمد بن اسماعیل ہیں، کیونکہ یہ آنحضرت صلعم سے نویں ہیں۔ اور رمضان مبارک بھی نواں ہے۔

۱۰۔ لیلۃ القدر سے مراد، خاتم الائمہ کی حجت، یا حضرت فاطمہ

۱۱۔ زکوٰۃ سے مراد، استاد کا شاگرد کو پڑھانا ہے۔

۱۲۔ بیت اللہ کا قصد، امام کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

۱۳۔ کعبہ سے مراد رسول خدا صلعم ہیں۔

۱۴۔ باب کعبہ سے، حضرت علیؓ مراد ہیں۔

۱۵۔ حجر اسود، امام زمان کی وہ حجت جو امام کے بعد امام ہو

۱۶۔ خانہ کعبہ کی سات بار طواف کرنا سے مراد سات اماموں کے احکام کی پیروی کرنا، جن میں ساتواں قائم ہے

۱۷۔ صفا مروہ سے مراد، حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت علی ہیں

اب ناظرین کرام خدارا خود ہی بتلائیں کہ حدیث کے نکل جانے کے بعد اسلام کی کیا صورت باقی رہ جاتی ہے۔ اور ان کے ان ۱۷ اصولوں میں سے، ایک بھی کوئی ایسا توجیہ رکھتا ہے؟ جو اہل علم کے نزدیک، قابل غور بھی ہو۔ وضو گیا، نماز گئی۔ حج گیا۔ زکوٰت گئی، کعبۃ اللہ چھوٹا، رمضان ختم۔ چنانچہ اسماعیلی خوجوں کے ہاں، نہ تو کوئی مسجد ہوتی ہے، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ زکوٰت دیتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں۔ پرویز صاحب بھی تو حدیث کے بعد، اسلام کا یہی نقشہ چاہتے ہیں۔

مادر پدر آزادی ہو جائے، جس کا جو جی چاہے، قرآنی الفاظ

الفاظ سے مطلب نکال دے۔ اللہ اللہ خیر سلام

مطلب یہ کہ اگر آنحضرت صلعم کی تصریحات قرآنیہ، تعینات فرعیہ، تقریرات جزئیات (احادیث رسول) کو اس بیان سے نکال دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ چند احادیث کے سوا رب کی سب موضوع ہیں تو بخدا اسلام، اسلام ہی نہیں رہتا، اور پھر قرآن بھی تو قرآن نہیں رہتا اور خود خدا بخدا نہیں رہ سکتا)

سب سے بڑی دلیل

اب ہم ایک اور سب سے بڑی دلیل دیتے ہیں جس کا انکار نہ تو مسٹر اسلم، پرویز کے گرو کو ہے، اور نہ ہی چیلے کو وہ یہ کہ:-

مسٹر اسلم اور اسلم کا گرو عبداللہ چکڑالوی، ان دونوں کا شش (چیلا) پرویز تینوں اس بات کو مانتے ہیں کہ۔

"قرآن پاک کی موجودہ ترتیب۔ بالکل وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مقرر فرمادی ہے اور یہ یقینی وحتمی ہے، اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کو ہرگز ہرگز گنجائش نہیں" (پرویز صاحب ٹھیک ہے نا؟)

اور ہم بھی ان تینوں منکرین حدیث کے اس باب میں ہم خیال ہیں۔ کہ واقعتہً

۱۔ یہ ترتیب خود اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے اور

۲۔ بذریعہ وحی ہی ہوئی ہے اور
۳۔ اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہرگز ہرگز نہیں۔
اب آیئے اس کا تجزیہ کریں۔

الف:۔ کیا قرآن شریف اسی ترتیب کے ساتھ نازل ہوا تھا؟
ظاہر ہے کہ بالکل نہیں ہرگز نہیں!!
اور اس کا انکار پرویز کیا اس کے دونوں گروہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ سب سے پہلے سورۃ العلق نازل ہوئی، جو تیسویں (۳۰) پارہ میں ہے پھر سورت القلم نازل ہوئی، یہ بھی انتیسویں پارہ میں ہے پھر سورت مزمل نازل ہوئی جو انتیسویں پارہ میں ہے، پھر سورت المدثر نازل ہوئی پھر سورت الفاتحہ نازل ہوئی جو قرآن پاک میں بسم اللہ کے بعد سب سے پہلے رکھی گئی۔

پھر سورت الفاتحہ (یا الحمد شریف) کے بعد جو قرآن پاک میں سب سے اول، سورت النجم نازل ہوئی جو ستائیسویں پارہ میں ہے۔

ب:۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ترتیب قرآن پاک، بالکل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتلائی اور جو وحی نے مقرر فرمائی تو، یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کے قرآن کے کس مقام سے ثابت ہے؟
ظاہر ہے کہ قرآن پاک اس ترتیب کے بارہ میں قطعاً خاموش ہے۔

ج:۔ پھر، جس صورت میں قرآن پاک سے ثابت ہی نہیں، نہ قرآن

پاک نے تبلایا ہے تو یہ ترتیب

۱۔ وحی کیسے ہوگئی

۲۔ عین اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ کس طرح ہی؟

۳۔ اور بالکل وہی کیسے ہوئی، جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا؟

حالانکہ یہ تینوں شقیں،

الف: یقیناً وحی ہی ہیں۔

ب: حتماً عین اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہی ہیں

ج: اور بلا شک وشبہ وحی ہی ہیں

اور ان پر پرویز اس کے دونوں ناظم اسلم وچکڑالوی بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اب ناظرین کرام اس بحث کو ذرا اچھی طرح سے دلنشین کر لیں، وہ یہ کہ۔

یہ موجودہ ترتیب قرآن، احادیث نبوی نے مقرر کی ہے۔

اور یہ ترتیب نبوی، اس وحی کے ذریعہ مقرر ہوئی ہے جو وحی وحی قرآن کے سوا تھی، یعنی جبرئیل کے ذریعہ نہیں بلکہ سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر القاء ہوتی تھی۔

جب وحی کو ہم دوسرے لفظوں میں حدیث رسول کہتے ہیں اور یہ حدیث رسول کا وہی پہلو ہے جس کے لئے خود قرآن پاک کہتا ہے کہ

وما ینطق عن الھویٰ۔ محمد صلعم اپنی طرف سے بولتے ہی نہیں

ناظرین کرام سے پوچھتا ہوں کہ:

Marfat.com

۱- جس صورت میں، قرآن پاک کی موجودہ ترتیب کو پرویز خود عین وحی کہتا ہے، عین مقرر کردہ رب العرش مانتا ہے، اور عین وحی مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشا رہے تو۔

۲- یہ تینوں امور قرآن پاک کی کسی بھی آیت سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں قرآن پاک کی کسی صاف صریح اور بین آیت کو چھوڑیئے کہیں اشارہ کنایہ یا تعریض تک بھی نہیں آئی۔

۳- تو پھر یہ امور وحی کیسے ہو گئے۔ جب کہ ان کا قرآن پاک میں ذکر تک نہیں، اشارہ تک نہیں۔ کیونکہ پرویز اور اس کے دونوں ناتھوں کا ہمیشہ یہ ادعا رہا ہے کہ وحی وہی ہے جو قرآن میں ہے اور قرآن کے باہر یہ تینوں منکرین حدیث، وحی مانتے ہی نہیں،

۴- لہذا نتیجہ صاف و روشن ہے بان دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ ظاہر کہ قرآن کے سوا بھی وحی ہے۔ اور وہ وحی وہی ہے جس وحی سے آنحضرت صلعم نے قرآن کی ترتیب متعین کی اور اسی وحی کو حدیث کہا جاتا ہے جس سے اسلام کے دوسرے ہزاروں احکام صادر فرمائے لہذا جس طرح ترتیب قرآنی وحی ہے اسی طرح وہ احکام بھی لو! حدیث رسول کا وحی ہونا خود قرآن پاک سے ہی ثابت ہو گیا اور اس مقام پر پرویز وگردان پرویز کو بھی مجال انکار نہیں۔

اگر اس مقام پر حدیث رسول کو وحی مان لیا جاتا ہے، تو دوسرے مقامات پر کونسا عقلی استحالہ درپیش ہے۔

ایک نکتہ

ایک اور نکتہ ذہن نشین کر لیا جائے۔ وہ یہ کہ:۔

اگر آنحضرت صلعم سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جاتا تھا جو ان کی ذاتی رائے پر منحصر ہوتا تھا، اور منشاء خداوندی کا مقتضاء کچھ اور ہوتا تھا تو آنحضرت صلعم کو معاً تنبیہ کر دی جاتی تھی۔

۱۔ مثلاً جنگ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں، آنحضرت صلعم کی ذاتی رائے یہ تھی (اور اس باب میں اس وقت وحی کے ذریعہ کوئی اطلاع نہ دی گئی تھی) کہ ان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور وہ رہا کر بھی دیئے گئے تو یکایک قرآن پاک نے تنبیہ فرما دی کہ ــــ "یہ نبی کی شان نہ تھی"

۲۔ آپ نے اپنے اوپر ایک حلال چیز کو حرام فرما دیا۔ تو یک لخت نازل ہوا۔

لم تحرم ما احل اللہ لک (قرآن)

ترجمہ:۔ جو اللہ نے آپ پر حلال کر دیا ہے اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو

۳۔ یا جب تک کسی امر کا خاص حکم نہ ہوتا تھا تو آنحضرت صلعم اہل کتاب کی بات کو ترجیح دیتے تھے۔

۴۔ سیدہ زینب کے نکاح کے بارہ میں آپ کو پس و پیش تھی۔ تو قرآن پاک نے تعریض فرما دی

Marfat.com

۵۔ حجاب کے بارہ میں حضرت عمرؓ کے سخت تقاضے کے باوجود
خاموشی اختیار کی تاآنکہ آیت حجاب نازل ہوئی۔
۶۔ ایک عورت اپنا کیس پیش کرتی ہے، آپ کچھ ارشاد نہیں
فرمائے حتیٰ کہ قرآن نازل ہوتا ہے،
تو کیا یہ ممکن تھا کہ، آنحضرت صلعم،
الف: کامل و مکمل تئیس برسوں تک نماز (صلاۃ) ایک خاص
شکل و صورت کے ساتھ روا فرماتے، صحابہ پڑھتے، اور اگر
اس ہیئت نماز میں، رد و بدل کی گنجائش ہوتی یا معاذ اللہ
غلط ہوتی تو تئیس برسوں تک قرآن نازل ہوتا رہتا اور تصحیح
نہ کر دیتا۔
بالکل قرآن پاک کی موجودہ ترتیب کی طرح، جس طرح یہ
ترتیب عین وحی خداوندی ہے اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ
کی گنجائش ہی نہیں، بعینہٖ اسی طرح یہ نماز پاک بھی، اس صورت
و شکل کے ساتھ
۱۔ عین وحی الٰہی ہے۔
۲۔ عین منشاء خداوندی ہے۔
۳۔ اور عین اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی طرح ہے۔
ورنہ تئیس سالوں میں قرآن ضرور اس کے کسی بھی ایسے
رکن کو روک دیتا جو وحی نہ ہوتا۔ حالانکہ نماز اسلام کے روز اول
سے ہی فرض تھی، البتہ پنجگانہ نماز کچھ بعد میں مقرر ہوئی۔
اور یہی اس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ شروع اسلام میں

پنجوقتہ نماز نہ تھی، گو شکل و ہیئت پہلے دن ہی سے یہی تھی۔ چنانچہ اس میں پانچ وقتوں کی کمی تھی جو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مکمل کردی اور اس کی مفصل بحث ہم اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں کر آئے ہیں۔ یعنی ابتداء میں نماز پنجوقتہ نہ تھی، یہ کمی تھی، جو پوری کر دی گئی۔

لہذا معراج کی رات کے بعد، جو شکل و صورت نماز کی قائم کردی گئی وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اور قیامت تک وہی رہے گی اس میں کسی بھی قسم کے چھوٹے سے چھوٹے تغیر و تبدل کا حق ساری دنیا کو مل کر بھی نہیں۔

اسی طرح، حج، زکات، روزے اور دوسرے احکام دین جو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کردیے سب کے سب۔

۱۔ عین وحی خداوندی تھے۔

۲۔ عین منشاء ایزدی کے مطابق تھے۔

۳۔ اور عین اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی مقرر کردہ ہیں۔

آنحضرت صلعم کی دو حیثیتیں

اب ہم آگے بڑھنے سے پہلے ایک اور اصل اصول اسلام واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ نہایت ضروری ہے، اور ہمارے سارے لٹریچر میں اس سے بہت مدد ملے گی۔ وہ یہ کہ

لہذا بتقاضائے بشری، آپ کے جو بھی اعمال، افعال یا اقوال ہیں، وہ امت مسلمہ پر فرض نہیں، اگر کوئی عاشق رسول عربی کمال عشق و محبت سے، ان پر عمل کرے، تو سبحان اللہ اور اگر کوئی صاحب ان کو ضروری نہ سمجھے تو اس پر مباح ہے۔

۱۔ مثلاً۔ آپ عرب ملک کے رواج کے مطابق عربی لباس پہنتے تھے۔ کہ امت پر یہ ضروری نہیں۔

۲۔ یا معاشرت میں کھانا ایک خاص طریق پر تناول فرماتے تھے۔ امت پر یہ بھی ضروری نہیں۔ ہاں، حلال حرام تو ویسے ہی قائم بالذات ہیں صرف نہج و نمط کا سوال ہے، جس میں امت کو یہ اختیار ہے۔

۳۔ آپ کی بود و باش ایک خاص طریق پر تھی۔ لہذا مابعد کی صدیوں کے آنے والوں پر یہ بھی فرض نہیں۔

۴۔ آپ کی عدالت، مدرسہ، قضیٰ سب مسجد نبوی تھا۔ ضروری نہیں کہ امت مسلمہ بھی، مسجد نبوی میں ہی جا کر فیصلے دے۔

۵۔ یا بعض امور آپ اپنی ذاتی رائے سے بھی صادر فرما دیتے تھے ان کے لئے بھی امت مرحوم اباحت و رخصت کا اختیار رکھتی ہے اور جہاں بھی آنحضرت صلعم نے مشورہ لیا ہے، وہ بھی اس کے تحت ہے۔

مثلاً۔ انصار مدینہ کا عام مشغلہ کھیتی باڑی تھی۔ آپ کو ایک دن بعض انصار اپنی کھیتی میں لے گئے تو وہاں نر مادہ درختوں کا

آپ نے ویسے ہی فرما دیا کہ اگر ایسا نہ کرو تو؟

ان عاشقانِ صادقانِ نبوی نے سمجھا کہ شاید بارگاہِ نبوت سے منع کا حکم ہے۔ انہوں نے پیوند نہ لگائے۔ دوسری فصل میں میوہ کم آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

انتم اعلم باموردنیاکم منی (حدیث)

بھائی، دنیاوی کاموں میں آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

کیونکہ نبی کا مشن یہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی قرآن کا یہ کام ہے کہ

الف۔ درزی کو کپڑے سینے سکھلائے

ب۔ دھوبی کو کپڑے دھونے سکھائے

ج۔ لوہار کو اس کی کاریگری سکھلائی

د۔ سنار کو زیور سازی بتائی

ہ۔ زمیندار کو کھیتی باڑی کے اصول سمجھائے

و۔ موچی کو کفش سازی بتلائی

بلکہ دنیاوی کام سب کے سب اہل دنیا کی صوابدید پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

دیکھتے نہیں ہو کہ آج سرزمین عرب سے پٹرول کا اتنا بڑا ذخیرہ ہاتھ لگا ہے کہ ہر منٹ میں دس لاکھ روپیہ کا پٹرول نکل رہا ہے سونے کی کانیں ملی ہیں۔ حالانکہ کفار قریش، حضور سے تقاضہ کرتے رہتے تھے۔

اگر سچے نبی ہو تو یہاں سونے کے گھر (کانیں) تو نکال دو (قرآن) مگر آنحضرت صلعم کو یہ جواب خود قرآن پاک نے سکھلایا: وہ یہی

Marfat.com

یہی تھا کہ۔

هَل كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (قرآن)

"میں تیرف بشر رسول ہوں"

یقین جانو اگر قرآن یا رسول کا مشن، پٹرول کے ذخیرے نکالنا، سونے کی کانیں نکالنا اور زمین کے پوشیدہ خزانے نکالنا ہوتا تو لازمی طور پر قرآن پاک نشاندہی کر دیتا کہ لو۔ اے بنی! یہ ہیں سونے کی کانیں نکال دو ان کو۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ سے کوئی ایسا مقام پوشیدہ نہیں جہاں سونے چاندی کی کانیں، یا پٹرول کے چشمے ہیں۔

مگر چونکہ قرآن یا قرآن کے لانے والے رسول کا یہ مشن ہرگز ہرگز نہیں اس لئے ان امور سے اعتناء نہیں کیا گیا۔

ہاں یہ امور سب کے سب اسلام نے اباحت کے درجہ میں رکھے ہیں، حاصل کر لو تو منع نہیں نہ نکالو تو امر نہیں۔ اگر حاصل کرو گے، خوشی حاصل ہوگی تو سب سے اچھی بات ہے نبی کا مشن صرف اتنا ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کے ان اصولوں کو بیان فرما دے جو ان کے اور اللہ تعالیٰ کے تعلقات کو اچھا رکھے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کا سچا بیدار بندہ بنا دے۔ انسان، انسان کو کھا نہ جائے۔ کوئی کسی پر ظلم، جور، جفا اور زبردستی نہ کرے۔ اور اسلام کے ان قوانین و دساتیر پر اپنی زندگی بنائے جو قرآن و حدیث نے متعین فرما دیئے ہیں۔

ہاں، البتہ، ان مصنوعات صنعات کو انسانوں کی مرضی پر

Marfat.com

چھوڑ کر، حکومت اسلام کا تخیل ضروری پیش کیا جاتا ہے اور حکومت بھی حکومت کے لیے نہیں، بلکہ اللہ اور رسول کے حکموں کی ترویج و تنفیذ کے لیے۔ اگر کسی مسلمان حکومت میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا نفاذ نہیں تو اس میں اور ایک کافر حکومت میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔

۶۔ جنگ بدر کے وقت آنحضرت صلعم نے اپنا پڑاؤ ایک ایسے مقام پر ڈالا، جو جنگی نقطۂ نگاہ سے موزوں نہ تھا، اور پانی سے دور تھا، اس پر حباب بن منذر عرض کرتے ہیں کہ:۔

یا رسول اللہ یہ کیجیے، وحی خداوندی سے ہے؟ یا اپنی ذاتی رائے سے۔ تو آپ فرماتے ہیں ذاتی رائے سے۔ اس پر حباب بن منذر فرماتے ہیں پانی کے چشمے ذرا آگے ہیں اگر دشمن نے ان پر قبضہ کر لیا تو پانی کا قطرہ بھی نہ ملے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اپنی چھاؤنی ان چشموں پر لگائی جائے۔

آنحضرت صلعم نے حباب بن منذر کی رائے سے اتفاق کیا!

۷۔ جنگ احد کے وقت اختلاف رائے ہوا کہ مدینہ منورہ کے اندر لڑی جائے یا شہر سے باہر۔ بعض نوجوانوں کی رائے شہر سے باہر لڑنے کی تھی۔ آپ کی شہر میں مگر آپ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔

۸ مگر بالکل اسی طرح کا معاملہ صلح حدیبیہ میں واقع ہوا۔
جس پر سب کے سب صحابہ اور بالخصوص حضرت عمر رضؓ
سخت برہم تھے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے کسی کی رائے سے
اتفاق نہیں کیا، بلکہ فرمایا کہ۔

میں اللہ کا نبی ہوں اس کی وحی کے مطابق عمل کرتا ہوں
چنانچہ صلحنامہ حدیبیہ وحی کے ذریعہ ہوا۔ یقیناً قرآن پاک میں صلح
حدیبیہ والی شرائط نہیں۔ یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ قرآن کے
سوا بھی وحی ہے۔ جس پر سب صحابہ کرام و حضرت عمر رضؓ مطمئن ہوئے
ان تصریحات سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اوپر کی آٹھ مثالوں
میں سے آنحضرت صلعم کی ذاتی رائے تھی جس میں بھی جس پر اختلاف
رائے کے وقت آپ نے اپنی رائے مبارکہ چھوڑ دی مگر آٹھویں
مثال صلح حدیبیہ میں، چونکہ وحی کے ذریعہ آپ پر القا کیا گیا، اس
لئے، سارے کے سارے صحابہ کی متفقہ رائے سے بھی اتفاق
نہیں کیا۔ اور وحی باری تعالیٰ کے مطابق عمل کیا۔

چنانچہ جلدی سورت الفتح نازل ہوئی، اور آنحضرت صلعم کی
اس وحی کی تائید فرما دی یہ وحی یقیناً قرآن کے ماسوا تھی۔

آنحضرت صلعم کی نبوی حیثیت

دوسری حیثیت | حضرت ختم الرسل، مولائے کل، برگزیدہ
خلق، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حیثیت نبوی

Marfat.com

ہے ۔ آپ نے نبوی حیثیت میں جو کچھ بھی فرمایا جس کا دوسرا نام حدیث ہے ۔

۱۔ وہ عین دین ہے ۔

۲۔ عین وحی ہے ۔

۳۔ عین منشائے خداوندی ہے ۔

۴۔ عین حکم خداوندی ہے ۔

۵۔ عین قرآن ہے ۔

۶۔ وہ قرآن کے عین ہم پلہ ہے اور حدیث کا یہ حصہ

۷۔ بالکل اسی طرح یقینی ہے جس طرح خود قرآن پاک یقینی ہے ۔

۸۔ الغرض کہ وہ بھی قرآن ہی ہے ۔ وحی ہی ہے ۔ اور یہ وحی قرآن کے مثل ہے ۔

اور مثلہ معہ والی حدیث کا یہی مفہوم ہے تفصیل آگے آتی ہے ۔

۹۔ اگر اس کا یا اس میں سے کسی بھی شق کا انکار ہے تو سب سے پہلے ترتیب قرآن کا انکار کرو ۔ کیونکہ ترتیب قرآن حدیث سے ہی ثابت ہوتی ہے ۔ چنانچہ

۱۰۔ سب سے بڑی چیز کہ قرآن پاک تیئیس برس میں نازل ہوا ۔ اور ہر وقت موقعہ کی ضرورت کے مطابق کوئی نہ کوئی سورۃ یا آیت نازل ہوتی رہی ۔ یہ بھی تو حدیث شریف سے ہی ثابت ہے اگر حدیث کا انکار کر دیا جائے تو قرآن پاک کا ترتیب نزول اور ترتیب تدوین سارے کا سارا ہی باطل

Marfat.com

کا مستلزم ہے کہ ان حقائق کا انکار کر دیا جائے۔

لہٰذا ایک عالم دین، مجتہد مفسر قرآن کے لیئے، اور ان لوگ
کے لیئے جو آئین اسلام سے واقف ہیں قوانین اسلام بنانے کے لیئے نہا
ضروری ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی ان دونوں حیثیتوں کو لحو
ظ رکھیں، پھر انشاء اللہ کسی قسم کا الجھاؤ پیدا نہ ہوگا۔ ہاں
ضروری ہے کہ۔

الف:۔ قرآن و حدیث پر غائر نگاہ ہو اور مہارت تامہ

ب:۔ عربیت کا ماہر ہونا

ج:۔ کلام سے کس طرح استخراج، استنباط اور استشہاد ک
جاتا ہے۔ سب میں مہارت تامہ حاصل ہو۔

د:۔ اور یہ کہ ہر لحظہ و ہر آن پیش نظر اطاعت اللہ (قرآن
اور اطاعت رسول (حدیث) ہی ہو

ان تصریحات کے بعد اب ہم پرویز کے نفس مضمون
طرف لوٹتے ہیں مسٹر پرویز "مقام حدیث حصہ اول" کے
"قرآن اور حدیث" کا باب باندھ کر کہتا ہے۔

"آپ کسی مسلمان سے پوچھئے کہ دین کس چیز کا نام
وہ بلا تامل کہیگا کہ قرآن و حدیث کا مجموعہ"

مگر پرویز کو مسلمانوں کے اس سیزدہ صد سالہ اجماع
سے انکار ہے، وہ اجماع امت

۱۔ جو خود قرآن پاک سے ثابت ہے

۲۔ جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔

۲- جو تعامل صحابہ یا اجماع صحابہ سے ثابت ہے
۳- جو تواتر سے ثابت ہے کہ جس کا انکار عقلاً بھی محال ہے

تاہم پرویز کے بودے، بے بنیاد، لغو، واہیات اور زبان بگڑے دلائل بھی سن لو۔

لکھتا ہے:

"درحقیقت یہ ایسا ہے ہی نہیں" (یعنی قرآن و حدیث دین نہیں) (صفحہ ۲۰)

"اب سوال یہ ہے کہ جن دو اجزاء (قرآن و حدیث) کے مجموعہ کا نام دین سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی تو نہیں اور کیا یہ دونوں اجزاء اللہ اور اس کے رسول نے دین کی حیثیت سے امت کو دیئے ہیں؟ (۳۵) ہمارا چند فقرے بڑے مزیدار کہہ گیا ہے ہمارا یہ زبان گو منکر حدیث کہتا ہے:

"حضور نے اس حکم خداوندی کی تعمیل میں جو کچھ کیا وہ آپ کے سامنے ہے!

(۱) صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جنہیں قرآن کریم کا ایک ایک لفظ لکھا دیا جاتا تھا۔ ہزاروں حفاظ تھے جو حضور ان کو یاد کردہ خود سنتے تھے۔

(۲) حجۃ الوداع کے عظیم النظیر خطبہ میں لاکھوں مسلمانوں کے مجمع سے اس امر کا اقرار لیا۔

(۳) نبی اکرم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے خلافت قرآن کریم کو سب سے بڑا ...

Marfat.com

"چنانچہ صحیفۂ ربانی آج تک حفاظ کے سینوں میں اور سفینی قرطاس پر اس انداز سے محفوظ چلا آرہا ہے کہ اپنے تو اپنے غیروں تک کو اعتراف ہے (۳۴۲) گو ہم ان سب فقروں کے جو اصل میں ہمارے ہی ہیں، پرویز نے چرائے ہیں، لفظ بہ لفظ مؤید ہیں۔ تاہم پرویز کا تجزیہ نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ حسب ذیل امور ثابت ہوئے کہ۔

۱۔ حضور نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کی۔
۲۔ صحابہ کرام کی جماعت کو ایک ایک لفظ لکھدیا۔
۳۔ ہزاروں حفاظ تھے۔
۴۔ حضور اکرم حفاظ سے خود سنتے تھے۔
۵۔ حجۃ الوداع میں لاکھوں مسلمانوں نے اقرار کیا۔
۶۔ خلفاء راشدین نے حفاظت قرآن کریم کو سب سے بڑا فریضہ سمجھا۔
۷۔ آج بھی صحیفۂ ربانی سینوں اور کاغذوں پر محفوظ چلا آتا ہے۔
۸۔ غیروں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

اب ہم ناظرین کرام سے پوچھتے ہیں کہ ان فقروں کو ان آٹھ شقوں کو پرویز نے کہاں سے لیا؟ ظاہر ہے کہ قرآن پاک میں ان کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰت والسلام نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کس طرح کی۔ قرآن پاک خاموش ہے۔

۲۔ صحابہ کرام کو حفظ کرایا۔ اس کے متعلق قرآن پاک میں ایک لفظ بھی نہیں۔

۳۔ ہزاروں حفاظ تھے۔ قرآن پاک میں کہاں نہیں۔

۴۔ حضور اکرم حفظ سے خود قرآن سنتے، لیکن اس بارے میں قرآن پاک میں ایک لفظ بھی نہیں۔

۵۔ حجۃ الوداع میں لاکھوں مسلمانوں نے اقرار کیا۔ قرآن پاک اس اقرار و لاکھوں کی تعداد سے بالکل ساکت ہے۔

۶۔ خلفاء راشدین نے حفاظت قرآن کو سب سے بڑا فریضہ سمجھا۔ قرآن پاک اس کے متعلق بھی قطعی طور پر خاموش ہے۔

۷۔ آج بھی صحیفہ ربانی سینوں اور کاغذوں پر محفوظ ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں بھی قطعی طور سے خاموش ہے۔

۸۔ غیروں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ قرآن پاک اس کے متعلق بھی کچھ نہیں کہتا۔

الف: تو اب بتلائیں کہ یہ اثبات پرویز نے کہاں سے لئے ہیں؟

ب: کیوں نہ مسٹر پرویز سے پوچھا جائے کہ وہ صرف قرآن پاک سے دلائل دے؟

ج: تو کیا پرویز قرآن پاک سے پیدا ہونا ثابت کر سکے گا؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔

د: حالانکہ قرآن ان امور سے ساکت ہے۔ مگر یہ آٹھ کی آٹھ شقیں بالکل صحیح راست اور شک و شبہ کی گنجائش

Marfat.com

سے بہت بالا بلند ہیں۔

ظاہر ہے کہ سب کے سب امور احادیث نبوی نے تب
ہیں۔ تو کیا یہ بدترین قسم کی خبث باطنی نہیں کہ جو امور یہ م
منشار کے مطابق احادیث نبوی سے ملتے ہیں، ان کو تو انہی
وثوق کے ساتھ سے آتا ہے، جیسا کہ خود قرآن۔ اور باقی
کو رد کر دیتا ہے۔

یہی ہماری دلیل ہے کہ قرآن پاک نے اپنے اصولوں
تصریح، تشریح، تعین اور جزئیات کی مقرری کا مہتم بالشا
فریضہ، آنحضرت صلعم کو سونپ دیا ہے لہذا آنحضرت ص
تشریحی حیثیت میں جو کچھ بھی بولتے، کرتے، فرماتے او
میں لاتے ہیں وہ سب کا سب وحی ربانی ہی ہوتا ہے۔
مثل قرآن یقینی ہوتا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ گو پرویز احادیث کا منکر ہے، مگر یہ
کے سوا، وہ ایک لفظ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی کچھ
کے سوا ثابت کر سکتا ہے یہی اوپر کے آٹھ سوال ہے تو ہ
ان کو حدیث کے سوا ثابت کر دکھلائے۔

تو کیا یہ حد درجہ کی بے ایمانی اور نفسانیت نہیں کہ
وہی احادیث کہیں کہ:

۱۔ آنحضرت صلعم تو قرآن کے سوا بھی قرآن کے مثل و
ہے۔

۲۔ قرآن کے نہایت ہی مختصر اصولوں کی تشریح کا حق

رسول اللہ صلعم کو دیا گیا ہے۔

۳۔ احادیث نبوی بھی ایسی ہی وحی ہیں جیسا کہ قرآن۔

۴۔ اور احادیث نبوی، دین اسلام کا دوسرا ماخذ ہے یعنی ایک قرآن دوسرا حدیث،

تو جناب پرویز بڑی شان دلیری سے ان امور کا انکار کر دیتے ہیں۔

کیا یہ لاپرواہی اس کی آٹھ شقیں خود ہی جنہوں نے ما ن لیا ہے کے ان دعاوی باطلہ کی خود تردید نہیں کرتے۔

آخر یہ کہاں کی دیانت داری ہے کہ ایک ہی کتاب سے بہت سے ایسے امور تو مان لئے جاتے ہیں۔ جو اُس کی مرضی کے مطابق ہیں، اور ان کو رد کر دیا جاتا ہے یہ تو بالکل یہود و نصاریٰ اور عیسائیوں کے صفات ہیں جو قرآن پاک نے بیان فرمائی ہیں کہ "کتاب کے بعض حصوں کو تو مان لیتے ہیں، اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔" (قرآن)

لہٰذا جب کتاب الرسول (حدیث) سے ان کی آٹھ شقوں کو مان لیا ہے، تو ہماری اور دی ہوئی چار شقوں کو بھی ماننا لازمی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی کتاب الرسول (حدیث) سے ثابت ہیں اور یہ ہماری چار بھی اسی رسول پاک کی احادیث سے ثابت ہیں۔

جملہ معترضہ: پرویز نے ایک بات اور مزیدار کہی کہ آج بھی امت میں حافظ موجود ہیں اور ناظرین کرام کو معلوم

Marfat.com

ہوگا کہ آج کے جتنے کے جتنے حافظ قرآن ہیں سب کے سب عربی
سے نابلد ہیں، الا ماشاء اللہ، اور سب کے سب بلا سمجھے حفظ
کرتے ہیں۔ حالانکہ پرویز قرآن کو بے سمجھے پڑھنے کا قائل ہی نہیں
تو کیا اس کو حافظوں کے حفظ پر حیا نہ آئی؟
جب کوئی بلا سمجھے پڑھے تو بقول پرویز قرآن کو منتر جنتر
بنا دیتا ہے تو پھر ہمارے ان حفاظ پر فخر کیوں کر رہا ہے

ایک اور مزیدار بات

آج بھی صحیفہ ربانی سینوں اور کاغذوں میں محفوظ ہے۔

تو کیا بالکل اسی طرح آج صحیفۂ رسول سینوں اور کاغذوں
میں محفوظ نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔
پھر صحابہ کرام اور خاصکر خلفاء راشدین کے تعامل کو مانے
تو کیا یہی صحابہ کرام، خود حدیث رسول کے پابند نہ تھے؟
کیا انہوں نے دین کا حدیث رسول کو ماخذ نہیں بتایا۔
بلکہ صحابہ کرام کے وقت میں تو حدیث رسول سے سر مو کوئی
تجاوز نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر کیا آج تک ساری کی ساری امت مسلمہ
سوائے چند بدبختوں کے حدیث رسول کو ماخذ دین نہیں مانتی
چلی آرہی ہے؟
حیرت ہے کہ جب کوئی اپنا مطلب نکالنا ہوتا ہے تو صحابہ
کرام کے تعامل پر بھی ایمان لے آتا ہے، اور تواتر بھی تسلیم کر لیتا ہے
اور جب یہی امور حدیث رسول کو ثابت کرتے ہیں تو قابل استرداد؟
یہ کیا بوالعجبی ہے؟ ناظرین کرام خود پوچھیں۔

Marfat.com

ہزلیاتِ پرویز

اب اس کے بعد پرویز صاحب کی ہزلیات و ہذیان گوئی ملاحظہ فرمائیے جو یہ لکھتا ہے :۔

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علاوہ کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہ تو احادیث کو جمع کیا۔ نہ ان کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور نہ ان کی حفاظت کا وعدہ کیا۔

(صفحہ ۳۳)

اللہ اکبر! یہ شخص کس قدر دھوکہ دے رہا ہے۔ اپنے نفس کو اور گمراہ کر رہا ہے سادہ لوح مسلمانوں کو۔ اور کتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے

آئیے اب اس کا تجزیہ کریں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے سوا کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو جمع نہیں کیا۔

۳۔ نہ ان کے جمع کرنے کا حکم دیا۔

پہلی شق پر طویل بحث ہے۔ اس کو ہم بعد میں دیکھتے ہیں۔ پہلے دوسری شق کا جواب طلب کرتے ہیں کہ کیا پرویز صاحب قرآن پاک کو خود اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے قرآن کی موجودہ صورت میں کاغذوں پر لکھ کر امت کو دیا ہے؟؟

آپ دیکھیں تو انکارِ حدیث کے جوش میں کہاں کہاں بہکے۔

Marfat.com

رہے ہیں۔

قرآن پاک تو وحی کی صورت میں آنحضرت پر نازل ہوتا تھا اور آنحضرت صلعم کسی ایک کاتب کو بلوا کر کوئی آیت جھلی پر کوئی کھجور کی لکڑی پر اور کوئی کہاں لکھوا دیا کرتے تھے آنحضرت کے زمانہ میں تو قرآن پاک کاغذی صورت میں بھی نہ تھا، تو پھر یہ آپ کا دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک خود جمع کیا کہاں تک صحیح ہے؟

پرویز صاحب خدارا کبھی کوئی ایک بات تو علمی کہہ دیا کرو۔ انکار حدیث کی شقاوت نے آپ سے عقل کیوں چھین لی ہے؟

تیسری شق ہاں، اگر حدیث کے جمع کرنے حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا تو قرآن پاک کو اس طرح مرتب و مدون کر کے کاغذوں پر لکھنے کا حکم کہاں ہے قرآن پاک میں؟

ممکن ہے آپ، ان علینا جمعہ و قرآنہ سے دلیل پکڑیں، مگر وہاں مراد صرف آنحضرت صلعم کے لوح دل پر الفاظ قرآن کو نقش کر دینا ہے اس سے زیادہ حتیٰ کچھ نہیں۔ کیونکہ جس وقت یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ہے اس وقت تک صرف چند چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوئی تھیں۔ اور تیس پارے سارے کے سارے اس زمانے کے بہت بعد نازل ہوئے۔ تیس پاروں سے ہی مراد کامل قرآن ہے۔ اور مذکورۃ الصدر آیت بالکل ابتدائی ہے۔

اب آیئے پہلی شق کی طرف کہ:-

ا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے قرآن مجید کے کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ تو کیا یہ آپ قرآن پاک سے ثابت کر سکیں گے

گر اللہ تعالٰی نے صرف قرآن پاک کی ہی حفاظت کا ذمہ لیا ہے
ہمیں یقین کامل ہے کہ ہرگز ثابت نہیں کر سکیں گے۔ تمہیں جس
آیت سے، بسبب کم علمی، کم فہمی اور قرآن نادانی کے دھوکہ
ہوا ہے وہ آیت شریفہ یہ ہے:۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (قرآن)

لفظی صحیح ترجمہ:۔ "تحقیق "الذکر" کو ہم نے نازل کیا ہے اور
اس کے ہم ہی محافظ ہیں"

بتائیے اس میں قرآن پاک کا نام ہے کہاں؟
ممکن ہے آپ "الذکر" سے مراد قرآن پاک لیں۔ ہاں "الذکر"
سے مراد قرآن پاک بھی ہے، قرآن پاک ہی نہیں۔ بلکہ "الذکر" میں،
خود قرآن پاک کی طرح حدیث پاک بھی شامل ہیں اور اللہ تعالٰی نے
دونوں کی یعنی قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے

میرے دلائل

پہلی دلیل: قرآن پاک کا نام اللہ تعالٰی نے قرآن ہی رکھا ہے۔ گو بعض دوسرے صفاتی نام
بھی ہیں۔ قرآن پاک کے، مگر جب قرآن مجید کا ذاتی نام موجود ہے اور
حفاظت خداوندی کا منشاء صرف حفاظت قرآن ہی ہوتا تو آیت شریفہ
میں قرآن کا ذاتی اسم آتا۔ ذکر "الذکر" کا نام آتا بلکہ نحن نزلنا القرآن
ہوتا۔ مگر ایزد تعالٰی کا منشاء یہ تھا کہ قرآن کی بھی حفاظت ہو یعنی قرآن
کے اصولوں کو بیان کرنے والے تشریح کرنے والے مفہوم متعین کرنے
والے تعریفات کرنے والے اور جزئیات مقرر کرنے والے کلام
(احادیث) کی بھی حفاظت ہو، اس لئے قرآن نام چھوڑ کر "الذکر"

کا لفظ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آیا۔

اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم قرآن پاک سے ہی ثابت کریں کہ "الذکر" میں قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور "الذکر" سے صرف مراد قرآن پاک کو لینا، منشاء خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔

۲ دوسری دلیل قرآن پاک میں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذکر" کہا گیا ہے۔ سنئے:-

قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً (قرآن)

ترجمہ:- "ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو ذکر ہے۔"

یہ آیت شریفہ حدیث کے "ذکر" ہونے کی بین دلیل ہے۔ جب رسول "ذکر" ٹھہرا، اور نطق رسول "وحی" ٹھہری، تو نطق رسول بھی ضمنی طور پر "ذکر" ہوا، ادھر قرآن پاک کو بھی "ذکر" کہا گیا ہے۔ لہٰذا جب دونوں "ذکر"، ایک قرآن اور دوسری حدیث کو اکٹھا کر کے لایا گیا تو "ذکر" کے لفظ کو "ال" تعریف سے لایا گیا جس کے صاف معانی یہ ہوئے کہ ہم نے "الذکر" نازل کیا، یعنی قرآن و حدیث" اور ہم ہی اس "الذکر" کے محافظ ہیں، یعنی قرآن و حدیث دونوں کے۔ یہ بات خاص طور سے یاد رہے کہ اس آیت میں رسول کو نزول کے لفظ سے کہا ہے کہ ہم نے رسول نازل کیا جو ذکر ہے۔ اور ذکر بھی نازل ہوا! لہٰذا نتیجہ یہ کہ حدیث بھی نازل ہی ہوئی جو لامحالہ وحی ٹھہری ہیں۔

۳ تیسری دلیل اب یہ امر باقی رہ گیا کہ ہم "نطق نبی" یعنی حدیث کو وحی ثابت کریں، تو وہ بھی قرآن

Marfat.com

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

ہی سے شہادت موجود ہے۔

قرآن پاک فرمایا ہے:۔

وما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی (قرآن)

ترجمہ:۔ وہ (یعنی نبی صلعم) اپنی طرف سے کچھ بولتا ہی نہیں۔ بلکہ جو کچھ بھی وہ بولتا ہے، وہ وحی ہی ہوتا ہے جو وحی کی جاتی ہے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلعم نبوت کے تیئیس برسوں میں صرف قرآن ہی نہیں بولتے رہے، بلکہ قرآن پاک کے سوا بھی نطق فرماتے رہے ہیں۔

آنحضرت صلعم وعظ و نصیحت، ہدایات فرائیں اور قرآن پاک کی تشریح فرماتے رہے اور تیئیس برسوں تک نطق فرماتے رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نطق نبی (حدیث) بھی وحی ہے اور وحی تنزیل ہوتی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے حفاظت ذکر والے الفاظ کہ:۔

ونحن نزلنا الذکر،

ہم نے ہی الذکر نازل کیا ہے۔ خود نطق نبی (یعنی حدیث بھی) نازل ہوئی، لہذا جس تنزیل کی حفاظت کا ذمہ رب العرش نے اپنے ذمہ میں لیا ہے وہ "وحی" ہے اور وحی میں قرآن و حدیث دونوں شامل ہیں، لہذا، قرآن پاک کی اس آیت شریفہ سے حفاظت سے مراد قرآن و حدیث دونوں ہیں، پس یہ حتمی طور پر ثابت ہو گیا کہ احادیث رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن پاک کی طرح قیامت تک محفوظ و مامون ہیں، اور چونکہ صرف "وحی" ہی ماخذ

Marfat.com

دین ہے، اس لئے ماخذ دین دونوں کے حیثیت ثابت ہوئے، ایک قرآن، دوسرے حدیث۔ حفاظت چونکہ تنزیل کی ہے اور حدیث بھی تنزیل ہے، لہذا حدیث بھی محفوظ ہے۔

یہ امر کہ نطق نبی (یعنی حدیث) وحی ہی ہے، اس کا انکار خود قرآن کا انکار ہے جو یہ امر تو قرآن پاک سے ثابت ہے کہ "وحی" قیامت تک کے لئے محفوظ ہے، لہذا نتیجہ صاف ہے کہ قرآن و حدیث قیامت کے لئے محفوظ ہے۔

آیئے اس کلیہ کو ہم منطق سے ثابت کر دیں۔ منطقی اصول کے مطابق، نتائج یوں ہوگی کہ:-

کبریٰ:- جو چیز وحی ہوتی ہے، وہ قیامت تک محفوظ ہوتی ہے،
صغریٰ:- حدیث نبی بھی وحی ہی ہے، لہذا
نتیجہ:- یہ نکلا کہ "حدیث نبی صلعم، قیامت تک محفوظ ہے"

گو قرآن پاک کی شہادت کے بعد، عقل کی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی، تاہم ہم نے اوپر عقلاً بھی ثابت کر دیا کہ احادیث نبی صلعم "وحی" ہونے کے سبب تا قیامت محفوظ ہیں۔

ب ۳ تیسری دلیل

پھر قرآن فرماتا ہے،

فذکر، فان الذکریٰ، تنفع المومنین (قرآن)

ترجمہ۔ آپ ذکر کریں، کیونکہ "الذکریٰ" مومنوں کو نفع دیتا ہے"

یہاں اس آیت شریفہ میں صرف تذکیر رسول کو "الذکریٰ" کہا گیا ہے یاد رہے کہ "الذکر" اور "الذکریٰ" ایک ہی مفہوم کے دو لفظ ہیں اس آیت شریفہ نے صرف تذکیر رسول، یعنی احادیث

رسول کو "الذکری" کہا ہے۔ اور یہ آیت اس آیت کی بین دلیل ہے کہ "الذکری" کی حفاظت میں خود احادیث رسول شامل ہیں۔

عقلاً بھی تو یہ امر عبث سا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اصول بیان کرے، اور ساتھ ہی قرآن پاک کو، رسول پاک کی معرفت بھیجے، اور اس رسول کو یہ اختیار بھی نہ ہو کہ ان اصول قرآن کا مطلب و مفہوم سمجھا دے۔ یقیناً آنحضرت صلعم کو یہ بلند ترین مقام حاصل تھا کہ قرآن پاک کے اصولوں کے مطالب مفہوم اور معانی معین کرے۔ ورنہ تو رسول بھیجنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر صرف قرآن ہی دنیا کو بھیجنا تھا تو یہ کام رسول کے سوا کسی اور طریقہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ رسول تو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مفہوم سمجھائے اور متعین کرے اور جزئیات مقرر کرے۔

ایک ناقابل تردید مثال

مثلاً قرآن پاک نے صرف اتنا فرمایا کہ:

"اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو

اب اگر صرف لغت عربی یا عربی دانی سے قرآن کا مفہوم سمجھ میں آ سکتا ہو تو "صلوٰۃ" کی عربی لغت میں معنی دعا کرنا، اور گوشت کو کوئلوں پر بھون کے کھانا وغیرہ ہے۔ مگر قرآن پاک نے یہاں صلوٰۃ سے یہ مفہوم ہرگز نہیں لیا، اور نہ ہی یہ منشاء خداوندی تھا، لہٰذا اس کا مفہوم آنحضرت صلعم نے اس طرح متعین کیا کہ الصلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ:

۱۔ پنجوقتہ نماز ادا کی جائے

Marfat.com

۲- پھر "الصلوٰۃ" کا مفہوم یہ بیان کیا:-

۳- اس نماز میں قیام ہو، جو اللہ اکبر کہہ کر الصلاۃ میں داخل ہو۔

۴- پھر سبحانک اللہ پڑھا جائے۔

۵- پھر الحمد شریف پڑھا جائے

۶- پھر کوئی قرآن پاک کی اور سورۃ پڑھی جائے

۷- پھر رکوع کیا جائے، اور رکوع میں، سبحان ربی العظیم پڑھا جائے۔

۸- پھر دو سجدے ہوں، اور ہر سجدے میں، سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا جائے۔

۹- پھر قومہ اور جلسہ ہو، اور التحیات پڑھا جائے۔

۱۰- اس کے بعد درود شریف اور دعا پڑھی جائے۔

۱۱- پھر سلام کہہ کر نماز سے باہر ہو جائے۔

اور الصلوٰۃ (نماز) کی اس صورت و ہیئت پر، اسلام کے روز اول سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اور اس کا انکار خود پرویز صاحب کو بھی نہیں، چنانچہ "قرآنی فیصلے" وہ مان چکا ہے کہ میں (پرویز خود) نماز کو حنفی طریقہ پر ادا کرتا ہوں اور اسی کو صحیح سمجھتا ہوں۔ اس لئے ہم نے بھی حنفی طریقہ ہی دیا ہے۔

اسی طرح اسلام کے پانچوں ارکان، سب کے سب آنحضرت صلعم نے ہی، خدائے تعالیٰ کے منشا کے مطابق وحی (حدیث) سے ہی متعین فرمائے۔ جو امت میں تواتر سے چلے آ رہے ہیں، اور جن کا انکار نہ تو پرویز صاحب کو ہے اور نہ ہی اسکے گرو۔ جناب اسلم جیراجپوری کو۔

Marfat.com

تو کیا یہ امثلہ اس امر پر قطعی الدلیل نہیں کہ آنحضرت صلعم نے قرآن پاک کے اصولوں کے جو بھی مطالب، مفہومات، تشریحات تشریحات تفریعات اور تعینات فرما دیئے ہیں وہ خود "وحی" ہی ہیں اور عین منشائے ایزد متعال تھے۔ کیونکہ صرف "اقیموا الصلاۃ" کا یہ مطلب قطعاً نہیں نکلتا

چوتھی دلیل
پھر یقیناً "ذکر" اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو دلوں کی لوح پہ نقش ہو کر یاد ہو گیا ہو۔ اور زبان اس کا اعادہ کرے، اور لغوی معنیٰ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث، مسلمانوں کے لوح دل اور زبان پر ازبر تھے، اور جو چیز دل و زبان پہ ہر آن ہو وہی محفوظ ہوتی ہے، لہذا قرآن و حدیث قیامت تک محفوظ ہیں تاہم ہم قرآن سے ہی ثابت کرتے ہیں کہ خود قرآن پاک نے متعدد مقامات پہ "ذکر" سے مراد قرآن کے سوا، اور امور بھی لئے ہیں سنئے

قد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم (قرآن)

ترجمہ: "ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی، جس میں تمہارا ذکر ہے۔"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں، ذکر سے مراد قرآن ہرگز ہرگز نہیں بلکہ کفار مکہ و دیگر اقوام کے حالات مراد ہیں۔

اور قرآن سنئے:

ھذا ذکر من معی وذکر من قبلی (قرآن)

ترجمہ: یہ ذکر ہے ان کا جو میرے ساتھ ہیں، اور ان کا بھی ذکر ہے

جو تجھ سے پہلے گذر چکے ہیں "
دیکھئے یہاں ذکر سے مراد، حالات صحابہ، اور اگلی امتوں کے
حالات مراد ہیں، قرآن پاک مراد قطعاً نہیں۔
اور سنئے۔

فاسئلوا اہل الذکر (القرآن)

ترجمہ:۔ اہل "الذکر" سے پوچھ لو۔
دیکھئے اس آیت شریفہ میں، بالکل "الذکر" کا کلمہ آیا ہے،
جو نحن نزلنا الذکر" میں آیا ہے، اور اس سے مراد اہل کتاب ہیں
کہ ان کے پاس کتاب خدا، یعنی توریت و انجیل تھی ساتھ ہی حضرت
موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر مبارک بھی، اور ان کے ارشادات
بھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ:۔

قد انزلنا الیکم کتاباً ذکراً رسولاً۔ (قرآن)

ترجمہ: تحقیق ہم نے نازل کی کتاب، کہ جو ذکر ہے یعنی رسول ہے
سبحان اللہ! اس آیت مبارکہ کا ترجمہ بار بار پڑھو اور دیکھو کہ
اللہ تعالیٰ نے، کتاب، ذکر اور رسول، تینوں باتوں کو ایک ہی بتلایا
ہے کیا قرآن پاک کی اس قدر تصریحات کے بعد بھی، کسی شک و شبہ
کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ "الذکر" سے مراد قرآن و حدیث و رسول
ہی ہے۔

لہذا (۱) قرآن (۲) ذکر، اور (۳) رسول، ایک ہی چیز کے تین نام
ہیں۔ تو رب القرآن یہ فرمائے کہ "الذکر" کی حفاظت ہم نے اپنے ذمہ
لی ہے تو اس سے قطعی طور پر مراد یہ ہے کہ رب الکعبہ نے اپنے قرآن

Marfat.com

اپنے رسول اور اپنے رسول کے نطق، یعنی احادیث کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے تو نتیجہ بالکل صاف اور واضح ہے کہ جس طرح قرآن پاک محفوظ ہے، بالکل اسی طرح احادیث رسول صلعم بھی محفوظ ہیں۔

اب آیئے ان آیات قرآنیہ سے ہم عقلی طور پر ثابت کریں:

کبریٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الذکر سے مراد قرآن و حدیث و رسول ہے۔

صغریٰ اور ذکر قیامت تک محفوظ ہے۔

نتیجہ لہذا قرآن و حدیث و رسول قیامت تک محفوظ ہیں۔

اب میں ناظرین کرام سے پوچھتا ہوں کہ کیا احادیث نبوی کے تنزیل ہونے اور وحی ہونے اور قیامت تک محفوظ رہنے کے دلائل ان سے زیادہ بھی درکار ہیں کیا یہ حتمی اور قطعی نہیں؟ یقیناً ہیں۔

لہذا ہم نے خود قرآن پاک سے ہی ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نے صرف حفاظت قرآن کا ہی ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ قرآن کے لانے والے محمد نبی صلعم کے نطقہائے مبارکہ، جو خود بھی وحی ہیں۔ تنزیل ہیں ان کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے مگر اس راز کو تو رازداران شریعت ہی سمجھ سکتے ہیں منکرین کو اس سے کیا مس؟ اب باقی پرویز صاحب کے دو شق رہ جاتے ہیں کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو جمع نہیں کیا۔

۲۔ نہ ہی ان کے جمع کرنے کا حکم دیا۔

تو کیا قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا تھا؟ ہرگز نہیں۔

جمع سے مراد تدوین قرآن ہے، ظاہر کہ تدوین قرآن آنحضرت صلعم کے
بعد امت نے کی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ تو قرآن پاک کو لکھا ہوا کاغذوں کی
کتاب کی صورت میں نازل ہی کیا، اور نہ ہی اس کے لکھنے اور جمع کرنے اور
کاغذوں پر لکھکر مدون کرنے کا حکم ہی دیا ہے۔ اگر دلیل ہے تو قرآن سے
اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی تدوین کا کہیں ذکر ہی کیا ہے
یہ بھی امت نے ہی کیا، کیونکہ امت نے منشاء خداوندی یہی سمجھا،
بالکل اسی طرح، احادیث کو جمع بھی امت نے ہی کیا، اور امت نے منشاء
خداوندی یہی سمجھا، جو حقیقتہً تھا بھی اور کر دیا۔

جس طرح قرآن پاک تیئیس برسوں تک، تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا
اور جیسے جیسے نازل ہوتا رہا، آنحضرت صلعم کاتبوں کو بلا کر کہیں جھلیوں
پر، اور کہیں کھجور کی شاخوں پر لکھواتے رہے، جو آنحضرت صلعم کی رحلت
مبارک تک اسی طرح منتشر اجزاء کی صورت میں بکھرا پڑا تھا۔ کتاب
کی صورت میں قرآن پاک، آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت تک ہرگز
نہ تھا، کہ یہ کہنا صادق آئے کہ آپ کتاب کی صورت میں جمع کر کے امت
کو دے گئے تھے ہرگز نہیں۔

اس سے ہی اس بات کا بھی بطلان ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن کو جمع کیا، یا ایک کتاب کی صورت میں نازل فرمایا۔ قطعاً نہیں۔

بعینہٖ اسی طرح، احادیث رسول، یعنی نطق رسول، اور رسول کا بولنا
جس کو خود خدائے تعالیٰ نے "وحی" کہا ہے، یہ احادیث بھی آنحضرت صلعم نے
تیئیس برسوں تک، مختلف مواقع، مختلف احوال، مختلف تقاضی اور مختلف
سوالات کے موقع پر فرمائیں اور ان احادیث رسول کو بھی صحابہ کرام لکھ

لیا کرتے تھے اور آنحضرت صلعم نے خود لکھنے کے لئے احکام صادر فرمائے تھے۔

بلکہ یہاں ایک فرق خاص ہے، وہ یہ کہ قرآن پاک کو لکھنے والے کاتب تو چند ہی تھے، مگر احادیث رسول کو، سب کے سب صحابہ کرام لکھ لیا کرتے تھے۔ ہماری اس دلیل کی یاددہانی سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہم احادیث نبوی کو قرآن پاک سے بھی زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں، اصلاً نہیں، ہاں یہ مراد ضرور ہے کہ اگر چند کاتبوں کے لکھنے والا قرآن پاک محفوظ ہے، تو یقیناً جن احادیث کو سوالاکھ صحابہ کرام نے لکھا، وہ بھی قرآن پاک کی طرح ہی محفوظ ہیں، تو جس طرح قرآن پاک یقینی ہے، اسی طرح احادیث صحیحہ بھی یقینی ہیں۔ اور بالکل اسی طرح جیسا کہ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا، اسی طرح احادیث صحیحہ کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالےٰ نے لیا، اور اس امر کے دلائل ہم گزشتہ اوراق میں خود قرآن پاک سے دے چکے ہیں۔

ہاں تو جیسا کہ ہم اوپر بتلا آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت قرآن پاک بھی اصلاً کتاب کی صورت میں نہ تھا۔ بالکل اسی طرح، احادیث نبوی بھی کتاب کی صورت میں نہ تھیں، مگر قرآن پاک بھی مختلف اجزا کی صورت میں لکھا ہوا سارا محفوظ تھا، اور بالکل اسی طرح احادیث پاک بھی علیحدہ علیحدہ صورت میں لکھی ہوئی محفوظ تھیں، اور دونوں ماخذ دین اسلام قرآن و حدیث صحابہ کے سینوں میں بھی یاد تھے اور اس وقت کے عرب اور خاص کر صحابہ کے حافظہ کا ایک زمانہ تواتر کے ساتھ شاہد ہے۔

Marfat.com

قرآن پاک کی تدوین کا سبب

چنانچہ جنگ یمامہ تک بھی قرآن پاک کتاب کی صورت میں جمع نہ کیا گیا تھا، جنگ یمامہ میں جب ستر صحابہ جو حفاظ قرآن تھے شہید ہو گئے، تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے دل میں یہ القاء ربانی، یا الہام خدائی ہوا کہ کہیں ایسا ہو کہ اصحاب رسول آہستہ آہستہ دنیا سے اٹھ جائیں اور قرآن ان کے سینوں ہی میں رہ جائے چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے تقاضا کیا کہ قرآن کو جمع کر دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ضائع ہو جائے۔ (بخاری)

حضرت ابو بکرؓ یہ کہہ کر انکار کرتے رہے کہ:۔

"جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں نہیں کیا، اور نہ ہی قرآن پاک نے کہیں حکم دیا ہے۔ میں اسے کیسے کروں" (صحاح ستہ)

تا آنکہ تقاضائے عمرؓ و انکار ابو بکرؓ ہوتا رہا، بالآخر ایک روز حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔

"اے عمرؓ جس امر کیلئے آپ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھولا تھا، میرا سینہ بھی کھول رہا ہے۔"

اب خلیفہ اسلام، حضرت ابو بکرؓ اور وزیر اعظم اسلام حضرت عمرؓ دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ کام خود کاتب وحی، حضرت زیدؓ کے سپرد کیا جائے چنانچہ حضرت زیدؓ سے جب کہا گیا، تو انہوں نے اسلام کے خلیفہ اور وزیر اعظم دونوں کی درخواست یہ کہہ کر رد کر دی میں ایک ایسا کام کیوں کر کروں، جو آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی

Marfat.com

ہیں نہ ٹوکیا، اور نہ ہی اس کا امر فرمایا (صحاح ستہ)

اس انکار زید رضؓ سے ایک طرف تو اسلام کی صحیح جمہوریت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ خلیفہ و وزیراعظم ایک بات کا امر یا درخواست حضرت زید سے کرتے ہیں، اور وہ اس امر اولی الامر کو آنحضرت صلعم کے منافی سمجھ کر رد کر دیتے ہیں، اور دونوں صاحبان اقتدار چپ ہو جاتے ہیں، اسے عنڈہ ایکٹ، سیفٹی ایکٹ، فرنٹیر ایکٹ یا سیکورٹی ایکٹ کی سلاخوں میں جکڑ نہیں دیتے، بلکہ ایک بے بس انسان کی طرح انہیں دلائل سے سمجھاتے ہیں، تا آنکہ ایک روز حضرت زید رضؓ خود ہی آکر کہتے ہیں کہ۔

"اے خلیفہ رسول اللہ صلعم، اور اے لسان الحق (اللہ کی زبان) عمرؓ!! اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس امر کے لئے کھول دیا ہے، جس کے لئے آپ کا کھول دیا ہے۔" (صحاح ستہ)

اس طرح سے ان مختلف اجزاء اور صحابہ کے سینوں سے لے کر قرآن پاک کو جمع کیا جاتا ہے، اور قرآن پاک کو ایک کتاب کی صورت میں، کاغذوں پر لکھ کر، حضرت حفصہ کے پاس رکھا جاتا ہے، اور خلافت اسلام میں اعلان کیا جاتا ہے کہ:

"قرآن پاک کا لکھا جمع کردہ صحیفہ، سیدہ حفصہ کے پاس رکھ دیا گیا ہے، وہاں سے نقل کر کے اپنے پاس رکھ سکتا ہے" (صحاح ستہ)

اور اس طرح قرآن پاک معرض تدوین میں آتا ہے۔

احادیث پاک کی تدوین کا سبب

فتح ایران کے کچھ مدت بعد جب ایرانی مجوسیوں

نے دیکھا کہ اسلام نے ان کی ہشت ہزار سالہ حکومت کے پڑ
اڑا دیئے ہیں، تو ایرانی مجوس، نفاق کے ساتھ اسلام لائے، او
اسلام میں آکر اندر بیٹھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہا، ا
طرح کہ بعض باتیں اپنی طرف سے گھڑ کر انہیں آنحضرت صلعم کی طرف
منسوب کرنے لگے تاکہ اسی طرح ایران کی تباہی کا بدلہ لیں۔

دوسری طرف، خود صحابہ کرام اٹھتے چلے جا رہے تھے۔ گو ان
صحابہ کرام نے اپنے نوشتہ ہائے احادیث کو، اپنے شاگردوں کے
حوالہ کر دیا۔ اور ان صحابہ کرام کے بعد، احادیث نبوی، بالکل لکھی
ہوئی صورت میں محفوظ ناموں ان کے شاگردوں کے پاس محفوظ
موجود تھیں۔ تاہم، رسول عربی کے عاشقوں نے اس بات کو محسوس
کیا، بالکل جیساکہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے حفاظت قرآن کا احساس
کیا تھا۔ کہ ان شاگردانِ صحابہ کرام سے مختلف لکھے ہوئے اجزاء
سب کو یکجا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور احادیث نبوی کو
بہت بڑی مشقتوں، تکالیف تحقیقات و محنت کے ساتھ یکجا جمع کر
گیا جو آج تک تسلسل و تواتر کے ساتھ امت کے ہاتھوں میں بحفاظت
تمام موجود ہیں۔

یہ تو ہیں نقلی دلائل، اور عقلی دلائل ہم دے آئے ہیں کہ منشاءِ خدا
یہی تھا کہ قرآن و حدیث محفوظ ہوں، اور دونوں ایک ہی سدیب اور
ایک ہی نہج پر معرض کتابت میں لاکر یکجا جمع کر دیئے گئے۔

پرویز کی تلبیس ابلیس

ویسے تو اگر آپ پرویز کی کتاب "مقام حدیث" کی دونوں کی دونوں جلدوں کو دیکھو گے تو از ابتدا تا انتہا: سوائے انکار حدیث، تمسخر حدیث اور تضحیک حدیث کے اور کچھ بھی نہ پاؤ گے

مگر حیرت یہ ہے کہ جب اس منکر حدیث کو کوئی ایسی حدیث مل جاتی ہے، جو اس کے مدعا کے مطابق ہو تو اس کو اس قدر وثوق و ایقان کے ساتھ پیش کرتا ہے، گویا کہ اس حدیث خاص کو قرآن نے ہی نازل کیا ہے۔ گو اس حدیث کا حکم عارضی ہی ہو، اور بعد میں اسے ختم کر کے دوسرا ابدی حکم فرما دیا گیا ہو۔ مثلاً ایک حدیث اس کو کسی نے کان میں پھونک دی ہے کہ:

"مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو"

اس حدیث پاک کو اس منکر حدیث نے اتنا اچھالا ہے کہ اس کا تکرار ہر باب، ہر فصل، ہر کتاب اور ہر دلیل میں آیا ہے، اور دوسرے منکر حدیث بھی اس کو پیش کرتے رہے ہیں

اب اس حدیث پاک کی بھی حقیقت سن لیجئے:-

حقیقت یہ ہے کہ جیسے خود قرآن پاک میں بھی بعض ابتدائی احکام آئے، اور بعد میں ان احکاموں کو منسوخ کر کے، دوسرے احکام نازل ہوئے۔ مثلاً -

۱- ابتداء میں حکم قرآن تھا کہ، ایک مسلمان، دس کافروں کا مقابلہ کرے۔ مگر بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے، اس کی جگہ یہ حکم نازل ہوا کہ ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے چنانچہ قرآن فرماتا ہے کہ:-

الآن خفف اللہ عنکم

ترجمہ۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف کر دی۔

لہذا دس کافروں کی بجائے، ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے۔

۲- ابتداء میں فاحشہ عورت کی سزا یہ تھی کہ اسے تا مرگ بند کر دیا جائے۔ مگر بعد میں اس کی سزا سو درے مقرر کر دیے

۳- ابتداء میں شراب اور جوا کے لئے صرف اتنا حکم نازل ہوا کہ اسمھا اکبر من نفعھما۔ (قرآن)

ترجمہ:۔ شراب جوا کا گناہ، ان کے فائدوں سے زیادہ ہے۔ مگر بعد میں دونوں کو قطعی طور سے حرام کر دیا گیا۔

۴- ابتداء میں، آنحضرت صلعم کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے سے پہلے، خیرات کا حکم تھا۔

مگر بعد میں اس حکم کو بھی منسوخ کر دیا گیا۔

۵- ابتداء میں آنحضرت صلعم نے تقریباً چودہ برس اور سات ماہ تک نماز، بیت المقدس کی طرف قبلہ بنا کر پڑھی۔

مگر بعد میں، کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔

فول وجھک شطر المسجد الحرام (قرآن)

Marfat.com

ترجمہ: "اچھا تو اب اپنا منہ (نماز میں) کعبۃ اللہ کی طرف کیا کرو۔"

یہاں استقصا مقصود نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب صحیح قرآنی فیصلے میں ایسے نسخ کے سب احکامات منسوخ گنوائے ہیں۔ وہاں دیکھے جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے قرآن پاک نے ابتدائی احکام کے بعد تکمیلی احکام صادر فرمائے۔ بعینہٖ اسی طرح، آنحضرت صلعم نے بھی ابتدائی احکام فرمائے۔ جب ان کا دور ختم ہو گیا تو انہیں منسوخ کرکے، بعد میں تکمیلی احکام صادر فرمائے۔

ان منسوخ شدہ احکام میں سے، یہ حدیث پاک ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث پاک بھی خود ہمارے مسلک حق کی تائید کرتی ہے۔ یعنی اس فرمودۂ نبی پاک سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، احادیث نبوی لکھ لیا کرتے تھے۔

تو چونکہ یہ ابتدائی مرحلہ تھا۔ قرآن پاک بھی لکھا جاتا تھا، احادیث نبوی بھی لکھی جاتی تھیں تو آنحضرت صلعم کو ڈر ہوا کہ کہیں قرآن و حدیث، دونوں کی کتابت میں التباس نہ ہو جائے۔ اس لئے ابتدائی مرحلہ پہ فرما دیا کہ صرف قرآن ہی لکھ لیا کرو اور احادیث یاد کر لیا کرو۔ مگر جب آنحضرت صلعم کا یہ خوف، یقین میں بدل گیا، کہ مرحلہ اس مقام پہ پہونچ گیا ہے کہ قرآن و حدیث کی کتابت میں التباس نہیں ہوگا۔ یعنی قرآن کے الگ کاتب مقرر کر دئے گئے، صاف فرما دیا۔

میں نے تمہیں، ابتدا میں حدیث کے لکھنے سے روکا تھا۔

مگر اب حدیث بھی لکھ لیا کرو۔" (صحاح ستہ)

اور یہ نہ صرف ایک دفعہ فرمایا، بلکہ ہزارہا صحابہ کرام نے آپ سے حدیث لکھنے کی درخواستیں کیں، جو سب کو حسب درخواست لکھوا دی گئیں، اور آنحضرت صلعم کے (احادیث) لکھنے اور لکھوانے کی اس کثرت اور تواتر سے روایات ہیں جو ہزاروں تک پہنچتی ہیں اور آج تک امت میں تواتر و تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ اس حقیقت کو پرویز نے بھی، گو دبی زبان سے ہی مانا ہے۔ اگرچہ اپنا عنادِ رسول والا رنگ بھر کر لکھتا ہے۔

"روایات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ کچھ اور متفرق چیزیں بھی حضور کے ارشاد کے مطابق قلمبند ہوئی تھیں۔ مثلاً تحریری معاہدات، احکام و فرامین وغیرہ جو آنحضرت صلعم نے قبائل یا اپنے عمال کے نام بھیجے (صفحہ ۲۵)

یہ ہے کہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے، لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

ہم کہتے ہیں کہ جناب دشمن حدیث رسول پرویز صاحب، جن کو آپ "کچھ اور متفرق چیزیں" یا "حضور کے ارشادات" یا "تحریری معاہدات" یا "احکام و فرامین"۔ قبائل کے نام تحریرات یا عمال کے نام احکام، کہہ کر، چند لیں بند کرنے کی سعی نامراد کر رہے ہیں، بالکل غلط کذب، بہتان، افترا، اور عنادِ رسول

Marfat.com

کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

حقیقت یہ ہے۔

۱۔ متفرق چیزیں، بقول آپ کے، حضور کے ارشاد کے مطابق قلم بند نہیں ہوئیں تھیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے جملہ ارشادات، جو آپ نے تیئیس سالہ دور نبوت میں۔ بحیثیت نبی فرمائے تھے سب کے سب قلمبند ہوئے تھے۔

۲۔ چنانچہ تحریری معاہدات کا طول اس قدر حجم پذیر ہے کہ جن میں مدنی خلافت رسول کا سارے کا سارا زمانہ جو تقریباً دس برس کا ہے، آجاتا ہے، یعنی آپ کی مدنی زندگی کی دس سالہ مدت کے سب کے سب معاہدات وارشادات قلم بند تھے۔

۳۔ پھر جو احکامات و فرامین، آپ نے قبائل کو بھیجے تھے وہ سب کے سب آنحضرت صلعم کی زندگی کے تیئیس برسوں کے کابتہً وقاطبتہً قلم بند کروا دیئے گئے تھے تفصیل آگے آ گئی ہے۔

۴۔ پھر جو احکام و ہدایات آپ نے اپنے عمال کے OFFICERS نام بھیجے تھے، سارے کے سارے من وعن قلمبند تھے

۵۔ مگر یہاں آپ کو ایک بات کا خاص دھیان رہے وہ یہ کہ آپ نے اس وقت کے جملہ بادشاہوں کی طرف خطوط بھی لکھے تھے جو آپ کے زمانہ میں کہیں نہ کہیں حکمران تھے یہ بہت اہم تھے اور حبشہ کے ہیل سلاسی کے پاس آج تک

Marfat.com

آپ کا وہ نامہ گرامی موجود ہے، جو گو وہ عیسائی حکمران ہے مگر آج تک سنبھالے چلا آ رہا ہے، اور جس کے لئے آنحضرت صلعم نے دعا کی تھی کہ اس کی امارت قائم رہے، چنانچہ جب دوسری عالمگیر جنگ میں، مسولینی نے حبشہ کے ہیل سلاسی سے امارت چھین لی تو میں نے اس وقت اعلان کیا تھا کہ ہیل سلاسی کو اس کی حکومت واپس ملے گی اور ملی، کیونکہ سب سے پہلی ہجرت جو اصحاب رسول نے حبشہ کی طرف کی تھی، تو حبشہ کے شاہ نے مسلمانوں کو پناہ دی اور ان کی ظاہرہ تواضع کی، جس کے صلہ میں آنحضرت نے دعا کی تھی کہ اس کی امارت قائم رہے۔ غضب ہے کہ عیسائی حکمران کو تو آنحضرت صلعم کی دعا آج تک پہنچے، مگر خود امت کو نہ نصیب ہو!!

ایک بے مثال مثال

حیرت تو یہ ہے کہ آنحضرت کی احادیث کے لکھنے کی جو شہادتیں ہیں وہ تقریباً ایک لاکھ صحابہ ہیں جن میں جن ہیں خود پرویز کے مانے ہوئے۔

الف۔ تحریری معاہدات

ب۔ متفرق چیزیں۔

ج۔ احکام و

د۔ قبائل کے نام ہدایات

ھ۔ عمال کے نام ارشادات بھی آجاتے ہیں۔

پرویز کے (ج) شق کو خاص غور سے دیکھا جائے یعنی "احکام و" والے الفاظ ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ان احکام فرامین میں یقیناً تیئیس ۲۳ سالہ نبوت کے

Marfat.com

سب کے سب احکامات و فرمودات نبی صلعم شامل ہیں۔ ایک طرف تو ایک لاکھ صحابہ کی گواہی ہے کہ ان لکھو کھا نفوس قدسیہ نے آنحضرت صلعم کی احادیث قلم بند کیں اور خود پڑھی۔ یہ چند ... چند کے چکر میں الجھ کر مان رہا ہے اور دوسری طرف صرف ایک حدیث کو لئے سینے سے لگائے بیٹھا ہے کہ ...

"حضور اقدس نے فرمایا کہ مجھ سے قرآن ہی لکھا کرو"

یہ مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک جج کی عدالت میں ہزاروں نفوس تو یہ گواہی دے چکے ہیں کہ یہ شخص ڈاکو رہزن ہے، مگر صرف ایک شخص یہ کہتا ہے کہ جناب جج صاحب یہ ہزاروں شہادتیں غلط ہیں یہ ڈاکو نہیں یہ ڈاکو و رہزن نہیں بلکہ بھلا مانس ہے اور جج صاحب ہزارہا گواہوں کو پس پشت ڈال کر اس ایک ناجرواس کی گواہی پر حکم صادر فرمائیں کہ ڈاکو بری ہے۔

تو بتلائیے ایسے جج نامراد و جاہل مطلق کو دنیا کیا کہے گی؟

پھر حیرت پر حیرت یہ ہے کہ جب یہ پرویز منکر حدیث ہے اور اپنا سارا زور قلم اعناد رسول کے جوش میں، انکار حدیث پر خرچ کر رہا ہے تو اسے حدیث پیش کرنے کا حق کیا ہے؟

ہمارے لئے تو بڑی تکلیف یہ ہے کہ ہم حدیث کا انکار نہیں کر سکتے مگر اس منکر حدیث کو تو شرم و حیا کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ یہ اپنی خرافات اور ہزلیات و شطحیات پیش کرے یہ حدیث پیش کیوں کرتا ہے۔

پھر اس کا جواب بھی ہم نے ادا کر دیا جو حق تھا،

چور کی مثال

ہم ایک اور مثال دیتے ہیں۔ مثلاً ایک چور پکڑا جاتا ہے، اور اس پر چوری کے ایک لاکھ الزام ثابت ہو جاتے ہیں، وہ دیکھتا ہے کہ ہر الزام کی سزا جدا جدا ہے لہذا جتنے الزاموں کا انکار کر سکتا ہوں کروں تاکہ سزا میں کچھ تو کمی ہو جائے لہذا اگر ایک چور لاکھ میں سے ایک ہزار چوریوں کا بھی اقرار کرلے تو عدالت بھی یہی سمجھیگی کہ واقعۃً اس کی ہزار سے چوریاں زیادہ ہیں اس طرح جب پرویز صاحب

۱۔ تحریری معاملات آنحضرت صلعم کا اقرار کرتا ہے۔

۲۔ قبائل کے نام ارشادات نبوی کو مانتا ہے۔

۳۔ عمال آنحضرت صلعم کے نام، فرامین نبوی کا بھی اعتراف کرتا ہے۔

۴۔ متفرق امور آنحضرت صلعم کا بھی اقرار کرتا ہے۔

۵۔ پندرہ سو صحابہ کے نام کے رجسٹر کا بھی اعترافی ملزم ہے

۶۔ فرامین و احکاماتِ نبوی کے قلمبند ہونے کا بھی معترف ہے تو ایک جج لامحالہ بھی نتیجہ نکالیگا کہ واقعۃً یہ سب کے سب ایک لاکھ جرموں کا مجرم ہے۔

اس مثال سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ ایک منکرِ حدیث سے اس قدر جرموں کی قرارداد کو مان لینے کا مطلب صاف وصریح یہ ہے کہ یہ سب کے سب جرائم کا مرتکب ہے یعنی جس صورت میں آنحضرت صلعم کے اتنے احکامات، فرامین، ہدایات اور ارشادات نبوی کے لکھے جانے کا یہ قائل ہے۔ تو نتیجہ صاف

Marfat.com

ہے کہ سب کی سب احادیث نبوی، قلمبند تھیں، اور یہی اور ہم تک بعینہ وہی پہنچی ہیں جو اگرچہ مدون تو کتاب کی صورت میں ترتیب کے ساتھ بعد میں ہوئیں، مگر کتاب کی صورت میں لکھی ہوئی، روز اول سے ہی صحابہ کرام کے پاس موجود تھیں۔

لہذا یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ اگر کوئی چیز مختلف اجزاء کی صورت میں پہلے روز سے ہی لکھی ہوئی موجود ہو، اور بعد میں کسی بھی وقت ان کو جمع کر کے کتابوں کی صورت میں لے آیا جائے تو اس امر کے نفس صحت پر کوئی اثر قطعاً نہیں پڑتا بعینہ یہی حال، احادیث نبوی کا ہے کہ وہ شروع سے لے کر کتاب میں آ چکی تھیں اور بعد میں محدثین کرام نے ان کو جمع کر دیا۔

اگر مسٹر محمد علی جناح کی تقریروں کو، کوئی سو سال یا دو سو سال کے بعد، ایک جگہ جمع کر دے تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ تقاریر محض اس لئے جھوٹی ہیں کہ سو یا دو سو سال بعد، مختلف تقاریر جو ہر ایک اپنی جگہ لکھی ہوئی تھیں، ان کو یکجا جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے؟ کوئی عقل کا دشمن ہی اس امر کا انکار کرے گا۔

اب آیئے پرویز کی اس ایک خبر احاد حدیث کی طرف جس کو منکرین حدیث بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کرتے ہیں، اور تقریباً ہر باب میں دہراتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔

"مجھ سے قرآن کے سوا اور نہ لکھا کرو"

۱۔ سب سے پہلے ہمارا یہ سوال ہے کہ جب آپ حدیث کو مانتے

ہی نہیں۔ سوائے چند متواتر کے ، تو یہ حدیث متواتر تو نہیں ،

۲۔ لہٰذا آپ لستے بے اصولے کیوں ہیں ، کہ جو بھی حدیث آپ کے مقید مطلب ہو ؟ خبر احاد ہو۔ متواتر نہ بھی ہو تو بڑے وثوق سے پیش کرتے ہو ؟

۳۔ تو جب تم ، منکر حدیث ہو کر بھی اپنے منشا کی حدیث غیر متواتر کو بھی ، یعنی خبر احاد کو بھی مان لیتے ہو ، تو کیا عاشقان رسول عربی کو یہ حق نہیں کہ وہ حدیث کے سارے کے سارے دفتر کی حفاظت پر ایمان رکھیں اور مانیں ، خاصکر جب ان کے نزدیک حدیث کا محفوظ ہونا خود قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اور تواتر تسلسل کے ساتھ ثابت ہو۔ یاد رہے کہ منکرین حدیث خبر احاد مانتے ہی نہیں اور اس خبر احاد کو قرآن کی طرح یقین مان کر ہر جگہ پیش کرتے ہیں کیا بے ایمانی کی اس سے بھی بڑی مثال ہو سکتی ہے ؟

۴۔ حد یہ کہ ، جو حدیث متواتر بھی آپ کے مطلب کے خلاف ہو اسے بھی رد کر دیتے ہو۔ نہ صرف حدیث متواتر بلکہ خود قرآن پاک کی صریح آیات کو رد کر دیتے ہو ، اس کی مثالیں ہم اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں متعدد دے آئے ہیں ، جو ہم نے پرویز کی کتاب ، "قرآنی فیصلے" کے جواب میں لکھی ہے۔

اس لئے ہم حیران ہیں کہ ایسے بے اصول منکروں سے ہم کس نہج پر بحث کریں ! اور کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر ہم جواب نہیں دیتے ، تو سادہ لوح مسلمان یہ سمجھ کر کہ یہ

Marfat.com

منکرین پیچھے ہیں۔ اس لیے تو مسلمانوں کے علما جن کو ملّا۔ جواب نہیں دیتے لہٰذا امت محمدیہ کو ان کی گمراہیوں سے بچانے کے لیے جواب بھی ضروری ہے۔ ہمیں تو سخت سے سخت افسوس اس بات کا ہے کہ پرویز کے گرگوں اور زندلقیت بھرے لٹریچر کی خبر ہی نہیں ۱۹۵۲ء میں پڑی۔ ورنہ ہم روز اول سے ہی اس گندے لٹریچر کا گلا گھونٹ دیتے۔

۵۔ ہم چاہتے تو یہ ہیں کہ ان کو حدیث سے دلیل ہی نہ دیا جائے کیونکہ ایک منصف مزاج شخص جس چیز کو مانتا ہی نہ ہو، وہ اس سے دلیل نہیں پیش کرتا۔ بالفاظ دیگر وہ بھی منکرین حدیث سے۔ این خیال است و محال است جنون۔ اور لطف یہ ہے کہ حدیث کے سوا یہ لوگ ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔

اب سوال یہ ہے کہ حدیث پاک کے لاکھوں کے دفتر سے پرویز اور اس کے گروہ کو صرف یہ ایک حدیث ملی ہے کہ مجھ سے قرآن کے سوا نہ لکھا کرو۔"

ہم نے اوپر خود قرآن پاک سے متعدد مثالیں دی ہیں کہ ابتدا میں خود قرآن پاک نے ہی انھیں سخت ترین ایسے احکام دیئے جو بعد میں منسوخ کرکے دوسرے احکام دیئے۔ یہ ایک خبر واحد بھی ان ابتدائی احکام حدیث سے ایک تھی اور اس کی علت بھی ہم بتا آئے ہیں کہ ابتدا میں جب قرآن

Marfat.com

اپنے نزول کی ابتدائی منزلوں میں تھا اور صحابہ کرام احادیث بھی لکھ رہے
تھے جو آپ نے احتیاطاً روک دیا تھا کہ کہیں دونوں کتابیں یعنی کتاب
قرآن و کتاب حدیث خلط ملط نہ ہو جائیں مگر جب یہ مرحلہ آگیا کہ کتاب
قرآن بالکل علیحدہ باب میں رکھی گئی ۔ اور کتابت حدیث کا علیحدہ ب
مقرر کر دیا گیا تو آنحضرت صلعم نے صاف فرمادیا کہ :-

میں نے تمہیں ابتداء میں کتابت حدیث سے روکا تھا ۔ مگر
اب حدیث بھی لکھ لیا کرو ۔ (صحاح ستہ)

ظاہر ہے کہ پچھلا حکم ، اگلے حکم کا ناسخ ہوا کرتا ہے ۔ اور دانش
والوں سے یہ نکتہ مخفی نہیں ، کہ ایک قانون کو بعد کا قانون منسوخ کر
ہے اور اس ایک حدیث منع کے بعد ، تقریباً بائیس برسوں تک لگاتار
صحابہ کرام کا حدیثوں کو لکھتے رہنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس
حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا تھا ۔ اور یہ امر ہم خود قرآن پاک سے بھی
ثابت کر چکے ہیں ۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ، اسی حدیث منع کے بعد ، خود ر
نے تقریباً ہزاروں احادیث نبوی کا لکھا جانا خود مقام حدیث کے
صفحہ ۵۴ پر مانا ہے ۔

حتیٰ کہ یہاں تک بھی مانا ہے کہ :-

۱ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس احادیث لکھی ہوئیں تھیں
۲ ۔ حضرت علی کے پاس لکھی ہوئیں تھیں ۔
۳ ۔ حضرت انس کے پاس لکھی ہوئی تھیں ۔

یاد رہے کہ ان تینوں صحابہ کرام کے پاس ہزارہا احادیث لکھی

ہوتی تھیں ان کے سوا جو چیزیں اسی صفحہ پر بیان ہو چکی ہیں کہ

۱۔ متفرق چیزیں جو حضور کے ارشاد کے مطابق قلمبند ہوتی تھیں۔ مثلاً

۲۔ تحریری معاہدات

۳۔ احکام رسول صلعم

۴۔ فرامین رسول صلعم

۵۔ قبائل کے نام ہدایات رسول صلعم

۶۔ عمال کے نام ارشادات رسول صلعم

۷۔ بادشاہوں کے نام خطوط مبارکہ رسول صلعم۔

اگر ان سب کا حجم اکٹھا کر دیا جائے، تو لاکھوں نطق ہائے نبوی تک پہنچتا ہے۔

ان تصریحات کے بعد دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ جب آنحضرت صلعم نے کتابت حدیث سے منع فرما دیا تھا تو پھر ان لاکھوں نطق ہائے نبوی کے لکھوانے کے کیا معنی کیا آنحضرت صلعم نے خود ہی تضاد فرمایا (معاذ اللہ)

اس صورت کو کوئی بھی صاحب علم و عقل ایک لحظہ کے لئے نہیں مان سکتا۔ لہذا

دوسری صورت باقی یہ رہ جاتی ہے کہ وہ پہلی حدیث جو صرف ایک ہی ہے یعنی خبر احاد ان پچھلے ہزار ہا تواتر و تسلسل کے ساتھ احکامات و ارشادات، فرامین و خطوط لکھنے سے منسوخ تھی۔

Marfat.com

اب غور یہ کرنا ہے کہ ایک طرف صرف ایک حدیث منع ۔
وہ بھی ابتدائی اور اس کے بعد ہزاروں تحریرات نبوی، اعمال نبو
تقریباً ساری نبوی زندگی تک لکھے جاتے رہے جو من وعن امت
کے ہاتھوں میں تواتر و تسلسل کے ساتھ محفوظ چلے آرہے ہیں۔

اب ناظرین کرام خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے۔ اور ا
منکرین حدیث کی چالوں، تلبیس ابلیس، دینی تحریفات اور عناد و سیہ
کا اندازہ لگائیں نتیجہ صاف سے بالکل واضح ہے۔ کیا ان تصریحات
کے بعد بھی کوئی مسلمان، ان منکروں کے مغالطہ میں آنا چاہیگا؟

پھر ان منکروں کی ایک عیاری سنئے، ہمیں تو یہ تلایا جاتا ہے
کہ قرآن کے سوا کچھ مانتے ہی نہیں یہ منکر، اور ہم پر تذکرۃ الحفاظ ،
بھی تھوپ دیا جاتا ہے۔ اور مرکس و ناکس کے اقوال سے، احادیث
نبوی کو رد کیا جاتا ہے۔

لہٰذا، اس کتاب میں صرف حدیث کا جواب دیں گے، باقی
سب کے سب ان کے اقوال باطلہ اور مزعومات ابلیسیہ ان ہی کے منہ
پر دے مارتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان منکرین حدیث کو شرم آنی چا
جب یہ لکھتے ہیں کہ :

" تذکرۃ الحدیث میں یوں لکھا ہے اور یوں لکھا ہے "

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ احادیث کی تدوین یا جمع، تو پہلی صدی
ہجری میں ہونے سے بھی منکر، حالانکہ، یہ جمع یا تدوین صرف اتنا کام
تھا احادیث خود آنحضرت صلعم کے سامنے لکھی گئیں اور جدا جدا کتابی
کی صورت میں محفوظ تھیں، جمع کرلی گئیں، اور تذکرۃ الحفاظ جو سات آٹھ

برس کے بعد، بلکہ اس سے بھی زیادہ بعد لکھا گیا۔ اس سے یہ مردود،
ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں نکالتے ہیں، اور پھر ان کو بھی غلط مفہوم
اور غلط مطالب پہنا کر کہتے ہیں کہ فلاں یوں لکھتا ہے۔ وغیرہ من الخرافات،

لہٰذا میں ناظرین کرام سے عرض کروں گا کہ حدیث سے بچنے کو
یہ منکر جو بھی حوالے دیتے ہیں، سب جھوٹ، بہتان، افتراء اور تحریف
دین کے لئے ہیں۔ ہم آنحضرت صلعم کے آٹھ سو سال بعد کی لکھی ہوئی
کتب سے کیوں ان کے حوالے لیں؟ کیوں نہ ان کے منہ پر دے ماریں

پرویز صاحب۔ حدیث کا نام آتے ہی جواب دیجئے۔ تاریخ کے دامن
کی گود میں کیوں پناہ لیتے ہو جبکہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم سے تو تقاضا ہے
کہ صرف قرآن پیش کرو۔ اور ان احادیث کا بھی انکار جو خود آنحضرت
صلعم کی حیات اور زبانی میں لکھی گئیں۔ اور تم روایات آٹھ صدیوں بعد کی
تحریرات انسانیہ سے بھی شیطانی عیاری کرو۔ یہ کہاں کی دیانت ہے؟
کہاں کی ایمانداری ہے؟ کہاں کا علم ہے؟ کہاں کی تحقیق ہے؟ شرم! شرم!
شرم!!!

مسٹر پرویز کی خبث باطنی تلبیس ابلیس اور زندیقیت جو ہے
ایک اور شاہکار ملاحظہ ہو زندیقیا تلبیس ابلیس ہے کہ:

ممکن ہے ان روایات کی صحت کو محل نظر قرار دیا جائے،
حالانکہ ہمارے نزدیک ان روایات کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے
کہ منشائے قرآنی اور عمل رسول اللہ کے عین مطابق ہیں

(صفحہ ۳۰)

واللہ اکبر! کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور شیطانیت

Marfat.com

ہو سکتی ہے ؟

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور دھوکہ فریب ہو سکتا ہے ؟

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی تلبیس ابلیس ہو سکتی ہے ؟

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور بوجہلیت ہو سکتی ہے ؟

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور فراڈ ہو سکتا ہے ؟

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بولہبیت ہو سکتی ہے ؟

۱۔ کہ جب ہم یہ کہتے ہیں، اور اس کی دلیل خود قرآن پاک سے دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی احادیث خود آپ کے سامنے، آپ کے ساتھ، آپ کے حکم سے لاکھوں صحابہ نے لکھیں۔

۲۔ اور آنحضرت صلعم نے جو ابتدا میں منع کتابت کا حکم دیا تھا، وہ بعد کی لکھوکھا حدیثوں کے لکھنے کے سبب منسوخ ہو گیا اور اس کو خود پرویز مان چکا ہے۔

۳۔ اور اس منع کتابت کے بعد، آپ نے صاف صریح فرما دیا تھا کہ پہلے حدیث لکھنے سے منع کیا تھا مگر اب لکھ لیا کرو۔

۴۔ اور متواتر بائیس برسوں تک احادیث نبوی لکھی جاتی رہیں اور حضور کے سامنے اور آپ کے حکم سے آپ کی زندگی میں۔

۵۔ اور خود قرآن پاک سے ثابت کر دیا کہ حدیث نبوی وحی و تنزیل ہی ہے۔

۶۔ اور وحی و تنزیل کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لیا ہے تو جناب پرویز اس کا تو کر دیں انکار

اور آنحضرت صلعم کے سات آٹھ سو سال کے بعد لکھی جانے والی

کتب سے روایات پیش کر کے یعنی احادیث نہیں بلکہ آٹھویں صدی
کے مصنفین کے قول پیش کر کے کہنا ہے کہ یہ روایات ہمارے نزدیک،
اس لئے صحیح نہیں کہ یہ عین منشاء خداوندی تھیں۔ غضب خدا کا
جھوٹوں پہ کہ خود قرآن و حدیث کا تو انکار، اور آٹھویں صدی کے لکھنے
والوں کی باتوں کو روایات بتا کر صحیح مان کر انہیں منشاء ایزدی بتلانا اگر
یہ زندیقیت نہیں تو اور زندیقیت کیا ہو گی۔ اگر یہ کفر نہیں تو اور کفر کیا ہوگا
خدارا کوئی بتلائے تو ایسے احمق الحمقاء اجہل الجہلاء سے ہم کس طرح
سے بحث کریں۔

یعنی تذکرۃ الحدیث جو سات آٹھ سو سال بعد میں لکھی گئی۔
اس کی روایات کو بڑے وثوق سے لکھتا ہے یہ منکر حدیث کہ صحیح ہیں

اب پہلے تذکرۃ الحفاظ کی روایات بھی سن لیں جن پر جناب
پرویز کو آٹھ سو سال بعد ہونے کے باوجود ایمان ہے کہ یہ احادیث
صحیح ہیں اور جو احادیث موطا امام مالک و بخاری و مسلم میں
صرف جمع کی گئی ہیں جو پہلی ہی صدی اور دوسری صدی کی ہیں وہ ناقابل
قبول اس لئے کہ آٹھ سو سال بعد والی روایات تو منکرین حدیث کے مفید
مطلب ہیں لہذا بالکل صحیح احادیث بن گئیں اور عین منشاء خداوندی عین
عمل رسول ہے جو صحیح منشاء خداوندی اور عین عمل رسول والی احادیث ہیں وہ قابل
رد کیونکہ وہ احادیث صحیحہ ان کی تلبیس ابلیس اور شیطانی خیالات کی جڑیں اکھاڑ پھینکتی
ہیں اور پھر فیصلہ خود کریں کہ آخر یہ راز کیا ہے؟ پرویز کا تجزیہ یوں ہے کہ

ا۔ عین حضور کی حیات میں آپ کے حکم سے لکھی جانے والی احادیث
تو غلط موضوع۔

Marfat.com

۲۔ اور آٹھ سو سال بعد میں ایک کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھی جا[نے]
والی آٹھویں صدی کے مصنفوں کی باتیں عین صحیح روایات اور
ستم ظریفی یہ کہ "تذکرۃ الحفاظ" والی حدیثیں نہیں ہیں۔ جنہیں یہ طائف[ہ]
منکرین حدیث اپنی جہالت کی وجہ سے احادیث لکھ رہا ہے۔ بلک[ہ]
آنحضرت کے سوا دوسروں کے اقوال ہیں۔ بے شرمی اور بے ایمان[ی]
کی یہ انتہائی حد ہے کہ غیر حدیث کو حدیث بنا کر اسے صحیح حدیث
قرار دیں، اور جو صحیح احادیث رسول ہیں اور بعینہ وہی ہیں ج[و]
نطق نبی صلعم ہیں، وہ رد۔ معاذ اللہ

اس بوجھیل جہاں کی یہ احادیث (جو احادیث ہرگز نہیں) بھی سن لیں
ممکن ہے بعض حضرات ہمیں مورد الزام بنائیں کہ ہم سخت الفاظ معرض
تحریر میں لارہے ہیں، مگر ہم بخدا، بالکل مجبور ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں
کہ علم کے سامنے جہالت کو رکھا جاتا ہے۔ نور کے سامنے ظلمت کو پیش
کیا جاتا ہے، حق کے سامنے باطل کو حق بنایا جاتا ہے، حدیث کا انکار اور
غیر حدیث کو حدیث بنا کر صحیح بنایا جاتا ہے۔ عین حیات پیغمبر کے وقت
کی کتابت شدہ احادیث صحیحہ کا انکار کیا جاتا ہے، اور آٹھ سو سال کی
ایک کتاب کی روایات کو جو حقیقتاً حدیث نہیں، حدیث بنا کر پیش
کرکے انہیں صحیح حدیث بنایا جاتا ہے تو ہمارا کلیجہ منہ کو آتا ہے، سینہ
سوز سے بھر آتا ہے، تاہم، ہم صرف وہی الفاظ ان منکروں کی طرف
منسوب کرتے ہیں، جن کے وہ صحیح معنیٰ میں حقدار ہیں۔ ابوجہل اور ابولہب
کا بھی تو یہی شیوہ تھا۔ جو آج پردیز اور اسکے گروہ با چیلے چانٹے
اختیار کئے ہوئے ہیں۔ منکرین نبوت کا بھی تو یہی شیوہ تھا، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

خود فرماتا ہے کہ۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم (قرآن)

"وہ کفار آنحضرت صلعم کے سچا نبی ہونے اور قرآن کو منزل من اللہ ہونے کو اس طرح صحیح سمجھتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو صحیح سمجھتے ہیں" اس کے باوجود بسبب عناد و شقاوت ، انکار تھا۔ جبر من لو اور نلیس پرویز تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رض کے متعلق "تذکرۃ الحفاظ " میں لکھا ہے کہ۔

۱۔ حضور کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ سے حدیثیں بیان کرتے ہو اور اس میں اختلافات پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے ان میں تم سے زیادہ اختلاف پیدا ہوگا۔ اس لئے تم لوگ رسول اللہ سے کوئی حدیث بیان نہ کرو۔" (صفحہ ۴۲)

۲۔ یہیں تک نہیں ، بلکہ تذکرۃ الحفاظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا لیکن آپ نے اسے جلا دیا کہ مجھے خوف ہے کہ میں مرجاؤں اور یہ محفوظ رہ جائے ممکن ہے کہ میں نے اس میں ایسے لوگوں سے حدیثیں لی ہوں جن کو میں امین سمجھتا ہوں اور مجھے ان پر وثوق ہے ، لیکن وہ حدیثیں ایسی نہ ہوں (صفحہ ۴۲)

۳۔ حضرت عمر نے اس باب میں اور بھی شدت سے کام لیا۔ آپ لوگوں کو حدیثوں کی اشاعت سے منع کرتے تھے"

Marfat.com

۴۔ قرعہ بن کعب راوی ہیں کہ حضرت عمر نے ہم لوگوں کو عراق بھیجا
تو ہمیں تاکید کر دی کہ یاد رکھو تم ایسے مقام پر جا رہے ہو۔ جہاں
کے لوگوں کی آوازیں قرآن پڑھنے میں شہد کی مکھیوں کی طرح
گونجتی رہتی ہیں۔ تم ان کو حدیث میں الجھا کر قرآن سے غافل مت
کر دینا" (صفحہ ۷)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا گیا۔ کیا آپ اس طرح حضرت
عمرؓ کے زمانہ میں بھی حدیثیں بیان کرتے تھے؟ انہوں نے
کہا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس طرح حدیثیں
بیان کرتا تو مجھے درّے پڑتے۔

۶۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے۔ حضرت عبداللہ بن
مسعود ابو درداءؓ اور حضرت ابو مسعود انصاری کو کثرت
روایات کے جرم میں قید کر دیا تھا۔ (صفحہ ۷)
(ان تمام روایات کے لئے دیکھئے تذکرۃ الحفاظ)
اب آئیے ان تعلیمات پرویز کا تجزیہ کریں۔

۱۔ سب سے پہلی چیز کہ یہ احادیث ہرگز ہرگز نہیں چنانچہ پہلی
روایت کے متعلق خود پرویز کے الفاظ یہ ہیں:۔
حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے"
یعنی آٹھ سو سال بعد، صاحب تذکرہ نے۔ حضرت ابوبکرؓ
صدیق کے متعلق لکھا ہے۔
تو کیا یہ حدیث ہے؟ تقریباً آٹھ سو سال بعد حضرت ابوبکر
صدیق کے متعلق لکھا جانا، قابل اعتبار ہے؟

۲۔ دوسری روایات کے متعلق، ابو جہل جہاں پرویز یہ الفاظ رونا ہے کہ
تذکرۃ الحفاظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ الخ۔

تو کیا یہ حدیث ہے؟ یا تذکرۃ الحفاظ قرآن ہے؟ کہ ہم اعتبار
کر لیں، اور وہ بھی آٹھ سو سال بعد اور لوگوں کے اقوال تذکرہ

احادیث نبوی۔

۳۔ الغرض سب حوالوں کے لیئے وہی ایک کتاب ہے

۴۔ اولاً تو جب یہ احادیث ہیں ہی نہیں تو ان کے جواب کا سوال
اٹھتا ہی نہیں، لیکن ہمیں منکرین حدیث کا پردہ چاک کرنا ہے

۵۔ اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ روایات حدیث نہیں۔ اور آنحضرت
صلعم کے آٹھ سو سال بعد، ایک کتاب سے لی گئی ہیں تو پھر ان
کے بارہ میں۔

۶۔ پرویز صاحب یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ۔
ہمارے نزدیک ان کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ منشا قرآنی
اور عمل رسول کے عین مطابق ہیں۔

۷۔ حالانکہ منشا قرآنی اور عمل رسول ہم بتلا چکے ہیں کہ مسلسل بائیس
برسوں تک آنحضرت صلعم خود احادیث لکھواتے رہے اور یہ امر
خود پرویز مان چکا ہے، مگر دروغ گو را حافظہ نباشد، جو بات
صفحہ ۲۵ پر مان لی ہے کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق متفرق
چیزیں قلمبند ہوئیں تحریری معاہدات ہوئے۔ قبائل وعمال کے
نام جیشر ہوئے۔ سلاطین کے نام خطوط لکھے گئے مگر صفحہ ۴۷ پر
سب پر پانی پھیر دیا۔

اور ایک تذکرۃ الحفاظ کی آڑ لے کر خود آنحضرت صلعم کی زندگی کے اعمال کو خود ہی رد کر دیا۔

پھر یہ امر یاد رہے کہ اس نقال نے یہ سب کچھ شبلی سے کیا ہے حالانکہ شبلی کا مقصد اور ہی ہے اور شبلی نے یہ ساری عبارتیں حجۃ اللہ البالغہ سے لی ہیں جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ مگر پرویز نے انھیں اپنا مفید مطلب بنا لیا ہے۔

۸۔ ہے کوئی پوچھنے والا اس دشمن رسول سے کہ حضرت! آنحضرت صلعم کے عمل اور زندگی میں لکھی جانے والی احادیث اور عمل تواتر اور احادیث تواتر کا تو انکار ہے اور آٹھ سو سال بعد لکھی جانے والی کتاب کی خبر احاد پر ایمان؟ ایں چہ بوالعجبی است؟ ایں چہ بوالجہلی است؟

۹۔ آنحضرت صلعم کی اس خبر احاد کا تو انکار جو ان کے خلاف ہو، اور جو مفید مطلب اس پر ایمان؟ اور تذکرۃ الحفاظ کی خبر احاد پر بھی ایمان؟ ایں چہ بوالعجبیت؟

مگر ان کا لٹریچر پڑھنے والے ٹھہرے دفتری بابو یا سادہ لوح مسلمان، پوچھے کون؟ کہ ادھر ادھر کی الٹ پلٹ کر کے چوریاں کر کے عبارتیں بنا ڈالیں۔

۱۰۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم موطا امام مالک جو حضرت انس کے فرزند دلبند ہیں، یعنی ایک صحابی کے لڑکے جنہوں نے خود اپنے والد ماجد سے لکھی ہوئی حدیثیں سنکر اپنی کتاب موطا میں جمع کی ہیں اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی، وہ تو یوں قابل رد

اور ایک شخص آٹھ سو سال بعد حدیث نہیں غیر حدیث پیش کرے
اسے کر لیں قبول، قطع جہالت ہے، اور کچھ نہیں،

۱۰۔ یا حضرت امام بخاری دوسری صدی جنہوں نے ایسی مشقت و محنت، صعوبت سے احادیث نبوی کو، ان تحریروں سے صرف جمع کر لیا ہو جو خود آنحضرت صلعم کے حین حیات ہی لکھی گئی ہوں اور اتنی تحقیق و نقد و بصر کے بعد جو اس سے بڑھ کر بشری طاقت ہی ہو ہی نہ، اسے کر دیا جائے رد، اور آٹھ سو سال بعد کی ایک کتاب پر ہے آیا جئے ایمان! کم از کم علم و تحقیق کی سائی سے تو یہ بھی بالا تر ہے زیادہ رہے کہ حضرت امام بخاری نے صرف احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام فرمایا ہے۔
لہذا پرویز کا یہ سارے کا سارا طومار اس کے منہ پر دے مارنے کے قابل ہے۔

تاہم ہم بحث کی خاطر محال کو فرض کر کے ان روایات پر ایک تحقیقی نظر بھی ڈال لیتے ہیں۔

ان روایات میں جواحادیث ہرگز نہیں زیادہ سے زیادہ احتیاط کا پہلو نکلتا ہے۔ نہ کہ سارے کے سارے دفتر حدیث کے موضوع ہونے کا۔ اور جن مضمونوں سے پرویز نے یہ جو اکرمش کیا ہے ان کا مقصد صرف یہاں تک تھا کہ حفاظت حدیث کے بارہ میں کس قدر احتیاط سے کام لیا گیا۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ پرویز نے تذکرۃ الحفاظ پڑھا تک نہیں، بلکہ شبلی نعمانی کی تحریرات نقل کر کے اپنے مفید مطلب معانی نکال لیے ہیں آگے چلکر تذکرہ

پر گفتگو کریں گے۔

خصوصاً جبکہ ہم یہ ثابت کر آئے ہیں اور پرویز بھی مان چکا ہے
آنحضرت صلعم نے کتابت حدیث خود اپنی زندگی مبارک میں
تو اس کے بعد سب کے سب غیر حدیث اقوال باطل ہو جاتے ہیں

۱۲۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ منکر رسول، خود رسول کی خبر احاد کو
تو بڑی شدت کے ساتھ انکار کر دیتا ہے کہ خبر احاد کا اعتبار نہیں
اور تذکرۃ الحفاظ کی خبر احاد پر ایمان ؟ تو گویا اس زندیق قسم کے
مسلمان کے نزدیک، آنحضرت صلعم کی خبر احاد تو قابل رد، اور
"تذکرۃ الحفاظ" جو آٹھ سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ اس کی خبر
احاد قابل ایمان۔

اسے تو خدا ہی سمجھے۔ ہم کیا کہیں۔ یعنی اگر خبر احاد ہزار سال
بعد کی ہو اور مفید مطلب ہو تو ایمان، اور اگر خود آنحضرت کی
ہو اور خلاف رائے تو رد۔

امید کہ ناظرین کرام نے اباطیل پرویز کا ملاحظہ کر لیا ہوگا۔
پھر اس جہالت و بولہبیت کا قصہ یہاں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ:
ابن سعد اور اس سے بھی نیچے اتر کر چودہویں صدی
ہجری کی لکھی ہوئی کتابوں،
کسی "خضری" کا بھی حوالہ دے کر، رد حدیث پر دلیل لائی گئی
ہے یعنی وہ احادیث نبوی خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں لکھی گئی
ہیں اور پہلی یا دوسری صدی ہجری میں جمع کی گئی ہیں وہ تو رد مگر جو
چودہویں صدی ہجری کی کتب سے۔ احادیث کے رد کے ثبوت میں

حوالے قابل قبول !!!

ہم اس پر اس کے سوا اور کیا لکھیں، کہ علم و تحقیق کو سرِیکرم لینا تا
پرویز کا ماتم کرنا چاہیئے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک را

مزید لطف یہ کہ چودھویں صدی کے "حضری" کے حوالے
کسی تنویر الحوالک کی روایت سے حضرت عمرؓ کا ایک استخارہ بھی جناب پرویز
کو الہام ہو گیا کہ حضرت عمرؓ ایک ماہ تک کتابت حدیث کے لیے استخارہ
کرتے رہے مگر جواب صفر یعنی zero

وہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو حدیث پر جان دیتے تھے،
اور اگر کسی حدیث کے نہ ملنے کی وجہ سے ایک رائے قائم کر لیتے تھے۔ تو
حدیث کے مل جانے سے اپنی رائے کو ترک کر دیتے تھے۔ اور جو حضرت
عمرؓ اپنی خلافت کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ:

"میری اس وقت تک تابعداری کرو، جب تک میں اللہ اور اس کے
رسول کی تابعداری کروں"

اللہ اللہ!! ابطال حق بنی جو عین وحی تھا، اس کے رد کرنے کے لیے حضرت
عمرؓ کا سہارا چودھویں صدی کے مصنفوں سے لیا جاتا ہے

مزے کی بات یہ کہ ان خرافات، اباطیل، شطحیات، مغالطات اور
تلبیس ابلیس کو جناب پرویز تصریحات کا نام دے رہے ہیں ان پر الفاس
علی الفاس کے طور پر اباطیل باطل کا ڈھیر لگا رہے ہیں صفحہ ۴۸

مزید ماتم پر جہالت پرویز یہ کہ صفحہ ۴۷ پر ان روایات کو صحیح حدیث تاریخ
باطل دلائل سے ریخت ملات تعبیر کیے ہیں۔ اور پھر صفحہ ۴۱ پر ان ہی اباطیل
یعنی روایات کو باتیں لکھا ہے۔

Marfat.com

"ان تصانیف کا مسالہ (Material) وہ روایات (باتیں) تھیں جو مسلمانوں میں عام طور پر مشہور چلی آتی تھیں، یہ باتیں اس تمام عہد کو محیط تھیں، بعض حضرات نے اس وسیع موضوع کو سمیٹا اور صرف ان ہی باتوں کو اکٹھا کیا جو نبی اکرم کی طرف منسوب کی جاتی تھیں ان باتوں کے مجموعہ کا نام کتب احادیث ہے (احادیث کے معنی ہی باتیں) صفحہ ۲۹

دیکھئے اس عیار کی عیاری! اس چالاک کی چالاکی، اس دجال کی دجالی، اس ابلیس کی تلبیس،

۱۔ کہ اس چھوٹی سی عبارت میں احادیث کو پانچ مرتبہ "باتیں" باتیں، باتیں "کہا ہے اور پانچویں مرتبہ اور واضح کر کے لکھا ہے، کہ احادیث کی معنی ہی باتیں ہیں۔

۲۔ یعنی جو احادیث نبوی خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں لکھی گئیں، آپ کے حکم سے کتابت کی گئیں، اور پھر پہلی ہی صدی میں ان کو جمع کیا گیا اور دوسری صدی میں اس کی تکمیل کر دی گئی وہ تو اس منکر رسول اور دشمن قرآن کے نزدیک صرف "باتیں" ہی باتیں ہیں۔

یعنی جیسے بچپن میں، سردیوں کی راتوں میں، ماں بچوں کو آگ کے پاس بٹھلا کر باتیں کرتی ہے کہ بچو تمہیں باتیں سناؤں، بچے کہتے ہیں ہاں اماں سناؤ امی جان باتیں سناتی ہے کہ :۔

ایک بات ہے کہ تھا بادشاہ۔ ایک تھی رانی وغیرہ۔ یا جیسے ایک مسخرہ آتا ہے۔ حاضرین کو ہنسانے کے لئے کہتا ہے بھائی ایک بات تو سنو اہل مجلس کہتے ہیں ہاں۔ بات بناؤ مسخرہ کہتا ہے کہ بات یہ ہے ایک جنگل میں ایک ننھا شیر تھا وغیرہ

Marfat.com

تو گویا ان مردود منکروں کے نزدیک احادیث نبوی بھی ایسی ہی باتیں تھیں، جس کے لئے قرآن کہتا ہے کہ۔

"نبی صلعم کی باتیں بھی وحی ہی ہوتی ہیں۔"

جس بات کو قرآن نے نطق نبی فرمایا ہے اور جس بات کو امت تواتر و تسلسل کے ساتھ سیزدہ صد سال سے "حدیث" کے پیارے نام سے یاد کرتی چلی آرہی ہے وہ احادیث نبوی تو منکر نبی پرویز کے ہاں ہیں باتیں

مگر جب یہی باتیں جو سچ سچ باتیں ہوتی ہیں یعنی جب تذکرۃ الحفاظ والا آٹھویں صدی میں باتیں کرے، جب خضری چودھویں صدی میں باتیں کرے تو یہی باتیں پرویز کے پاس روایات اور احادیث بن جاتی ہیں اور بالکل صحیح ہوتی ہیں گویا رات ہی حضرت جبریل امین آکر اس مرزا قادیانی ثانی کو بتلا گئے ہیں کہ چودھویں صدی کے مصنفوں کی باتیں احادیث ہی ہیں صحیح!!! اور یہی تو آٹھویں صدی اور چودھویں صدی کے مصنفوں کی باتیں عین منشا خداوندی ہے، اور عین عمل رسول!!!

اب ناظرین کرام خود ہی بتائیں کہ ہم ایسے بے اصولے منکروں کو کیا جواب دیں؟

اس مضمون کو سمیٹ کر پھر ذہن نشین کر لیں۔

۱۔ احادیث رسول، خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی آپ کے حکم سے ہی لکھی گئیں۔

۲۔ آنحضرت نے اس ذخیرہ احادیث کو خود منسوخ کر دیا کہ میں نے احادیث

لکھنے کی ممانعت کی تھی. اور یہ ممانعت محض وقتی اور ہنگامی تھی
کیونکہ قرآن و حدیث کے التباس کا خطرہ تھا۔

۳۔ اب جبکہ میرے ہی صریح احکام سے یہ خطرہ دور ہو گیا ہے
۴۔ میری حدیثیں لکھ لیا کرو۔

۵۔ اور آنحضرت صلعم کی سب کی سب احادیث، خود آنحضرت
صلعم کی حیات طیبہ میں ہی، آپ کے ہی حکم و نظر داری میں لکھی گئیں
اور آپ کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تصدیق کرائی جاتی تھیں۔

۶۔ اور پہلی ہی صدی میں ان مختلف کتابتوں کو ہزاروں جمیع صحابہ
کے پاس لکھی ہوئی محفوظ تھیں، جمع کر لیا گیا۔

۷۔ پھر دوسری صدی میں ان کی ترتیب وار تدوین مکمل کر لی گئی۔

۸۔ تو یہ سب کی سب سوائے چند کے، حضرت پرویز اور ان کے گرو
اور چیلے چپانٹوں کے نزدیک ہیں، سب کی سب موضوع اور
(معاذ اللہ) یہودیوں، مجوسیوں اور زندیقیوں کی لکھی ہوئی
گویا خبث باطن اپنے کا اظہار کر رہے ہیں۔

۹۔ اور جو آٹھویں صدی میں نہ جانے کس کس نے تذکرۃ الحفاظ
کے نام سے باتیں کیں۔ جو احادیث ہرگز نہیں۔ وہ بنا لیں اور
زندیق ابدی نے حدیثیں اور بالکل صحیح ؟۔

۱۰۔ عین منشاء خداوندی اور عمل رسول

۱۱۔ اور پھر چوتھی صدی کے کسی تحضری وغیرہ مصنف سے اکر
پر انحصار یقین کر کے ان اباطیل کو حدیث بنا لیا۔

۱۲۔ اور خود زندگی رسول صلعم میں، خود رسول صلعم کے ارشاد میں

لکھی جانے والی احادیث جو حقیقتاً منشائے خداوندی اور عمل رسول صلعم ہے، وہ بنا ڈالیں موضوع!!! یا للعجب احقاکران ذنادقہ کے عجیب طومار خرافات ہیں۔

اب اس کا فیصلہ میں ناظرین کرام پر ہی چھوڑتا ہوں کہ صحیح امر کونسا ہے؟ اور پرویز کس قدر، مغالطہ، فریب، دھوکہ، تحریف اور تلبیس ابلیس سے کام لے رہا ہے۔ اور اپنی شطحیات کو بھولے بھالے مسلمانوں پر ٹھونس رہا ہے۔

۱۳۔ ہم اگر قرآن و حدیث پیش کریں تو موضوع!!! (معاذ اللہ)

۱۴۔ اور خود آٹھویں صدی اور چودھویں صدی کے مصنفوں کے حوالے دے کر انھیں عین منشائے خداوندی اور عمل رسول صلعم بنا رہا ہے۔

۱۵۔ اور کہتا یہ ہے کہ قرآن کے سوا، وہ کچھ مانتا ہی نہیں۔ اور قول و عمل پرویز میں فرق یہ ہے کہ چودھویں صدی کی کتابوں کو بھی قرآن کی طرح پیش کر کے ربت پر دجل و تلبیس کے محل اٹھا رہا ہے۔

حدیث کی صحیح حیثیت

جناب پرویز نے صفحہ ۵۰ پر ایک عنوان "حدیث کی صحیح حیثیت" کا باندھا ہے۔ ہم نے بھی بعینہ اوپر یہی عنوان پسند کیا ہے

Marfat.com

ب ہم قرآن پاک سے ہی حدیث کی صحیح حیثیت پیش کرتے ہیں
ہمارے گذشتہ بیانات، اور تصریحات سے حدیث کی صحیح حیثیت
ثابت ہو چکی ہے کہ :۔

۱۔ قرآن پاک کے اصولوں کی جزئیات مقرر کرنے کا کام اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلعم کے سپرد کیا ہے جو ابدی حیثیت رکھتا ہے
۲۔ حدیث بھی "وحی" ہے۔ اور حدیث کو بھی رب العزت
نے تنزیل ہی کہا ہے۔
۳۔ حدیث کو خود قرآن نے "وحی" اور منزل من اللہ مانا ہے
۴۔ حدیث ماخذ دین ہے، اور قرآن پاک طرح ابدی ہے
۵۔ حدیث اصل میں قرآن ہی کی شاخ ہے اور قیامت تک،
حدیث کے احکام ثبت ہیں۔
۶۔ دین اسلام کا تین ثلث حدیث سے ثابت ہے، اور وہ بھی
مثل قرآن ہے۔
۷۔ مثلہ معہ، ایک حقیقت الامر ہے، اور خود قرآن سے ثابت
ہے۔

مگر اس باب میں ہم اور تفصیل کے ساتھ اوپر کی سات شقوں
کو خود قرآن پاک سے ہی ثابت کرتے ہیں بعون اللہ تعالیٰ۔
بتو فیقہٖ اور ہم صرف قرآن پاک سے اس قدر حتمی اور قطعی دلائل
دیں گے، کہ انشاءاللہ خصم کو ان کا جواب نہ بن پڑے گا، اور مسلمانوں کے
ایمان تازہ ہو جائیں گے اور منکروں کی ضلالت پر ضلالت شقاوت پر شقاوت
اور عناد پر عناد اور حسد پر حسد کی آگ اس قدر جلا ڈالے گی کہ بجز پیچ و تاب

اور کروڑھنے کے کچھ نصیب نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم)

ترجمہ: آنحضرت صلعم اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں، بلکہ ان کا بولنا بھی ایک قسم کی وحی ہی ہے

دیکھئے اس آیت شریفہ میں، اللہ تعالیٰ نے نطق نبی آنحضرت صلعم کے بولنے کو وحی فرمایا ہے

نطق کی معنی لغت عربی میں نطق اس جانی ہوئی آواز کو کہتے ہیں جو انسان کی زبان سے نکلے اور کان اسے سن سکے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن بتوں کو توڑتے ہیں انہیں کہتے ہیں مالکم لا تنطقون (قرآن) تم بولتے کیوں نہیں؟

مطلب آپ کا یہ تھا کہ یہ بے جان پتھر بول بھی نہیں سکتے، وہ خدا کیسے بن گئے؟ پھر نطق کا اطلاق صرف زبان انسان پر ہی ہوتا ہے کسی دوسری آواز پر نہیں ہوتا۔ البتہ علی سبیل التبع کبھی غیر انسان پر بھی استعمال کر لیتے ہیں

ھوی کی معنی نفس انسانی کا خواہشات کی طرف میلان رکھنا چنانچہ قرآن فرماتا ہے: اور ایسی آرزوئیں اور تمنائیں جو لذت عیش اور ذاتیات سے ملوث ہوں۔

افرءیت من اتخذ الھه ھواہ (قرآن)

اس شخص کو دیکھا جو صرف اپنی نفسانی خواہشات کو خدا بنا لے

ہوئے ہے"

یعنی ان پر ہی چلتا ہے، اور پھر فرمایا۔

ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ (قرآن)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا، جس نے اپنی خواہشات کا کہا مانا اور اللہ کی ہدایت کو چھوڑ دیا۔

بلا منکرین حدیث پر یہ آیت شریفہ بالکل صادق آتی ہے۔ ہوائے نفس کے پیچھے اندھے اور بہرے ہوئے لگے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر خود قرآن پاک بھی ان کی ہوائے نفس کے خلاف ہو تو رد کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہم نے اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں، تعدد ازدواج کے باب میں متعدد دی ہیں۔

وحی

کی معنیٰ لغت میں وحی۔ تیز اشارے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کہتا ہے:۔

فخرج علی قومہ من المحراب فاوحیٰ الیھم ام (قرآن پاک)

ترجمہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی عبادت گاہ سے نکلے اور قوم کو وحی کی، یعنی اشارے سے سمجھا دیا۔

دیکھئے یہاں، وحی کا فاعل حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔

پھر شیاطین انس اور شیاطین جن کی طرف بھی "وحی" کا انتساب کیا ہے

ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم (قرآن)

ترجمہ: شیطان (بدکار، بد باطن زندیق انسان) اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں یعنی اشارۃً یا کسی اور طریقہ سے ان میں شیطانیت ڈالتے ہیں۔

پھر اصطلاح شریعت میں "وحی" سے مراد "تہہ اشارہ" "دہ بات وہ القا" اور "وہ فہم" جو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام، منشاء خداوندی سمجھ کر اس کے مطابق نطق فرماتے ہیں، اور اس "وحی" کو الفاظ کے معنی پہنا دیتے ہیں اور پھر اسلام نے وحی کی دو قسمیں بتائی ہیں۔

ایک قسم تنزیل یعنی اللہ تعالیٰ اپنا کلام، بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام جب کسی رسول تک پہنچائے تو اسے تنزیل من اللہ کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم وحی اور جب رب العالم اپنے کلام اور منشا کا مفہوم بغیر واسطہ جبریل کسی نبی کے دل پر القا کر دے تو اسے وحی کہا جاتا ہے۔ دونوں کی مثالیں خود قرآن پاک سے سنیں۔

ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء ؕ (الشوریٰ)

ترجمہ:- اللہ جب کسی بشر (نبی، رسول) سے بات کرتا ہے تو تین طریقوں سے کرتا ہے، ایک یہ کہ کلام کرے (یعنی نبی کے دل میں ڈال دے) دوسرے یہ کہ پردے کے پیچھے سے کلام کرے (جیسا کہ طور پر حضرت موسیٰ سے کیا) تیسرے یہ کہ پیغام بھیجنے والا فرشتہ (حضرت جبریل) بھیجے پھر وہ فرشتہ منشاء خداوندی نبی کے دل میں ڈال دے۔ اب ان دونوں قسم کی "وحی" کی جدا جدا مثالیں بھی خود قرآن پاک سے سنو۔

Marfat.com

واوحینا الی ام موسیٰ (قرآن)

ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف یہ القا کر دیا (دل میں بات ڈال دی، یا سمجھا دی (کہ ایسا کرو) یہ

یہ وحی وہ ہے جو بغیر حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے ڈالی گئی

اب بواسطہ جبریل علیہ السلام والی بھی سن لو۔

او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء (قرآن)

ترجمہ:۔ یا جبریل امین بھیجکر، منشاء خداوندی رسول کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین کر لیا جائے، کہ گو اس وحی کو جو بذریعہ حضرت جبریل امین رسولوں پر بھیجی جاتی ہے، قرآن پاک نے اسے تنزیل من اللہ کہا ہے اور جو وحی بغیر ذریعہ روح القدس بھیجی جاتی ہے اسے صرف "وحی" کہا ہے مگر چونکہ دونوں کا مآل ایک ہی ہے دونوں قسم کی "وحیاں" ایک ہی نور کے چشمہ باری تعالیٰ سے صادر ہوتی ہیں، لہذا خود قرآن پاک نے بعض مقامات پر تنزیل سے مراد وحی لی ہے، اور وحی سے مراد تنزیل بھی لیا ہے۔ اور یہ خود (۲) بات کی حتمی دلیل ہے کہ وحی خود تنزیل ہو، یعنی بذریعہ روح القدس آئے یا سیدھا قلب رسول پر بغیر کسی ذریعہ کے القا ہو، دونوں کا حاصل مقصد ایک ہی ہے، اور دونوں سے اسلام کے احکام کی نص ثابت ہوتی ہے اور دونوں ہم پلہ ہیں۔ اس لئے کبھی تنزیل کو وحی سے بھی تعبیر کیا ہے اور کبھی وحی کو تنزیل سے مراد لیا ہے۔

Marfat.com

اگر یا ایک بنی سے کام لیا جائے تو ہمارے موقف کی یہ یقینی دلیل ثابت پاؤ گے

مقصد ہمارا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم پہ تنزیل کتاب ہوئی وہ ہے قرآن پاک، اور جہاں "وحی" کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد ہے احادیث نبوی یا نطق نبی علیہ الصلوات والسلام ہے آگے چل کر ہم اس پہ تفصیل سے بحث کریں گے اور اپنے اس موقف کو خود قرآن پاک سے بہ تفصیل ثابت کریں گے۔

ان تصریحات کے بعد اب آیئے اوپر والی آیت، نطق نبی صلعم کی طرف، اس آیت شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ تشریعی احکام کے لئے آنحضرت صلعم، اپنی طرف سے قطعاً کچھ بولتے ہی نہیں۔

۲۔ اور جب بولتے ہیں، تو صرف وہی نطق فرماتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے، یعنی بغیر واسطہ جبرئیل امین اور غیر قرآن آپ کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے وہی بولتے ہیں

۳۔ پھر وہ نطق نبی صلعم، جو قرآن کے غیر ہے، اسلام کے احکام کا ماخذ ہے۔

۴۔ اور وہ مثل ہی ہے۔ یعنی جس طرح احکام اسلام قرآن پاک سے ثابت ہوتے ہیں، اس طرح اس نطق نبی صلعم (یعنی حدیث) سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔

۵۔ اس طرح خود قرآن سے ثابت ہوا کہ اسلامی دین کے دو ماخذ ہیں

ایک قرآن پاک، اور دوسرا، احادیث نبی صلعم،

ایک شبہ منکرین حدیث اس آیت شریفہ کے بارہ میں اپنے ہوائے نفس یعنی بغیر دلیل یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ نطقِ نبی صلعم، قرآن ہی تھا۔ یہ بالکل غلط جھوٹ افترا اور بہتان ہے۔ ایک تو اس کی دلیل کچھ نہیں دیتے یہ زنادقہ امت ایسے ہی اپنے پاس سے دجل و فریب گھڑ دیتے ہیں، جب کہ وہ احادیث تک کا انکار کرتے ہیں تو پھر ہم ان کی ایسی ہزلیات، خرافات و ہزیان کو کیوں قبول کریں۔ کاش قرآن پاک سے ہی کوئی دلیل دی ہوتی، وہ تو عبدالشیطان قرآن پاک سے کیا دلیل دیں گے، تو ہم دیتے ہیں کہ اس نطقِ نبی صلعم سے قرآن مراد ہرگز ہرگز نہیں، اور عقلاً و نقلاً تو ہم ثابت کر ہی آئے ہیں کہ قرآن کے لئے نطق کا لفظ سارے قرآن پاک میں کہیں بھی استعمال ہرگز نہیں ہوا، حضور ؐ قرآن پاک کو انزال و تنزیل سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ نطق انسانی عوارضات سے ہے اور قرآن پاک اس سے پاک ہے۔ ہاں جب محمد عربی صلعم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو آپ پر انزال و تنزیل بھی (یعنی قرآن) بھی نازل فرمایا ہے اور ساتھ ہی آپ کی زبان مبارک کو نبوی حیثیت میں "وحی" کا حامل بنا کر، اس پاک زبان نبوی سے جو کہلوایا، اس کو نطقِ نبی سے تعبیر کر کے، دوسرے انسانوں کے نطق سے جدا کر دیا۔ خود قرآن فرماتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

(قرآن)

ترجمہ:۔ خبردار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بات کرتے ایسا مت سمجھو اپنا جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہو۔

پھر فرمایا۔

لا ترفعوا اصواتکم، فوق صوت النبی، (قرآن)

ترجمہ:۔ خبردار! اپنی آوازوں کو، نبی صلعم کی آواز پہ بلند نہ کرو۔"

نطق نبی سے مراد قرآن ہرگز نہیں، بلکہ حدیث مراد ہے

ترجمہ:۔ ہم خود اس آیت شریفہ کی تکمیل سے ہی ثابت کر دیتے ہیں کہ نطق نبی سے مراد قرآن قطعاً نہیں، بلکہ احادیث نبوی مراد ہیں۔ اسی آیت شریفہ کو اور آگے پڑھا جاتا ہے:۔

علمہ شدید القویٰ، ذومرۃ، وھو بالافق الاعلیٰ

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (النجم)

یہ سلسلہ، وما ینطق عن الھویٰ سے چلا آرہا ہے۔ پہلے وہ ترجمہ دیکھ لیں پھر اس کا ترجمہ پڑھیں

ترجمہ:۔ (پچھلا ملاکر) نبی صلعم تشریعی احکام میں اپنی طرف سے نطق فرماتے ہی نہیں۔ بلکہ وہی کچھ بولتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے! اس (نبی صلعم) کو بہت بڑی طاقتوں والے (خدائے تعالیٰ) نے تعلیم دی ہے۔ پھر وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (استوار) کی حد تک پہنچے، جبکہ وہ "افق الاعلیٰ" (اللہ تعالیٰ کی قربت میں بالکل نزدیک) تھا۔ پھر اور قریب ہوا، پھر (نبی صلعم اللہ تعالیٰ کے حضور میں) اور قریب ہوا اتنا قریب، کہ (اللہ تعالیٰ اور نبی صلعم میں) صرف کمان کے

دو چلوں جتنا فرق رہ گیا۔ نہیں، نہیں!! بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔

جب آنحضرت صلعم، حظیرۃ القدس، بارگاہ رب العرش کے حضور میں، اس کون و مکاں، زمین و زماں، حال و مستقبل رات و دن حدو محدود، ارض و سما سے پرے اور، جہاں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہی پر مار سکتا ہے، اور نہ ہی آج کے دن تک کوئی نبی مرسل پہنچا تھا، اور نہ ہی خود جبریل امین کو وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہے، جہاں صرف ایک ذات پاک باری تعالیٰ تھی۔ اور دوسری ذات پاک نبی عربی تھی، "قاب قوسین بھی ایک دوسرے کے قریب ہوگئے اور ختم المرسل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ سے بغیر واسطہ، بغیر ذریعہ، بغیر جبریل کے ہم کلام تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ (النجم)

ترجمہ:۔ (اس مقام قربت باری تعالیٰ میں) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محبوب، ختم المرسلین، نبی آخر الزماں، سرور عالمیان رحمتہ اللعالمین، سید ولد آدم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں" وحی کی جو بھی وحی کی،

اللہ اکبر! اللہ اکبر!! اللہ اکبر!!!

خفاکہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اگر ہم نے یہاں ان آیات کریمہ کی تشریح والی احادیث بیان کیں، تو منکرین حدیث کے اعصاب پر قہر خداوندی کی بسبب انکار حدیث، بجلیاں گرنے لگیں گی اور تلملا اٹھیں گے کہ تو فضل احمد

ہی۔ قرآن چھوڑ کر اب حدیثوں پر اتر آیا ہے۔ مگر ہم منکران کے لئے نہیں، مومنوں کے لئے، شمع رسالت کے پروانوں کے لئے، اسلام کے سچے فرزندوں کے لئے یہاں احادیث نبوی کے چند حوالے دیکر، پھر منکروں کی طرف آتے ہیں۔

۱۔ یہ ساری کی ساری آیت کریمہ، آنحضرت صلعم کے معراج سے تعلق رکھتی ہیں۔

۲۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ میں، حضرت ہانی کے گھر میں استراحت پذیر تھا، اور نیند و بیداری کے بین بین تھا، کہ حضرت جبریل امین آئے، اور مجھے معراج کی خوشخبری سنائی، پھر کعبۃ اللہ میں لا کر، میرے سینہ کو چاک کیا گیا، پھر اسے نور و حکمت سے بھر کر سی دیا گیا (یقین جانو کہ اگر آجکل سائنس نے آپریشن کا سلسلہ پیدا نہ کر دیا ہوتا تو منکرین حدیث جھٹ انکار کر دیتے کہ سینے کا آپریشن کر کے بھر سی دینے سے انسان زندہ کیسے رہ سکتا ہے)

پھر مجھے زمین و زماں سے بھی پرے، بالا بلند عجائبات قدرت خداوندی کی سیر کرا کر، ایک مقام پر جبریل نے کہا، کہ اب میں آگے نہیں جا سکتا، اتنے میں مجھے آواز سنائی دی کہ۔

ادن یا محمد! اے محمد قریب ہو، میں قریب ہوتا چلا گیا۔ میرے اور میرے پروردگار کے درمیان نوے ہزار الفاظ پر مشتمل باتیں ہوئیں اور یہ باتیں بغیر کسی ذریعہ، بغیر کسی واسطہ، اور بغیر کسی تیسرے کی موجودگی کے ہوئیں، اور یہ نور کے پردوں کے درمیان تھیں۔ اور وہیں پانچ وقت

Marfat.com

نماز بھی فرض ہوئی (یاد رہے کہ معراج نبوی صلعم سے پہلے تین وقتہ نماز تھی) اور یہ آتیں بھی مجھ پر وہاں ہی "خطیرۃ القدس" میں نازل ہوئیں

آمن الرسول بما انزل اللہ من ربہ ۔ الخ (الحدیث)

ہم منکرین حدیث کو اس حدیث پاک سے قائل نہیں کریں گے بلکہ خود قرآن پاک سے قائل کریں گے یہ تو ہم نے مومنوں کے ایمان تازہ کرنے کو بیان کر دیا ہے جو بعینہ قرآن کے مطابق ہے، اور قرآن پاک ہی کی تشریح ہے۔

لیجئے قرآن پاک سے ثبوت سنئے

۱۔ پہلی آیت شریفہ کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ، یہ یاد رہے کہ معراج کا قصہ ہے۔

۲۔ پھر فرمایا، ان ھو الا وحی یوحی " وہ (نطق نبی) ایک وحی ہی ہے جو وحی کی جاتی ہے۔

۳۔ پھر فرمایا، علمہ شدید القوی۔ اس (نبی آخرالزماں) کو بہت بڑی طاقتوں کے مالک اللہ تعالے نے تعلیم دی ہے یعنی سید المرسلین خاتم الانبیاء کا استاد خود رب العالم ہے، ان کا کوئی دوسرا بنی بشر استاد نہیں۔

۴۔ پھر فرمایا۔ فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ محمد عربی صلعم خطیرۃ القدس میں پہنچ کر سیدھا کھڑے ہوئے۔

۵۔ پھر فرمایا، ثم دنا پھر قریب ہوئے، فتدلیٰ پس اور قریب ہوئے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں قریب تر ہوتے چلے گئے۔

Marfat.com

۶۔ پھر فرمایا، فکان قاب قوسین۔ یعنی رب العالم اور رسول العالم کے درمیان صرف اتنا فاصلہ رہ گیا جتنا ایک کمان کے دو چلّو میں ہوتا ہے۔

۷۔ پھر فرمایا او ادنیٰ، نہیں، اس سے بھی زیادہ قریب۔ اور جب یہ نزدیکی و قربت اللہ تعالیٰ اور بندے رسول کے درمیان اس قدر قریب ہوگئی، تو اس وقت جبکہ رب کعبہ اور نبی کعبہ۔ جبکہ رب قرآن اور نبی قرآن۔ جبکہ رب اسلام اور رسول اسلام غرضیکہ حبیب اللہ اور اس کے برگزیدہ بندے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا، کوئی ذریعہ نہ تھا، کوئی حجاب نہ تھا، اور اس کا بندہ رسول عبدہ ورسولہ اس زمین و زماں، اس ارض و سما، مکین و مکان، اس وقت و عیاں، اس حال و مستقبل، الغرض اس کائنات ارضی و سماوی سے ماورا، الماورا تھے، بہت بلند، اسقدر پرے کہ جس کا بیان احاطہ قلم و ذہن و زبان و ادراک سے بھی بہت بالا ہے۔

۸۔ اس وقت تنہائی اور قربت میں، اس آن حب و خلوت میں اور اس راز و نیاز کی محفل محب و محبوب میں، اس ملاقات عبد و معبود میں، اس نیاز خالق و مخلوق میں، اس راز دارانہ خلوت و محفل دو [illegible] میں نطق نبی اور حق [illegible] کی گفتگو [illegible] رب العالمین نے جو کچھ فرمایا [illegible] [illegible]

ارشادات فرمائے، احکام صادر فرمائے، پنجوقتہ نماز فرض کی، اور بہ وحی رب العالم اور نطق نبی العالم، بہ ارشادات رب اکبر اور معروضات رسول بہ محبوں کی راز داریاں، یعنی کلام رب کائنات و نطق نبی کائنات، تقریباً نوے ہزار الفاظ میں پورا ہوا

ہمیں یقین کامل ہے کہ منکرین حدیث ہماری تصریحات سے پیچ و تاب کھا رہے ہوں گے، اور دل ہی دل میں کڑھ کڑھ کر رہ جاتے ہوں گے اور کچھ نہ بن پڑنے پر کہیں گے کہ یہ قرآن میں کہاں ہے؟ لیجئے قرآن سے سنئے، اوپر والی سات شقوں کو پھر سامنے لے آیا جائے۔ اور آٹھویں شق کا ثبوت قرآن پاک سے سنئے:۔

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ (النجم)

ترجمہ:۔ (اس شب معراج حبیب نبی العالم، اپنے اللہ رب العالم کی ملاقات کے وقت عرش بریں پر اپنے رب کے بالکل قریب تھے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد (محمد صلعم) سے وحی کی جو وحی کرنا تھا۔

ممکن ہے منکرین حدیث کو یہ ہذیان ہو کہ ان آیات کو معراج کی رات سے کیسے تعلق ہے؟ وہ بھی قرآن پاک سے سنئے

اس آیت شریفہ کے بعد، جس میں عبد و معبود، محب و محبوب، خالق و مخلوق، رسول و مرسل اور الباعث و المبعوث کے درمیان، خلوت میں راز دارانہ باتیں ہو رہی ہیں، اس کے بعد یہ آیات شریفہ ہیں، بالکل ساتھ ساتھ

۱۔ ما کذب الفؤاد ما رایٰ۔ قلب محمد صلعم نے اپنے اللہ کے ہاں عرش عظیم پر جو کچھ دیکھا، اس میں غلطی نہیں کھائی

۲۔ چونکہ کفار مکہ نے واقعہ معراج کو جھٹلایا تھا، اور کہہ رہے تھے کہ

معاذ اللہ محمد صلعم بہک گئے ہیں تو پہلے تو یہ صاف کر دیا کہ محمد صلعم بہکے
نہیں بلکہ عجائبات قدرت پروردگار کے جو اسرار دیکھے ہیں وہ سچی بیان
کر رہے ہیں اور یہ انوار و تجلیات عرش بریں پر جلوہ گر ہوئیں

۲۔ افتمارونہ علی ما یریٰ (النجم) کیا تم آنحضرت صلعم کی شب معراج
میں دیکھی ہوئی چیزوں کا انکار کرتے ہو اور ان کے بارہ میں نزاع
کرتے ہو؟
جو فرمایا

۳۔ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ تحقیق محمد عربی صلعم نے اپنے رب کو
دوبارہ دیکھا ہے۔
ناظرین کرام کو یاد رہے کہ آنحضرت صلعم کو ایک معراج اس سے پہلا
روحانی ہوا تھا۔ زمین پر جبکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
رب کو [illegible] دیکھا تھا اور اب معراج جسمانی ہوا ہے۔
پس اب محمد عربی صلعم نے اپنے رب کو عرش بریں پر ان کے انوار و
تجلیات بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ چنانچہ اس کے آگے کی آیت ہے

۴۔ عند سدرۃ المنتہیٰ (النجم) یہ دوسری دفعہ جو دیکھنا ہوا
کہ اپنے معبود و مرسل اللہ تعالیٰ کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ کے
پاس تھا۔
منتہیٰ کے معنی انتہا کی جگہ کے تو معنی ہے پرے دور
سب سے پرے جہاں جاکر کوئی نقطہ انتہا کرے ہم اردو میں
کہتے ہیں ابتدا سے انتہا تک۔
اور بعض نکتہ یہ لفظ نہی روکنا، منع کرنا، رک جانا سے مشتق ہے

اس کی معنی منع کرنے اور روکنے کے بھی ہیں تو سدرۃ المنتہیٰ کی معنی
یہ ہوئی کہ ایسی جگہ جو سب حواسوں، ادراکوں سے پرے ہو اور جہاں
کسی کا گذر روک دیا گیا، سوائے اس کے کہ اجازت انتہا مل جائے
پھر منتہی کو "ال" تعریف کے ساتھ لایا گیا ہے "جو عہد ذہنی" کے لئے
آیا ہے، لہٰذا اس سے مراد عرش باریتعالیٰ ہے مراد یہ ہے کہ وہ عرش
عظیم، جو اس کائنات و حواسات کائنات سے بالا، بلند، پرے
دور، ہاں بہت دور ہے جہاں کسی کا گذر تک نہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ
نے اپنے بندے محمد صلعم کو بلوا کر وحی کی رازداریوں سے سرفراز
فرمایا۔ چنانچہ بعد کی آیات کریمہ ہماری ان تصریحات پر دال ہیں

۵۔ عندھا جنت الماوی اذ یغشی السدرۃ ما یغشی (النجم)

ترجمہ: اس سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانک رہا تھا جو ڈھانک دیا تھا،

اللہ اکبر! سبحان الملک القدوس!! سبحان الملک الرحمان!!! دیکھیے
ملاقات عبد و معبود کو کن الفاظوں سے خود پروردگار عالم بیان فرما
رہا ہے، اسلوب ادا بھی دیکھیے اور طرز اظہار بھی، یعنی عبد محمد و
معبود اللہ کے درمیان وحی، رازداریوں کے وقت سدرۃ المنتہیٰ
طرح طرح کے جلوہ ریزیوں، نور پاشیوں، ضیاء افگنیوں اور قسم قسم
کے تجلیات ربی انوار حقانی و اسرار سبحانی سے جلوہ گر ہو رہا تھا،
اور عبد، محمد، پر محویت و محظوظیت کا جو عالم تھا۔ اس کا بیان طاقت
انسان سے باہر ہے جبکہ خود خدا بھی صرف اتنا اشارہ کر دیتا ہے
یغشی السدرۃ ما یغشی، یاں سدرہ یعنی عرش کو ڈھانک
رہا تھا جو ڈھانک رہا تھا، پھر اس عبد و معبود کی بلا واسطہ یعنی ذریعہ

گفتگو، وحی و نطق کے بارہ میں مزید تشریح بھی قرآن پاک سے ہی سن لیجیے کہ یہ سارے کا سارا واقعہ معراج کی رات کا ہے۔

۲۔ مازاغ البصر وما طغیٰ۔ نگاہ محمد عربی صلعم نے جو کچھ بھی اسرار و انوار و تجلیات و حقائق وہاں دیکھے ان کو دیکھ کر سمجھنے اور بیان کرنے میں کمی بیشی ہرگز نہیں کی، بلکہ جو دیکھا وہی جوں کا توں سنا دیا۔ ضمناً اس آیت شریفہ سے بھی احادیث نبی صلعم کا ماخذ دین ہونا ابدی ہونا، اور قیامت تک قائم رہنا نکلتا ہے کیونکہ آپ جو دیکھتے اور سنتے تھے، اپنے رب کے ہاں سے، وہ ہی کچھ سنا دیتے تھے۔

آیت کا لفظی ترجمہ یوں ہے "نگاہ نے کمی بیشی نہیں کی"

پھر واقعہ معراج کی ان آیات میں آخری آیت، اوپر والی ہماری ساری تشریحات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، ارشاد ہے

۔۔ لقد رأیٰ من آیات ربہ الکبریٰ (النجم)

ترجمہ، تحقیق محمد صلعم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں یعنی زمین پر جبریل آتا تھا، قرآن نازل ہوتا تھا، زمین پر ہی وحی بھی ہوتی تھی، یعنی احادیث کو محمد صلعم کے دل میں ڈال دیا جاتا تھا، جو سوائے قرآن تھیں، مگر حکم میں قرآن ہیں۔ زمین پر معراج روحانی بھی ہوا، مگر ان سب سے زیادہ عجائبات قدرت یہ ہے کہ

اس زمین و زماں، ارض و سما اور ساری کائنات سے بہت بلند جہاں کوئی "دوئی" یا دوسرا نہ تھا، وہاں عرش بریں پر محمد صلعم کو بلوایا گیا، جبریل امین کو بھی راستے ہی میں رک جانا پڑا، اور پھر اپنی آیات

Marfat.com

ربہ الکبریٰ، دکھائیں۔

اور ان پر مازاغ البصر کی مہر تصدیق لگادی۔

اب ذرا معراج کی سورۃ بنی اسرائیل والی آیات کو بھی یہاں ملا لو

۱۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً، من المسجد الحرام، ا
المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا(بنی اسرائیل

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات باری تعالیٰ، جو اپنے بندے (محمد صلعم) کو
رات مسجد الحرام (کعبہ) سے مسجد الاقصیٰ (سجدہ ابزدی کی آخری حد)
عرش رب العزت تک لے گیا تاکہ اللہ تعالیٰ نبی صلعم کو اپنی آیات
دکھائے۔

دیکھئے اس آیات شریفہ میں صراحت ہے کہ جب اوپر والی النجم کی
رازداریاں (وحی) عبد و معبود کے درمیان معرض وجود میں آئی ہیں
اس وقت عبد اس کا بندہ محمد صلعم اس زمین پر نہ تھا، اپنے رب
کے پاس عرش عظیم پہ تھا۔

وہاں آیت میں سدرۃ المنتہیٰ ہے، تو اس آیت میں مسجد الاقصیٰ۔
مسجد کے معنی سجدہ گاہ۔ اور اقصیٰ بالکل منتہیٰ کی طرح سب سے
آخری حد کو کہتے ہیں۔ یعنی سجدہ ابزدی کا جو انتہائی نقطہ ہو جس سے
مراد اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

المنتہیٰ میں چونکہ روکنے، منع کرنے کا اشتقاق تھا، گو مراد اس
سے بھی انتہائی نقطہ ہی لی ہے مگر اقصیٰ سے مراد صرف دور،
پرے بعید ترین ہونا مراد لیا گیا ہے۔

یہ کہ مسجد اقصیٰ سے مراد عرش عظیم ہے، اس کی تفصیلی بحث ہم

بی کتاب

"بیجہ قرآنی فیصلے" میں کر آئے ہیں جو پرویز کی کتاب "قرآنی فیصلے" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ وہاں دیکھیں۔

ان تصریحات سے یقین کے طور پر یہ امر واضح ہو گیا کہ "ان" نبی سے قرآن پاک مراد ہرگز ہرگز نہیں، بلکہ وہ احادیث صحیحہ ہیں جن سے تشریعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔

پھر یہ امر بھی دلنشین کر لیا جائے، کہ جب آنحضرت صلعم کو قرآن کے پہنچانے اور سنانے کا حکم ہوتا تھا، وہاں تلاوت کا لفظ کا استعمال ہوا ہے، یا تبلیغ کا لفظ لایا گیا ہے نطق نبی سے قرآن پاک مراد ہرگز نہیں لیا گیا، سارے قرآن پاک میں کہیں بھی، اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرو، مگر صرف قرآن پاک سے ہی۔

دیکھو قرآن پاک سے دلیل دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو صرف قرآن پاک سنانے کا حکم ہے وہاں "تلاوت" "انزال و تنزیل بلاغ و قرآۃ" کے الفاظ کا اطلاق ہوا ہے۔

پہلے "تلاوت" کا ثبوت سنئے۔

۱۔ اذا تتلیٰ علیھم آیاتنا (قرآن)

ترجمہ:۔ جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔

تشریح:۔ ظاہر ہے کہ پڑھنے والا صرف محمد نبی آخرالزماں ہی تھا، دوسرا کوئی مراد بشر نہ تھا، یہاں، آنحضرت صلعم کی تلاوت یقیناً قرآن پاک ہی تھی۔

۲۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم (قرآن)

ترجمہ: کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا
جو ان پر پڑھا جاتا ہے۔ دیکھیے ضمناً یہاں پر نزول کا لفظ بھی
قرآن پاک کے لیے آگیا ہے۔

۳۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم۔ (القرآن)
ترجمہ: کہہ دو کہ اگر اللہ کا منشاء نہ ہوتا، تو میں کبھی بھی قرآن پڑھ کر
تم کو نہ سناتا۔

۴۔ اذا تلیت علیھم آیاتنا زادتھم ایماناً (قرآن)
ترجمہ: جب مومنوں پر قرآن پڑھا جاتا ہے، تو ان کا ایمان
اور بھی زیادہ (پکا) ہوتا ہے۔

۵۔ اتل علیھم نبا ابنی آدم بالحق۔ (قرآن)
ترجمہ: ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ پڑھ کر سناؤ۔

۶۔ یتلونہ حق تلاوتہ (قرآن)
ترجمہ: وہ اسے جو پڑھنے کا حق ہے اس طرح پڑھتے ہیں۔

۷۔ ذالک نتلوہ علیک من الایات۔ (قرآن)
ترجمہ: اس طرح ہم، آپ پر آیات پڑھتے ہیں۔

کہاں تک گنتا جاؤں۔ استقصاء مقصود نہیں بتلانا یہ ہے
کہ جب آنحضرت صلعم کو صرف قرآن سنانے کا حکم ہوتا تھا، تو منجملہ
اور الفاظ کے تلاوت کے لفظ کا اطلاق ہوتا تھا، نہ کہ نطق کے لفظ کا

اب بلاغ کا ثبوت قرآن پاک سے سنئے۔

۱۔ فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب (قرآن)
ترجمہ: پس تحقیق آپ کا کام قرآن کو پہنچانا اور ہمارا کام

حساب لینا ہے۔

۲۔ ابلغکم رسالات ربی (قرآن)

ترجمہ:۔ میں تو تمہارے تک اپنے پروردگار کا کلام پہنچا دیتا ہوں

۳۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل علیک من ربک (قرآن)

ترجمہ:۔ رسول (صلعم) جو کچھ بھی آپ پر آپ کے پالنے والے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پہنچا دے۔ ان میں انزال و تنزیل بھی آ گئے

اب قرآن کا ثبوت قرآن پاک سے ملاحظہ ہو۔

۱۔ اذا قرآناہ فاتبع قرآنہ (قرآن)

ترجمہ:۔ جب قرآن پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا اتباع کرو"

۲۔ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ (قرآن)

ترجمہ:۔ ہم پڑھیں گے آپ پر تو آپ نہ بھولیں گے۔ سوا اس کے جو اللہ نے چاہا

ہمارا مقصد یہ ہے کہ نطق نبی صلعم جو اس آیت شریفہ میں ہے کہ: ما ینطق عن الھویٰ اس سے قرآن ہرگز مراد نہیں، بلکہ وہ وحی مراد ہے، جو غیر قرآن، مثلاً معاً۔ آنحضرت صلعم کے قلب مبارک پر اتاری جاتی تھی اور یہ امر ہمنے خود قرآن پاک سے ہی ثابت کر دیا ہے اور الا ماشاء اللہ کے الفاظ قرآن صاف بتلا رہے ہیں کہ قرآن پاک ناسخ و منسوخ یقیناً ہے اور مسئلہ رجم بھی اسی الا ماشاء اللہ میں شامل ہے۔

Marfat.com

اب ذرا اسکو عقلاً بھی جانچ لیا جائے۔

ا۔ کیا آنحضرت صلعم تیئس سال حیات پاک نبوت و رسالت میں صرف قرآن ہی بولتے رہے، اور قرآن پاک کے سوا اور کوئی نطق فرمایا ہی نہیں؟

یہ تو محال ہے۔ اور کوئی بھی صاحب علم و ذکا اس ہزل کو ایک لحظہ کے لیے بھی ماننے کے لیے تیار نہیں۔

لہذا ہم کہتے ہیں کہ جو نطق نبی صلعم تیئس برسوں تک بحر ضروریات میں آتا رہا، اس میں سے جس نطق سے تشریعی احکام بنتے تھے اس نطق کو اس آیۃ کریمہ میں "وحی" کہا گیا ہے دوسرے الفاظ میں، احادیث نبی صلعم کو وحی کہا گیا ہے۔

اور جو وحی ہے، وہ ابدی ہے، ماخذ اسلام ہے اور مثل قرآن ہے۔

یہاں تک ہماری پہلی دلیل پوری ہوئی کہ احادیث نبوی علیہ الصلوٰت والسلام ماخذ دین ہیں، اور مثل قرآن ہے، ہیں

دوسری دلیل

ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امراً، ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً بعیداً

(الاحزاب رکوع ۴)

ترجمہ:۔ کسی بھی مومن مرد اور مومن عورت کی یہ شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ سنادیں، تو اس کے بعد بھی لوگ اپنی ہی من مانی مانتے رہیں، لہذا جس نے بھی اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی نافرمانی کی تحقیق وہ بہت بڑی گمراہی میں غرق ہو گیا۔

اس آیۃ کریمہ سے حسب ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں

۱۔ جب اللہ تعالیٰ یعنی قرآن کسی بات کا فیصلہ کر دے تو اس کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔

۲۔ بالکل اسی طرح جب اللہ کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے تو اس کا منکر بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اللہ کے رسول کا فیصلہ لائی احادیث ہی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد کسی کو مجاز نہیں کہ چون وچرا کرے

۴۔ اللہ کے رسول کے فیصلے کے بعد بھی کسی کو اختیار نہیں کہ تیغ وتاب لائے

۵۔ جس نے اللہ تعالیٰ یعنی قرآن کی نافرمانی کی وہ بہت بڑی ضلالت میں جا گرا

۶۔ جس نے رب القرآن کے رسول کے حکم و حدیث سے روگردانی کی وہ بھی سب سے بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

دیکھیے اس آیت شریفہ میں دو فیصلے ہیں ایک اللہ کا اور دوسرا اس کے رسول کا اللہ کا فیصلہ قرآن ٹھہرا اور اس کے رسول کا فیصلہ شمار حدیث ٹھہری

اذا قضی اللہ ورسولہ کے الفاظ قرآن پاک میں [illegible] دلیل بتا رہے ہیں کہ دونوں فیصلے ایک ہی نہیں [illegible] جانتے ہیں کہ جب [illegible] درمیان میں آجائے تو [illegible] کے [illegible] اور [illegible] کے بعد [illegible] جداگانہ چیزیں ہوتی ہیں، دونوں ایک [illegible] نہیں

Marfat.com

ہوتیں ۔

مثلاً ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ

جاء زید و بکر ۔ زید اور بکر آیا ۔

تو زید و بکر دونوں ایک ختماً نہیں ہیں ۔ زید اور ہے اور بکر دوسرا

یا جب ہم کہتے ہیں کہ :۔

جئی بالرمان والتفاح ، انار اور سیب لاؤ ۔

تو "و" نے انار کو سیب سے جدا کر دیا ہے ۔

یقیناً زید بکر نہیں ، اور بکر زید نہیں ، اسی طرح ختماً انار سیب نہیں ، اور سیب انار نہیں ۔

بعینہ اسی طرح جب اللہ اور رسول کے فیصلے کے درمیان "و" آگئی تو اس نے دونوں کو ایک دوسرے سے ممیز کر دیا ۔ یعنی اللہ کا فیصلہ قرآن ہے اور رسول کا فیصلہ حدیث ہے ، اگر خود قرآن پاک سے اس کی مثالیں ہم دیں تو ہر آیت میں موجود ہیں جو ہزاروں کی تعداد تک پہنچتی ہیں ، آپ قرآن پاک کی کسی بھی ایک آیت کو لے لو ، یہ حقیقت آپ پر ظاہر ہو جائے گی کہ "و" کا اول "و" کے بعد کا دوسرا ہوتا ہے ۔

مثلاً ہم صرف ایک آیت پیش کرتے ہیں

اللہ فرماتا ہے

اقیموا الصلاۃ وآتوا الزکاۃ

ترجمہ: " نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور زکات دو "

Marfat.com

تو کیا نماز اور زکات دونوں ایک چیز کے نام ہیں؟ ہرگز نہیں،
قطعاً نہیں، ہو بہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور آنحضرت صلعم
کا فیصلہ دو جداگانہ چیزیں ہیں۔

پھر اس آیت شریفہ کا آخری حصہ ہے کہ:

"جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بہت
بڑی گمراہی میں ہلاک ہو گیا"

تو کیا اللہ کی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی ایک ہی بات ہے؟
اصلاً نہیں، ظاہر ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے مراد قرآن کی نافرمانی
ہے، اور رسول کی نافرمانی سے مقصد حدیث کی نافرمانی ہے۔
اور یہ آیت کریمہ منکرین حدیث پر حجت ہے کہ وہ حدیث کا انکار کر کے
بہت بڑی ضلالت و ہلاکت میں کھو گئے ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلات قائم کرو، آنحضرت صلعم فرماتے
ہیں کہ صلات سے مراد نماز ہے جس میں قیام ہو، رکوع ہو، سجدے
ہو، قعدہ ہو، جلسہ ہو تو جس نے بھی نماز کا انکار موجودہ صورت میں کیا،
یقیناً اس نے حدیث کا انکار کیا جو گمراہ ہوا غضب رب میں مبتلا ہوا، کیونکہ
اگر صرف لفظ صلات کو لیا جائے، تو یقیناً اس سے مراد نماز ہرگز نہیں
لی جا سکتی، اس کی تفصیل ہماری کتاب [illegible] میں کی جا چکی
ہے۔

لہٰذا یہ آیت شریفہ صاف بتا رہی ہے کہ ماخذ دین قرآن و
حدیث دونوں ہیں، اللہ اور رسول دونوں

Marfat.com

تیسری دلیل

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء رکوع ۹)

ترجمہ: قسم ہے اے محمد صلعم! تیرے پاک پروردگار کی، یہ مسلمان اس وقت تک سچے ایماندار بن ہی نہیں سکتے، جب تک اپنے باہمی معاملات میں آپ سے فیصلہ نہ لیں۔ اور جب آپ ان کو کسی بھی بات کا حکم (حدیث) سنا دیں، تو وہ اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں۔ بلکہ بجبر تسلیم و رضا بن کر آپ کے احکام (احادیث) کو مان لیں۔

دیکھئے یہ آیت شریفہ احادیث نبی صلعم پر ایک اٹل اور قطعی الدلیل ثابت ہے، اور یہاں اللہ اور رسول کی دو تابعداریاں نہیں آئی ہیں بلکہ صرف ایک رسول صلعم کی تابعداری آئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول کا حکم، ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کے معاملات میں، صرف قرآن سے ہی نہ ہوتا تھا، بلکہ آپ بذریعہ ہدایت القاء ربانی (غیر قرآن) سے بھی فیصلے دیتے تھے یہی فیصلے احادیث تھے ان ہی احادیث رسول صلعم کے بارہ میں رب العرش العظیم فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم! جب تک یہ اپنے سارے کے سارے معاملات کا فیصلہ آپ سے ہی نہ کرائیں یہ مومن ہو ہی نہیں سکتے خدارا کوئی بتائے تو کہ "آپ کا فیصلہ" یعنی وہ فیصلے جو آنحضرت صلعم اپنے نطق پاک سے سناتے تھے، جو حدیث ہے اسی مبارک اور فیصلہ حق کو اللہ تعالیٰ نے "آپ کا فیصلہ" کہا ہے۔

Marfat.com

پھر یہ تو معلوم ہی ہے اور پرویز، اس کا گروہ اور اس کے چیلے
چانٹے بھی مانتے ہیں، کہ قرآن صرف انسانی زندگی کے اصول بیان
کرتا ہے، جزئیات میں نہیں جاتا، تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے
پاس جتنے بھی فیصلے آتے تھے سب کی جزئیات یقیناً قرآن پاک
میں نہ تھیں، اور نہ ہی آج کے نئے نئے ضروریات عہد حاضرہ کے
مسائل کی ہی جزئیات قرآن پاک میں ہیں۔ تو جس طرح آج امت
کو حق ہے کہ مسائل حاضرہ کو قرآن و سنت سے استخراج و استنباط
کر کے اپنی زندگی کا معاشرہ بنائے مگر ہمارے استنباط و استخراج
میں یہ فرق ہے کہ عارضی ہے۔

غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اور صحیح ہونے کی حالت میں بھی ہمارے بعد
کے آنے والے زمانوں پر فرض نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی صوابدید پر مسائل
کو ڈھالیں گے۔

اس سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ ہم سارے دین کو ہی ڈھالتے
پھریں گے۔ ہرگز نہیں، بلکہ قرآن و سنت کے اصول و ضوابط تو اپنی
جگہ پر اٹل، ابدی اور ناقابل تغیر و تبدل دائم و قائم رہیں گے، البتہ ان
دونوں اسلام کے ماخذوں سے اگر ضروریات کے مسائل اپنی ضرورت
کے مطابق ڈھالیں تو اجازت ہے۔

یہ فرق صاف اور بین ہے کہ آنحضرت صلعم نے، قرآن پاک
کے اصولوں کی جتنی بھی ہزاروں یا لاکھوں جزئیات مقرر فرما دی ہیں،
وہ بھی سب کی سب ابدی، قطعی اور حقیقی ہیں۔ وہ بھی اصل اصول اسلام
کی ہیں اور وہ بھی اطاعت میں مثل قرآن ہی ہیں اور اگر نص قرآن ہی

فرض کیا جاتا، اور قرآنی اصولوں کی جزئیات، تعبنات، تقرراتِ معہودہ اور تحریرات کا حق آنحضرت صلعم کو نہ دیا جاتا، اور ہر شخص کی صوابدید پر قرآنی اصولوں کی جزئیات کا کام چھوڑ دیا جاتا، تو یقیناً آج اسلام اپنی اصلی صورت میں ہرگز ہرگز نہ رہتا۔ نہ نماز رہتی، نہ حج رہتا نہ روزے رہتے، نہ زکوٰت رہتی نہ توحید باری تعالیٰ رہتی، نہ آنحضرت صلعم کی ختم رسالت رہتی۔

کیا ان گروہوں کی طرف نہیں دیکھتے ہو، جنہوں نے، آنحضرت صلعم کی حدیث کو درمیاں سے نکال دیا، اور قرآنی اصولوں کو بھی خود ہی مقرر کرنے بیٹھ گئے، کیا وہ اسلام کھو نہیں چکے، ہم ان کی متعدد مثالیں دے آئے ہیں

مثلاً - اسماعیلی خوجے آغا خانی آپ کے سامنے ہیں، وہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت ختم ہو کر امام حاضر میں منتقل ہو آئی ہے آپ دیکھیے ان کے دین کو، وہ قرآنی اصولوں کی جزئیات اس طرح مقرر کرتے ہیں۔

۱۔ الصلات (نماز) سے مراد، داعی کی دعوت میں داخل ہو نا لیتے ہیں، چلو چھٹی ہوئی نماز سے قرآن کہتا رہے اقیموا الصلات "واسجدوا" "ارکعوا" "قوموا"، انہوں نے یہ سب کچھ یعنی سجدہ رکوع، قیام، قنوت عنقا کر کے رکھ دیا یہ پرویزی بھی تو یہی چاہتے ہیں مگر کھل کر سامنے نہیں آتے، اسماعیلی بھی اماموں کی آڑ میں آئے اور اسلامی بنیادوں کو منہدم کر دیا۔ یہ معاملہ ہے اسماعیلی منکرین حدیث کا۔ اور پرویزی منکرین

Marfat.com

یث قرآن پاک کی آڑ میں آتے ہیں اور قرآن کی بڑی بڑی کھودتے
۔ دیکھئے نہیں ہو پرویزی منکر کہتے ہیں کہ نماز میں ردوبدل
کی گنجائش ہے۔ پہلے منکروں نے کر دکھائی نماز ضائع یعنی داعی
دعوت میں شامل ہونا قرار دیکر نماز سے چھٹی لے لی پرویز فی الحال
زبان سے ہی زبان گوئی کر رہا ہے کہ نماز میں گنجائش ردوبدل ہے
جب کام چل گیا تو عمل کر سامنے آجائے گا۔

۔ اسماعیلی قبلہ کی طرف منہ کرنے سے امام کی طرف متوجہ ہونا
مراد لیتے ہیں، چلو کعبہ اللہ سے بھی جان چھوٹی۔

۱۔ اگلے منکرین حدیث روزے سے امام محمد بن اسماعیل مراد
لیتے ہیں، دلیل ان کی یہ ہے کہ چونکہ مسلمانی مہینوں میں
رمضان نواں مہینہ ہے، اور اماموں میں یہ نویں امام ہیں
اس لئے رمضان کے روزوں کی معنی اس امام کو مان لینے
سے چلو روزہ سے بھی جان چھوٹی؟

دیکھا آپ نے احادیث کو درمیان سے نکال کر انسان کیا کچھ
نہیں کر بیٹھتا ہے ان کی اوپر والی دلیل ... دلیل ہے ... کوئی
دلیل؟ کیوں پرویز صاحب اس بارے میں ہم آپ سے ہی فتوی پوچھتے
ہیں کیونکہ آپ نے طلوع اسلام میں ان ... غلطیاں ... لکھوایا ہے
ان سب اسماعیل کو شیر مادر کی طرح ہے ڈکار دیئے گئے ہو۔

ہے کوئی پوچھنے والا پرویز سے کہ اگر مسلمان قربانی دیں جو حق اسلام
ہے، تو اس پر اس خدمت دینے کی ... اور اسماعیلی
ظاہر ظہور نماز حج، روزہ، زکوٰۃ کو نہ صرف انکار بلکہ ان کے

Marfat.com

مفہوم کی ایسے دور از کار لئے رہے ہیں کہ جو قرآن و سنت کے
خلاف تو ایک طرف ، ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی ان کے بدیہۃ البطلان
ہونے کو جانتا ہے ۔ ان پر پرویز کے طلوع اسلام نہیں عذاب
اسلام معاذ اللہ کو سانپ سونگھ گیا ہے ۔ چپ سادھے
بیٹھا ہے ۔ اس لئے کہ ان منکروں کے دلی رجحانات کا
آئینہ دار ہیں یہ واہیات

۴ ۔ زکات سے مراد یہ اگلے منکرین حدیث یہ لیتے ہیں کہ استاد کا
شاگرد کو پڑھانا ۔

کوئی پوچھے تو بھلا رمضان کا نواں مہینہ اور نواں امام تک بندی
جڑ گئی ۔ مگر زکات اور استاد کا شاگرد کو پڑھانا تو کسی تک بندی
سے کبھی گانٹھا نہیں جا سکتا چلو زکات سے بھی جان بچی
لاکھوں پائے ۔

۵ ۔ کعبۃ اللہ سے مراد یہ لوگ آنحضرت صلعم کو لیتے ہیں ۔ چلو حج
بھی ختم ۔ پھر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آنحضرت کے دین
کو تو بنیاد سے اکھیڑ پھینکا ہے اور اس کا نام بھی لیا
جاتا ہے

ان امثلہ سے ہمارا منشا یہ ہے کہ اگر احادیث نبوی بیچ سے
نکال دی جائیں ، تو پھر اسلام اسلام رہتا ہی نہیں ۔

۶ ۔ توحید باری تعالیٰ کے بارہ میں اسماعیلی ، حلول کے قائل ہیں ۔
یہ ایک گروہ ہم نے مثال کے لئے پیش کیا ہے ، ورنہ تو جتنے
بھی گروہ ہیں انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں احادیث کی ضرورت

کو جہاں بوجھ کر ختم کر دیا وہ سب کے سب بہت بڑی گمراہی میں جا گرے ہیں۔

اب سمجھے کہ اسلام کا سب سے بڑا اصل الاصول ہے، توحید باری تعالیٰ، توحید حدیث کو درمیان سے نکال دیا تو توحید باری تعالیٰ بھی ختم۔ اور حلول کا مسئلہ گھڑ لیا یعنی اللہ تعالیٰ خود انسان کے جسم میں آتا ہے معاذ اللہ! معاذ اللہ!! معاذ اللہ!!!

آئیے پھر اصل مقصد کی طرف۔ اس آیت شریفہ میں صرف اطاعت رسول کا حکم ہے، جو لازماً حدیث ہی ہے اور اس آیت شریفہ نے اطاعت حدیث فرض کر دی۔ [illegible] آیت شریفہ میں اطاعت قرآن و اطاعت رسول کو دو [illegible] سے جدا جدا [illegible] [illegible] صرف اطاعت رسول کا ذکر ہے یہ بھی اس بات کی [illegible] دلیل ہے [illegible] جہاں جہاں بھی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول آیا ہے وہاں [illegible] [illegible] مراد ہیں۔ اس آیت کے [illegible] [illegible] جاتا ہے۔

چھٹی دلیل

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا [illegible] [illegible] اس کی طرف [illegible] اور رسول کی طرف [illegible] [illegible] رسول کی [illegible] [illegible]

تو آپ دیکھتے ہو کہ منافق آپ سے [illegible] [illegible] جاتے ہیں

یہ آیت شریفہ بھی صاف کہہ رہی ہے کہ ایک تابعداری اللہ کی ہے، اور دوسری اللہ کے رسول کی ہے، اور پھر اس آیت میں بھی صاف ہے کہ آپ کے حکموں یعنی احادیث سے صرف منافق ہی بھاگتے ہیں منکرین حدیث کے منافق ہونے پہ یہ آیت دال ہے۔

پانچویں دلیل وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء)

ترجمہ:۔ ہم نے رسول بھیجے ہی اس لئے ہیں کہ ان کی تابعداری کی جائے، اور یہ اللہ کا حکم ہے کہ رسولوں کی اطاعت کی جائے،

دیکھئے یہ آیت شریفہ رسول کی (احادیث کی) تابعداری پہ ایک قطعی اور حتمی دلیل ہے۔

دو امر تو اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ، اگر ایمان، دیانت اور مسلمانی کا کچھ ذرہ بھی کسی میں موجود ہے، تو اس آیت کے بعد اطاعت رسول، یعنی احادیث رسول سے سرتابی نہیں کر سکتا دیکھئے۔

اولاً فرمایا کہ ہم رسول بھیجتے ہیں کہ اس کی تابعداری کی جائے۔

ثانیاً اور پھر اس تابعداری رسول کے لئے اللہ ہی کا حکم ہے کہ رسول کی ضرور تابعداری کی جائے۔

ثالثاً یہ امر اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ رسول کی تابعداری فرض عین ہے ظاہر ہے کہ رسول دو باتیں تو عموماً لاتے ہیں۔

ایک تو خدا کا کلام، اس کی تابعداری میں تو کلام ہے ہی نہیں۔

Marfat.com

دوسرے اس خدا کے کلام کا منشاء و مقصد سمجھانا، مفہوم متعین کرنا۔ اس سے جزئیات مقرر کرنا، تو چونکہ رسول کا یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی رسول کے ذمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا رسول کے ان احکام کی تابعداری بھی مثل کلام اللہ ہی فرض ہوتی ہے اور حدیث رسول سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ ان ہی کو اسلام میں احادیث کہا جاتا ہے۔

یہ امر کہ خدا کے کلام کی جزئیات مقرر کرنے، اس کے متن کی شرح سمجھانے اس کے اصولوں کی تفریعات تعین کرنے اور اور اس کے مفہوم کو سمجھانے کا کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی رسول کے ذمہ ہونا، اس کی یہ آیت زبردست دلیل ہے۔

چھٹی دلیل یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا (النساء)

ترجمہ "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور اطاعت کرو رسول (صلعم) کی، اور اپنے میں سے (یعنی مسلمان) اولی الامر کی بھی، اگر کسی امر میں تنازع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کے (قرآن) سے کرو اور (اگر قرآن میں نہ ہو) رسول کی (حدیث) سے کرو، اگر تم کو تمہارا اللہ پر یوم آخرت پر ایمان ہے تو یہی بھلائی کا راستہ ہے، اور اس کا انجام بہتر ہو گا"

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

Marfat.com

۱- اطاعتِ خدا

۲- اطاعت رسول

۳- اطاعت اولی الامر، جو مسلمان ہوں؛

۴- اور اگر عامۃ المسلمین اور مسلمان اولی الامر میں کسی بات اختلاف پیدا ہو جائے، تو

۵- اس امر کا فیصلہ اللہ کے کلام (قرآن) سے اور رسول کے کلام (حدیث) سے کرو

۶- پھر ان سب امور کے ماننے کی شرط ایمان مقرر کی گئی ہے۔ یہ ایماندار آخری قطعی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے ہی کریں گے۔ البتہ بے ایمان اور منافق و منکرین رسول کے فیصلہ سے روگردانی کریں گے۔

یہ امر ذہن نشین کر لیا جائے کہ تنازع اولی الامر سے ہو سکتا ہے خدا اور اس کے رسول سے تنازع کا سوال ہی نہیں اٹھتا یعنی ہو سکتا ہے کہ اولی الامر کوئی بات ایسی کہدیں، جو عام مسلمان اسے خدا اور رسول کے فیصلہ کے خلاف سمجھیں، تو اس حالت میں آخری فیصلہ، اول تو اللہ کے کلام (قرآن) سے کیا جائے گا۔ اور اگر قرآن میں اس کا فیصلہ نہ ملے، کیونکہ قرآن تو صرف constitutional law یا Basic principles بتاتا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد کلام رسول (حدیث) سے اس کا فیصلہ کیا جائیگا۔

یہ آیت کریمہ بھی اس امر کی یقینی دلیل ہے کہ اللہ کے بعد رسول کا فیصلہ بھی (یعنی حدیث بھی) قطعی اور یقینی ماخذ اسلام ہے، اگر صرف

قرآن ہی احکام اسلام کا ماخذ ہوتا تو آیت یوں ہوتی

فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ

یعنی اگر تمہارے مابین تنازعہ ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ (قرآن) سے کرو۔

لیکن یہاں تو الی الرسول بھی آیا ہے، ظاہر ہے کہ دنیاوی ضرورت کی تفصیل قرآن پاک میں مذکور نہیں، اور اس تفصیل کا کام خود رب العزت نے اپنے رسول کے سپرد کر دیا ہے۔ اور رسول جو فیصلہ دے گا وہ قطعی ہوگا۔ اور مثل قرآن ہوگا۔ اور اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

آپ اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں کو ہی لے لو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، توحید اور ختم رسالت، ان سب کی قرآن پاک کی جزئیات ہرگز نہیں اور اگر آنحضرت صلعم ان کی جزئیات اور ان کی توضیح نہ فرماتے تو اسلام باقی رہتا ہی نہ۔ اس کی توضیح ہم پیچھے اور اوراق میں کر چکے ہیں

انا ارسلنٰک بالحق بشیراً و نذیراً

(البقرہ ع ۱۴)

ترجمہ: تحقیق ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اس آیت شریفہ میں تین باتیں علیحدہ علیحدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔

۱۔ آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے حق سے مراد قرآن پاک ہے

۲۔ آپ کو بشیر خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے ظاہر ہے کہ آنحضرت

صلعم جو خوشخبریاں سناتے تھے، وہ صرف قرآن ہی نہ تھا، بلکہ ق
سوا بھی خوشخبریاں تھیں، وہی احادیث تھیں۔

۲- آپ کو نذیر ڈرانیوالا بنا کر بھیجا، یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ
صرف قرآن پاک سے ہی نہیں ڈرایا، بلکہ قرآن کے سوا
ڈرایا وہ یہی احادیث تھیں۔

آٹھویں دلیل

وما جعلنا القبلة التی کنت علیہ
الا لنعلم من یتبع الرسول مم
ینقلب علیٰ عقبیہ (البقرہ رکوع ۱۶)

ترجمہ: اور ہم نے اس قبلہ کو بیت المقدس صرف اس
تبدیل کیا ہے تاکہ ہم جان لیں کہ رسول (محمد صلعم) کی کون تابعدا
کرتا ہے، اور کون پچھلے پاؤں ہٹ جاتا ہے۔

دیکھئے اس آیت شریفہ میں صرف اتباع رسول کا حکم ہے ا
خود رب القرآن فرماتا ہے کہ ہمارے رسول کی کون تابعداری کرتا ہے
یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اتباع رسول (یعنی حدیث) بھی فرض
عین ہے۔

نویں دلیل

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلو علیک
آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ
ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (البقرہ رکوع ۱۸)

ترجمہ: جس طرح ہم نے تم لوگوں میں، تم ہی میں سے (محمد صلعم) رسول
بھیجا جو تم پر ہماری آیات پڑھتا ہے، اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ اور
تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں ایسے امور کی تعلیم دیتا ہے،

جو تم نہیں جانتے تھے "۔

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہیں :۔

۱۔ رسول خدا صلعم اللہ کے قرآن کی مسلمانوں پر تلاوت کرتا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کو پاک کرتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کو حکمت و حدیث کی تعلیم دیتا ہے۔

۵۔ اور مسلمانوں کو ایسے ایسے امور دین کی تعلیم بھی دیتا ہے جن کا مسلمانوں کو علم نہیں "۔

دیکھئے یہ پانچ امور ایک ہی چیز نہیں ہیں اور وہی "و" عاطفہ نے سب کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔

پہلی شق سے مراد قرآن ہے باقی چاروں شقوں سے مراد حدیث ہے اور یہ آیت بھی حدیث شریف کے ماخذ دین ہونے کی بین دلیل ہے۔

اس آیت میں ہمارے اس دعوی کی دلیل بھی موجود ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو صرف قرآن ہی پہنچانے کا حکم ہوتا تھا تو تلاوت قرآن، تنزیل وغیرہ الفاظ کا اطلاق ہوتا تھا۔ دیکھئے پہلی شق میں صاف ہے کہ یتلوا علیکم آیاتنا۔ تم کو ہماری آیات یعنی قرآن پڑھ کر سناتا ہے۔ اور "وحی" سے عموماً نطق نبی یعنی احادیث نبوی مراد ہوتی ہیں۔

دوسری شق کو لیجئے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم مسلمانوں کا تزکیہ فرماتے تھے، تو یہ صرف قرآن سے

ہی نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اصول قرآن سے لے کر باقی سارے کا سارا نطق
کریم کا ہی ہوتا تھا۔ اور چونکہ تزکیہ کا حکم خود حکم ربی ہے کہ نبی مسلمانوں کا
تزکیہ کرتا ہے لہذا تزکیہ کے بارہ میں جتنے نطق ہیں آپ نے نبوت
کے سب "وحی" ہیں اور یہی وحی حدیث ہے۔

لہذا احادیث نبوی بھی یقینی اور قطعی الدلیل ہیں۔ اور یہی ہم
کہتے ہیں کہ رسول خدا تئیس برس صرف قرآن ہی نہیں بولتے رہے۔

تزکیہ کے معنی اللہ تعالیٰ کی برکت سے نمو اور زیادتی
ہونا، پاک صاف کرنا اور مراد اس سے اخلاق
حسنہ کا کامل کرنا، اور اخلاق ذمیمہ کا نکال باہر پھینکنا ہے۔

اس ہی آیت شریفہ کے بارہ میں یہ حدیث رسول نبی جو وحی ہی
آتی ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (الحدیث) میری بعثت
کا منشاء یہ ہے کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کر دوں۔

دیکھئے قرآن کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلعم پر تزکیہ کا کام رکھا گیا
ہے اور یہ بکثرت احادیث سے ہی ہوتا ہے۔

تیسری شق کو لیجئے (یہیں ہیں) آنحضرت صلعم پر تعلیم قرآن کا
فرض منصبی بھی عائد کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ
یتلوا علیکم آیاتنا، تم پر ہمارا قرآن پڑھ کر سناتا ہے، اور یعلمکم
الکتاب، تم کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

دونوں ایک چیز یقیناً نہیں یتلوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا قرآن
جوں کا توں پڑھ کر سنا دیتا ہے اور یعلمکم الکتاب کا صاف مطلب

یہ ہے کہ انہیں قرآن پاک کی باریکیاں، قرآن پاک کا فہم و تدبر، قرآن پاک
کا سمجھانا، قرآن پاک سکھلانا، قرآن پاک کے اصولوں کی جزئیات مقرر
کرنا، قرآن پاک کی تفسیر و تشریح کرنا۔ سب کے سب تعلیم قرآن میں شامل
ہیں۔ لہٰذا ہمارا مدعا قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم قرآن
کے سوا اور نطق بھی فرماتے رہے ہیں اور یہ نطق بھی [illegible]
چنانچہ یہ [illegible] کے حکم ایزدی کے ماتحت، جو بھی [illegible]
پاک کے بارے میں آنحضرت صلعم نے فرمایا [illegible]
کی جو بھی تفسیر و شرح آنحضرت نے فرمائی، اور قرآن پاک کے اصولوں
سے جتنی بھی جزئیات مقرر فرمائیں [illegible] احکام کی تشریح فرمائی
یقیناً سب احادیث ہیں، اور حقاً یہ احادیث نطق نبوی ہیں،
اور یہ نطق نبوی لازماً وحی ہی تھا [illegible] ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت
صلعم کی احادیث بھی مثل قرآن وحی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمان
[illegible]

اور آیت [illegible] قرآن کے مثل اور [illegible] بھی [illegible]
[illegible] بالکل ان الفاظ کے [illegible] عین مطابق اور [illegible] ہے [illegible]
آپ کو [illegible] جبریل کی معرفت [illegible] قرآن [illegible] اور حقاً قرآن کے
سوا بھی آپ پر [illegible] آتی [illegible] احادیث نبوی ہیں [illegible]
[illegible] ہیں۔ وما ینطق والی آیت [illegible] الدلیل ہے

لہٰذا یقیناً آنحضرت صلعم کو قرآن بھی دیا گیا اور مثل قرآن
بھی دیا گیا اور وہ ہیں احادیث نبوی [illegible] الصلوات [illegible] السلام [illegible]
والی آیت بھی اس پر دال ہے۔

چوتھی شق کہ لیجے کہ آنحضرت صلعم مسلمانوں کو الحکمت کی تعلیم دیتا ہے الحکمتہ سے یقیناً احادیث نبوی مراد ہیں خود قرآن سے سن لو۔

اذکرن مایتلی فی بیوتکن من ایات اللہ و الحکمۃ (الاحزاب)

ترجمہ:۔ اے نبی کی پاک بیویوں یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیت کو پڑھا جاتا ہے اور جو الحکمۃ کو پڑھا جاتا ہے وہ بھی یاد کرو۔

اس آیت پر ہم تفصیلی بحث تو اس کے اپنے مقام پر کریں گے یہاں چونکہ ضمناً آگئی ہے اس لئے صرف یہ بتانا ہے کہ آنحضرت صلعم کے گھروں میں۔

۱۔ ایک تو قرآن پڑھا جاتا تھا۔

۲۔ دوسرے احادیث ہی کی تعلیم تھی۔ تیسری تو کوئی بات ہو سکتی ہی نہیں۔

لہذا جب آنحضرت صلعم کے ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ خود فرمائے کہ۔

جو تمہارے گھروں میں قرآن و حدیث کا تذکرہ رہتا ہے اس کو یاد کرو اور ان پر عمل کرو۔ تو فرضیت حدیث خود بخود ثابت ہو جاتی ہے اور یہ امر بھی صاف ہو جاتا ہے کہ الحکمتہ سے مراد اس آیت میں صرف حدیث ہی ہے، یعنی وہ نطق نبی صلعم جو وحی ہے، اور قرآن کے ہم پلہ ہے۔

ایک نکتہ! تلاوت عموماً قرآن کی ہوتی ہے، اگرچہ تلک حدیث بھی مثل قرآن ہے، یہاں حدیث کو بھی تلاوت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس امر کی یقینی دلیل ہے کہ حدیث ماخذ دین اور مثل قرآن ہی ہے۔

پھر متعدد بار انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت دی یقیناً انبیاء علیہم السلام کی حکمت وہ وحی ہوا کرتی تھی جو اللہ تعالیٰ ان کو فہم کتاب اور معاملات کا صحیح فیصلہ ان کے دل میں ڈال دیا کرتا تھا۔ لہذا جب بھی حکمت کا اطلاق انبیاء علیہم السلام پر قرآن میں ہوتا ہے تو یقیناً اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کے فیصلہ، فہم و تفہیم کتاب اور شرح تفسیر کتاب ہی ہوتے ہیں اور وہ منجانب اللہ ہی ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے۔

لقد اتینا لقمان الحکمۃ (قرآن) ہم نے لقمان علیہ السلام کو حکمت دی اس "حکمت" سے قطعی طور پر حضرت لقمان علیہ السلام کے احکام و ارشادات و فیصلے ہی مراد ہیں۔ چنانچہ کبھی قرآن خود ہی اس حکمت کو "فہم" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔

ففہمناھا سلیمان (قرآن) ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو فہم دیدیا، یا سمجھا دیا۔

"حکمۃ" کی لغوی معنی و اصطلاح شریعت میں تو آپ نے اوپر کی قرآنی تصریحات سے حکمت کی معنی سمجھ لی کہ وہ القاء خداوندی یا فہم باری تعالیٰ یا صحیح فیصلہ رب العزت جو خود اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے دل، ذہن، دماغ یا فہم میں ڈال دیتا ہے جو منشاء ایزدی

ہوتا ہے اور وہ عین حکم خدا ہوتا ہے، اور عین عقل کی بات اللہ ہوتا
ہے جس سے انکار کفر کا مستلزم ہوتا ہے۔ اب "حکمۃ" کے لغوی معنی
بھی سن لیں۔

"الحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم والعقل" حکمت وہ شعور و فہم ہے
جو نظر، عقل کے ذریعہ حق بات، اللہ کا منشاء، سمجھا دے۔
لغت عربی کے بہت بڑے علامہ السدی کا قول ہے کہ حکمت
سے مراد "نبوت" ہے، حقا السدی کا قول حق ہے۔ نبوت اور
حکمت ایک چیز کے دو نام ہیں۔ ان کے علاوہ ائمہ لغت
نے حکمت کے معنی

"فہم حقائق القرآن"
"قرآن کے حقائق کو سمجھ لینا" لکھے ہیں
ان سب کا ایک ہی ہے کہ حکمت سے مراد احادیث نبوی
ہیں۔

اور پھر جب خداوند عالم نے آنحضرت صلعم پر یہ فرض منصبی
DUTY عائد کر دی ہے کہ قرآنی اصولوں کی جزئیات مقرر کریں
اور جس فہم و شعور سے آنحضرت صلعم یہ خدائی فرض ادا فرماتے ہیں
وہ بھی وحی ہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں
کو حکم دیا کہ ان کو "حکمت" کی تعلیم دو۔ یعنی احادیث کا علم
سکھا دو۔ تو چونکہ تعلیم احادیث کا فرض بھی اللہ تعالیٰ نے ہی عائد
فرمایا ہے لہذا نتیجہ صاف اور واضح ہے کہ اقوال و اعمال نبی صلعم
یعنی احادیث بھی قرآن ہی کے شامل ہیں، کیونکہ قرآن ہی نے یہ ڈیوٹی

آنحضرت صلعم پر مقرر کی ہے۔ اور اس آیت شریفہ سے کتابت حدیث کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ کیونکہ تعلیم نبوی صلعم کی حفاظت، کتابت سے ہوئی۔

پانچویں شق | اب آیئے پانچویں شق کی طرف کہ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

"اور تم کو وہ وہ باتیں بتائے دین حقائق قرآن وفہم قرآن سکھلاتا ہے، جو تم نہیں جانتے۔"

اوپر والی چاروں شقوں کی روشنی میں پانچویں شق بالکل صاف ہے کہ یہ تعلیم بھی بذریعہ احادیث نبوی ہی تھی۔ لہذا احادیث نبویہ بھی ماخذ دین و مثل قرآن ٹھہریں۔

دسویں دلیل | اذکروا نعمت اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ الآیۃ

ترجمہ:۔ (اے مسلمانو) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس کو بھی جو تم پر الکتاب (قرآن) نازل فرمایا اور اس کو بھی جو حکمت (یعنی احادیث) نازل فرمائی اور اس کی ہی ذریعہ نصیحت کرتا ہے

تشریح:۔ اس آیت شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

۲۔ مسلمانوں پر الکتاب قرآن کا نزول ہوا

۳۔ مسلمانوں پر الحکمت یعنی حدیث کا نزول

۴۔ اور ان دونوں پر عمل کرنے کی نصیحت یاد دلائی

پہلی شق | ہیں عام نعمتیں ہیں، قرآن، رسول، یعنی حدیث، اور دنیاوی و آخروی انعامات

دوسری شق | ہیں قرآن پاک کا خاص ذکر، جو پہلی شق کے عموم میں بھی شامل ہے۔

تیسری شق | ہیں الحکمت یعنی رسول اور احادیث رسول کا خاص ذکر جو پہلی شق میں بھی موجود ہے۔

چوتھی شق | ہیں الکتاب اور الحکمت پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمادی

نہایت باریک نکتہ | ظاہر ہے کہ الکتاب (قرآن) اور حکمت (حدیث) دو علیحدہ چیزیں ہیں مگر چوتھی شق میں، الکتاب اور الحکمت کو واحد کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے، یعنی یعظکم بہ، ای پر عمل کی نصیحت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ یعظکم اللہ بہما۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں پر یعنی قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی تاکید فرماتا ہے پھر ضمیر کا مرجع ہمیشہ اقرب ہوتا ہے۔ عربی اصولوں کے مطابق بہ سے مراد الحکمت (حدیث) ہونی چاہئے۔

مگر چونکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ قرآن وحدیث ایک ہی چشمہ کی دو شاخیں ہیں اور دونوں وحی باری تعالیٰ ہیں اور دونوں حکم میں ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے تثنیہ کی بجائے دونوں کو ملا کر اصل حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس ایک ہی سرچشمہ ایزدی کی نصیحت ہے۔ اور یہ آیت شریفہ اس امر کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث

Marfat.com

حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ وہ بذریعہ حضرت روح القدس وحی ہوا یعنی قرآن، اور یہ سیدھا بلا واسطہ د آنحضرت صلعم کے دل پر خداوند عالم کی طرف سے وحی ہوئی۔ یعنی حدیث، اس لئے پہلے دونوں کو دو جداگانہ نام دیئے۔ یعنی الکتاب اور الحکمت، اور پھر چونکہ دونوں اصولاً ایک ہی ہیں، لہذا لفظکم یا صیغہ واحد کے ساتھ تعبیر کر دیا کہ کیونکہ اصل میں دونوں ایک ہی ہیں لہذا اس کی واحد نصیحت کرتا ہے کے الفاظ کا اطلاق کیا۔

یہ آیت کریمہ ہمارے موقف کی ایک اٹل اور ناقابل تردید دلیل ہے ہم یہاں جملہ معترضہ کے طور پر یہ گذارش کریں گے۔ کہ ہمارا چونکہ ایمان، صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عربی نبی آخرالزماں پر ہے، ان دو اسلام کے ماخذوں کے سوا ہم مانتے ہی نہیں، الا بھما۔ لہذا اگر ہمیں یہ قرآن سے ہی ثابت کر دیا جائے کہ حدیث ایک عبث امر ہے (معوذ اللہ)، تو خدا را ہمیں یا ؤ ے کنے ے تو کاٹ نہیں کھایا کہ ہم خواہ مخواہ اپنے پر الکتاب کے سوا دوسری چیز بھی گوارا کر لیں، ہم تو خود ایک آزاد منش ہیں ہر تکلیف سے آزادی چاہتے ہیں، صرف قرآن پر ایمان لانے سے ہماری زندگی کے بہت سے احکام ساقط ہو جاتے ہیں۔ ہم نماز کو اپنے نہج پر ڈھال کر نماز سے اچھی طرح سکتے ہیں۔ جیسے کہ دوسرے گروہوں نے حاصل کر لی، جو احادیث کے منکر ہیں یا روزوں کو اپنے طریقہ پر توڑ مروڑ کر، چودہ چودہ گھنٹوں تک کی بھوک کی وبا ی سے چھوٹ سکتے ہیں۔

یا حسین ترین عورتوں کے حسن و نغمہ سرائیوں سے تمتع حاصل
ہیں مگر چونکہ ہمیں خود قرآن بتلا رہا ہے کہ ان احکام کی صحیح صورت و
جو نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دی ہے، ا
لئے ہم ان امور کو اپنے پر فرض کئے ہوئے ہیں کیونکہ اگر حدیث
درمیان سے نکال دیا جائے، تو ہر فرد بشر، ہر کس و ناکس، ہر بد
زندیق کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ قرآن کے اصولوں کو اپنے اپنے مزاج
ہوائے نفس، آرائے شیطانی کے مطابق ڈھال لے، اور سو

کے سارے کے سارے احکاموں سے مادر پدر آزاد ہو جائے۔ بالخصو
جبکہ ہم حدیث کے ادنیٰ خادم و عالم ہونے کے ساتھ لکھ پتی مالدار بھی ہ
مگر جب قرآن ہی سے یہ حقیقت الامر پاتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ
قرآن کے مثل دیگر احکام خداوندی بھی ہیں جو وحی ہیں اور بذریعہ احادیث
لے گئے ہیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے ہیں آؤ! قرآن پاک سے ہی ثابت
کر دو تو ہم تمہارے ہمنوا بن جائیں گے اور اگر ایسا نہ کر سکو، اور قیامت
تک نہ کر سکو گے، تو خدا کے غضب سے ڈرو اور اسلام کو ویسا ہی ما
جیسا کہ خود قرآن نے کہا ہے اور جیسا کہ چودہ سو برسوں سے
مسلمان تواتر و تسلسل کے ساتھ مانتے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہ امر کہ سا
کی ساری امت گمراہی پر اجماع کرے خود قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن
صاف کہہ رہا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ساری کی ساری امت گمراہ ہو
نہیں ہو سکتی لیجئے خود قرآن سے سنئے

گیارہویں دلیل

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ
ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ ونصله

وساءت مصیرا (النساء رکوع)

ترجمہ: اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے لیے کہ ہدایت ہو چکی
مسلمانوں کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستہ پر چلا تو ہم بھی اس کو
گمراہی پر چھوڑ دیں گے اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے
ت برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل احکام ثابت ہیں:

جس نے رسول کی مخالفت کی یعنی احادیث رسول کو نہ مانا تو وہ یقینا

ہے۔

اور جس نے مسلمانوں کی متفقہ راہ کے سوا دوسری راہ اختیار کی
دوزخی ہے۔

یعنی جس راستہ پر مسلمان روز اول سے لے کر آج تک متفق و متحد
آ رہے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ سے لے کر آج
۱۳ صدی تک سب کے سب مسلمان احادیث نبوی پر عمل کرتے
آ رہے ہیں، حدیث کو دینی حجت دینی اور ماخذ دین مانتے چلے
آ رہے ہیں مگر اس زمانہ میں پیدا ہونے والے گمراہ کن لوگ
منکرین، مثلاً جیسا کہ آج کل امت مسلمہ میں صرف اسلم جیراجپوری
اور اس کا شاگرد چیلا پرویز ہی ہیں۔

چونکہ چلے جا رہے ہیں، تو یہ کچھ نقصان نہیں کر سکتے چونکہ
پاکستان کی حکومت غیر دیندار ہاتھوں میں ہے۔ وہ ان کو بچائے
رکھتے ہیں۔ ورنہ ان کو یہ مجال نہ ہوتی جب اسلم جیراجپوری
ہندوستان کی شاہی حکومت ہی ہے تو وہ حکومت چلا رہی۔

ہے کہ مسلمانوں کے دین کو بگاڑ دیا جائے۔ اور انہیں ہندو
ہندو بنا لیا جائے۔

سو سوائے ان چند معدود شرذمہ قلیلہ کے سارے
کی ساری امت روزِ اول سے اسی بات پر اجماع کئے ہوئے
ہے، اور تواتر و تسلسل کے ساتھ احادیث نبوی پر ایمان رکھتی
چلی آرہی ہے، اور حدیث کو ماخذِ دین مانتی چلی آرہی ہے اور
اس کو مثل قرآن مانتی چلی آرہی ہے۔

مگر آج چودہویں صدی میں، ایک چند زندیقوں کی چوکڑی اٹھی
ہے، اور وہ انکار حدیث کرتی ہے۔

تو کیا یہ آیت شریفہ مسلمانوں کے اجماع پر ایک حتمی اور قطعی طور
پر یقینی دلیل نہیں، کہ جس راستہ پر مسلمانوں کا جم غفیر اور سوادِ
مجتمع ہو جائے وہ بھی عین منشاء خداوندی ہی ہوتا ہے، اور عین حکم
قرآن ہے۔ اور عین عمل رسول۔ اب آج مسلمانوں کو جتنے بھی فرقوں گروہوں
کا نام دیدو، دے سکتے ہو، مگر سب کے سب مسلمان گروہ اور جماعتیں
احادیث نبوی پر ایمان رکھتی ہیں۔ ہاں یہ فرق تو ہو سکتا ہے کہ احادیث
صحیحہ کے تعین میں کونسا گروہ کس طریقہ پر مانتا ہے، اور دوسرا کیا معیار
رکھتا ہے، مگر نفس حدیث سے کسی بھی ایک گروہ کا انکار ہرگز ہرگز نہیں
ان گروہوں سے ہماری مراد مسلمان گروہ ہیں اس امر پر ہم احادیث صحیحہ
کے باب میں سیر حاصل بحث کریں گے کہ نفس حدیث سے یہاں پر کسی
گروہ کو اختلاف ہرگز نہیں ہاں معیار صحت پر اپنے کلام سے مگر ایک
کوئی مسلمان نہیں جو یہ کہے کہ حدیث تو سارے کا سارا دفتر ہی

Marfat.com

کمالی اطاعت ہے (معاذ اللہ)

لہٰذا یہ آیت اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ جس امر پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہو جائے، وہ بھی عین منشاء خداوندی ہی ہے۔ آپ منکرین حدیث سے فروعات میں تو چند بے معنی و بے اثر اختلافات بتا سکتے ہیں۔ مگر کوئی ایسی مثال نہ دے سکیں گے کہ کسی بھی مسلمان جماعت نے احادیث نبوی کا انکار کیا ہو۔ لہٰذا بحکم قرآن مسلمانوں کا یہ بات پر اجماع کہ احادیث نا قابل تردید ہیں یہ عین حکم قرآن ہے۔

عین منشاء خداوندی ہے، عین عمل رسول ہے، عین اسلام ہے مسلمانوں کے اجماعی راستہ کو چھوڑ کر اپنا جہنمی اور دوزخی راستہ وہ یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں۔ بلکہ قرآن فرما رہا ہے

۱۔ تیسرا حکم جو آیت مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ۔

جس نے مسلمانوں کی متفقہ اور اجماعی راہ کے سوا دوسری راہ اختیار کی، ہم بھی اس کو اسی پر چلنے ہی دیں گے اور آخر کار جہنم کا ایندھن بنائیں گے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منکرین حدیث کبھی سیدھی راہ پا سکتے ہی نہیں۔ ہم ان کو قرآن پاک سے ہی ہدایت نہ دیں گے وہ جنگل والوں کی طرح کبھی نہ مانیں گے۔ لہٰذا ہم اس امر سے تو مایوس ہیں کہ پرویز یا ان کے چیلے چانٹے مومن بن جائیں، مگر جتنی مومنوں سے توقع ہے کہ وہ ہماری قرآنی تصریحات سے ایمان تازہ کریں گے کسی بھی زندیق و ملحد و منافق کی باتوں کا دھیان نہ دیں گے بلکہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھیں گے۔

Marfat.com

لکھنے کے سلسلے ایک بات یاد آگئی، وہ یہ کہ حقیقت می
اور اس کے چوکڑی والے اصل میں کمیونسٹ ہیں۔ اور کمیونس
کا کام یہ ہے کہ
آج کل لوگوں نے خدا کو اور دین سے مذہب یعنی اسلام کو
خدانخواستہ اگر مسٹر پرویز یا ان جیسے چند نظریہ
اپنی صورت کو سامنے آتے ہیں، تو مسلمان ان کو ... اور
سنت رسول کی طرح لگا کر پھینک دیں گے اور ان کی
ان کے منہ پر دے ماریں گے اس لئے یہ زندیق قسم کے
قرآن کی آڑ میں چوروں کی طرح چھپا کرتے ہیں۔ اور
قرآن بگاڑ کر تلبیس ابلیس سے قرآن ہی کی جڑ لگاتے ہیں
شبہ ہے کہ جب خود اللہ تعالیٰ کا کلام، قرآن بھی ان کی نفس
کے مطابق ہوتا ہے۔ تو خود قرآن میں تحریف و تلبیس ابلیس کر
باطل الحیل قرآن کو بھی رد کر دیتے ہیں اس کی تفصیل کے لئے ہما
کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" دیکھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ روز اول سے لیکر مسلمان سچے پکے مو
مسلمان اس بات پر اجماع کئے ہوئے ہیں کہ احادیث نبوی
ماخذ دین ہیں اور عین قرآن ہیں اور اوپر والی آیت اس امر کی
دلیل ہے کہ جس راستہ پر مسلمان ہزاروں برس سے چلے
ہیں دین حق ہے۔ وہی عین منشا خداوندی ہے وہی عمل رسول
اور یہ تواتر و تسلسل سے ثابت ہے۔

بارہویں دلیل۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعو

يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم (آل عمران ۳)

ترجمہ:- اے محمد صلعم! کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

یہ آیت شریفہ بھی آنحضرت کی اطاعت پر نص قطعی ہے۔ اور یہ اطاعت، اطاعت حدیث ہی ہے کیونکہ فاتبعونی یعنی میری اطاعت کرو کے الفاظ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں اتباع رسول سے مراد حدیث ہی ہے۔ قرآن اپنی جگہ پر علیحدہ ہے ہی اور یہاں اگر صرف قرآن پاک کا اتباع مطلوب ہوتا تو یہاں اتبعوا ما انزل اللہ وغیرہ یا ان کے الفاظ آتے ہیں۔ مگر چونکہ خود آنحضرت صلعم ہی متبوع ہیں اس لئے اس آیت میں صرف اتباع نبی آخر زمان کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس قدر تاکید کے ساتھ کہ سوا اتباع نبی یعنی حدیث نبی کی تابعداری کے سوا اللہ تم سے محبت نہ کرے گا نہیں۔ اللہ کی محبت کو آنحضرت صلعم کی حدیث کی تابعداری سے مشروط کر دیا۔

کیا انہیں دیکھتے ہو کہ اقوام عالم اہل کتاب تابعداری کرنا چاہتی ہیں مگر آنحضرت صلعم کو نہیں مانتیں تو وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہاں سوائے اتباع نبی آخر زمان کے مردود و مطرود ہیں۔ چنانچہ
اس آیت کریمہ سے حسب ذیل امور قطعی طور پر ثابت ہیں۔

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو

۲۔ اتباع محمد عربی صلعم کرو۔ یعنی احادیث نبوی پر ایمان لانا ماننا اور ان پر عمل کرنا اور انہیں جزو دین سمجھنا۔

۳۔ تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

نتیجہ بالکل صاف ہے کہ آنحضرت صلعم کا اتباع نہیں ہے، یعنی احادیث نبوی پر عمل نہیں ہی تو اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز محبت نہیں کرے گا ظاہر ہے کہ اتباع نبی سے مراد اتباع قرآن لینا، اس آیت میں سخت قسم کی جہالت و گمراہی ہے، ہاں جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ قرآن پاک بھی متبوع ہے، مگر اس آیت میں صرف اتباع محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اور جب کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کی تابعداری خود قرآن سے ثابت ہے تو یہ امر اس بات کو مستلزم ہے کہ احادیث نبوی بھی وحی ہی ہیں اور حکم میں مثل قرآن ہیں۔

تیرھویں دلیل

ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین (آل عمران ع)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم اس پر ایمان لائے جو آپ نے نازل فرمایا ہے۔ اور رسول کی تابعداری کی۔ پس ہمیں تصدیق کرنے والوں میں لکھ۔

یہ آیت شریفہ بھی بتا رہی ہے کہ تنزیل، تو متبوع ہے ہی مگر تنزیل کو لانے والا رسول بھی متبوع ہی ہوتا ہے۔ رسول صرف نامہ بر نہیں ہوتا، جیسا کہ منکرین حدیث لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ خود پیغامبر کے لفظ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ رسول اور پیغمبر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پیغامبر کا معنٰی صرف نامہ بر ہوتا ہے رسول کو پیغامبر کہنا غلط ہے۔ رسول کے صرف دو نام ہوتے ہیں ایک رسول۔ دوسرا ہی ذاتی نام کے سوا اور پیغامبر فارسی کا لفظ

Marfat.com

ہے جو رسول یا نبی کی جگہ استعمال کرنا سخت نادانی و جہالت ہے اس کی مفصل بحث تو ہم اس مقام پر کریں گے جہاں خود اس منکر حدیث نے آنحضرت صلعم کو پیغامبر بنا کر زندیقیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ نبی یا رسول کے لئے پیغامبر کا استعمال قطعی غلط ہے۔ اور یہی احادیث نبوی کے انکار کی ابتداء ہے۔

"پیام بر" یا "پیغامبر" جو "پیغمبر" بھی کہا جاتا ہے یہ تینوں الفاظ ان ہرکاروں یا چٹھی رسانوں کے لئے بنے ہیں جو پوسٹ اور ٹیلیگراف کے زمانہ سے پہلے حکومتیں رکھتی تھیں یا احباب کو خطوط لکھ کر پیامبر کو دیتے تھے جاؤ فلاں شخص کو دے آؤ۔ تو وہ پیغامبر یہ مکتوب لیکر وہاں پہنچ آتے تھے۔ اور بس۔ ان کا کام صرف مکتوب کو مکتوب الیہ تک پہنچانا ہوتا تھا۔

تو ان پیغامبروں کا کام تو صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ چٹھی رسانی کر دینا اور بس۔ مگر منکرین حدیث نے کمال عیاری و اہلیت سے ان ہی ناموں کو رسول اور نبی کا مترادف بنا دیا بغیر کسی دلیل کے اور دنیا کو دھوکہ دینا شروع کر دیا کہ دیکھو۔ محمد تو بس پیامبر ہی تھا۔ یعنی صرف قرآن لے آیا۔ اور امت کو دے گیا۔ اور رسول کا کچھ کام نہیں یہ اتنا بڑا فریب ہے۔ اتنا بڑا دجل ہے اور اتنا بڑا مغالطہ ہے زندیقیت کا کہ اس سے زیادہ باریک۔ لطیف دھوکہ ہو سکتا ہی نہیں۔

بیشک آنحضرت صلعم قرآن لائے۔ مگر قرآن پاک تعریف بر کرتا ہر سورت اور ہر جملہ کے بعد پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ۔

Marfat.com

.. رسول صرف پیامبری نہیں۔ بلکہ قرآن کے ساتھ ساتھ رسول
کو .. الحکمت " بھی دی گئی ہے " البیات " بھی دی گئی ہیں۔ " البینت
بھی دی گئی ہے ، " الرسالت " بھی دی گئی ہے . " حکم " بھی بنا کر بھیجا
گیا ہے . " مبعوث " بھی ہے .. رحمت اللعالمین " بھی ہے " مذکر " بھی
ہے ، " ذکر " بھی ہے " البشیر " بھی ہے " نذیر " بھی ہے " سراج
بھی ہے " منیر " بھی ہے . " شاہد " بھی ہے ، " داعی " بھی ہے " مبلغ " بھی
ہے ، " معلم " بھی ہے " سپہ سالار جنگ " بھی ہے " نجح " بھی ہے
" استاد قرآن " " یعلمکم الکتاب " بھی ہے " استاد حکمت " بھی ہے
" تلمیذ رحمانی " بھی ہے " مذکی " بھی ہے اور معلم مالم تکونو تعلمون
بھی ہے " واعظ " بھی ہے " صاحب تذکیر " بھی ہے صاحب قاب قوسین
بھی ہے ، " ناطق وحی " بھی ہے " مفسر قرآن " بھی ہے ، " مفہم قرآن " بھی
ہے " شارح قرآن " بھی ہے " شارع قرآن " بھی ہے " مبین قرآن "
بھی ہے ، " حافظ قرآن " " المعلم " بھی ہے " مفصل قرآن " بھی ہے .
" مدثر " بھی ہے ، " مزمل " بھی ہے . " مقسم بہ ذات خداوندی " بھی
ہے ، " صاحب خلق عظیم " بھی ہے " قاری القرآن " بھی ہے " مظہر الدین "
بھی ہے ، " قلب رسول ذات خداوند کا پرتو " بھی ہے ، " الحق "
بھی ہے ، " مبعوث بالحق " بھی ہے " النور " بھی ہے " حجۃ " بھی ہے
" برہان " بھی ہے ، " حاکم شریعت " بھی ہے " ہادی " بھی ہے ،
" مہدی " بھی ہے ۔ (روافض والا مہدی نہیں) بھی ہے " رسول
العالم " بھی ہے " مہبط وحی " بھی ہے " مہبط قرآن " بھی ہے " عزیز "
بھی ہے " رؤف " بھی ہے " رحیم " بھی ہے " خلیفۃ اللہ فی الارض "

Marfat.com

بھی ہے "حاکم اسلام" بھی ہے "مقنن" بھی ہے "دستور ساز"
بھی ہے "مبعوث للعالمین" بھی ہے "ختم الرسل" بھی ہے "حرام و حلال
کا مقرر کرنے والا" بھی ہے "مصطفیٰ" "مصطفیٰ" بھی ہے "مجتبیٰ" بھی ہے "مطاع"
بھی ہے "صاحب معراج" بھی ہے "صادق الفواد" بھی ہے "صادق البصر"
بھی ہے "مصدوق الرؤیا" بھی ہے "رائی آیات ربہ الکبریٰ" بھی ہے
"حبیب" بھی ہے "اولی بالمومنین" بھی ہے "صاحب الافق المبین" بھی ہے
"صاحب مرضات اللہ" بھی ہے "آمر بالعدل" بھی ہے "مشروح الصدر"
بھی ہے "صاحب الکوثر" بھی ہے "مکتوب فی التورات والانجیل" بھی ہے
"صاحب اطیعوا الرسول" بھی ہے "اسوۂ حسنہ" بھی ہے "قاضی اسلام"
بھی ہے "نافذ قوانین اسلام" بھی ہے "واجب الاطاع" "باذن اللہ" بھی ہے
"فاتح" بھی ہے "امین" بھی ہے "شفیع" بھی ہے "حبیب" بھی ہے "مرتضیٰ"
بھی ہے "صادق" بھی "مصدوق" بھی ہے "مطہر" بھی ہے "آمر" بھی ہے
"ناصح" بھی ہے "داعی" بھی ہے "نہار" بھی ہے "حق" بھی ہے "تالی" بھی ہے
"طبیب" بھی ہے "طاہر" بھی ہے "مبین" بھی ہے "اسد" بھی ہے "منصور" بھی
ہے "حافظ و نگہبان" بھی ہے "رحمت" بھی ہے "کریم" بھی ہے "عین اللہ"
(اللہ کی آنکھ) بھی ہے۔

الغرض کہاں تک گنواتا جاؤں، اپنے مولا، سردار خاتم النبیین محبوب
رب العالمین کی صفات، ہم نے یہ صفات صرف قرآن پاک سے بیان
کی ہیں، جو خود رب العرش العظیم نے آنحضرت صلعم کو عطا فرمائی ہیں۔
اور اگر ہم احادیث سے، جو خود بھی وحی ہی ہے، بھی گنانے لگیں تو ننانوے
صفاتِ آنحضرت صلعم وہاں موجود ہیں، مگر چونکہ ہمارا یا لانکر ہیں حدیث

سے پڑا ہے، اس سے ہم صرف قرآن پاک کے عطا کردہ اختیارات نبوی
پر ہی اکتفا کرتے ہیں، بیان استقصا مراد نہیں یعنی جمیع اختیارات نبوی
نہیں شمار کئے ورنہ پچاس صفحات کی، صفات نبوی علیہ افضل التحیۃ
والتسلیم کی فہرست موجود ہے۔

تو کیا، جس رسول اعظم، رسول آخر، اور ناطق قرآن کو اتنے
اختیارات خود قرآن عطا فرمائے، وہ صرف پیامبری ہوتا ہے؟

اب ہم ایک ایسی آیت شریفہ پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلعم کے ان
سب صفاتوں کی مرکز، اور کوزہ میں دریا بندی کے مصداق و مصدق و
مؤید ہے۔ لہذا آنحضرت صلعم کے متعلق یہ غلط انتساب کرنا کہ وہ صرف
پیامبر یعنی چھٹی رساں تھے قطعاً غلط اور حتماً دجل ہے جو دشمنان
رسول نے، من گھڑت بہتان باندھا ہے، نبی آخر الزمان صلی اللہ
علیہ وسلم پر۔

اب وہ آیت شریفہ بھی ملاحظہ ہو، جو ان سب صفات نبوی کی
واحد حامل ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:-

چودھویں دلیل

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (الضحیٰ)

لفظی ترجمہ:- "اور جلد ہی تیرا پالنے والا تجھے
(اختیار، رحمت وعنایت ایزدی) دے گا کہ، تو خوش ہو جائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ:- تیرا پاک پروردگار خود تیری رضا چاہتا ہے۔"

اس آیت کے ترجمہ کو شاعر اسلام، حضرت اقبال نے یوں ادا
کیا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ چیدہ چیدہ مقامات پر اقبال کو مرشد، سمجھے لائے ہیں، کہ پرویز فکر اعظم، اقبال کا مداح ہے۔

تو جب رب العالمین کو خود رحمۃ اللعالمین کی رضا جوئی مقصود ہے تو ایسی ذات پاک کو پیامبر، صرف پیامبر، یعنی چٹھی رساں کہا جا سکتا ہے۔؟

لہٰذا ہمارے تو ایسے تصور سے بھی پاپ تک کانپ اٹھتے ہیں۔

لطیف ترین نکتہ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجسمہ قرآن ہیں۔

قرآن، قرآن ساکت ہے، اور محمد صلعم قرآن ناطق ہیں، وحی، رسالت، نبوت اور تنزیل، یعنی قرآن حقیقت میں ایک ہی سرچشمہ ابدی کی مختلف تعبیریں ہیں، اسی لئے محمد عربی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو شارع قرآن بنا کر بھیجا ہے اور ایزد متعال نے اپنے کلام میں صرف اصولوں کو بیان کرکے، باقی سارے کے سارے احکام شریعت آنحضرت صلعم کے سپرد کر دیئے ہیں اور وما ینطق عن الھویٰ، کی صفت باری تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو متصف کر دیا تھا۔ اور رب العرش العظیم نے اپنا منشا، اور مقصد و مطلوب آنحضرت صلعم کی زبان پر جاری کر دیا تھا اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کہا اور نبی آخر الزماں کے نطق مبارک کو اپنی وحی کہا۔ لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر تشریعی قول و فعل، خود

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی کا ہے

اس لئے نتیجہ فرما دیا کہ :-

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (قرآن)

.. یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے وہی عطا کرے گا جو تیری رضا ہوگی -

اللہ اکبر! اللہ اکبر!! اللہ اکبر!!! سبحان اللہ، محمد کی رضا اللہ کی رضا، اور اللہ کی رضا محمد کی رضا ۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے، کوئی ملا نہیں کہہ رہا ہے فضل احمد نہیں کہہ رہا ہے، تو کیا ان تصریحات قرآنیہ کے بعد بھی، کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے - کہ احادیث نبوی علیہ الصلوات والسلام بھی ماخذ دین ہیں؟! اور رسول کا فرمودہ یعنی احادیث عین فرمودہ خداوندی ہے -

منکرین حدیث کے لئے ہم تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ :-

چہ بے خبر ز مقام محمد عربیست !

مسلمانو! خداوند عالم، اس دور ظلمت و فتنہ و فساد الحاد و زندیقیت و بے دینی میں تمہارا ایمان سلامت رکھے، آمین!

کیا اس ذات پاک رسول کو محض پیامبر کہنا صحیح ہے! ہرگز نہیں!! قطعاً نہیں!!!

پندرہویں دلیل

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ، ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ، ولکن کونوا ربانیین (آل عمران)

ترجمہ :- کسی بشر کی یہ شان نہیں، کہ اللہ تعالیٰ اس کو الکتاب دے اور الحکم دے، اور "النبوت" دے تو وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ

Marfat.com

کہ میرے بندے بن جاؤ (ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں) کہ ربانی
یٰ اللہ والے بن جاؤ۔

اس کے لیے، اس آیت شریفہ میں حسب ذیل امور ثبت ہیں:

۱۔ رسول کو الکتاب دی جاتی ہے
۲۔ الحکم بھی دیا جاتا ہے۔ اور
۳۔ النبوت بھی دی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ الکتاب، الحکم، اور النبوت، تینوں ایک چیز کے نام ہرگز نہیں۔

الف:۔ بلکہ الکتاب سے مراد، قرآن، یا وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے رسول پر بذریعہ جبریل بھیجتا ہے۔

ب:۔ اور "الحکم" سے مراد وہ اختیار و دستور سازی قانون سازی ہے جو وہ "الکتاب" کے سوا، اس منشاء خداوندی سے بناتا ہے جو اسے بغیر واسطہ اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے۔ اور اس "الحکم" سے مراد، رسول کے وہ فیصلے قضایا اور احکام ہیں جو وہ غیر از تنزیل، القاء ربانی و فہم ایزدی سے صادر کرتا ہے، جو حتمی طرح احادیث رسول ہی ہیں۔

ج۔ اور "النبوت" سے مراد، وہ غیب کی خبریں، اور وہ منشاء خداوندی ہے جو نبی کو وحی کے طور سے خود باری تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتا ہے۔

ہمارے اس معاملہ سے کہیں غلط فہمی نہ پیدا کر لی جائے کہ ہم کسی نبی یا رسول کو غیب داں سمجھتے ہیں۔ ہرگز نہیں غیب داں تو صرف

Marfat.com

باری عزاسمہ ہے مگر ہاں بسا اوقات جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے بر
رسول پر غیب کی بعض باتیں بھی افشار کرتا ہے۔ حاشا و کلا، کسی بھی رسو
یا نبی کو علم غیب ذاتی ہرگز نہیں ہوتا۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ بندے رسول یا بشر رسول کو اللہ تعالیٰ
تین امور عطا کر کے بھیجتا ہے، ایک۔ کتاب، دوسرا۔ حکم، تیسرا
۔ نبوت۔

کتاب تو ہوئی قرآن، باقی حکم و نبوت لازماً رسول کے اقوال
ہی ہوتے ہیں جن کو ہم حدیث کہتے ہیں، تو چونکہ یہ بھی منجانب اللہ
ہوتے ہیں، لہذا دلالت ہیں اور ثابتی ہیں، یہ بھی مثل قرآن ہی ہوتے
ہیں، اور ماخذ دین بھی۔

اب ایک اور بہت ہی لطیف و عمیق آیت ملاحظہ ہو۔

سولہویں حدیث

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع
ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین
وما ھو علی الغیب بضنین (تکویر)

ترجمہ: "تحقیق وہ (وحی یعنی حدیث) رسول کریم کا قول ہے
جو بہت قوت والا ہے، عرش کے مالک کے ہاں بڑی منزلت
والا ہے، مطاع (ایسا رسول جس کی اطاعت فرض) ہے اپنے رب کے
ہاں امین ہے۔ اور تمہارا صاحب (رسول کریم صلعم) مجنون نہیں ہے
اور اس (رسول کریم نے) اپنے رب کو الافق المبین پر بھی دیکھا ہے،
اور وہ (رسول کریم) جو جو غیر محسوس و غیر مرئی (آیات ربہ الکبریٰ) دیکھتا

Marfat.com

ہے، اس کے بیان کرنے میں کمی بیشی نہیں کرتا"

اس آیت شریفہ نے تو بحث زیر غور کو بالکل واشگاف کر کے فیصلہ کر دیا ہے اس سے ذیل کے امور ثابت ہوتے ہیں،

۱۔ "وحی" کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہا گیا ہے، کیونکہ نطق نبی یعنی جو بات آنحضرت صلعم اپنی زبان مبارک سے نکالتے تھے ... وحی ہی ہے۔

۲۔ حدیث رسول کو صاف طور پر خود قرآن پاک نے وحی کہا ہے

۳۔ یہ آیت وما ینطق کی متابعت سے وضاحت و تشریح میں اس سے بھی زیادہ صاف و صریح ہے۔

۴۔ آنحضرت صلعم کی قدر و منزلت جو اللہ کے ہاں ہے ان الفاظ میں بیان فرمائی

عندہ ذی العرش مکین "رب العرش کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتا ہے رسول کریم صلعم"

یعنی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

۵۔ پھر رسول کریم کو "مطاع" کہا گیا ہے۔ یعنی وہ سردار ایسا وہ آمر سرمدی جس کے قول و فعل، جس کے اسوۃ کی تابعداری فرض ہے ظاہر کہ قرآن کی تابعداری کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا، کیونکہ قرآن تو مطاع بے گمان ہے ہی یہاں رسول صلعم کی اطاعت کو فرض کیا گیا ہے یعنی جو احکام احادیث نبوی نے ارشاد فرما دیئے ہیں، ان احادیث کی اطاعت مثل قرآن فرض ہے یہ امر کہ اسلام میں دو اطاعتیں ہیں، ایک قرآن کی دوسری حدیث

Marfat.com

کی اس مضمون کی قرآن پاک میں تقریباً دو سو آیات شریفہ ہیں، اطـ
واطیعوا الرسول۔ اللہ کی تابعداری کرو اور رسول کی تابعداری کرو
۲۔ اور زیادہ واضح یہ امر کہ آنحضرت صلعم غیب کی باتیں بھی بتا
ہیں۔

یہ اظہر من الشمس ہے کہ قرآن غیب نہیں۔ اب جب قرآن
یہ کہے کہ آنحضرت صلعم غیب کی خبریں بھی پاتے تھے جو رسول کر
صلعم غیب کی باتیں بھی بتاتا ہے، تو لامحالہ وہ غیب کی باتیں
قرآنی ہیں۔ تو احادیث نبوی کا وحی ہونا اور اس وحی کا
قرآنی ہونا اور مسلمہ معہ ہونا خود قرآن سے ہی ثابت ہوگیا
اور وما ینطق عن الہوی کی بھی تائید ہوگئی کہ نطق نبی قرآن نہ تھا
قرآن تو تلاوت نبی تھی، قرأت نبی تھی اور بلاغ نبی تھا لہٰذا غیر
نبی اور نطق نبی یقیناً غیر از قرآن تھا۔ اور یہ نطق نبی غیر از قرآن
بعینہٖ مثل قرآن ہے وہ ہیں احادیث ان منکروں کے لیے
صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ۔

چہ بے خبر ز مقام محمد عربیست!

سترہویں دلیل

اذ اخذ اللہ میثاق النبین لما آتیتـ
من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسو
مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہٗ (آل عمران ع)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) سے
عہد لیا کہ میں
جو بھی تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس رسول آ

Marfat.com

آئے تو اس پر ضرور ایمان لاتا، اور اس کی نصرت بھی کرتا۔

اس آیت شریفہ میں بھی کلیہ بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دو چیزیں ملا کرتی ہیں۔

ایک کتاب

دوسری: حکمت

ظاہر ہے کہ کتاب اور حکمت دو جداگانہ چیزیں ہیں، حکمت قرآن نہیں ہوتی، حکمت سے مراد یہاں نطق نبی ہی ہے۔ اور پھر چونکہ حکمت بھی خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اس لئے وہ بھی وحی ہی ہوتی ہے، نتیجہ صاف ہے کہ احادیث نبوی بھی وحی ہی ہیں فلهذا امثل قرآن ہیں۔

اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلعم کی خاص اطاعت کا ایک لطیف اشارہ بھی موجود ہے۔ یعنی انبیا علیہم السلام سے یہ عہد بھی لیا گیا تھا کہ نبی آخر الزماں محمد عربی صلعم پر ایمان لانا اور ایمان کی شرط اول یہ ہے کہ مومن بہ جس پر ایمان لایا جائے اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔

لہذا، رسول کریم صلعم کی اطاعت فرض عین، اور ابدی وسرمدی، الی یوم القیامت، ورنہ ایمان کے کچھ معنی نہیں رہتے۔

اٹھارویں دلیل

كيف تكفرون وانتم تتلى عليكم آيات الله وفيكم رسوله (آل عمران ع ۵)

ترجمہ: تم کفر کیونکر کرتے ہو، حالانکہ تم پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں۔ اور تمہارے درمیان اس کا رسول بھی ہے۔

Marfat.com

ایک امر تو یہ یاد کریں جو ہم نے کہا تھا کہ قرآن سنانے
سے مُتعلق اور الفاظ کے تلاوت کا لفظ قرآن استعمال کرتا ہے
نہ کہ نطق کا۔ دوسرے اس آیت شریفہ میں تلاوت آیات کے بعد
صاف فرمایا ہے کہ تمہارے میں اللہ کا رسول صلعم بھی موجود
یعنی قرآن اور رسول، جس سے یقیناً احادیث رسول مراد ہیں، اگر
رسول صلعم صرف ایک اسپیچ بن کر گونگا ہو کر کھڑا رہتا تو فیکم
رسول کے الفاظ قطعی بے معنی ہو جاتے ہیں مراد یہ ہے۔ کہ قرآن
پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر ہر کس و ناکس
محض تلاوت قرآن سے، قرآن کا صحیح مطلب و مقصود تو یقیناً
نہیں پا سکتا۔ لہذا قرآن کے مشکل مقامات کا بیان رسول صلعم
ہی کرے گا اور آنحضرت صلعم تبیین قرآن کے لئے جو نطق فرمائیں
گے وہ یقیناً منزل من اللہ ہی ہوتا ہے۔

لہذا قرآن متن ہے، تو احادیث نبوی (نطق نبوی) اس کی
شرح، اور اس نطق نبی کے لئے خود قرآن شاہد ہے کہ وہ وحی
ہوتا ہے، لہذا قرآن پاک کے اصولوں کی جزئیات مقرر کرنے
کے لئے آنحضرت صلعم جو بھی نطق فرمائیں گے وہ بھی، بسبب وحی
ہونے کے خود مثل قرآن ہی ہے، اور یہی مفہوم آنحضرت صلعم کا
وہ نطق ادا کر رہا ہے جس میں لسان حضار رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ۔

انما اوتیت القرآن و مثلہ معہ (حدیث)۔ مجھے قرآن
بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے مثل اور بھی دیا گیا ہے۔

یہ حدیث پاک، عین قرآن کے مطابق ہے، جب قرآن سینکڑوں مقامات پر خود فرماتا ہے۔

۱۔ رسول کو کتاب کے ساتھ حکمت بھی دی جاتی ہے
۲۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، حکم بھی دیا جاتا ہے
۳۔ رسول کو قرآن کے ساتھ نبوت بھی دی جاتی ہے۔
۴۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، تعلیم لوگوں کو قرآن تعلیم کرنا بھی دیا جاتا ہے۔
۵۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، لوگوں کا تزکیہ کرنا بھی دیا جاتا ہے۔
۶۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، ہدایت بھی دی جاتی ہے۔
۷۔ رسول کو قرآن کے ساتھ قرآن کا بیان کرنا بھی دیا جاتا ہے۔
۸۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، قرآن کا سمجھانا بھی دیا جاتا ہے
۹۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، قرآن کے اصولوں کی جزئیات مقرر کرنا بھی دیا جاتا ہے۔
۱۰۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، لوگوں کو وعظ نصیحت (تذکیر) بھی عطا ہوتی ہے۔
۱۱۔ رسول کو قرآن کے ساتھ، لوگوں کے درمیان اپنے نطق سے فیصلے کرنے کا حق بھی دیا جاتا ہے۔

تو جب ان سب امور کو اکٹھا کرکے مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول صلعم کو صرف قرآن ہی نہیں دیا گیا، بلکہ اور بہت بڑے وسیع اختیارات بھی عطا ہوئے ہیں، اور

پر اختیارات جو ماسوا قرآن ہیں وہ احادیث ہیں۔ لہذا احادیث بھی حقیقتاً مثل قرآن ہی ہیں۔

ب۔ اٹھارویں دلیل

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (آل عمران ۱۳۲)

ترجمہ:۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی بھی کہ تم پر رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہو۔

دیکھئے اس آیت شریفہ میں بھی دو اطاعتیں ہیں۔

ایک:۔ اللہ کی اور

دوسری:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ظاہر ہے کہ اللہ کی اطاعت سے مراد اطاعت قرآن ہے اور رسول صلعم کی اطاعت سے مراد، اطاعت آنحضرت صلعم ہے جو یقیناً احادیث نبوی ہیں۔

اگر رسول صلعم کی اطاعت سے بھی صرف قرآن کی اطاعت نکالیں تو کلام خدا میں حشو و زوائد لازم آئے گا۔ کیونکہ کوئی بھی اہل علم، اہل زبان اور اہل علم، حشو و زوائد و بے معنیٰ الفاظ نہیں بولتا تو جب صاحب علم انسان بھی بے معنیٰ کلام نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی نسبت یقیناً جہالت و بوالہبیت ہے۔

یعنی اگر صرف قرآن کی ہی اطاعت مقصود تھی، تو اتنے الفاظ کافی تھے کہ اطیعوا اللہ۔ مگر پھر حشو و زوائد بھی بھر دیا کہ اطیعوا الرسول یعنی جبکہ اطیعوا الرسول سے بھی مراد اطیعوا اللہ ہی ہے، تو اہل زبان کے نزدیک اس سے زیادہ الفاظ فرمانا کہ اطیعوا الرسول، حتماً بے معنیٰ عبث اور

Marfat.com

متعلق نہیں، اور حشو و زوائد ہیں، جو شانِ باری تعالیٰ کے خلاف ہیں
تو کیا کوئی بھی ایماندار مسلمان، ایک لحظہ کے لیے بھی یہ مان سکتا ہے
اللہ کے قرآن میں، عبث، حشو، و زوائد اور بے معنی الفاظ ہوں۔
استغفراللہ۔

حیرت ہے کہ منکرین حدیث، حدیث کے انکار کی زندیقیت میں،
خود قرآن کو مورد الزام بناتے ہیں۔

ایک مثال

مثلاً ایک حاکم اپنے دو آفیسر، ایک زید دوسرا بکر
کہیں بھیجتا ہے اور زید کے لیے تو اس کی مراد
ہو کہ صرف زید کا کہا مانا جائے:
اور بکر کے لیے اس کا مقصود ہو کہ ویسے ہی یہ زید کا طفیلی ہے، مگر
اس کا کہا ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور اس مراد دلی کے ساتھ، جو
فرمان زید کو دے اس میں لکھا ہو کہ:-

زید کا کہنا ماننا اور بکر کا بھی کہا ماننا۔

تو خدارا کوئی بتائے تو، اس عبارت کا اہل زبان کیا مفہوم لیں گے،
نکلتا ہے اس عبارت کے مفہوم سے کوئی بھی پہلو کہ عبارت تو یہ ہے
کہ زید اور بکر دونوں کا کہا مانو، مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ صرف
زید کا کہا مانو۔ یہ امر دو باتوں سے خالی نہیں۔

۱۔ یہ کہ لوگ پاگل ہو گئے ہوں کہ دو کی اطاعتوں کو صرف ایک کی
ہی اطاعت سمجھیں یا یہ کہ۔

۲۔ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ حاکم یا تو اہل زبان نہیں، یا خود مجنون ہے،
کہ کہنا تو یہ ہے کہ دونوں کا کہا مانو، اور مراد یہ لیتا ہے

کہ ایک کہا ماذ کیا کوئی اہل زبان ، اہل علم عقلمند اس پاگل پن
تحاشہ کے لئے بھی مان سکتا ہے؟ ایسی مسخریاں تو آئینی اور چیسو
جنڈو خانوں میں ہوتی ہیں۔ اہل زبان و اہل علم کی مجالس تو ایسے
اضداد و جنون سے پاک ہوتی ہیں۔

حیف ہے ان منکرین حدیث کی عقل پر جہالت پر، بوالہبی
اور یہ جہلیت پر کہ انکار حدیث کی محرومیت میں خود اللہ اور ا
کے قرآن کو کیا کا کیا بنا دیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ تو بھیجے ، ایک قرآن اور دوسرا رسول ، اور
ہی صاف ، واضح اور صریح الفاظ فرمائے کہ " اللہ تعالیٰ یعنی ق
کی تابعداری کرو اور رسول کریم صلعم کی بھی تابعداری کرو ، اور
منکر کہیں کہ نہیں ، اس سے مراد صرف قرآن کی تابعداری ہے ،
ان کا ہذیان و ہزل تو جنڈو خانے کے ہوائیوں سے بھی بازی لے گ
ہے۔

یقیناً اللہ پاک ان کی ہزلیات و ہذیان سے پاک ، بالا بلند
پر تو ہے اللہ تعالیٰ کی مراد و منشا بھی یہی ہے کہ قرآن کی اطاعت بھی
ہو اور رسول یعنی حدیث کی اطاعت بھی ہو ، اور اللہ تعالیٰ کے الفاظ
بھی یہی عیاں کر رہے ہیں کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

تو کیا جب قرآن یہ کہتا ہے کہ
یا ایھا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا (الخ)
ترجمہ :- اے مومنو! اگر تم نے کافروں کی اطاعت کی تو
تو کیا یہاں بھی مراد اطیعوا اللہ ہی ہے ؟

ظاہر ہے کہ کافروں کی اطاعت سے مراد کافروں کا کہا ماننا ہے یا قرآن پاک خود رسول پاک کو کہتا ہے:

ولا تطع الکافرین۔ کافروں کا کہنا مت مان۔ تو اس اطاعت کا مطلب کیا ہو گے۔ پھر فرمایا ولا تطع کل حلاف زنیم۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو صاحب اطاعت بنایا ہے اس کی اطاعت مقصود ہے۔

تو چونکہ اس آیت شریفہ میں صاحب اطاعت واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہٰذا اس سے یقیناً مراد آنحضرت صلعم کی اطاعت ہے جو اللہ کی اطاعت کے سوا اللہ کی اطاعت کے ساتھ دوسری اطاعت ہے

انیسویں دلیل

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (آل عمران)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا، جبکہ ان ہی میں سے ان میں رسول بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیات (قرآن) پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ اور حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔

اس کی تفصیل تو ہم بتا آئے ہیں تاہم دوبارہ دلنشین کر دیا جائے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو حسب ذیل فرائض تفویض کئے ہیں اور ہمارا وہ اشارہ بھی تازہ کر لو جو ہم نے کہا ہے کہ جب صرف قرآن سنانا ہوتا ہے، تو تلاوت کا لفظ آتا ہے۔

۱۔ رسول صلعم، قرآن پڑھ کر سناتا ہے،

۲۔ مومنوں کا تزکیہ بھی کرتا ہے۔

۳۔ مومنوں کو قرآن کی تعلیم بھی دیتا ہے

۴۔ اور مومنوں کو حکمت (حدیث) کی تعلیم بھی دیتا ہے

ظاہر ہے کہ رسول صرف پیامبر نہیں۔ بلکہ بڑے وسیع اختیارات خداوندی کا حامل بھی ہے۔

بیسویں دلیل

ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وذالک الفوز العظیم (النساء)

ترجمہ:۔ جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اطاعت کی اس کے رسول کی بھی،

اس کو باغات (جنت) میں داخل کریگا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے" تفصیل تو گذر چکی، مگر ایک نکتہ اس آیت میں اور ہے، وہ یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کی شرط اطاعت رسول بھی ہے، اور اطاعتِ رسول ابدی ہے صرف بالمشافہ نہیں

اکیسویں دلیل

ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہٗ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ولہ عذاب مہین (النساء)

ترجمہ:۔ اور جسنے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اس کی حدود سے نکل گیا، تو اسے آگ میں داخل کریگا،

Marfat.com

جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے"
یہ آیت شریفہ صاف بتا رہی ہے کہ جس نے رسول صلعم (کی احادیث) کی نافرمانی کی وہ جہنمی و ذلیل و خوار ہے۔

بائیسویں دلیل

یومئذٍ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض (النساء)

ترجمہ:۔ اس (قیامت کے) دن منکر، اور وہ لوگ جنہوں نے رسول (صلعم) کی نافرمانی کی۔ آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین میں غرق ہو جائیں"
دیکھیے اس آیت شریفہ میں صاف طور پر آیا ہے کہ جو آنحضرت صلعم کی احادیث کے منکر ہیں، اور آنحضرت صلعم کی نافرمانی کرتے ہیں وہ روز قیامت سخت عذاب میں ہوں گے!
رسول صلعم کی نافرمانی اس سے اور بڑی کیا ہو گی کہ رسول کریم کی حدیث کو مانا ہی نہ جائے۔

تیئسویں دلیل

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین، والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ (النساء ع۹)

ترجمہ:۔ جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی بس یہ لوگ ان نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ (جنت میں) ہوں گے، جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہے۔ اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں"

اس آیت شریفہ میں جہاں اطاعت رسول کو فرض عین قرار دیا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے، کہ رسول صلعم کا کہا (حدیث) ماننے والے جنت میں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ ہونگے۔

چوبیسویں دلیل

وما ارسلناک للناس رسولاً وکفی باللہ شہیدا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظا (النساء ۱۱)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (بنی) نوع انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (اس کا) اللہ (تعالیٰ خود) گواہ کافی ہے۔ جس نے رسول صلعم کی اطاعت کی حقاکہ اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔ اور جس نے منہ موڑا (اطاعت رسول یعنی حدیث رسول سے روگردانی کی تو وہ یقیناً جہنمی ہے اور (ایسے منکرین حدیث) کے لئے آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا

یہ آیت شریفہ تو نطق نبی، یعنی احادیث نبی کے لئے اس قدر قطعی یقینی حتمی دلیل اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی انکار حدیث کرے تو اس کو پھر خدا ہی سمجھے۔ حتیٰ کہ خود آنحضرت صلعم کو بھی منکرین حدیث سے قطع تعلقات کرنے، ان سے اعراض کرنے اور ان سے ذمہ بردار ہونے کو کہا گیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں

۱۔ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، نبی آخرالزمان کو

Marfat.com

سب بنی نوع انسان کے لیے جو بھی قیامت تک انسان آتے رہیں گے۔ ان کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور اسی لیے آپ کو خاتم النبین بھی بنایا گیا ہے۔ جس کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا یہ امر اس بات کی حتمی دلیل ہے کہ رسول صلعم کی رسالت ابدی ہے۔ جب رسول ابدی ہے تو لامحالہ اسکی اطاعت بھی ابدی ہے اور اس کی اطاعت ابدی اس کی احادیث ہی ہیں۔ لہذا نتیجہ صاف ہے کہ "احادیث نبوی ابدی" ہیں اور تا روز قیامت احادیث پر عمل عین فرض، جو خود اللہ تعالیٰ نے امت پر عائد کر دیا ہے۔

۲۔ پھر اس "ابدی رسول" کی "احادیث ابدی" کی اطاعت ابدی پر اللہ تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے، وکفی باللہ شہیدا۔

۳۔ اوپر کے دو امور یعنی "رسول ابدی" کی "اطاعت ابدی" یعنی احادیث نبی کی اطاعت کو ابدی بنا کر، اس "ابدیت حدیث" پر خود خدا گواہ ہو کر، لہذا یہیں فرمایا ہے۔ جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

دیکھیے بیان صرف اطاعت رسول کا حکم ہے پہلے رسول صلعم کو ساری دنیا جہان کے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجنے کا کہا ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلعم کی اطاعت

Marfat.com

فرض عین کر دی گئی ہے۔ اور اتنے واضح الفاظ ہیں کہ جن کے بعد کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ جس نے رسول کی تابعداری کی حقیقت میں اس نے اللہ ہی کی تابعداری کی۔ کیونکہ رسول صلعم کی اطاعت اللہ تعالےٰ نے فرض کی ہے، اور پھر جو بھی نطق نبی یعنی احادیث نبی ہیں، وہ بھی وحی ہی ہیں، جو غیر قرآن ہیں اور حکم کی تابعداری میں مثل قرآن ہیں، اس لیے اللہ تعالےٰ نے رسول کی "ابدی تابعداری" کو اپنی ہی تابعداری کہا ہے۔ اس آیت شریفہ سے مشہور حدیث "مثلہ معہ" کی مزید تائید بھی ہو جاتی ہے۔

۴۔ پھر یہاں "تولی" کا لفظ بھی بتا رہا ہے کہ جس نے رسول صلعم سے روگردانی کی وہ یقیناً جہنمی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول صلعم سے روگردانی، احادیث نبوی سے روگردانی ہے

۵۔ سب سے بڑا امر یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف اطاعت رسول کا ذکر کیا ہے۔ اور جدا اپنی اطاعت کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جس نے رسول صلعم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

پچیسویں دلیل

اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی اللّٰہ والی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (النساء ع ۱۱)

ترجمہ: جب کوئی امر امن یا خوف کا آتا ہے۔ تو (نا فہم لوگ) اسے نشر کر دیتے ہیں۔ اگر ان امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلعم کی طرف، اور اپنے ہی اولی الامر کی طرف رجوع کرتے، تو (جن کو ملکۂ استنباط دیا گیا ہے) وہ ان کی حقیقت کو معلوم کر لیتے"

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل احکام ثابت ہیں۔ یہ بات پہلے دلنشین کر لی جائے کہ۔

۱۔ اس آیت میں امر من الامن او الخوف سے مراد وہ مسائل ہیں جو قرآن پاک کے سوا ہیں۔

۲۔ یعنی اسلام ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ اور اسلامی حکومت کے لیے۔ ہر لحظہ و ہر آن نت نئے مسائل درپیش آتے رہتے ہیں۔

۳۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل کا ذکر قرآن پاک سے مل جاتا ہے۔ اور بہت ساروں کا نہیں ملتا

۴۔ تو یہ آیت کہتی ہے کہ قرآن کے لانے والے رسول صلعم کے "استنباط" سے فیصلہ ہو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کا استنباط یقیناً غیر قرآن ہی ہوگا۔ مگر تاہم اللہ تعالیٰ نے استنباطِ رسول صلعم کو امت پر فرض کر دیا ہے۔

۵۔ اور اگر رسول صلعم کے استنباط، یعنی احادیث سے بھی کوئی امر نہ ملے تو تیسرا مرحلہ اولی الامر کا ہے۔ مگر اولی الامر پر یہ فرض عائد کر دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے احکام قرآن و حدیث سے ہی مستنبط کریں۔ لہٰذا مسلمان اولی الامر کی اطاعت اس وقت تک

Marfat.com

واجب ہے جب تک وہ قرآن و حدیث سے ہی امور کا ثبوت پیش کریں۔ اگر اولی الامر کا کوئی بھی امر، قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو اسے ان پر ہی رد کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہ قرآن و حدیث کے خلاف اصرار کریں تو امت کو حق ہے کہ ایسے اولی الامر کو معزول کر دیں۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی زندگی میں لاکھوں مسائل پیش آتے رہے۔ اور آنحضرت صلعم کو یہ امر خود اللہ تعالے نے ہی تفویض کر دیا ہے کہ جو امور قرآن سے نہ ملیں یا جن امور کا قرآن میں صرف اصولی حکم ہے، ان امور کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ صادر فرمائیں، اور اصول قرآن کی جزئیات مقرر فرمائیں اور ان اصولی فیصلوں، اور اصولی احکام کی جزئیات کو جو آنحضرت صلعم نے متعین فرما دیا ہے ان کو اللہ تعالے نے خود اپنا ہی فیصلہ کہا ہے۔ اپنا ہی منشا بتایا ہے اور تیئس برسوں کی مدت میں جتنے بھی احکام خود رسول صلعم نے دیئے ہیں۔ وہ اور قرآن، یعنی قرآن و حدیث دونوں ماخذوں سے احکام لے کر تکمیل دین کر دی گئی۔ اور احادیث رسول کو بھی "ابدیت" کی حیثیت دے دی گئی۔

یاد رہے کہ جن امور سے قرآن و حدیث صریحاً ساکت ہیں، ان امور میں ہر زمانہ کے مسلمانوں کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ اپنے امور میں اپنی صوابدید کے مطابق حکومت چلائیں مگر اس طرح پر کہ:

پہلے تو، کوئی بھی حکومت اپنے دستوری ڈھانچے کو بنانے کے لئے قرآن سے مدد لے پھر دوسرے مرحلہ پہ احادیث نبوی سے مدد

Marfat.com

۔ ان دونوں سے احکام کا استنباط و استخراج کرے
پھر تیسرے مرحلہ پر، اپنی صوابدید سے احکام وضع کرے،
مگر ہر مقام وہر موقعہ پر، اس بات کا خیال رہے، کہ حکومت
اسلامی، اپنا کوئی قانون، کوئی آئین، کوئی دستور اور کوئی حکم ایسا
نافذ کرے، جو صریح قرآن وحدیث کے خلاف ہو
مختصر یہ کہ اباحت کے میدان میں تو جو جی چاہے کرے، مگر اس کی
کوئی بھی شیٔ خلاف قرآن وحدیث نہ ہو۔

بیسویں دلیل

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (النساء)

ترجمہ: بتحقیق ہم نے، آپ پر الکتاب، حق کے ساتھ نازل کی ہے
تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس راستے سے فیصلہ دیں، جو راستہ
آپ کو اللہ نے دکھلایا ہے۔
سبحان اللہ الملک القدوس! اللہ اکبر!! یہ آیت شریف،
حدیث نبوی کی اتنی بڑی صاف وصریح دلیل ہے اسکی شرح کی
ضرورت نہیں۔
۱۔ پہلے فرمایا، ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا۔
۲۔ پھر قرآن پاک کے بعد لوگوں کے فیصلہ کا حق آنحضرت صلعم کو دیا
(لتحکم)
۳۔ پھر قرآن پاک کے رو سے فیصلوں کے ... صریح فرمایا

Marfat.com

کہ یہ آپ اپنی "رائے" سے کریں!

۴- اور آخر میں اس "رائے" نبی صلعم کو، خود رب القرآن
اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ آپ کی "رائے" حقیقتاً
ہماری رائے ہے، یہ رائے محمدی، بالکل بعینہ را
خدا" ہے، "بما اراک اللہ" کا لفظی ترجمہ ہے، جو دکھایا
اللہ نے، یعنی قرآن کے سوا، جو معاملات فیصلہ کے لئے
تھے، ان کا فیصلہ جب آنحضرت صلعم کرتے تھے تو اللہ
تعالیٰ حق کا فیصلہ آنحضرت صلعم کو دکھلا دیتا تھا، اور
اراءت اللہ سے نبی پاک فیصلے سناتے تھے لہٰذا
"رائے رسول" جو یقیناً الفاظ کے ساتھ تعبیر ہوتی تھی، ا
الفاظ نطق نبی تھا، احادیث نبوی ہیں قطعی طور پر خود خدا
کا حکم و منشا ہے اور یہی معنیٰ ہے "مثلہ معہ" کے
یہ آیت شریفہ واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ احادیث
اللہ کی "رائے" ہیں، اللہ کا فیصلہ ہیں، اللہ کا منشا ہیں
اب اس کے ساتھ حسب ذیل آیت کو ملا کر پڑھو تو یہ
بالکل صاف و صریح ہو کر سامنے آجائے گا۔

ستائیسویں دلیل

ان الذین یبایعونک انما یبایعون
اللہ ید اللہ فوق ایدیہم

ترجمہ: "تحقیق جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے تھے وہ حقیقتاً

Marfat.com

اللہ ہی کی بیعت کر رہے تھے، ان کے ہاتھوں پر جو آنحضرت صلعم کا ہاتھ تھا، وہ حقیقت میں) اللہ کا ہاتھ تھا۔"

اللہ اکبر! اللہ اکبر!! ہمیں یہی تو کوفت ہوتی ہے کہ ان منکرین حدیث نے انکار کی وجہ سے علوم حدیث سے تو اپنے آپ کو ویسے ہی محروم کر لیا، مگر خود قرآن پاک کے علم سے بھی یہ اشقیاء بالکل خالی ہیں، اگر قرآن کو پڑھتے، سمجھتے، بوجھتے اور قرآن کا علم و فہم رکھتے ہوئے تو قرآن پاک کے ان اسقدر صریح، صاف اور روشن دلائل کے بعد احادیث نبوی کا انکار نہ کرتے۔

حقا کہ انکار حدیث کی نحوست نے ان کی عقلوں کو خبط کر دیا ہے۔ چھوڑیئے ان کو دیکھیے، اس آیت شریفہ میں کس وضاحت سے فرمایا ہے کہ:

"اب جو لوگ آنحضرت صلعم سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود "بیعت محمد" کو "بیعت خدا" کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دے کر ساتھ ہی اذن دی، حکم، فیصلہ اور دیگر فرائض منصبی دیئے، اور آنحضرت صلعم جو کرتے اور فرماتے تھے وہ چونکہ عین منشاء ایزدی اور ارادات اللہ

ہوتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم کے افعال و اقوال کو باریتعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب کیا ہے بعینہٖ اسی طرح وہ آیت ہے جو نمبر ۲۳ میں
گذر گئی ہے، جہاں فرمایا ہے،

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی
اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اب دونوں آیتوں کو

ایک ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اس انسانی
بشری مبارک ہاتھ سے اصحاب سے بیعت لے
رہے ہیں، خداوند تعالیٰ نے ہرگز بیعت نہیں لی تاہم فرمایا وہ
اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، یہاں تک کہ محمد صلعم کے جس مبارک
ہاتھ نے بیعت لی، اس "ہاتھ" کو اللہ تعالیٰ نے اپنا "ہاتھ" کہا ہے

دوسری آیت

اسی طرح دوسری آیت میں ہے کہ جس نے محمد صلعم
کی اطاعت کی۔

اس نے خدا ہی کی اطاعت کی، یہاں بھی آیت میں صرف اطاعت
رسول کا ذکر ہے۔ اطاعت خدا کا اس آیت میں قطعاً ذکر نہیں
تاہم اس اطاعت محمدی کو اللہ تعالیٰ خود اطاعت اللہ کہہ رہا
ہے۔ لہذا اس اطاعت سے قرآن مراد نہیں بلکہ حدیث مراد ہے
اور جب اس اطاعت حدیث کو خود اللہ نے اطاعت قرآن کہا ہے
تو حدیث کا "ابدی، قطعی اور محفوظ ہونا بھی خود بخود ثابت ہو جاتا ہے
فللہ الحمد

Marfat.com

کیا ان آیات بینات کے بعد بھی انکار حدیث کی مجال ہے؟
اب اس آیت شریفہ کو بھی ساتھ ملا لو تو بحث اور زیادہ صاف و واضح ہو جائیگی۔

یہ آیت شریفہ ایک واقعہ شجرہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ جب آنحضرت صلعم نے صحابہ سے بیعت لی تھی، مگر اس کا حکم عام ہے کیونکہ تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس کی وضاحت اس کے بعد کی آیت میں موجود ہے۔ مگر یاد رہے کہ یبایعون مضارع ہے جس کا حکم ابدی ہے یعنی آج بھی جو مومن رسول صلعم کی احادیث پر بیعت کرتے ہیں تو ان کے لئے وہ بھی اس آیت پر شامل ہیں۔

اٹھائیسویں دلیل

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (الفتح)

ترجمہ: تحقیق ان مومنوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا، جب وہ "الشجرۃ" کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے ہیں، اس بیعت کو اللہ کی بیعت کہا جاتا ہے۔ رسول صلعم کے ہاتھ کو دوسری آیت نے خود اللہ کا ہاتھ کہا ہے۔ پھر بیعت کرنے والے مومنوں سے کرنے کی بیعت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کہا گیا ہے یعنی تشریعی اعمال جو آنحضرت صلعم کرتے تھے، عین رضائے خداوندی

ہوتے تھے آنحضرت کی احادیث کو عین " رضائے خدا " کے تو
ان کے لیے ، اس آیت شریفہ کو بھی سامنے لے آؤ جس میں رضا
رسول ، کو " رضائے خدا " کہا گیا ہے ۔

نہ صرف اتنا بلکہ رضائے محمد کا خدائے تعالیٰ خود جویا ہے

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

اے رسول خدا ، اللہ تیری رضا تجھے جلد دیگا ۔ دیکھیے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ایک رضا رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ
علام الغیوب ، اس رضائے محمد کو پورا کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے
تاآنکہ پورا کر دیتا ہے ۔ ان آیات کے ساتھ آیت ذیل کو بھی ملا لو ،
ہمارے موقف کا یعنی احادیث کا عین حق ہونا ، عین رضائے خدا
اور عین حکم خدا ہونا ، اور بھی نکھر کر سامنے آجائے گا ۔ ہاں یہ امر ملحوظ
خاطر رہے کہ " رضائے محمد " یقیناً و حتماً غیر قرآنی ہوتی تھی جس پر
مہر قبولیت ثبت فرمادیتا ہے ۔

انتیسویں دلیل

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ
(الانفال ۲)

ترجمہ :۔ " اور نہیں پھینکی آپ نے کنکریاں ، جبکہ پھینکی ، بلکہ وہ
خود اللہ نے پھینکی "

دیکھیے اس آیت شریفہ میں بھی " عمل محمد " کو عمل خدا کہا گیا
تو کیا یہ عمل سچ مچ خدا نے کیا تھا ، معلوم ہے کہ کنکریاں آنحضرت صلی

Marfat.com

ری تھیں، مگر اللہ کہہ رہا ہے کہ میں نے ماری تھیں اگر ان سب آیات
ملا لیا جائے تو نتیجہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ "فعل محمد"
فعل خدا ہی ہوتا ہے "عمل محمد" "عمل خدا" ہی ہوتا ہے "نطق
محمد" نطق خدا ہی ہوتا ہے۔ لہذا حدیث نبی یقیناً وحی ہی ہے،
ثبوت حکم میں مثل قرآن ہی ہے۔

بیسویں دلیل

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم و ساءت مصیرا (النساء)

ترجمہ: جس نے رسول صلعم (کے حکموں) کی خلاف ورزی کی اس کے بعد کہ ہدایت بیان ہو چکی، اور مسلمانوں (کی متفقہ و متحدہ) راہ کے خلاف راہ چلا تو ہم بھی اس کو، اس طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا، اور (آخرکار) جہنم میں داخل کریں گے، جو بڑا ٹھکانا ہے۔

اس آیت شریفہ سے ذیل کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول کریم صلعم کی نافرمانی کی سزا جہنم ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ رسول کی نافرمانی سے مراد، آنحضرت صلعم کی حدیث کی نافرمانی ہے

۲۔ جس مسئلہ پر امت مسلمہ متحد و متفق چلی آ رہی ہو وہ اللہ کے نزدیک حق ہے۔

Marfat.com

۳۔ مسلمانوں کے راستہ کے سوا کوئی اور سبیل نکالنا گمراہی ہے۔
۴۔ رسول کریم صلعم کی احادیث کا منکر، اور مومنوں کے اجماع [illegible]
یقیناً گمراہ اور جہنمی ہے۔

اس آیت شریفہ نے یہ معاملہ بھی صاف کر دیا کہ امتِ مسلمہ
من حیث الامت گمراہی پر مجتمع ہرگز نہیں ہو سکتی۔

آؤ اب دیکھیں، کہ امت میں سے کسی بھی مومن نے حدیث
کا انکار کیا ہے؟

مجمل جواب تو یہ ہے کہ ہرگز نہیں، اور مفصل جواب یہ [illegible]
۱۔ سب سے پہلے صحابہ کرام کا اس امر پر کلی اتفاق رہا ہے اور
اجماع رہا ہے کہ وہ قرآن و حدیث دو ماخذوں سے اسلام [illegible]
احکام پر ایمان رکھتے تھے اور ہر بات میں صرف قرآن و حدیث
کو ہی ایمان سمجھتے تھے، اور اللہ کی نظر میں یہ عین حق [illegible]
ہے۔ اور بالخصوص جبکہ دوسرے مومنین کے اجماع کو [illegible]
اللہ تعالیٰ نے حق قرار دیدیا ہے تو صحابہ کا اجماع تو قطعی
سے حق ہے آپ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی بھی ایسا نہ بتا سکیں
گے جس نے یہ کہا ہو کہ حدیث رسول ماخذ دین نہیں یا حدیث
موجود ہوتے کسی صحابی نے اپنی رائے کو دخل دیا ہو، بلکہ صحابہ
احادیث کو مثل وحی مانتے تھے۔

لطف یہ ہے کہ احادیث کے دین ہونے اسلام ہونے اور [illegible]

Marfat.com

ماخذ اسلام ہونے کو ثابت کر دیا ہے۔ تو خود ان کی تسلیم سے بھی تعامل صحابہ حق ثابت ہو جاتا ہے۔

۲۔ پھر صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین کا دور ہے اس دور میں بھی امت کا قطعی اجماع رہا ہے کہ احادیث نبوی دین سے اسلام ہے، ماخذ دین ہے۔ مثل محمد ہے۔

۳۔ ان تین قرون ما الشہود لہا بالخیر یعنی قرن صحابہ، قرن تابعین اور قرن تبع تابعین کے بعد آج تک دن تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والسلام یک زبان، یک عمل اور بالاتفاق، مانتی چلی آ رہی ہے کہ حادیث نبوی دین ہی کا دوسرا نام ہے قرآن و حدیث کے مجموعہ قوانین و احکام کا مجموعہ دین ہیں۔ ماخذ دین ہیں۔

اب اس آیت شریفہ کے الفاظ پھر دہرائیے:

ویتبع غیر سبیل المومنین۔

جس نے مومنوں کے راستے کے سوا دوسرا راستہ اختیار کیا وہ گمراہ ہے اور جہنمی ہے۔ اور مومن اسلام کے روز اول سے لے کر آج تک کلیۃً، قاطبۃً اس امر پر اجماع کئے ہوئے ہیں کہ احادیث دین ہیں اور مومنوں کی یہی "راہ" (سبیل) ہے، جس سبیل پر قرآن کی راہ سے مومنوں کی راہ راہ حق ہے۔

تنبیہ ممکن ہے، منکرین حدیث کمال دھوکہ، فریب، دجل و تلبیس سے یہ مغالطہ دیں کہ۔

۱۔ مسلمانوں میں ایسے افراد ہیں جن کو حدیث سے انکار رہا۔

Marfat.com

۲۔ اور بعض ایسے نثر زمۃ قلیلہ (گروہ) ہیں، جنہوں نے انکار کیا ہے۔

ان کے مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ مومنوں میں کوئی فرد و بشر ایسا نہیں جس نے انکار حدیث کیا ہو۔ البتہ بعض منافقوں نے، جو باطن میں تو وہی زندیق تھے مگر ظاہر میں مسلمان (مومن نہیں) مسلمان کہلاتے تھے انہوں نے اپنا تو سید ھا کرنے کو ایسے عقائد گھڑے تھے اور ان کے پیچھے چند ان کے چیلے چپاٹے تھے اور یہی ان میں سے بعض تو عامی روافض تھے، مگر حق یہ ہے کہ انہوں نے بھی نفس حدیث سے انکار نہیں کیا، احادیث پر ان کا بھی ایمان ہے مگر ان کے گروہ نے موضوعات بنائیں جو ان کے حسب منشا تھیں، اور پھر ان ہی موضوعات کو احادیث کا نام دیکر چند احمقوں کو گمراہ کرکے اپنے پیچھے لگا لیا البتہ آج ہمارے سامنے ایک گروہ ہے جس نے احادیث کا انکار کرکے بالکل منکرین حدیث کی طرح یہ عقیدہ گھڑا کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت ان کے ساتھ ختم ہو گئی، اور آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد، ان کی اطاعت "حاضر امام" میں منتقل ہو گئی۔ اس گروہ کو اسماعیلی خوجہ کہا جاتا ہے اور اس کی دوسری شاخ کو بوہرائی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ گروہ حدیث کے انکار کے سبب اتنی بڑی گمراہی میں جا گرا ہے کہ ان پر لفظ "مسلم" کا اطلاق بھی صحیح نہیں، چہ جائیکہ انہیں "مومن" مان لیا جائے۔

۔ اس کی تفصیل تو گذر گئی، تاہم یاد تازہ کرنے کے لئے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ان کے نزدیک نماز (صلات) ہے ہی نہیں، صلات کی فرضیت

Marfat.com

کے قائل ہی نہیں اس لیے ان کے ہاں مسجدیں بھی نہیں۔

۲۔ صوم (روزہ) کے بھی قائل نہیں، نہ روزہ رکھتے ہیں

۳۔ حج کے بھی قائل نہیں نہ حج کو جاتے ہیں

۴۔ زکات کے بھی قائل نہیں نہ زکات دیتے ہیں

۵۔ توحید باری تعالیٰ کے بھی قائل نہیں۔

۶۔ بلکہ انہوں نے ہندوؤں کی طرح تناسخ کا مسئلہ گھڑ لیا ہے اور

۷۔ ہندوؤں کی طرح حلول کے قائل ہیں یعنی ان کا حاضر امام ان کے نزدیک اللہ ہے جو ہر حاضر امام کے مرنے کے بعد دوسرے امام کی صورت میں جنم لیتا ہے (معاذ اللہ)

کیا ایسے گروہ کو داخل اسلام سمجھا جا سکتا ہے۔ چلو ہم یہ فتویٰ خود پرویز اور اس کے گرو مسٹر اسلم سے ہی پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اوپر والے عقائد رکھنے والوں کو مسلمان سمجھتے ہو؟ یقیناً دونوں کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔

تو دیکھا آپ نے کہ جس بھی گروہ نے حدیث شریف کا انکار کیا وہ کتنی بڑی ضلالت وگمراہی میں بھٹک گئے!!!

کیا ان تصریحات کے بعد بھی انکار حدیث ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہو تو کیا اسلام اسلام رہ سکتا ہے؟ اور منکر حدیث مسلمان رہ سکتا ہے؟

باقی رہ گئے چند افراد یعنی دو چار یا پانچ آدمیوں نے بھی انکار حدیث کیا ہے۔ جیسے کہ عبداللہ چکڑالوی اور اسلم جیراجپوری وہ اور پرویز بناوٹی تین ایس اور ہم بتائیں گے کہ تینوں ابتدا میں حدیث کو

دین سمجھتے رہے ہیں اور ہمارے زمانے میں یہ فقط تین ہی منکرین حدیث چند دگر سادہ لوح مسلمانوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا ہے۔ ویسے تو قادیانیوں بھی کتنے دفتری بابو وں کو گمراہ کر دیا ہے

۳۰ ویں دلیل

یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ و رسولہ

ترجمہ: اے مسلمانو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

یہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور رسول صلعم پر ایمان لانے کا صریح حکم ہے اور کسی پر ایمان لانے کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ مومن بہ، جس پر ایمان لایا گیا ہے، اس کا ہر کہا مانا جائے، ہر بات مانی جائے، ہر حکم مانا جائے، ہر فعل مانا جائے، ہر قول مانا جائے تاکہ اس کے سامنے مجسم تسلیم و رضا بن جائے اس آیت شریفہ میں دو ہستیوں پر ایمان لانے کا کہا گیا ہے

۱۔ ایک اللہ پر ایمان اور

۲۔ دوسرے اللہ کے رسول پر ایمان

اللہ پر ایمان لانے کے معنی اللہ کا ہر حکم مانا جائے ہو بہو اسی طرح اللہ کے رسول پر ایمان لانے کے معنی رسول صلعم کی ہر بات مانی جائے۔

اگر کہو کہ رسول پر ایمان لانے کی معنی بھی یہی ہیں کہ اللہ پر ایمان لایا جائے تو یہ ایک مہمل سی بات ہوئی کہ اگر رسول پر ایمان کی معنی بھی اللہ پر ہی ایمان لانا ہے، تو رسول پر ایمان لانے کے الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں جو شان خداوندی کے خلاف ہیں کہ بے معنی کلام فرمائے۔

فلھذا رسول صلعم پر ایمان لانے کی معنی، خدا پر ایمان لانے کے ماسوا ہے اور رسول پر ایمان لانے سے منشاء خداوندی یہ ہے

Marfat.com

کہ اس کے رسول صلعم کی ہر بات پر ایمان لایا جائے۔ یعنی مانا جائے
اسی کے ساتھ اس آیت کا مفہوم بھی سامنے لے آؤ۔ جہاں اللہ
تعالے، آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ۔
"جب تک یہ رسول اللہ صلعم کے حکم حدیث کو بلا چوں وچرا مان کر،
رسول کے سامنے مجسمہ تسلیم ورضا نہیں بن جاتے۔ یہ مومن ہو ہی
نہیں سکتا"

تو پھر رسول پر ایمان لانے کا مفہوم بالکل صاف ہو جائیگا
کہ ایمان بالرسول کے معنی فقط یہی ہے کہ رسول صلعم کو قرآن کے
سوا جو "من مثلہ" دیا گیا ہے "الحکمت" دی گئی ہے۔ "النبوت"
دی گئی ہے۔ قرآن کے سوا جو وحی دی گئی ہے "غیب" دیا گیا ہے
ان سب الفاظوں کی ایک واحد تعبیر حدیث ہی ہے، حدیث رسول
پر ایمان لایا جائے اور صحیح احادیث نبوی کو بلا حیل و حجت مانا جائے

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین
(المائدہ رکوع ۲)

اہم دینی دلیل

ترجمہ "تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب
مبین آئی"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نور
کہا گیا ہے۔ یعنی دنیا جہاں والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں
بھیجی ہیں۔
ایک "نور" یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
دوسری کتاب مبین۔ یعنی قرآن پاک،

تو کیا ہی بہتر "نور" بھی ہوا کرتا ہے۔ عربی میں نور اس چیز کو کہا جاتا ہے، جس سے دوسرے مستفیض ہوں مطلب یہ ہے کہ

قرآن بھی استفادہ دیتا ہے۔ اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صاحب فیض ہے مومن لوگ دونوں سے فیض حاصل کرتے ہیں، دونوں قابل اطاعت ہیں، دونوں، ایک ہی چشمہ ہدایت کی دو شاخیں ہیں۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ جو خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، بذریعہ جبریل امین، وحی بھیج سکتا ہے جس وحی کو اصطلاح شریعت میں قرآن کہا جاتا ہے تو وہی خدا اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنے بندے رسول پر بغیر جبریل بھی وحی بھیجے، چنانچہ بغیر واسطہ جبریل بھی وحی بھیجتا تھا، جس کو یہاں نور کہا گیا ہے اور اس مفہوم سے آنحضرت صلعم کو سرتاپا "نور" کا لقب دیا گیا ہے۔ مرادیہ کہ حدیث وحی کے ساتھ نور بھی ہے۔ یعنی جب رسول نور ہوا تو اس کا کلام بھی بلا عیب و بلا شک نور ہی ہوا، لہذا حدیث کا دوسرا نام نور ہے۔ اور اگر کوئی اتنا ہی اندھا ہو کہ نور سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے اللہ کے نور کا تو کچھ نہیں بگڑتا بلکہ محروم نور نے اپنے کو بدبخت ازلی ثابت کیا، اور سنئے،

۳۲ ویں دلیل

یا ایہا الناس قد جاءکم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا

(النساء رکوع ۲۳)

ترجمہ: اے لوگو! تمہاری طرف اللہ کی طرف سے برھان

اور نور مبین نازل کیا ہے "

سبحان اللہ! سبحان اللہ!! تو من شدی، من تو شدم، والا معاملہ ہے یہاں، یعنی احکام کے ثبوت میں اللہ کا حکم، رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ اوپر کی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "نور" کہا ہے، اور اس آیت میں قرآن کو "نور" کہا ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہان کہا ہے

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری یعنی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اللہ کا حکم اور ہے اور رسول کا حکم اور ہے نہیں دونوں حکم، ایک ہی ہیں۔

بخدائے عالم! محمد کا مرتبہ، خدا جانے اور خدا کی منزلت محمد جانے۔ اس پیارے رسول کو اتنا نوازا گیا ہے کہ مخلوق خدا میں کوئی نوازا نہیں گیا۔ اور یہ بندہ رسول اللہ کی عبدیت میں اس قدر فنا ہوگیا کہ اس کا ہر قول و فعل، خود خدا کا قول و فعل ٹھہرا جب یہ بندہ رسول اپنے مقدس ہاتھ سے بیعت لیتا ہے، تو رب العرش العظیم کہتا ہے۔

کہ یہ بیعت محمد عبدہ و رسولہ نے نہیں لی، بلکہ اس کے پیدا کرنے والے مبعوث کرنے والے اور رسول بنانے والے اللہ نے خود لی ہے۔

اور اس مقدس رسول کے ہاتھ کو۔ اس مقدس ہستی کے پیدا کرنے والا کہتا ہے کہ یہ محمد کا ہاتھ نہ تھا، بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا جب یہ مقدس بندہ رسول اپنے مقدس مٹی اور دانے کی

کے بنے ہوئے ہاتھوں سے کنکریاں پھینکتا ہے، تو اس مقدس بندے کا رب کہتا ہے کہ یہ کنکریاں "ید محمد" نے نہیں ماریں، بلکہ "ید خدا" نے ماری ہیں۔

جب یہ مقدس بندہ رسول کوئی بات کرتا ہے، تو اس مقدس ذات کے پیدا کرنے والا، پاک پروردگار کہتا ہے کہ محمد نہیں بولتا، بلکہ خدا بلواتا ہے اور اس کی بات اس کی اپنی نہیں، بلکہ اس کے رب کی وحی ہے، تو بخدا اگر شریعت مانع نہ ہو تو خدا ہی جانے کہ ہم اس ذات بابرکات نبوی کو کیا بنا ڈالتے۔ اور جاہل نادان، اور احمقوں نے گمراہی میں پڑ کر کچھ کفر بک بھی دیا ہے کہ اللہ کے پاس وحدت کے سوا کیا ہے، جو لیتا ہے سے لیتے محمد سے۔

اتر پڑا وہ مدینہ میں خدا ہو کر (معاذ اللہ) یہ تو حلولیے زندیقوں کا عقیدہ ہے۔

اور کہیں "میم" کے پردہ کا کفر بکا ہے وغیرہ

مگر آنحضرت صلعم کو توحید باری تعالےٰ ہر قدم پر آن اور لحظہ اس قدر پیاری تھی کہ ایک دفعہ آپ مال غنیمت بانٹ رہے تھے، تو کسی نو مسلم نے عربی محاورہ کے مطابق غیر قصد سے نکل گیا کہ "اعطنی" "اے دینے والے مجھے بھی دے" آپ یکلخت چونک پڑے اور زور دار الفاظ میں فرمایا کہ خبردار!

المعطی ھو اللہ، خبردار! دینے والا اللہ ہے، میں تو "انا القاسم" میں بانٹنے والا ہوں، جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے

Marfat.com

تشریف لائے تو انصار کی بچیاں نعتیہ کلام کہہ رہی تھیں اور یہ الفاظ بھی ان
کی معصوم زبانوں پر آ گئے۔

فینا رسول یعلم مافی غد ہمارے ہیں رسول ہے جو
آنے والی کل کی باتیں جانتا ہے تو نبی التوحید نے منع فرما دیا کہ یہ مت
کہو، بلکہ پہلے والے کہو۔ جو یہ ہیں۔

طلع البدر علینا۔ من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا۔ مادعی اللہ داعی

ہمارے پر چودہویں رات کا چاند ثنیۃ الوداع سے طلوع ہوا
ہے۔

ہم پر اس وقت تک شکر بجا لانا واجب ہے جب تک اللہ کو
پکارنے والے پکارتے رہیں گے۔

نعم ما قال فی البنجابیۃ

چن عربوں چڑھیا، چن عربوں چڑھیا
میں دیاں وداِیاں قسمت نوں

آپ کے صاف ارشادات ہیں، اذا سئلت فاسئل واذا استعنت
فاستعن باللہ۔

جب کچھ مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو صرف
اللہ سے چاہو۔

پھر اتنے عالی مرتبت رسول کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہیں بھی الی
دی ہیں کہ توحید نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہیں تو خود اس بندے رسول
عندذی العرش مکین کی بندگی و عاجزی کو ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ:

انی اخاف، ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (قرآ[ن)]

"میں (محمد عالی مقام جس کا حکم خدا کا حکم ہے) اگر اپنے اللہ کی [نا فرمانی]
کروں تو اس بہت بڑے عذاب سے ڈرتا ہوں"

کہیں کہا۔

اگر یہ (رسول عالی مرتبت) ہم پر جھوٹ باندھے، تو اس ک[ا]
ہاتھ پکڑ کا سر دھڑ سے جدا کر دیں۔ (قرآن)

کہیں فرمایا۔

"اگر تو کہیں پھسل جاتا، تو ہم تجھے اس زندگی میں بھی اور اس
میں دگنا عذاب دیتے"۔ (قرآن)

اور اس قدر بلند مرتبوں والے۔ اللہ کے محبوب لاڈلے [سے]
جن کی رضا کا اللہ خود جویا ہے، سے کہا کہ۔

لیس لک من الامر (قرآن)

خبردار! تجھے (اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کے سوا) کو[ئی اختیار]
نہیں اور کہیں کہا کہ:۔

خبردار! اللہ کے ساتھ کہیں شریک نہ کر بیٹھنا، ورنہ [بے یار و]
مددگار جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا (قرآن)

ان آیات شریفہ کے لانے سے ہماری مراد یہ ہے کہ۔ او[ر بھی]
رازدارانہ آیات شریفہ ہے، جس میں تو من شدی من تو شدم و[الے]
مضامین ہیں۔ ان سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ

"اللہ محمد ہے، اور محمد اللہ ہے"۔ استغفر اللہ! استغفر[اللہ]
معاذ اللہ!!! معاذ اللہ!!!! ہرگز نہیں! قطعاً نہیں!!

Marfat.com

بلکہ مطلب یہ ہے کہ محمد عبدہٗ و رسولہٗ رب العزت کے احکام، رب القرآن کی رضا، رب الکعبہ کے منشاء اور رب محمد کی محبت میں اس قدر محو و مستغرق ہو گیا کہ اس نے، کوئی بھی بات، کوئی بھی عمل، کوئی بھی امر، کوئی بھی فعل سوائے حکم رب محمد کے کہنا گوارا ہی نہ کیا۔

محمد صلعم کے اس فنا فی اللہ کو اللہ نے پسند فرما کر، اسے اپنا مصطفیٰ بنا لیا، مرتضیٰ بنا لیا، مجتبیٰ بنا لیا، محبوب بنا لیا، حامل وحی بنا لیا، صاحب قرآن بنا لیا صاحب وحی بنا لیا، صاحب نبوت بنا لیا صاحب قاب قوسین بنالیا، اور اس کی تربیت رب السماوات والارض والعرش العظیم نے اپنی آنکھوں پر کی۔

صاحب معراج بنا کر کہا کہ:۔

" انک باعیننا ۔ اے محمد صلعم، آپ ہماری آنکھوں پر ہیں "

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آنحضرت صلعم کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور جس کے قبضہ قدرت میں فضل احمد کی جان ہے،

" انک باعیننا "

کا لفظی ترجمہ یہی ہے کہ " آپ ہماری آنکھوں پر ہیں "۔

اور یہ جملہ صرف اسی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کمال محبت و خلوت و راز داری کے بلند ترین مقام پر سرفراز ہوتا ہے۔

ارے نادان منکرو!! دنیا ہی میں دیکھو، جب کوئی کسی کا عاشق زار ہوتا ہے، جس پر تن من دھن سب وار دینا، سہل ترین مشغلہ ہوتا ہے اس کو انسان کہتا ہے،

" آپ میری آنکھوں پر ہیں "

کسی نے اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کیا خوب کہا ہے، یعنی

کسی دنیاوی معشوق کے لئے

عرفی کی میں نے کہ گلشن فطرت کی بہار
دولت و عزت و ایماں ترے قدموں پہ نثار

اب خود ہی اندازہ لگا لو کہ عرش عظیم کا مالک اپنے محمد بندے رسول کو کہہ کر:۔

"انک باعیننا" تحقیق اے محمد، آپ ہماری آنکھوں پر ہیں تو اس مقام محمد عربی کا اندازہ لگا لو ہماری تو زبانیں اس ممدوح خدا کی شان بیان کرنے سے گنگ ہیں۔ قلم عاجز ہے۔

تو کیا اتنی بڑی ہستی جو خود۔ خداوند عالم کی آنکھیں ہو، صرف پیامبر ہوا کرتی ہے؟ اور کیا اتنی بڑی پاک ذات کی احادیث قابل رد ہوتی ہیں؟ معاذ اللہ

اسی لئے تو خداوند عالم نے فرما دیا ہے تاکہ۔
جسے محمد عربی صلعم کی نافرمانی کی وہ دوزخ کا ایندھن ہے۔
ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی انکار حدیث کرے تو پھر ہم لاجواب ہیں۔ اے اللہ ہی ہدایت کرے۔ آمین۔

اسی مقام پر اقبال نے کہا ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

۳۳ ویں دلیل

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارا دین (اسلام) مکمل کر دیا، اور اپنی

Marfat.com

(آسمانی) نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور تمہارے لئے اسلام دین کی رضا مندی دے دی۔

اس آیت شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ اسلام مکمل کر دیا گیا۔

۲۔ "اسلام" کو ایک مکمل دستور انسانیت بنا کر اس کا تکمیلی نام "دین" رکھ دیا گیا۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ "اسلام" کوئی "مذہب" نہیں ہے۔ جیسا کہ عامۃ الناس اسلام کو مذہب کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ "مذہب" ان رسومات و روایات کو کہا جاتا ہے جو وحی سے نہیں بلکہ وہ لوگ جنہوں نے لبادہ مذہب پہنا ہوتا ہے۔ وہ خاندانوں قبیلوں اور اپنے بزرگوں باپوں کے کہہ کر نام نہاد بزرگوں کے اقوال و اطوار کا مجموعہ گھڑ لیتے ہیں، اور اسے مذہب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور بس اسلام اس معنی میں مذہب ہرگز نہیں۔ ہاں بعض علماء، اسلام کو، اسلام ہی گردان کر دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی، اسلام کو بھی مذہب کہہ دیتے ہیں۔ اگر اس میں الناس کا خوف نہ ہوتا تو ہم اسے مستحسن قرار دیتے۔ مگر چونکہ اب ہمارے زمانہ میں مذہب کا مفہوم، عیسائیت، یہودیت، مجوسیت، ہندوہت وغیرہ مذاہب کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ اس لئے میں علمائے کرام سے عرض کروں گا کہ، اسلام کو مذہب کا نام قطعاً نہ دیا جائے۔ بلکہ صرف "دین" کہا جائے۔

"دین اسلام" اور مذہب اسلام چونکہ غلط بھی ہے اور تلبیس بھی لہذا مذہب اسلام ہرگز نہ کہا جائے۔ بلکہ علماء پاکستان متفقہ طور پر فتویٰ شائع کر کے اس لفظ کی ممانعت کر دیں۔

Marfat.com

آج جو یہ کہا جاتا ہے کہ :۔

الف: مذہب و سیاست جدا ہیں

ب :۔ مذہب ایک شخصی ذاتی معاملہ ہے۔

ج :۔ مذہب کو سیاست میں دخل نہیں۔ وغیرہ

یہ مقولے اس لئے معرض وجود میں آئے کہ جن مذاہب نے یہ بانو گھڑے ہیں، ان کا مذہب ... انسانی ہاتھوں کا بنا ہوا ہے اور وہ دورحاضرہ کا ساتھ نہیں دے سکتا، لہذا ان مذاہب کے دانشمندوں نے لاچار ہو کر اوپر والے نعرے بلند کئے۔

دیکھتے نہیں ہو کہ، یہودیت (یہودی مذہب) عیسائیت، مجوسیت، ہندو دھرم وغیرہ سب انسانی ہاتھوں کی ساخت ہیں۔ لہذا وہ تو یقیناً انسانی ذات کی رہبری نہیں کر سکتے۔ مگر اسلام دین کو خود اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، اور اس کے اصول ابدی بنا کر بھیجے ہیں اور اس دین اسلام کو ایک تو تنزیل یعنی قرآن سے اور دوسرا "وحی" یعنی نطق نبی سے جس کو ہم احادیث کہتے ہیں ان دو ماخذوں سے تکمیل کیا ہے اور قیامت تک انسانوں کے لئے شریعت محمدی کو قابل عمل بنا کر بھیجا ہے۔

لہذا اسلام دین کے لئے یہ سوال ہی نہیں اٹھتا کہ

الف :۔ اس کو سیاست سے جدا کر دیا جائے۔

ب :۔ یا یہ ایک شخصی یا ذاتی معاملہ ہے۔

ج :۔ اس کو سیاست میں دخل نہیں،

اب اس آیت شریفہ سے یہ امر ثابت کرنا ہے کہ

.. دین اسلام مجموعہ ہے قرآن و احادیث کا احکام، قوانین اور آئین کا
ن کو "شریعت محمدی" بھی کہا جاتا ہے۔

اولاً اگر "دین اسلام" نام ہوتا، صرف قوانین قرآن کا، تو قرآن پاک ایک ہی دفعہ نازل کر کے، آنحضرت صلعم کو صرف پیامبر نا کر، حکم دیدیا جاتا کہ:۔

خبردار، صرف قرآن سنانا اور صرف قرآن سے فیصلے دینا، اور تمہاری ڈیوٹی کچھ نہیں اور آنحضرت صلعم کو صرف قرآن دیا جاتا، اس کے ساتھ اور کچھ نہ عطا ہوتا،

مگر ہم دیکھ رہے ہیں، اور اس کتاب کے گذشتہ اوراق میں ناظرین کرام نے بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا، کہ آنحضرت صلعم کو صرف قرآن پاک ہی نہیں دیا گیا، بلکہ ساتھ ہی ساتھ، حکمت، نور، ہدایت، برہان، نبوت، وحی، حکم، ارثت الحق، وغیرہا بھی عنایت ہوئے ہیں،

اور پھر یہ حقیقت کہ قرآن پاک صرف اصول بیان کرتا ہے اور ان اصولوں کا تعریف تشریح، تفصیل، تفہیم، تعلیم القرآن، تشریح تفسیر اور تعبیر کا کام آنحضرت صلعم کے سپرد کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے،

ثانیاً قرآن پاک ایک ہی دفعہ نازل ہونے کی بجائے تیئس برسوں کی طویل مدت تک تھوڑا تھوڑا، حسب موقع حسب ضرورت اور حسب مقتضار، نازل ہوتا رہا اور جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا تھا، ویسے ہی اتنے نازل شدہ حصے کی تشریح آنحضرت صلعم، بذریعہ نطق نبی فرماتے رہے، اور یہ نطق، آنحضرت صلعم کو بذریعہ وحی القا ہوتا تھا، قرآن پاک کی تشریح کے لئے آنحضرت کے نطق پر خود خدا گواہ ہے کہ یہ بذریعہ وحی

Marfat.com

ہوتا تھا، وما ینطق والی آیت کو دیکھو،

مطلب یہ کہ تیئس برسوں تک جیسا جیسا قرآن نازل ہو
رہا، ویسے ساتھ ہی ساتھ قرآنی اصولوں کی تشریح آنحضرت علیہ السلام
سے فرماتے رہے تاآنکہ، جب تیئس برسوں میں قرآن پورا نازل
ہو چکا۔ اور احادیث نبوی نے بھی تشریح مکمل کر دی تو یہ آیت نازل
ہوئی۔

ثالثاً ان تصریحات سے یہ نتیجہ صاف ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس
تکمیل دین فرمایا ہے۔

وہ مجموعہ ہے قرآن و حدیث کا۔

ایک باریک نکتہ ایک لطیف راز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں
کہا کہ تکمیل قرآن ہو چکی حالانکہ، اگر دین اگر
صرف قرآن ہی کا نام ہوتا تو لازماً آیت یوں آتی کہ

الیوم اکملت لکم قرآنی ورضیت لکم القرآن دیناً کہ آج
ہم نے اپنا قرآن مکمل کر دیا اور تمہارے لئے قرآن کو دین بنا دیا۔
چونکہ منشاء ایزد متعال یہ ہرگز نہ تھا بلکہ رضائے رب" یہ تھی کہ
قرآن و حدیث دونوں کے مجموعہ کا نام اسلام ہے، اس لئے فرمایا
دین اسلام کو تمہارے لئے دین بنا دیا۔

رابعاً پھر ساتھ ہی، یعنی تکمیل دین اسلام کے ساتھ ہی، اتمام نعمت
باری تعالیٰ بھی کی ہے تو ظاہر ہے کہ نعمت خداوندی میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی نعمت
ہیں دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اتنے احسان فرمائے ہیں کہ خود

Marfat.com

قرآن کہتا ہے کہ اگر دنیا بھر کے سارے سمندر روشنائی (سیاہی) بن جائیں اور دنیا جہان کے سارے درخت قلمیں بن جائیں اور احسانات رب العالم لکھنا چاہیں، تو سمندر بھی ختم ہو جائیں، قلمیں بھی گھس کر رہ جائیں گے۔ احسانات پاک پروردگار نہ گن سکیں تاہم اللہ تعالےٰ نے بندوں پر کسی بھی نعمت کا احسان نہیں جتلایا۔ اور اگر جتلایا، تو صرف ایک نعمت عظمیٰ کا جو ساری نعمتوں سے بڑی ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان یہ کیا کہ ان میں سے ان میں رسول مبعوث کیا۔"

دوسرے یہ کہ نعمت باری تعالیٰ، صرف قرآن ہی نہیں، بلکہ اور بھی بے حد و بے حساب نعمتیں ہیں۔ ان تعدو نعمت اللہ لا تحصوہا (قرآن) اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ تو اتمام نعمت بتا رہا ہے کہ قرآن کے بعد مسلمانوں کے لیئے آنحضرت صلعم سے بڑھ کر اور کوئی نعمت اتنی اہم نہیں ہو سکتی تو چونکہ تکمیل دین میں بھی بہت بڑا حصہ احادیث کا ہے اور اتمام نعمت میں بھی۔

پھر چونکہ تکمیل دین بھی "ابدی" ہے اور اتمام نعمت بھی "ابدی" ہے۔ لہٰذا جن اجزاء سے تکمیل دین اور اتمام نعمت ہوا وہ اجزاء بھی یقیناً ابدی ہی ہیں اور دونوں میں یعنی "دین" و "نعمت" میں احادیث نبوی ہیں، لہٰذا احادیث نبوی بھی "ابدی" ہی ہیں پھر چونکہ "ابدی" امور کے متعلق منشاء ایزدی یہی ہے کہ وہ محفوظ رہیں لہٰذا خود قرآن

سے ہی ثابت ہو گیا کہ احادیث نبوی بھی محفوظ ہیں۔

خامساً تمام انبیاء علیہم السلام کو اسلام ہی دیا گیا تھا۔ مگر ان کے دفتوں میں حسب ضرورتِ زمانہ تکمیل نہیں ہوئی تھی، اور آنحضرت صلعم سے پہلے کسی بھی رسول کو "اسلام" دین مکمل کر کے نہیں دیا گیا۔ تا آنکہ آنحضرت کے زمانہ میں۔ اسلام کو "دین" یعنی دستورِ حیات تا قیامت بنا کر تکمیل تک پہنچا دیا گیا۔ اور آنحضرت صلعم کو آخری نبی بنا کر بھیجا گیا، اب چونکہ اسلام دین کامل بن گیا۔ اس لئے اس کے بعد نہ تو آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوگی اور نہ کوئی نیا نبی ہی آئے گا، اس لئے دین اسلام کے دونوں اجزاء، چونکہ قیامت تک رہتے ہیں "ابدی" کر دیئے گئے۔ ایک جز قرآن اور دوسرا جز حدیث، لہٰذا احادیث نبوی بھی "ابدی" ہی ہیں، وہ خود اسلام ہیں۔

۳۴ ویں دلیل

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض (المائدہ)

ترجمہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ (لڑائی جھگڑا) کرتے ہیں، اور فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں (داہنا بایاں) کاٹ دیئے جائیں، یا (اپنی حکومت اسلام سے) ملک بدر کر دیا جائے،

دیکھئے یہاں احادیث میں جھگڑنے والوں محاربہ کرنے والوں اور انکار کرنے والوں کی سزائیں بیان ہوئی ہیں، اسی لئے تو ہم نے حکومت

[پا]کستان کی توجہ اس فتنۂ زندیقیت، انکارِ حدیث کی طرف مبذول کرائی تھی۔ [ا]لحمد اللہ کہ محمد، حکومت اسلام میں اس سے بڑھ کر اور فتنہ نہ کیا ہوگا [م]سلمانوں کے چہاردہ صد سالہ اجماع، متفقہ عقیدے سے انکار کر کے ان میں [ان]کارِ حدیث کا فساد پھیلایا جائے، جس اجماع پر خود قرآن نے مہرِ تصدیق ثبت [کر]دی ہے کہ یہ حق ہے، (و یتبع غیر سبیل المومنین)

پھر یہ امر بھی حتمی و یقینی ہے کہ یہ منکر مجادلہ بجز رسول سے کرنے میں [ا]ور اُسے کوئی جنگ نہیں کر سکتا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے رسول کے ساتھ محاذ بہ کو [ا]پنی طرف بھی منسوب کر لیا ہے اور کہا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ [جد]ل و جدال کرتے ہیں۔ لہٰذا جبکہ رسول کے ساتھ جدل و جدال کو اللہ تعالیٰ خود [ا]پنے ساتھ جدل و جدال قرار دے رہا ہے تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی [حد]یث کے انکار کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ منکر خود اللہ کا بھی انکار کر رہے ہیں

۳۵ ویں دلیل

فان جاء وک فاحکم بینھم او اعرض عنھم

ترجمہ: "جب آپ کے پاس [یہ] معاملات لے کر [آ]ئے [ہو]ں تو آپ ان کے درمیان حکم کر (فیصلہ دے) یا ان سے اعراض کریں"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں خود خدا، آنحضرت صلعم کو فیصلہ کرنے کا حکم [ص]ادر کرنے کا اختیار دے دیا ہے تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم جو فیصلہ کریں گے [و]ہ حق ہی ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ حدیث سے ہی ہوگا۔ اور حق آبدی [نہ] ہوتا تو کیا پیام بر کو بھی کچھ اختیار ہوتا ہے؟ غور فرمایا!

۳۶ ویں دلیل

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط

(المائدہ)

ترجمہ: "اور جب آپ حکم کریں تو انصاف کے ساتھ حکم کریں"

دیکھئے اس آیت نے صاف فرما دیا کہ بہت سارے معاملات میں
آنحضرت صلعم قرآن کے سوا بھی حکم کرتے ہیں۔ اس لئے تاکید کی کہ ج
آپ حکم دیں، تو انصاف کے ساتھ حکم دینا۔
ظاہر ہے کہ "قسط" تو قرآن نہیں، لہذا ان معاملات میں حکم
پاک صرف احادیث سے دیتے تھے اور حدیث بھی وحی ہی ہے، لہذا
ٹھہری چنانچہ جن مقدمات میں قرآن نازل ہو چکا تھا، اور قرآن کا فیصلہ سنا
ہوتا تھا، تو وہاں،
فاحکم بینھم بما انزل اللہ۔ ان کے درمیان قرآن سے فیصلہ
کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۷ ویں دلیل

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (المائدہ)
اللہ کی تابعداری کرو اور رسول کی تابعداری ک

ان الفاظ کے ساتھ سینکڑوں آیات شریفہ آئی ہیں۔

۳۸ ویں دلیل

اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل
والی الرسول، قالوا حسبنا ما و
علیہ آباءنا (المائدہ ر۱۴)

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو ا
نے نازل کی ہے (یعنی قرآن) اور رسول کی طرف آؤ (یعنی حدی
تو کہتے ہیں ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہمارے آباء تھے۔
بعینہ منکرین حدیث کا بھی بالکل یہی حال ہے۔ جب ان سے
جاتا ہے کہ رسول یعنی احادیث ... رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہما
لئے وہی کافی ہے جو بڑے منکر عبداللہ چکڑالوی واسلم جیراجپور

(ر)ہے ہیں۔

۹۳ویں دلیل

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل، یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر، ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ:۔ جو لوگ (اہل کتاب میں سے) رسول، نبی، امی کی تابعداری کرتے ہیں، جس کی (تعریف) خود ان کے پاس توریت و انجیل میں لکھی ہوئی ہے یہ (رسول کریم) ان کو معروف کا امر دیتا ہے، اور منکر سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزیں ان پر حلال کرتا ہے۔ اور خبائث ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے بوجھ اتارتا ہے (یعنی تحلیف مالایطاق اتارتا ہے) اور ان کو جکڑ بندیوں سے آزاد کرتا ہے جو ان پر تھیں پس جو لوگ اس (رسول صلعم) پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور نصرت کی اور اس نور کی، طاعت کی جو اس (آنحضرت صلعم کے ساتھ اتارا ہے، تو یہ لوگ وہی ہیں جو کامیاب ہوں گے۔

بہت بڑی مہتم بالشان ہے یہ آیت شریفہ!!! اور نبی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے اختیارات خداوندی کا ذکر ہے اس میں۔

۱۔ پہلے مرحلہ پر تو اتباع رسول کریم صلعم کو فرض کر دیا گیا ہے۔ اور یہ امر تو ظاہر ہے کہ اتباع رسول سے مراد اتباع قرآن نہیں بلکہ

اتباع حدیث ہے، کیونکہ اتباع قرآن تو خود ایک مستقل فرض
۲۔ دوسرے مرحلہ پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بھی
ہے، اور نبی بھی کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر رسول اور نبی
معنی ایک ہی ہوتے تو قرآن پاک میں تکرار لازم آتی، جو قرآن
کی شان نہیں لہذا "رسول" کے لفظ سے منشاء باری تعالیٰ
اور ہے، اور "نبی" کے لفظ سے مقتضاء رب القرآن کچھ
ہے۔
لفظ رسول سے تو مراد خداوندی یہ ہے کہ محمد صلعم صاحب
قرآن ہے۔ کہ قرآن بذریعہ رسالت جبریل نازل ہوا، اور لفظ
سے منشاء رب محمد یہ کہ محمد صلعم صاحب وحی بھی ہے۔ جو غیر
ہے جس وحی کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔
لہذا منشاء باری تعالیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کی بھی تابع
کرتے ہیں اور حدیث کی بھی تابعداری کرتے ہیں۔
اور قرآن کے لانے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
بھی تابعداری کرتے ہیں۔ یعنی اطاعت رسول علی حدہ فرض عین
ضمناً، آپ کو "امی" بھی کہا گیا ہے عربی میں امی اس شخص کو
ہیں، جو لکھ پڑھ نہ سکتا ہو۔
یہ شان محمدی کی اٹل دلیل ہے
اول تو یہ امر ذہن نشین کر لو کہ پڑھنے لکھنے سے مراد یہ
کہ کسی بات کا علم ہو جائے۔ تو گویا علم کو حاصل کرنے کا واسطہ
پڑھنا لکھنا۔ اور اگر کسی شخص کو علم، یعنی کسی چیز کو معلوم کر لینا، بغیر

Marfat.com

پڑھنے کے بھی حاصل ہو جائے، تو پھر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

تو جس صورت میں محمد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کا علم بغیر لکھنے پڑھنے کے خود سکھا دیا، تو پھر الف، ب، ت وغیرہ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

اس باب میں سب سے اہم امر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا استاذ (جس کو اردو میں استاد کہتے ہیں) خود استاذ ازلی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہے نہیں دیکھتے ہو کہ اس رسول نبی امی نے دنیا سے انسانیت کے وہ وہ مسائل حل کیے، کہ نہ تو آنحضرت صلعم سے پہلے کسی نے کیے اور نہ آج تک کوئی کر سکا، اور نہ اس کے بعد کوئی کر سکے گا۔

نہایت ہی لطیف نکتہ

اگر محمد صلعم، لکھنے پڑھنے کے لیے، کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے، تو وہ انسان محمد صلعم کا استاد ٹھہرتا۔ تو بھلا، رب السماوات والعرش کو یہ کیونکر گوارا تھا، کہ اس کے لاڈلے صاحب قرآن صاحب قاب قوسین، صاحب عین اللہ صاحب وما ینطق عن الھوی، صاحب معراج، صاحب دنا فتدلی صاحب ارادت اللہ، صاحب حکم بحکم اللہ، صاحب ید ید اللہ صاحب بیعت اللہ، صاحب ذکر با مر اللہ، صاحب رمی رمی اللہ صاحب خلق، وحی اللہ، صاحب ما ینطق عن الھوی، صاحب نور اللہ، صاحب برہان، باذن اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کا کوئی دوسرا انسان استاد بن جاتا ہے !!!!؟

مگر افسوس کہ ان منکرین حدیث کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا، اور حدیث کے تو منکر تھے ہی۔ قرآن کے بھی منکر بن بیٹھے یعنی قرآن تو کہتا ہے کہ محمد رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی ہے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، تاہم معلم ملکوت السماوات والارض ہے۔ کیونکہ محمد کا استاد خود خدا ہے اور ایک ملعون، زندیق دشمن خدا، دشمن رسول، دشمن قرآن، دشمن اسلام اور دشمن مسلمان، یہ کہتا ہے کہ نہیں، محمد صلعم پڑھے لکھے تھے۔

ہم نے کہا تھا کہ یہ منکرین حدیث حقیقت میں قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتے اور اصل میں کمیونسٹ ہیں پرویز وغیرہ، مگر قرآن کی آڑ میں مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، یعنی قرآن کا نام لے کر حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ اگر یہ ملحد، زندیق، کمیونسٹ ظاہر ہو کر حدیث کا انکار کریں، تو مسلمان ان کی وہ گت بنائیں کہ دنیا دیکھے۔ مگر یہ منافق، اگلے زندیقوں کی طرح قرآن کی آڑ میں چھپ کر اپنے کمیونزم کو چھپا کر، قرآن کا نام لے کر مسلمانوں کو حدیث نبی سے گمراہ کرتے ہیں۔

جب یہ زندیق و مجوس، یاد رہے کہ مجوسیوں کے ایرانی شاہ جسے آنحضرت صلعم کا خط مبارک پھاڑ دیا تھا اس کا نام بھی پرویز تھا۔ پرویز اس مجوسی پرویز کے نقش قدم پر احادیث رسول کو پھاڑ رہا ہے۔ یعنی بالکل اسم بامسمیٰ ہے۔

جب زندیق و مجوس، اس مجوسی پرویز کا ہمنام پرویز کہتا ہے کہ محمد صلعم پڑھے لکھے تھے تو لامحالہ آنحضرت صلعم کا کوئی استاد بھی ہونا چاہئے مگر مسلم ہے کہ قرآن، حدیث و تاریخ تینوں، اس کا انکار کر رہے ہیں۔

Marfat.com

قرآن تو کہتا ہے کہ آپ نبی امی ہیں۔ حدیث تو کہتی ہے کہ ما انا بقاری میں پڑھا ہوا نہیں
بلکہ یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی انسان سے پڑھا لکھا نہیں۔ حدیبیہ کا واقعہ جو سن ۶ھ
کا ہوا ہے۔ جس کے چار سال بعد آنحضرت صلعم کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ
جب صلحنامہ حدیبیہ لکھا گیا تو حضرت علی علیہ السلام نے لکھا کہ من محمد رسول اللہ۔ یہ محمد رسول اللہ
کی طرف سے ہے تو سہیل جو کافروں کی طرف سے مجاز صلح تھا اعتراض کرتا ہے کہ اگر ہم آپکو
رسول اللہ سمجھتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا۔ جدال تو یہی ہے کہ ہم آپکو رسول اللہ نہیں مانتے
لہذا رسول اللہ کے الفاظ محو کر دیئے جائیں۔ آنحضرت صلعم، علی علیہ السلام کو کہتے ہیں کہ
رسول اللہ کے الفاظ کاٹ دو۔ حضرت علی، پروانہ محمد، کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے
الفاظ کیسے کاٹ دوں؟ اس پر آنحضرت صلعم فرماتے ہیں: "بھلا مجھے دکھلاؤ وہ الفاظ
کہاں ہیں۔ میں محو کر دوں۔" اس پر حضرت علی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ ہیں۔ اور آنحضرت صلعم
خود اپنے دست مقدس سے کاٹ دیتے ہیں۔ اور پھر صلحنامہ لکھا جاتا ہے۔ منکرین حدیث
کا یہ کہنا ہے کہ ہاں شروع میں تو آنحضرت صلعم امی تھے۔ مگر بعد میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا ہو گا۔
دیکھئے قرآن کی مخالفت اور رد ہو گا۔ کہ لفظ سے جو آتا ہی شک کے لئے ہے۔ ہم کہتے ہیں
اور سانت و نبوت ملنے کے بعد آنحضرت صلعم تیرہ برس تو مکہ معظمہ میں رہے۔ اور صلح حدیبیہ سن ۶ھ
میں واقع ہوتی ہے۔ ۱۳۔ اور ۶۔ ۱۹ برس انیس برسوں۔ اور ساتھ ہی چالیس برس
قبل نبوت کے بھی، تو تقریباً ساٹھ برس ہوتے ہیں تو ساٹھ برسوں تک تو کسی سے لکھا پڑھا
نہیں باقی عمر کے چار برس ہیں؟ یہ دور پڑھا رہا ہے۔ اس کی جہالت پر ماتم کیجئے۔ مگر یہ یاد
رہے کہ گو آنحضرت صلعم نے کسی انسان سے تو کچھ لکھا پڑھا نہیں۔ اور چونکہ لکھنے پڑھنے
سے مراد علم کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ علم آنحضرت صلعم کو خود باری تعالیٰ نے سکھلا دیا
تھا۔ پھر خود آنحضرت صلعم کو معلم قرآن بنا دیا۔ ویعلمہم الکتاب۔ محمد صلعم ان کو قرآن
کی تعلیم دیتا ہے اور معلم الحکمت بنا دیا۔
ایک اور نکتہ:- اہل کتاب عموماً یہ اعتراض کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو فلاں عجمی آکر
پڑھا جاتا ہے۔ جس کا جواب خود قرآن پاک نے دیا کہ "ایک عجمی نے پڑھایا ہے" حالانکہ

آنحضرت صلعم تو عجمی کوئی زبان بھی نہیں جانتے، مگر قرآن تو عربی کلام ہے۔" دیکھیے جو
آج منکرِ حدیث پرویز کہہ رہا ہے کہ آنحضرت صلعم پڑھے لکھے تھے۔ وہی بات مجوسِ عجم
نے یہ کہا کہ تشابہت قلوبھم۔ پرویز جو عجمی نام ہے۔ اور عجمی کافر، دونوں یہ کہتے
آنحضرت صلعم اُمّی نہ تھے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ اُمّی تھے۔ نکتہ یہ کہ اہلِ کتاب کا سب سے
اعتراض یہ تھا کہ فلاں فلاں اہلِ کتاب عالموں سے آنحضرت صلعم نے قرآن سیکھا ہے
یہ بات اس طرح بن بھی جاتی تھی۔ کہ تورات و انجیل کے بہت سارے مسائل، جو اصلی
میں تھے، مسخ ہونے سے بچ گئے تھے۔ وہ اور قرآن کے مسائل بالکل ایک ہی تھے جس
وجہ سے مجوسِ عجم نے یہ اعتراض اٹھایا تھا۔ تو بتائیگا مجوسِ پاکستان، پرویز، کہ اگر آ
صلعم سچ مچ لکھے پڑھے ہوتے تو اس کا جواب کیا بن پڑتا، کہ قرآن تو تورات و انجیل
عجم عالموں سے آنحضرت صلعم نے سیکھا ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پ
پڑھے لکھے ہوتے تو قرآن لاکھ دلیلیں دیتا، وہ مجوسِ عجم کبھی نہ مانتے۔ بلکہ یہی ر
لگاتے چلے جاتے کہ نہیں۔ یہ قرآن، ہماری کتابوں سے ہی لے لیا گیا ہے۔ مگر چونکہ م
عجمی زبانیں تو ایک طرف خود عربی زبان بھی۔ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو جب
عجم و اہلِ کتاب کو یہ جواب دیا گیا کہ "ہمارا نبی محمد صلعم تو عربی بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے
عجمی زبانوں سے قرآن کیسے نقل کر لیا" تو اس وقت کے منکرین گو منکر تھے ہی
ان کی سرشت میں عدل و انصاف کا بھی مادہ تھا۔ انہوں نے اس دلیل کے سامنے
تسلیم خم کر دیا کہ واقعتاً" جب محمد صلعم عربی بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے" تو پھر عجمی عبرانی ک
سے قرآن کیسے نقل کر سکتے تھے۔ حیرت ہے کہ خود آنحضرت صلعم کے زمانہ کے عجمی منکر و
تو یہ بات تسلیم کر لی کہ حقیقتاً "آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے" مگر ہمارے زمانہ کے
عجمی پرویز یا اس کی ذریت"، اس دلیل کو مانتی ہی نہیں، اور خود قرآن کے خلاف کہ
ہیں کہ آنحضرت صلعم اُمّی نہ تھے۔ خیر چھوڑئیے ان منکرینِ حدیث و دشمنانِ قرآن کو۔ آ
شریفہ کی طرف۔ ۳۔ تیسرے مرحلے پر فرمایا، کہ محمد صلعم کی تعریف خود تورات و انجیل میں
ہے۔ اس کے ساتھ اس آیتِ شریفہ کے مضمون کو بھی تازہ کر لو جس میں کہا گیا کہ

اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا کہ :- جب میں رسول (نبی آخر الزماں) بھیجوں تو اس پر ایمان لانا۔ یہاں ہمیں منکروں سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا کسی چٹھی رساں (پیام بر) کے لئے۔ ابتداء آفرینش سے لے کر سب نبیوں سے عہد و پیماں بھی لیا جاتا ہے۔ کہ صرف پیام بر (چٹھی رساں ہرکارے نامہ بر) پر ایمان لانا۔ اس موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی یاد کرلو کہ جب کہا کہ۔ اے اللہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجو (قرآن) حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیشگوئی بھی یاد کرلو۔ جب فرمایا۔ یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ (قرآن) یعنی عیسٰی علیہ السلام نے نبی آخر الزماں کی آمد کے لئے کہا کہ " میرے بعد ایک رسول آئیگا جس کا نام احمد ہوگا "، تو کیا اگر آنحضرت صلعم، صرف پیامبر یعنی چٹھی رساں ہی ہوتے تو سب انبیاء علیہم السلام نبی آخر الزماں کی خوشخبری کیوں دیتے آئے۔ اور سب انبیاء کو محمد صلعم پر ایمان لانے کی تاکید کیوں ہوتی۔ انہی آیات بنیات کی تصدیق میں چند احادیث بھی سنانے کو دل چاہتا ہے۔ مگر وہ منکروں کے لئے نہیں مومنوں کے لئے۔ ختم الرسل سید ولد آدم سرور کائنات رسول کون و مکاں نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اور یہ احادیث عین قرآن کے مطابق ہیں۔ ۱۔ کنت نبیاً و آدم لمنجدل بین الماء والطین (حدیث) ترجمہ :- میں اس وقت بھی نبی تھا۔ جبکہ ابھی آدم کا خمیر ہی اٹھایا جا رہا تھا۔

۲۔ اول ما خلق اللہ نوری (حدیث) ترجمہ :- سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا یاد رہے کہ یہ احادیث بالکل قرآن کے مطابق ہیں۔ قرآن نے خود رحمت للعالمین کو " نور " کہا ہے۔ اور قرآن پاک نے خود انبیاء علیہم السلام کی زبانی آمد نبی صلعم کی خوشخبریاں دی ہیں۔ مراد ہماری یہ ہے کہ جس پاک ذات نبی کو ازل سے ہی نبی بنا دیا گیا ہو۔ اور بعثت میں سب کے بعد بھیجا گیا ہو کیا وہ صرف پیامبر یعنی چٹھی رساں، ہرکارہ و نامہ بر ہوتا ہے؟ معاذ اللہ۔ کاش کہ ان منکروں نے قرآن پڑھا ہوتا!! ۴۔ چوتھے مرحلہ پر آنحضرت صلعم کو " آمر " کہا گیا ہے اور آمر وہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ آخری ہو۔ جس کے فیصلہ پر اپیل نہ ہو سکے اور یہ اختیار آمریت آنحضرت صلعم کو خود خدا دے رہا ہے " آمر " کے مفہوم کے لئے آج کی ہماری اصطلاح میں۔ ڈکٹیٹر (DICTATOR) کا لفظ استعمال ہوتا ہے مگر ہمارے زمانے کے ڈکٹیٹر

Marfat.com

کو آنحضرت صلعم سے کچھ نسبت نہیں صرف سمجھانے کے لئے ہم نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ڈکٹیٹر تو اپنا نفسانی حکم چلاتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم بزیر ہدایت رب العالم حکم دیتے تھے۔ اسی سے بالمعروف کا لفظ آیا ہے کہ آمر معروف تھے۔

۵۔ پانچویں مرحلہ پر:۔ آنحضرت صلعم کو "ناہی" کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ کہ آپ ہر بری بات سے روکنے والے ہیں۔

۶۔ چھٹے مرحلہ پر:۔ آپ کو حلت کا اختیار بھی دیا گیا ہے یعنی اشیاء خوردنی کو حلال کرنے والا۔ اور کتنے واضح الفاظ میں فرمایا:۔ یحل لھم الطیبات ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے۔ اس آیت میں منکروں کے اس انکار کا جواب بھی آگیا جو یہ اشقیا تو حدیث کے بتلائے ہوئے حلال و حرام کو نہیں مانتے۔

۷۔ ساتویں مرحلہ پر:۔ آپ کو حرمت کا اختیار بھی دیا گیا ہے یعنی کھانے پینے کی چیزوں کو حرام بھی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن نے فرمایا۔ ویحرم علیھم الخبائث ان پر ناپاک کھانے پینے کی چیزیں حرام کرتا ہے۔

۸۔ آٹھویں مرحلہ پر:۔ ان کے اصر و اغلال کو اتارنے کا اختیار دیا گیا ہے تو کیا جو صاحب حلت و حرمت بھی ہو، "آمر" بھی ہو "ناہی" بھی ہو "مکتوب فی التوراۃ والانجیل" بھی ہو "مبشر باسم احمد" بھی ہو کیا وہ صرف ہرکارہ چٹھی رساں پیامبر ہوا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ امور صاف بتلا رہے ہیں کہ آنحضرت صلعم دین کے شارع ہیں اور "الفاظ شارع" "ابدی" ہوا کرتے ہیں۔

۹۔ نویں مرحلہ پر:۔ فرمایا۔ جو لوگ اس رسول نبی امی پر ایمان لائیں گے۔ وہ فلاح پانے والے ہونگے۔ دیکھیے اس فقرہ میں ایمان بالرسول کا مطلب و مفہوم معین و محدود ہے جو ایمان باللہ کے سوا، ایمان باللہ کے بعد دوسرا نمبر ہے مفہوم۔ ایمان بالرسول کا اس طرح متعین و مبرہن کر دیا کہ۔ الف:۔ پہلے تو اطاعت رسول کا حکم دیا۔

ب:۔ پھر رسول صلعم کو صاحب حلت و حرمت بنایا "آمر" بنایا "ناہی" بنایا "اصر و اغلال کا اتارنے والا" بنایا یہ اختیارات گنا کر پھر رسول پر ایمان لانیکو کہا گیا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ ان پورے اختیارات سے آنحضرت صلعم جو کہ ناطق ہی

Marfat.com

فرمائیں، ان سب کی اطاعت ہو اور ان پر ایمان لایا جائے۔

یہ آیت بتلا رہی ہے کہ جن احکام میں قرآنِ پاک خاموش ہے۔ ان احکام کو آنحضرت صلعم احادیث سے فیصل کیا کرتے تھے۔ اور یہ ڈیوٹی خود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر رکھی ہے۔ اور آپ کا فیصلہ "ارادۃ اللہ" ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا حتمی اور یقینی خود ثابت ہو گیا کہ احادیث نبوی دین کا دوسرا جزو ہیں۔ دین ہی ہیں۔ وحی ہی ہیں۔ اس لئے "ابدی" ہیں اور احادیث نبی صلعم کے احکام قیامت تک قائم ہیں۔ اور منزل من اللہ ہیں یعنی احادیث کی تابعداری بھی مثل قرآن فرض ہے۔ احادیث بھی مثل قرآن خدا کی وحی ہیں۔ احادیث بھی مثل قرآن ارادۃ اللہ ہیں۔ یہاں یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ مضارع کا صیغہ استمرار کے معنیٰ دیتا ہے۔ اور اس کلیہ کو خود پرویز کے گروہ اسلم نے بھی مانا ہے تو دیکھئے آیتِ شریفہ میں جتنے اختیارات بھی آنحضرت صلعم کو دیئے گئے ہیں سب میں مضارع کا صیغہ آیا ہے۔ مثلاً

۱۔ یامرھم۔ "ان کو امر کرتا ہے۔ حکم دیتا ہے"۔ ۲۔ ینھٰھم۔ "انکو منع کا حکم دیتا ہے"۔
۳۔ یحل لھم۔ ان کے لئے حلال کرتا ہے۔ ۴۔ یحرم علیھم۔ "ان پر حرام کرتا ہے۔
۵۔ یضع عنھم۔ "ان سے وضع کرتا ہے۔

دیکھئے۔ خود اللہ تعالیٰ نے "امر"، "نہی"، "حلت" "حرمت"، "وضع اصر و اغلال" کی قانون سازی کا منصب جلیل اپنے رسول جلیل کو عطا کیا ہے۔ جن اختیارات خداوندی سے رسولِ خدا قانون سازئ اسلام کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کا ہر "امر" جو یقیناً تیئیس برسوں میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ ہر "نہی" ہر حکم حلت و حرمت جو حتماً لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ سب احادیث مبارکہ ہی تو ہیں۔ کیونکہ نطق نبی یا الفاظ نبی جو آپ کے دہنِ مبارک سے صادر ہوتے تھے۔ ان ہی کا نام احادیث ہے۔ وہ قوانین حدیث دین ہی تو ہیں۔ اب تو صاف ثابت ہو گیا۔ اور خود قرآن پاک سے کہ احادیث نبوی۔ دین کا ماخذ ہیں۔ دین کا دوسرا جز ہیں۔ اور "ابدی" ہیں۔ عربیت سے بھی "ابدیت" کے معنیٰ نکلتے ہیں جبکہ مسٹر اسلم گروئے پرویز خود مانتا ہے کہ مضارع استمرار کے معنیٰ دیتا ہے۔ تو اوپر والے پانچ فرض منصبی جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو عطا فرمائے

ہیں، پانچوں میں مضارع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کی تابعداری۔ اوامر نواہی حلت، حرمت کے احکام آج بھی ویسے ہی ابدیت کے حامل ہیں جیسے کہ خود حیاتِ طیبہ رسول صلعم میں تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس آیت شریفہ میں جہاں اتباع رسول کریم صلعم کا حکم خداوندی ہے۔ وہاں بھی مضارع کا صیغہ آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی۔

"وہ لوگ جو استمراراً (ہمیشہ قیامت تک) رسول نبی امی کی اطاعت کرتے رہیں گے"۔ دیکھا آپ نے یہ دلیل کتنی واضح، صاف اور روشن ہے۔ اور "ابدیت" کی حامل ہے۔ تو کیا وہ رسول صلعم جو قانون ساز بھی ہو جس کی اطاعت ابدی ہو جس کے احکام اوامر، نواہی، حلت و حرمت ابدی ہو۔ صرف پیامبر ہوتا ہے۔؟

ان آیاتِ شریفہ سے کتنی وضاحت کے ساتھ احادیث نبوی کا "ابدی" ہونا دین کا جزو ہونا۔ اسلام کا ماخذ ہونا۔ اور اسلام کا منبع ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اور یہی معنے ہے "مثلہ معہ" کے۔ ۲۳ سالہ زندگی نبوت میں یقیناً لاکھوں احادیث ارشاد فرمائیں۔

۴۰ ویں دلیل:

اطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین

ترجمہ:۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی۔ اگر مومن ہو۔

دیکھیئے اس آیت شریفہ میں اطاعت رسول کو شرط ایمان قرار دیا ہے۔ یعنی اگر رسول صلعم کی احادیث کی اطاعت "ابدی" نہ کی تو مومن ہی نہیں بن سکتا۔ اور یہاں اس آیت شریفہ کا مضمون بھی تازہ کر لو جہاں کہا گیا ہے۔ کہ۔ (اے محمد اللہ کے لاڈلے۔) قسم ہے تیرے پاک پروردگار کی۔ جب تک یہ تیرا ہر حکم بلا چوں و چرا بلا حیل و حجت نہ مان لیں۔ یہ مومن ہو ہی نہیں سکتے۔ دلنشیں رہے کہ اللہ کا ہر حکم ابدی ہوتا ہے۔

تنبیہ:۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والی آیات سینکڑوں تک پہونچتی ہیں مگر بلاغت قرآن یہ ہے کہ جہاں اطاعت رسول کی سخت تاکید نکلتی ہے۔ ان آیات

Marfat.com

بیات سے وہاں ہر آیت کے بعد علیحدہ علیحدہ ان کی علل بیان فرمائی ہیں

۴۰ ویں دلیل: ذالك بانهم شاقوا الله ورسوله ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب (الانفال ۲)

ترجمہ:۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خلاف ورزی کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی خلاف ورزی کرے تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

دیکھئے اس آیت شریفہ میں کفار آنحضرت صلعم سے جنگ کر رہے تھے۔ آنحضرت صلعم کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اور رسول کی خلاف ورزی کے ساتھ کہا کہ یہ اللہ کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ اور آخیر حصہ آیت میں بھی صرف خلاف ورزیٔ رسول کو خدا کی خلاف ورزی کے ساتھ بیان فرمایا۔

۴۱ ویں دلیل: یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه وانتم تسمعون۔ (الانفال: ۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ اور (رسول صلعم) سے پیٹھ مت پھیرو۔ جبکہ تم سن بھی رہے ہو۔

دیکھئے یہاں دو اطاعتوں کے بعد فرمایا کہ خبردار! رسول سے انحراف مت کرنا۔ ظاہر ہے کہ رسول سے انحراف کا مطلب احادیثِ رسول ہی ہے۔

۴۲ ویں دلیل: یا ایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ (الانفال: ۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول کا حکم (حدیث) بھی مانو۔ جب (رسول) تم کو ایسی چیز کی طرف بلائے جو زندگی دیتی ہے تمہیں۔

دیکھئے یہاں دو علیحدہ علیحدہ حکموں کے ماننے کا صاف و صریح حکم ہے۔ اور پھر آخر میں صرف رسول صلعم کے بلاوے کی اطاعت کا حکم خداوندی ہے۔ اور پھر اس دعوت الرسول کو حیات بخشنے والا فرمایا۔ یعنی احادیث رسول (دعوت الرسول) میں مسلمانوں کے

Marfat.com

جلئے زندگی ہے۔ اللہ اکبر کتنے لطیف پیرائے میں آخری حصہ آیت میں مرف
کے داعی ہونے پر دلیل دی اور بتایا کہ آنحضرت صلعم کی دعوت (پکانا۔ بلانا۔ کہنا
نطق فرمانا) مسلمانوں کو حیاتِ تازہ عطا کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ دعوتِ رسول صلعم الفاظوں کے ساتھ دہن مبارک سے نکلتی تھی
یہی الفاظ ہیں۔ احادیث نبوی صلعم۔ جن کو اللہ تعالیٰ یہاں "لما یحییکم" کے الفاظ
فرمایا ہے۔ یعنی (دعوتِ رسول (احادیث رسول) تمہیں زندگی بخشتی ہیں۔ د
یہاں بھی (حیات بخشتا ہے) کا صیغہ بھی مضارع ہے۔ جو استمرار (ہمیشگی) کے
دیتا ہے۔ لہٰذا دعوت رسول "ابدی" ہے۔ اور اس پر خود خدا گواہ ہے۔ کیا ان
تصریحات کے بعد بھی کسی زندیق کا یہ ہزیان کہ آنحضرت صلعم بس عرب کے لئے
اور ان کی دعوت بھی ان کی وفات کے بعد ختم ہو گئی۔ کیا یہ تلبیسِ ابلیس ان تصریحات
بعد بھی کچھ معنی رکھتی ہے؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔ اور حتماً نہیں۔ بخدائے محمد! یہ ایس
کفریات۔ عین زندیقت ہے عین یہودیت ہے۔ عین مجوسیت ہے۔ عین ملعو
ہے۔ عین شیطانیت ہے۔ عین قرامطیت ہے، اور حتماً قرآن کے خلاف ہے۔
رب القرآن کے خلاف ہے اور رسول القرآن کے خلاف ہے۔

اے مسلمانو! جب کسی زندیق ملعون کو یہ کہنا سنو۔ کہ

۱۔ احادیث رسول سب کی سب موضوع ہیں (معاذ اللہ) ہاں کچھ موضوع بھی تھیں
جن کی نشاندہی علماء حدیث کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے امت کو صاف
آگاہ کر گئے ہیں۔

۲۔ احادیث رسول ابدی نہیں (پناہ بخدا)

۳۔ احادیث رسول ماخذ دین نہیں (استغفر اللہ)

۴۔ احادیث رسول سے اسلام کے احکام نہیں لئے جا سکتے (نعوذ باللہ)

۵۔ احادیث رسول دین اسلام نہیں (نعوذ باللہ من شیاطین الانس)

۶۔ احادیث رسول بس رسول صلعم کے ساتھ ختم ہو گئیں۔ (پناہ بخدا)

۷۔ احادیث منزلہ معہ نہیں۔ (معاذ اللہ)

۸۔ احادیث رسول مثل قرآن نہیں (نعوذ باللہ)

۹۔ احادیث وحی نہیں۔ (نعوذ باللہ)

۱۰۔ احادیث رسول، نطق رسول نہیں۔ اور صرف بحیثیت امیر المنا فذ اطاعت تھی۔ (معاذ اللہ)۔ تو جان لو کہ یہ کوئی ابو جہل بول رہا ہے۔ کوئی ابولہب بہک رہا ہے، کوئی زندیق ہرزہ سرائی کر رہا ہے۔ کوئی منکر رسول یا وہ گوئی کر رہا ہے، کوئی دشمنِ رسول ہذیان بک رہا ہے۔ کوئی دشمنِ دین تلبیس ابلیس کو رہا ہے۔ کوئی دشمنِ مسلمان خرافات کا طومار ربوط خارہا ہے۔ کوئی دشمن اسلام دجل و کذب سے کام لے رہا ہے۔ کوئی دشمنِ قرآن، قرآن کے نام پر قرآن کی جڑیں کھودنے کی نامراد سعی کر رہا ہے۔ اور کوئی بدبخت ازلی مسلمانوں کو ان کے دین سے، ان کے قرآن سے، ان کے اللہ سے، ان کے اسلام سے اور ان کے رسول صلعم سے رشتہ توڑنے کی بولہبیت کر رہا ہے۔ دیکھئے ہم یہ سب احکام و تصریحات خود قرآن سے ہی پیش کر رہے ہیں۔

۴۴ویں دلیل: یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول۔ (الانفال: ۲۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی خیانت مت کرو۔ اور رسول کی خیانت بھی نہ کرو۔"۔ دیکھئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی خیانت کر ہی نہیں سکتا۔ خیانت تو امانت میں ہوتی ہے۔ جس کا تعلق عموماً حوادثاتِ انسانیہ سے ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خائن اللہ کے رسول ہی کی خیانت کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف میں منسوب کیا ہے۔ کہ اللہ کی خیانت مت کرو۔

یہ آیت بھی اس امر کی بین دلیل ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا ہر تشریعی حکم، اللہ کا ہی حکم ہے لہٰذا مثل قرآن ہے۔ اور "معہ مثلہ" کی کھلی ہوئی تفسیر ہے۔ اس لئے تعمیل حکم بھی مثل قرآن ہے۔

۴۵ویں دلیل:۔ اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا

وتذھب ریحکم (الانفال: ر۶)

ترجمہ:- اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تنازع مت کرو۔
ورنہ سُست پڑ جاؤ گے۔ اور تمہاری ساکھ جاتی رہیگی"!

یہاں بھی اطاعتِ رسول کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی تنازع سے منع کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تنازع صرف رسول صلعم سے ہی ہو سکتا ہے۔ دیکھئے کس لطیف اسلوب سے احادیث نبوی میں تکرار اور انکار سے منع کیا گیا ہے۔

۴۶ ویں دلیل: قل ان کان آباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یأتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین۔ (التوبۃ : ر۲)

ترجمہ:- "(اے محمد صلعم!) کہہ دو اگر تمہارے ماں باپ۔ بیٹے۔ بھائی۔ بیویاں خاندان قبیلے جمع کردہ مال۔ تجارت جس کی کساد (بازاری) سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے دل پسند مکانات، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جہاد فی سبیل اللہ سے بھی تو انتظار کرو۔ جبتک کہ اللہ کا امر آجائے۔ اور اللہ (دین اسلام کی) نافرمانی کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"!

دیکھئے۔ اس آیتِ شریفہ میں مسلمانوں کی جان۔ مال۔ ماں۔ اولاد۔ باپ۔ بھائی۔ بیویاں۔ خاندان قبیلوں، تجارت اور عمارات، سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور یہ ایثار زیادہ تو بحالت جنگ ہوتا ہے اور کمتر بحالت امن۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جنگ خواہ امن میں، آنحضرت صلعم جب بھی مسلمانوں سے ان کے تن، من، دھن کے ایثار کا تقاضہ کریں گے۔ وہ بذریعہ احادیث ہی کریں گے۔ اور یہ احادیث ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کی احادیث پر سب کچھ قربان کردینے کا حکم ہے۔ اور آخر میں کہا کہ فاسق لوگوں کو اللہ ہدایت نہیں

۱۔ اصطلاح شریعت میں فاسق اس شخص کو کہا جاتا ہے
اللہ کے قرآن اور رسول کی احادیث کی اطاعت نہ کرے۔ اس
پتہ چلا کہ منکرین حدیث پر ہدایت کے دروازے بند
چکے ہیں۔

۴ویں دلیل: یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ
الکافرون۔ (التوبہ: ۳۲)

ترجمہ:۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا
دیں۔ مگر اللہ کو یہ منظور نہیں۔ بلکہ اللہ اپنے نور کو اتمام
پذیر کر کے رہے گا۔ کافروں کو گو بُرا ہی لگے۔"

دیکھئے اس آیتِ شریفہ میں "نور" سے دو امر مراد ہیں۔
۱۔ ایک اسلام۔ دوسرے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اور یہ ہم ثابت کر ہی آئے ہیں کہ "اسلام دین" نام ہے
قرآن و حدیث کے مجموعے کا۔ پھر یہ امر بھی ظاہر ہے۔ کہ کفار کی
ساری کی ساری جنگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھی۔ اور آپ
کے ساتھ دو ہی امر تھے۔ ایک قرآن اور دوسرا خود آپ کے
اقوال و اعمال، وعظ و نصیحت، تذکیر، تذکیہ و تعلیم القرآن
و تعلیم الحکمۃ اور اخبار عن النبوت وغیرھا۔
تو کفار کا اللہ کے نور کو بجھانے سے منشاء باری تعالیٰ یہ ہے۔ کہ وہ
خود آنحضرت صلعم کو ہی ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اور کفار ان سب
باتوں کی بنیاد، آنحضرت صلعم ہی کی ذات ستودہ صفات کو سمجھتے

Marfat.com

تھے۔ ان کا زعم باطل یہ تھا کہ رسول صلعم کو ختم کر دیا جائے
قصہ ہی تمام ہو جائے گا۔ تو پھر نہ قرآن رہے گا۔ اور نہ احا
نبوی۔ ہم اپنے اوپر والے بیان پر خود قرآن سے دلیل دیتے ہ
قرآن فرماتا ہے۔

اذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك
(قرآن) ترجمہ:۔ جب کفار یہ سازش کر رہے تھے۔ کہ آپ
کو قید کر ڈالیں۔ یا قتل کر ڈالیں یا، ملک بدر کر دیں،
ہو گئی نا ہمارے موقف کی تائید قرآن پاک سے کہ کفار کی سب
سے بڑی کوشش صرف یہ تھی کہ آنحضرت صلعم کو ختم کر دیا جا
اور یہ امر تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ اگر تکمیل دین سے قبل ہی کف
آنحضرت صلعم کو پورا کر دیتے تو اسلام (خاکم بدہن) بفرض محال
یقیناً ختم ہو جاتا۔ مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ اللہ کو تو تکمیل
منظور تھی۔ اسی لئے یہ الفاظ فرمائے۔ رب العرش العظیم نے۔ ک
ان یتم نورہ۔ اللہ تو اپنے نور کی تکمیل کر کے ہی رہے گا۔
چنانچہ اکملت لکم دینکم، تکمیل دین کے بعد آپ کو اٹھا لیا گیا۔
اب کسی بھی شک و شبہ کے سوا، ثابت ہو گیا کہ اس آیت
شریفہ میں۔"نور" سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ک
ذات بابرکات ہے۔

اب اس آیت شریفہ کا مضمون بھی تازہ کر لو جس میں صاف
اور واضح طور پر آنحضرت صلعم کو "نور" کہا گیا ہے۔
جاءکم من اللہ "نور" وکتاب مبین (قرآن)

Marfat.com

"وہ تمہارے پاس نور (محمد صلعم) اور کتاب مبین (قرآن) آچکے"۔
اس آیت شریفہ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا شک و بلا ریب "نور" کہا گیا ہے۔ تفصیل گذر چکی۔

اب دونوں کو ملا کر دیکھو تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس آیت مبارکہ میں بھی "نور" سے مراد آنحضرت صلعم کی ذات بے گمان ہے اور چونکہ اسلام معنی احمد، اور محمد معنی اسلام، اس لئے اسلام اور محمد صلعم دونوں مراد ہیں۔ الغرض، الکفار سے اور اسلام مستلزم ہے محمد کا، اور محمد مستلزم ہے۔ اسلام کا، دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اگر ایک نکالا جائے تو دوسرا خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احادیث نبوی عین اسلام عین منشاء خداوندی عین وحی علین نطق نبی من الوحی اور عین مثل قرآن۔ فللہ الحمد۔
ہمارے اس موقف کی مزید تشریح اسکی ساتھ والی حسب ذیل آیت پاک سے ہوتی ہے۔

۹۴ ویں دلیل:- ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (الانفال: ۴م)

ترجمہ "اللہ وہ ذات پاک ہے۔ جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ (اس دین حق کو) تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرک برا منائیں"۔

دیکھئے یہاں بھی محمد رسول اللہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے ساتھ متصف کیا ہے۔ باری تعالےٰ نے ایک "الھدیٰ" اور دوسرے "دین الحق" یعنی ایک قرآن اور دوسرے احادیث نبی صلعم۔

Marfat.com

اور پھر جو سب سے بڑی ڈیوٹی، سب سے بڑا فرض
اللہ تعالیٰ نے عنایت کیا ہے، سرورِ کائنات، رحمتہ للعا
"سردارِ ابدی"، "مختارِ سرمدی"، محبوب رب العالمین
رسول العالمین کو وہ ہے۔

لیظھرہ علی الدین کلہ۔

تاکہ دین اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے۔
دیکھئے، کتنا بڑا کام سپرد کیا گیا ہے۔ نبی الجہاد پر کتنا
فرض منصبی عطا ہوا ہے۔ خاتم النبیین صلعم کو کتنی بڑی ڈیوٹی
کردی گئی ہے۔ صاحب القرآن پر، صلی اللہ علیہ وسلم۔
اتنی بڑی مہم کا صاحب صرف نامہ بر ہوتا ہے۔؟
چٹھی رساں یعنی پیام بر ہوتا ہے؟۔
ظاہر ہے کہ اس اتنے بڑے بوجھ۔ ہاں چودہ طبقوں سے
بڑے بوجھ کے لئے آنحضرت صلعم کو ۸۳ جنگیں لڑنا پڑیں۔
تیئیس برسوں تک وعظ نصیحت۔ تعلیم۔ تذکیر۔ ہدایت
اور بے حد و بے شمار اور سرانجام دینے پڑے۔
کیا اس تیئیس برسوں تک تقریباً ۸۳ جنگوں میں آنحض
صلعم صرف قرآن ہی پڑھتے رہے۔ تیئیس برس تک لاکھو
انسانوں سے صرف قرآنِ پاک سے ہی نطق فرماتے رہے
کس قدر واہیات، بودا۔ اور بے دلیل ہے۔ یہ کہنا
منکرین حدیث کا کہ نطق نبی اور وحی نبی، صرف قرآن ہی
یہی وہ بوجھ تھا۔ جس نے آنحضرت صلعم کی کمر مبارک خمید

کر دی تھی۔

۱۔ پھر عرب کے تقریباً ہزاروں قبائل کے پاس خود گئے۔ وعظ نصیحت کی۔ ان کو خطوط لکھے۔

۲۔ عہد نامے کئے۔

۳۔ آپ نے آفیسروں کے نام ہدایت نامے لکھوائے۔

۴۔ مختصر یہ کہ ان تئیس برسوں میں کم و بیش لکھو کھا انسانوں سے سابقہ پڑا۔ کسی کے کچھ مسائل تھے۔ کسی کے کچھ۔ تو کیا یہ سب قرآن سے ہی نطق فرماتے رہے؟۔

۵۔ اور تئیس برسوں کی زہرہ گداز اور مافوق البشر تکالیف و مصائب و آلام جھیل کر، دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دیا۔ کیا یہ سب کچھ صرف قرآن پاک سے ہی بولتے رہے۔؟ بالخصوص جبکہ قرآن پاک میں صرف اصولوں کا ذکر ہے۔ کیا ان اصولوں کی تشریح۔ تفریع۔ تفسیر۔ تفہیم۔ تعین تبیین، تجدید۔ اور تشریع نہیں فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے؟ کیا یہ تصریحات ببانگ دہل نہیں کہہ رہیں۔ کہ قرآنی اصولوں کا مفسر محمد صلعم ہے شارع محمد صلعم ہے۔ شارح محمد صلعم ہے۔ مفہم محمد صلعم ہے۔ متعین محمد صلعم ہے۔ مبین محمد صلعم ہے۔ مجدد محمد صلعم ہے۔ اور ان صفات کو بیصل کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "اراۃ الحق" "وحی" "ہدایت" اور "نطق رب" عطا کر دیا گیا ہے اور یہ سب اختیارات اس بندے رسول کو "ابدی" طور پر عنایت ہوئے ہیں۔

دیکھئے۔ یظہرہ کا صیغہ مضارع ہے۔ اور منکرین

حدیث کا آخری گردمسٹر اسلم مان رہا ہے کہ صیغۂ مضارع
میں استمرار (ابدی) کے معنی ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ خرافات
لکھنے کا کیا مطلب کہ آنحضرت صلعم کی امارت صرف ان کی
زندگی تک تھی۔ استغفراللہ۔ یہ تو ابو لہب کے کفر سے بھی
بڑا کفر ہے۔ یہ تو ابو جہل کی جہالت سے بھی بڑی جہالت
ہے۔ یہ تو زندیقان جہان کی زندیقیت سے بھی بڑی زندیقیت
ہے۔ یہ تو مجوسان عالم کی مجوسیت سے بھی بڑی مجوسیت
ہے۔ یہ تو یہودیان زمانہ کی یہودیت سے بھی بڑی
یہودیت ہے۔ یہ تو ملحدان دوراں کے الحاد سے
بھی بڑا الحاد ہے۔ یہ دنیا بھر کے کافروں سے بھی بڑا کفر
ہے۔ جو یہ منکرین حدیث تھوپ رہے ہیں۔ یہ تو دجال کے
دجل سے بھی بڑا دجل ہے۔ یہ تو شیطان کی شیطانیت سے بھی
بڑی شیطانیت ہے جو یہ شیطان الانس شطح و شطحیات کی ہرزہ
سرائی کر رہے ہیں۔

بجذائے محمد: اگر قرآن پاک کو غور سے پڑھا جائے۔ تو یہ اسرار
دا شگاف ملے گا۔ کہ قرآن معنی حدیث، حدیث معنی قرآن، احکام
خدا معنی احکام محمد، اور احکام محمد معنی احکام خدا۔ نور معنی
قرآن اور قرآن معنی محمد، نور معنی محمد اور محمد معنی قرآن۔ اسی لئے تو حضرت
عائشہ صدیقہ نے واشگاف کر دیا۔ یہ کہ جو محمد صلعم، حامل وحی ہو۔
حامل قرآن ہو۔ اور خود نور ہو۔ اس کے لئے خلقہ القرآن محمد خود قرآن ہے تو
سوائے اس کے ہم گنگ ہیں کہ۔ محمد از خدا بر آئے تو ئی قصہ مختصر۔

Marfat.com

۵۰ ویں دلیل:- ولو انھم رضوا ما آتاھم اللہ ورسولہ (التوبۃ)

ترجمہ:- "کاش کہ وہ اسی پر اکتفا کرتے کہ جو اللہ نے اور اس کے رسول نے ان کو دیدیا ہے۔"

دیکھئے یہاں آنحضرت صلعم بھی غنیمت بانٹ رہے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ اس فعل کو اپنے طرف بھی منسوب کر رہے ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے دیا

۵۱ ویں دلیل:- والذین یؤذون رسول اللہِ لھم عذاب الیم۔ (التوبۃ رکوع ۸)

ترجمہ:- "وہ جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

بھلا کوئی یہ تو بتائے کہ اس سے زیادہ رسول اللہ کو اور ایذا رسانی کیا ہوگی کہ آنحضرت صلعم کی احادیث سے ہی انکار کر دیا جائے۔ یا آنحضرت صلعم کو صرف چٹھی رساں بنا دیا جائے۔ میرے محترم ناظرین! آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس سے زیادہ بھی کوئی رسول کو ایذا پہونچا سکتا ہے۔ کہ آپ کے مشن سے ہی انکار کر کے آپ کو صرف ہرکارہ بنا دیا جائے۔ معاذ اللہ!

۵۲ ویں دلیل ویطیعون اللہ ورسولہ اولٰئک سیرحمھم اللہ (التوبۃ ۹)

ترجمہ:- "جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

دیکھئے یہاں اطاعت رسول کرنے والوں کے لئے بھی مضارع کا صیغہ آیا ہے "یطیعون" جس کی معنی کہ اطاعت رسول استمراراً ابدی ہے۔

۵۳ ویں دلیل:- وسیری اللہ عملکم ورسولہ (التوبۃ ۱۱)

Marfat.com

ترجمہ ۔ اللہ اور اس کا رسول جلد ہی تمہارے اعمال دیکھ لے گا۔

یہاں پر اعمال آنحضرت صلعم دیکھتے تھے۔ مگر رب القرآن نے اس نبیدر کو خود اپنی طرف منسوب کیا۔ اور رسول صلعم کے دیکھنے کو اپنا دیکھنا فرمایا۔ تو کیا یہ اس بات کی دلیل قاطع نہیں۔ کہ محمد صلعم کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے۔ اس وقت اس آیت شریفہ کا مضمون بھی پھر یاد کر لو جس میں فرمایا کہ۔

"انک باعیننا" آپ ہماری آنکھوں پر ہیں۔ یہ آیت صاف بتا رہی ہے محمد صلعم، خود خدا کی آنکھوں سے حقیقت امور کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ تو جو ذاتِ مقدس خود خدا کی آنکھوں سے دیکھ کر کچھ فرمائے۔ کیا وہ موضوع ہو سکتا ہے؟ کیا وہ غلط ہو سکتا ہے؟ (معاذ اللہ) وہ تو عین قرآن ہوتا ہے۔ عین حق ہوتا ہے۔ عین حکم خدا ہوتا ہے۔ لہذا احادیث نبوی، جو عین اللہ (اللہ کی آنکھ) کے زیر تربیت تھیں۔ ابدی ہیں۔ اور عین منشاء خداوندی ہیں۔ ماخوذ ہیں۔ اور قیامت تک ان کا اجراء و نفاذ حق ہے۔ اور مثلِ قرآن آج کے دن تک محفوظ و مصئون ہیں۔

۴۵ ویں دلیل:- وما تکون فی شأنٍ وما تتلوا منہ من قرآنٍ ولا تعملون من عملٍ الا کنا علیکم شہوداً اذ تفیضون فیہ۔ (یونس ر ۶)

ترجمہ:- (اے رسول صلعم!) آپ جس بھی حال میں ہوتے۔ اور جس وقت آپ قرآن پڑھتے ہیں۔ اور (اے لوگو!) تم بھی جو عمل کرتے ہو ہم تمہارے عمل کے وقت تمہارے پاس ہی ہوتے ہیں۔"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں کتنے لطیف پیرائے میں۔ احادیث نبویہ کی حفاظت کا پہلو موجود ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے نبی صلعم: وما تکون

Marfat.com

شأن : آپ جس کی شان (حالت) میں ہوتے ہیں۔ ہم اس پہ شاہد ہیں۔ حاضر ہیں موجود ہیں۔ پاس ہیں۔ تو کیا نبی صلعم جو احادیث فرماتے تھے۔ اور ان پر اللہ شاہد و موجود بھی ہوتا تھا۔ تو کیا وہ صرف موضوع ہی ہو سکتی ہیں؟ کیا وہ ضائع ہو سکتی ہیں۔ اور کیا وہ منشاء خداوندی کے خلاف ہو سکتی ہیں؟ مثلاً۔ ارکان اسلام جیسے نماز، روزہ، حج، زکات، توحید باری تعالیٰ اور لاکھوں مسائل اسلام اور لاکھوں نطق رسول یعنی کلام رسول، تعلیم رسول الفاظ رسول صلعم، کامل مکمل تئیس برسوں تک ان پر عمل ہوتا رہا۔ اور دہن نبوی سے تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ خود کلام نبی بھی، وعظ، نصیحت، ذکر، تذکیر، حکم، امر، نہی، حلال، حرام، اور غیر القرآن کی صورت میں کروڑوں الفاظ آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے زبان مبارک نے ادا کیے۔ اور ان تئیس سالہ احادیث نبوی، اعمال نبوی، یعنی اسوہ نبوی پر اللہ تعالیٰ ہر لحظہ، ہر آن آنحضرت صلعم کے پاس، حاضر، موجود شاہد ہوتا تھا۔ (وما تکون فی شان) تو کیا اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حق کے سوا کچھ اور الفاظ آنے دیتا؟ یہ جو لاکھوں مسائل اسلام، آنحضرت صلعم کی بعثت، حیات سے اسلام میں [illegible] سالوں تک معمول علیہا رہے۔ تو ان میں ایک بھی منشاء خداوندی کے خلاف ہوتا تو تصحیح نہ کر دی جاتی؟ جیسا کہ بعض امور میں جب رضائے رب ان امور میں کچھ اور تھی، تو فوراً تصحیح کر دی گئی۔ اس کی مثالیں ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

خود ارکان پنجگانہ میں نماز کو لے لو۔ ابتدائے اسلام میں نماز صرف تین وقت پڑھی جاتی تھی۔ معراج کی رات رب العزت نے پانچ نمازیں مقرر کر دیں۔ ابتدا میں نماز میں صرف دو فرض تھے۔ بعد میں ظہر، عصر، اور عشاء میں چار چار فرض کر دئے گئے۔ اور مغرب میں تین۔

Marfat.com

حاصل مقصد یہ کہ آنحضرت صلعم کے ایک ایک، لفظ، نطق، تلاوت قرآن، تبلیغ، وعظ، ذکر، تذکیر، تزکیہ، امر، نہی، حکم، حِکم، تعلیم قرآن، تعلیم حدیث، تعلیم مالم تکونوا تعلمون۔ جنگ، صلح، امن، امان۔ خطوط، معاہدات، فرامین، یعنی احادیث کے ایک ایک نطق پر اللہ تعالیٰ کی کڑی نگاہ رہتی تھی۔ (الا کنا شھوداً۔ ہم ہر آن آپ کے ہر شان پر حاضر ناظر ہوتے ہیں) تو کیا یہ ممکن ہے کہ :-

اولاً:- تو مذکورۃ الصدر امور میں سے کوئی بھی امر، کوئی بھی حدیث آنحضرت صلعم کی پاک زبان سے ایسی نکل جاتی جو منشاء رب محمد کے خلاف ہوتی ؟ ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔

ثانیاً:- جب معلوم ہے کہ نطق نبی، وحی سے ہوتا تھا۔ اور یہ وحی غیر از قرآن ہوتی تھی۔ جو بغیر واسطہ جبریل آپ کے قلب اطہر پر القاء ہوتی تھی۔ اور پھر جن احادیث کی ایک تو اللہ خود نگہبانی کر رہا ہو۔ اور پھر وہ عین رضائے رب محمد ہوں۔ عین منشاء خدائے محمد ہوں عین مطلوب خدائے محمد ہوں۔ اور عین مثل قرآن ہوں۔ مثلہ معہ ؛ تو کیا یہ ہو سکتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسی احادیث نبی صلعم کو.... ضائع کر دے، اور آپ کی وفات کے بعد صرف دو چار، جن کو منکرین حدیث اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے مان لیں" وہ تو رہ بھی محفوظ۔ اور باقی لاکھوں احادیث جو شہادت رب اور عین رب محمد کے زیر نگرانی ہوں، اور دین کے اصل اصول اور مہمات امور سے ہوں۔ ہو گئیں ضائع ؟ معاذ اللہ !

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، ناممکن ہے۔ محال ہے۔ ناشدنی ہے۔ اور قطعی طور پر منشاء خدائے محمد کے خلاف ہے۔ اور یہ تو ہم "الذکر" کے بیان میں قرآن

پاک سے ہی ثابت کر آئے ہیں کہ "الذکر" سے مراد دونوں "وحیاں" ہیں، ایک وحی جو جبریل لاتے تھے، یعنی قرآن اور دوسری وحی، جو بغیر جبریل کے آنحضرت صلعم کے قلب پر بلا واسطہ آتی تھی یعنی حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے اور دونوں ہمارے پاس بالکل محفوظ موجود ہیں۔ وگرنہ "الذکر" کی بجائے "القرآن" کا لفظ آتا۔ اگر حفاظت صرف قرآن ہی کی مقصود ہوتی تو۔

ہم عقلی دلائل کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ کیونکہ جو منکرین حدیث کی چونکہ عقل ہی خود حدیث رسول کا انکار کر دیتی ہے، ان کے سامنے عقل کی باتیں؟ بے معنی ہیں، وگرنہ ہم بتاتے کہ قلبِ محمد ذات باری تعالیٰ کا مظہر اتم تھا۔ اور پرتوِ ذاتِ باری تعالیٰ کا صاف شفاف آئینہ تھا۔ مگر ہم یہ دلیل نہیں دیتے نہ ہی اس کے جواب کی تکلیف گوارا کرے کوئی منکر۔

۱۱- ۵۵ ویں دلیل:- قل هاذه سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ (الرعد ۱۳-۱۲)

ترجمہ (اے محمد صلعم) کہہ دو کہ میرا راستہ (اسلام) تو یہ ہے۔ اور میں بصیرت (خداوندی) سے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور میرے تابعدار (امتی) بھی دیکھئے اس آیت شریفہ میں "بصیرت" کا لفظ آیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو عطا کی ہے۔ آپ قرآن سے بھی اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ اور "بصیرت" سے بھی، یہی بصیرت، حدیث ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ اوحی الی هاذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ۔ میری طرف قرآن بھیجا گیا ہے۔ کہ میں اس کے ساتھ تم کو ڈراؤں اور جس کو۔۔۔ پہنچے۔

یہاں فرمایا۔ میں اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتا ہوں ظاہر ہے کہ قرآن کو "بصیرت محمد" تو کوئی بھی اہلِ علم و فہم نہیں کہہ سکتا۔ بصیرت تو اور انسانوں

Marfat.com

کو بھی وجہ بلا وجہ عنایت ہوتی ہے۔ ہم عموماً کہتے ہیں کہ یہ علی وجہ البصیرت
کہتا ہوں۔ اور منکروں کا تو تکیہ کلام ہی یہ ہے۔ کہ اسلم صاحب بھی
اور اس کے شش پرویز صاحب بھی بصیرت کو بہت رٹتے ہیں
ان کو بصیرت نہیں بلکہ گمراہی نصیب ہو آئی ہے۔

تو ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب "بصیرت" قرآن کے سوا ہے
پھر آنحضرت صلعم کی "بصیرت" تو ذات باری تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ جو
دوسری آیت میں "ارأت ربّ محمد" کے لفظوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور
یہی "بصیرت رسول" حدیث ہے، جو مثل قرآن ہے۔

دیکھیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کی طرف دو چیزوں
سے بلا رہے ہیں۔ ایک قرآن پاک سے،

دوسری، بصیرتِ محمدی سے، یہی بصیرت محمدی، احادیث محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جن امور سے آنحضرت صلعم لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے
وہ منجانب اللہ ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن و حدیث دونوں منجانب اللہ ہیں
اور پھر ھاذہ سبیلی سے مراد "اسلام" ہے۔ اور اسلام کی طرف بھی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن و حدیث سے ہی بلاتے تھے۔ لہٰذا اسلام بھی نام
قرآن و احادیث کے مجموعہ قوانین کا۔ اور حدیث اسلام کا دوسرا جزو تھی
اور رہے گی۔ اس آیت میں ومن اتبعنی کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں
کہ امت محمد قرآن مجید و حدیث احمد کی حفاظت کرے گی۔

دسویں دلیل: کتاب۔ انزلناہ الیک لتخرج الناس من
الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط

Marfat.com

العزیز الحمید (ابراہیم: ۱)

ترجمہ: یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لے آئیں۔ ان کے پالنے والے کے اذن کے ساتھ۔ اللہ عزیز و حمید کی راہ کی طرف۔"

دیکھئے۔ یہاں کتاب نازل کرکے باقی کے تمام امور، قرآن کا پہنچانا۔ قرآن کا سمجھانا۔ قرآن کی تفہیم، قرآن کی تعلیم، قرآن کے اصولوں سے جزئیات متفرع کرنا۔ قرآن کے مطالب بیان کرنا۔ قرآن کے اصولوں سے ضروریات کے مطابق قانون سازی کرنا، قوانین بنانا، وعظ و نصیحت کرنا۔ عدل و حکمرانی مقرر کرنا۔ کفر، شرک و بد عقائدگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں (ظلمات) سے نور (اسلام) کی طرف بلانا، وغیرہ، سب کے سب امور آنحضرت صلعم کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ اتنے بڑے بڑے امور سب کے لئے، آنحضرت صلعم صرف قرآن ہی نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ یقیناً و حتماً قرآن کے سوا بھی نطق فرماتے تھے۔ قرآن کے سوا بھی الفاظ ارشاد فرماتے تھے، قرآن کے سوا بھی بولتے تھے۔ لہٰذا قرآن کے سوا جو کچھ بھی آپ تلفظ و تکلم فرماتے تھے، وہی حدیث تھی، اور چونکہ آپکی احادیث اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض منصبی کے باعث معرض وجود میں آتی تھیں اسلئے حدیث بھی منشاء معلّٰی ہو وحی ہے اور واجب العمل ہے۔

لطیف نکتہ: ایک نہایت حسین نکتہ یہ کہ:۔

یہاں آپ پر لتخرج الناس من الظلمات الی النور، یعنی لوگوں کو کفر، شرک، عقائد ناسدہ اور بداعمالیوں سے نکال کر اسلام کی طرف لانے کی ڈیوٹی فرض کی ہے۔ وہاں "باذن ربھم" ان کے پالنے والے کے "اذن" کے ساتھ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور یہ اذن خداوندی "حتماً قرآن کے سوا ہے کیونکہ جہاں صرف قرآن سے ڈرانا منشاء رب محمد ہوتا تھا۔ وہاں "انذر بہٖ"

"انذرکم بہ" کے الفاظ آئے ہیں کہ قرآن سے ڈرا۔ تو یہاں "باذن اللہ" جو ہے وہ آنحضرت صلعم کی احادیث کے ساتھ متعلق ہے۔ یعنی آنحضرت کا لوگوں کو کفر سے اسلام کی طرف بلانا قرآن کے ساتھ اور اذن رب محمد کے ساتھ بھی تھا۔ اور یہ "اذن خدائے محمد" حدیث تھی۔ لہٰذا اس آیت سے یہ امر بھی قطعی طور ثابت ہو گیا کہ احادیث نبوی۔ باذن رب محمد تھیں۔ اس کے ساتھ ینطق عن الھویٰ کو ملا لو تو نتیجہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث مثلہ معہ" ہے۔ جزو دین ہے۔ اور حکم کی ثابتی میں مثل قرآن ہے۔ اور پھر یہ نکتہ بھی یاد رہے۔ کہ لتخرج بھی مضارع کا صیغہ ہے۔ جس میں استمرار ہے۔ لہٰذا احادیث نبوی "ابدی" ہیں۔

۵۷ ویں دلیل:- وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم۔ (ابراہیم : ۴)

ترجمہ:- "ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں۔ اس زبان میں بھیجے ہیں جو ان کی قوم کی ہوتی تھی۔ تاکہ وہ (رسول) لوگوں کو اچھی طرح سے سمجھا سکیں"۔

دیکھئے اس آیت شریفہ سے بھی ثابت ہے کہ تبیین کتاب کا فرض اللہ تعالیٰ رسول کے سپرد کرتا ہے۔ لہٰذا رسول، پیامبر ہرگز نہیں۔

۵۸ ویں دلیل:- ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (النحل)

ترجمہ: "(اے محمد صلعم) اپنے پالنے والے کی سبیل (اسلام) کی طرف، حکمت، موعظتِ حسنہ کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ جدل بہترین طریقہ سے کرو"۔

Marfat.com

اس آیت شریفہ میں حسب ذیل الفاظ نہایت لطیف و غائر ہیں۔

۱۔ ادع ۔ ۲۔ الحکمت ۳۔ الموعظت اور ۴ جدل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دیتے تھے ۔ اس دعوت رسول کے بہت سے طرائق تھے ۔ ایک تو دعوت تھی یعنی زبانی الفاظوں کے ذریعہ وعظ و نصیحت وغیرہ دعوت کو مؤثر و بلیغ بنانے کے لئے دلائل پیش کرنا، شواہد لانا۔ غرضیکہ ہر مؤثر طریقہ سے وعظ و نصیحت کرنا۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ میں صرف الفاظ ہی الفاظ ہوتے ہیں۔ جن سے دعوت دی جاتی ہے ۔ اور یہ الفاظ آنحضرت صلعم احادیث ہی تو تھے قرآن کے ساتھ ساتھ۔

۲۔ دوسرا طریقہ، دعوت رسول میں "الحکمت" کے استعمال کا تھا یعنی آنحضرت صلعم کو بصیرت خداداد عطا ہوئی تھی۔ نبوت عطا ہوئی تھی۔ انکی قوت ایمانی کے ساتھ، بصیرت خداداد کے ساتھ۔ ارآۃ اللہ کے ساتھ دعوت کو نہایت بلیغ و موثر بنا کر پیش کرنا، اور ان سب کا مآل یہی ہوا۔ کہ وہ الفاظ حکمت، الفاظ بصیرت، الفاظ موعظت، اور الفاظ ارآت اللہ بالحق، جو آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے نکلتے تھے۔ احادیث ہی تو تھیں۔

۳۔ پھر دعوت حق میں یہ مقام بھی آتا ہے۔ کہ مخالف قوتیں اور طاقتیں بحث و نظر حجت و جدل پر بھی اتر آتی ہیں۔ تو آنحضرت صلعم کو فرمایا کہ جب بھی ان کے ساتھ بحث و نظر حجت و جدل کا موقعہ آئے تو احسن طریقہ سے کرنا۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کا مخالفین کے ساتھ "جدل" جس کو آج ہم بحث و مناظرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ کرنا صرف قرآن ہی کے الفاظ سے نہ تھا۔ یعنی یوں نہیں کہ ہر بحث، ہر مناظرہ، ہر اعتراض کے جواب میں صرف قرآن

پاک پڑھ دیتے تھے۔ جب یوں نہیں۔ اور یقیناً یوں نہیں تو ظاہر ہے کہ تئیس برسوں کی مدت رسالت و نبوت میں جو مباحث کئے وہ سب اگر لاکھوں نہیں تو ہزاروں تک تو یقیناً پہنچتے ہیں۔ تو کیا صرف ان مباحث و جدل میں آنحضرت صلعم کی ہزاروں احادیث نہیں آجاتیں؟ اور جب کہ بحدالہٖ نبی صلعم خود خدا تعالیٰ کی زیر نگرانی تھا۔ بلکہ اس ہی کی طرف سے، تو کوئی بھی بات جو حق نہ ہوئی آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے نکل سکتی تھی؟

لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے سوا بھی آنحضرت صلعم نطق فرمایا کرتے تھے۔ اور نطق نبی چونکہ خود وحی ہے۔ اسلئے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل قرآن وحی ہی ہیں۔

۵۹ ویں دلیل:- ذالک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ، ولا تجعل مع اللہ الٰھاً اٰخر فتلقی فی جھنم ملوماً مدحوراً (بنی اسرائیل: ۴)

ترجمہ: "یہ اس طرح سے تیرے پالنے والے نے، تیری طرف الحکمت وحی کی ہے۔ خبردار! کہیں اللہ کے ساتھ دوسرا شریک مت بنانا ورنہ ملزم و مدحور کر کے جہنم میں پھینکا جائیگا۔"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں صاف و صریح بتلایا ہے کہ آنحضرت صلعم کو الحکمت وحی ہوتی تھی۔ کیا اس کے بعد بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ:-

۱۔ آنحضرت صلعم کو قرآن بھی دیا گیا اور حکمت بھی دی گئی۔

۲۔ اور حکمت قرآن کے سوا دیگر امر ہے۔

۳۔ اور وہ حکمت جو آنحضرت صلعم کو دی گئی۔ وہ وحی ہے۔

Marfat.com

۴۔ اور وحی، مثل قرآن ہی ہوتی ہے۔

۵۔ لہٰذا وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اوتیت القرآن ومثلہ معہ، مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے، اور قرآن کے مثل "اور" بھی دیا گیا ہے۔ بالکل اسی آیت شریفہ کی تفسیر ہی ہے۔ اور حق ہے۔

۶۔ لہٰذا، احادیث نبوی صلعم، دین ہیں۔ دین کا ماخذ ہیں۔ اور اسلام کا دوسرا جزء ہیں۔

۷۔ ان ہی آیات کے پیش نظر متقدمین علماء امت نے وحی کی دو قسمیں کی تھیں۔ ایک "وحی متلو" یعنی قرآن، اور دوسری "وحی غیر متلو" یعنی حدیث، جس پر منکرین حدیث اسقدر چراغ پا ہوتے ہیں گویا کہ ان پر قہر خدا کی بجلیاں گر گئی ہیں۔

اب جبکہ اس آیت شریفہ میں اس حکمت کو صاف اور واضح الفاظ میں وحی کہا گیا ہے تو لامحالہ آنحضرت صلعم پر وحی کی دو قسمیں ممیز کرنا پڑیں گی۔ اچھا، اگر منکروں کو علماء امت سے اسقدر بغض و عناد ہے، تو وہ خود ہی بتائیں کہ "وحی قرآن"، اور "وحی حکمت"، جو یقیناً دو علیحدہ امر ہیں۔ انکو کیا نام دوگے؟

۱۔ "وحی متلو" "غیر متلو"، نہ سہی، وحی قرآن اور وحی الحکمت ہی سہی۔ یا اس کے مآل کو زیر نظر رکھ کر "وحی قرآن"، "وحی حدیث" نام رکھ لو

۲۔ یا "وحی بواسطہ جبریل"، اور "وحی محمد"، بلا واسطہ جبریل نام رکھ لو

اس آیت میں تو حکمت کو صاف و صریح الفاظ میں وحی کہا گیا ہے۔

یہاں اس آیت شریفہ کا مفہوم بھی تازہ کر لو، جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کسی بھی بشر سے صرف تین طریقوں سے کلام کرتا ہے۔

Marfat.com

الف :- ایک بذریعہ جبریل، جسکو قرآن نے تنزیل، انزال، نزول وغیرہ سے موسوم کیا ہے۔

ب :- دوسرا "وحیاً"، یعنی بغیر ذریعہ جبریل، آنحضرت صلعم کے قلب پر القاء ہوتا تھا۔

یاد رہے کہ جبریل علیہ السلام بھی قلب محمد صلعم پر القاء کرتا تھا۔ علیٰ قلبک جس پر ہم نے اشارہ کیا تھا کہ قلب محمد، ذات باری تعالیٰ کا مظہر اتم ہے۔ اور یہ تو ذات حق تعالیٰ قلب محمد عربی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ج :- تیسرا یہ کہ من وراء حجاب کلام کرے۔

یہ آیت شریفہ بھی قطعی دلیل ہے۔ اس امر کی کہ آنحضرت صلعم پر مذکورۃ الصدر والی دو "وحیاں"، ہوتی تھیں، اور دلیل نمبر ۵ نے دوسری وحی کو خاص کر دیا کہ وہ "الحکمت" ہے، جو آنحضرت صلعم پر آتی تھی۔

پھر ان آیات کا مفہوم بھی ملا لو کہ آنحضرت صلعم کو "الکتاب" (اور) "الحکمت" دو چیزیں دی گئیں۔ تو زیر بحث زیر نظر بالکل صاف اور واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ

۱۔ احادیث رسول بھی وحی ہیں۔ اور وحی ابدی ہوا کرتی ہے، لہٰذا احادیث رسول "ابدی"، ہیں۔

۲۔ وحی کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے۔ لہٰذا احادیث نبوی بالکل محفوظ و مامون ہیں۔ اور آج بھی مثل قرآن اللہ کی حفاظت میں ہیں۔

۳۔ وحی کے احکام دین اسلام تا ہنوز ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ احادیث وحی ہیں لہٰذا احادیث خود دین اسلام ہیں

۴۔ اور وحی ماخذ دین ہے۔ اور احادیث وحی ہیں، لہٰذا احادیث ماخذ دین ہیں۔

۵۔ وحی، مثل قرآن ہے، اور احادیث وحی ہیں۔ لہٰذا احادیث مثل

قرآن ہیں۔ معہ مثلہ

۶۔ اور قرآن کے ساتھ، آنحضرت صلعم کو الحکمت دی گئی ہے۔ جو وحی ہے۔ اور چونکہ احادیث وحی ہیں۔ لہٰذا احادیث مثلہ معہ ہیں۔

۷۔ اور یہ کہ وحی کی اطاعت "ابدی" ہے۔ چونکہ احادیث وحی ہیں۔ لہٰذا احادیث کی اطاعت بھی "ابدی" ہے۔

۸۔ وحی کے احکام قرآن کی طرح، بلا چوں وچرا دیا حیل و حجت مانے جاتے ہیں۔ چونکہ احادیث بھی وحی ہیں۔ لہٰذا احادیث صحیحہ کے احکام، مثل قرآن، بلا حیل و حجت و بلا لیس و پیش کے مانے جاتے ہیں۔

الحاصل یہ کہ، جیسے اللہ تعالیٰ کے قرآن کی اطاعت "ابدی" ہے بعینہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت بھی "ابدی" بھی ہے۔ اور اسلام نام ہے۔ قرآن واحادیث کے مجموعۂ قوانین ودساتیر کا اسی کو امتہ مسلمہ "شریعتِ محمدی" بھی کہتی ہے "شریعتِ اسلام" بھی کہتی ہے "قوانین شریعت" بھی کہتی ہے لو یہاں تو بحث کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

اس کے بعد علم وفہم و عقل و ایمان کے لئے تو انکار کی مجال نہیں۔ باقی بو جہلیت بولہبیت۔ زندیقیت، یہودیت، مجوسیت، قرامطیت، الحاد، عناد رسول، اور صرف بغض محمد (نعوذ باللہ) کے لئے الخ راہیں کھلی ہیں۔ جو چاہیں اباطیل، خرافات، شطحیات، ہزلیات، اور واہیات یا وہ گوئی کریں۔ ان کو کوئی روکنے والا نہیں، جبتک کہ حکومتِ اسلام نہیں۔ اب ہم نے ان منکر ملحدوں کی ایمان سوز دجلیات و تلبیساتِ ابلیس سے مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لئے خود قرآن پاک سے صاف، واضح، صریح اور روشن دلائل دیکر "صحیح مقام حدیث" کا مقام بتلا دیا ہے۔ ثم فللہِ الحمد۔

Marfat.com

۶۰ ویں دلیل: اذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون (النور۔ ر۶)

ترجمہ:- "جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول) ان کے درمیان حکم کرے، تو ایک فرقہ ان میں سے منہ موڑ لیتا ہے:"

دیکھئے یہ آیت شریفہ خاص منکرین حدیث کے بارہ میں آئی ہے اور منکر حدیث کو فرقہ کہا گیا ہے۔ یاد رہے کہ مسلمانوں میں منافقین کا ایک گروہ بھی تھا جو آجکل کے منکرین حدیث کی طرح اپنے کو ظاہر تو کہتا تھا مسلمان۔ مگر اندر سے وہی اصلی کافر تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے منہ موڑتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کو ایذا دیتے تھے۔ یہی بدبخت شقی ازلی تھے، جو آنحضرت صلعم کو "اذلہ" کہتے تھے۔ (پناہ بخدا) کیا آج جو منکرین حدیث رسول کریم علیہ الصلوٰت والسلام کو صرف چٹھی رسان کہتے ہیں۔ ان کے قول، اور اُن منافقوں کے قول "اذلہ" میں ہے کچھ فرق؟ بلکہ چٹھی رساں یعنی پیام بر: تو "اذلہ" سے بھی زیادہ "اذلہ" ہے۔ (نعوذ باللہ من کفر منکری حدیث)

ناظرین نے اپنے زمانہ کے چٹھی رساں ہرکاروں کو دیکھا ہوگا بس یہ ہے عزت ان منکرین حدیث کے ہاں، حضرت ختم الرسل کی، جس کا استاد خود خدا ہے۔

۶۱ ویں دلیل:- انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولائک ھم المفلحون ومن یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ و یتقہ فاولائک ھم الفائزون (النور۔ ر۶)

ترجمہ:- "مومنوں کا قول تو یہ ہوتا ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف انہیں بلایا جائے تاکہ (رسول) ان کے درمیان حکم کرے، تو کہتے

Marfat.com

ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اور جس نے تابعداری کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اس سے ڈرا۔ یقین جانو کہ یہی ہیں مراد کو پہونچنے والے۔!

دیکھیے، اس آیت شریفہ میں بھی دو تابعداریاں صریحاً آئی ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ، حکم کا صیغہ واحد آیا ہے؛ جو آنحضرت صلعم کی طرف ہے۔ "لیحکم بینھم"، اور اس میں مضارع کا صیغہ ہے۔ جو استمرار یعنی "ابدیت" کی معنی رکھتا ہے کہ حکم رسول تا ابد قائم ہے، اور رہے گا۔

پھر مومنوں کی تابعداری کو بھی مضارع کے ساتھ لایا گیا ہے۔ نیچے والی آیت میں "من یطع"، یعنی مومنوں پر تا روز قیامت تابعداریٔ خدا اور تابعداریٔ رسول فرض عین کر دی گئی ہے۔

۶۲ ویں دلیل:- لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔ (النور۔ ر۹)

ترجمہ: "(اے مسلمو خبردار!) تمہارے مابین رسول کے کلام کو ایسا نہ سمجھ لینا کہیں، جیسا کہ تم آپس میں، ایک دوسرے کی باتوں کو سمجھتے ہو۔"

دیکھیے، یہاں "احادیث رسول"، کا بلند ترین مقام مشخص کیا گیا ہے کہ احادیث رسول، دوسرے لوگوں کی باتوں جیسی نہیں۔

۶۳ ویں دلیل:- فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (النور ر۹)

ترجمہ: "ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے۔ جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو (رسول کی خلاف ورزی کی وجہ سے) کوئی مصیبت نہ آدبوچے۔ یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"

Marfat.com

دیکھئے اس آیت شریفہ میں "حکم رسول" سے انحرافی سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ اور پھر نہ ماننے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ کہ ان پر مصائب و درد ناک عذاب نازل ہوں گے۔ الفاظ قرآن کو دیکھئے

یخالفون عن امرہٖ۔ جو رسول صلعم کے امر سے مخالفت کرتے ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ "امر رسول" حدیث ہی ہے۔ لہٰذا اس آیت شریفہ میں احادیث رسول کی مخالفت سے بھی بیحد سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ چہ جائیکہ احادیث کا انکار ہی کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ من ہاذا الکفر۔

۶۴ ویں دلیل:- ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا (الفرقان ع۳)

ترجمہ:- "جس دن (روز قیامت) ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائیگا۔ اور کہے گا۔ کاش! کہ میں رسول (صلعم) کے راستہ پر چلتا۔"

دیکھئے اس آیت شریفہ میں بھی کس وضاحت کے ساتھ اطاعت رسول کا ذکر ہے۔ اور کتنا صریحاً بتا رہی ہے کہ اطاعت رسول صلعم "ابدی" ہے۔ اور یہ کہ خود قیامت میں بھی اطاعت رسول کے سوا نجات نہ ملیگی۔

۶۵ ویں دلیل:- واخفض جناحک لمن تبعک من المؤمنین۔ فان عصوک فقل انی بریء مما تعملون۔ (الشعراء ع۱۱)

ترجمہ:- "(اے محمد صلعم) جو مومن آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیجئے۔ اور جو آپ کی نافرمانی کریں تو ان کو کہہ دو کہ میں تمہارے عملوں سے بیزار ہوں"

دیکھئے! یہاں بھی صرف اطاعت رسول کا ذکر ہے۔ اور جو لوگ آنحضرت

Marfat.com

صلعم کی نافرمانی کرتے ہیں، ان سے آپ نے بیزاری کا اعلان، بحکم خدا کر دیا ہے اور یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے مراد احادیث نبوی کی نافرمانی ہی ہے۔ لہٰذا منکرین حدیث سے، آنحضرت صلعم سخت بیزار ہیں اور یہ بیزاری آنحضرت صلعم، بحکم ربِ محمد، ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کہدو کہ میں تمہارے اعمال بد (انکار حدیث) سے بری ہوں۔

۶۶ ویں دلیل:- النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم (الاحزاب: ۶)

ترجمہ:- آنحضرت صلعم، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ اور نبی صلعم کی پاک بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

اللہ اکبر! اس آیت شریفہ میں، صاف و صریح حکم ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو، مومنوں کی زندگی سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اور یہ امر تو ظاہر ہے کہ جو کسی کو اپنی زندگی سے بھی زیادہ پیارا ہو، وہ اس مجبوب تر از حیاتِ خویش کی ہر ادا، ہر بات، ہر فعل اور ہر حکم کا مجسمۂ تابع فرمان ہوتا ہے۔ دیکھئے بلاغتِ قرآن کس انوکھے اور نرالے اسلوب میں اطاعتِ رسول صلعم کو فرض کیا ہے۔

اور ضمناً یہ بات بھی آگئی کہ آنحضرت صلعم کی دو سے زیادہ پاک بی بیاں تھیں۔ کیونکہ ازواج مطہرات نبوی کا ذکر جمع کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے اور عربی میں جمع دو سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک منکر حدیث جو پاکستان میں ہے، جو اپنے کو مجوسی نام پرویز سے موسوم کرتا ہے، وہ آنحضرت صلعم کے تعدد ازدواج کا بھی منکر ہے، جس کا تفصیلی

Marfat.com

جواب ہم نے اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں دیا ہے، جو اس کی کتاب "قرآنی فیصلے" کے جواب میں ہم نے لکھی ہے۔ اس سے ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ یہ زندیق نہ صرف منکرِ حدیث ہی ہے۔ بلکہ جب اس کی... شیطانی رائے کے خلاف قرآن بھی پڑے۔ تو یہ منکرِ قرآن بھی بن جاتا ہے اور بڑی شدومد کے ساتھ قرآن پاک کے صریح احکام کا بھی انکار کر دیتا ہے۔ یک نہ شد دو شد یعنی یہ پرویز (نام مجوس) صرف منکرِ حدیث ہی نہیں بلکہ منکرِ قرآن بھی ہے۔ گو بظاہر بغل میں قرآن پاک لیے ہوئے سامنے آتا ہے بھلا مجوس کو تو کام ہی مجوسیت سے ہوتا ہے۔ لہذا قرآن و صاحبِ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے کیا تعلق؟ بغضِ رسول تو اس کی گھٹی میں دیا گیا ہے۔ دیکھئے ناسخِ حدیث کیسے مزے لے لے کر اڑاتا ہے۔ یہ ابولہب زمان

۴۷ ویں دلیل:- ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبینا (احزاب ع ۵)

ترجمہ:- جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ ظاہر ظہور گمراہی میں جا گرا۔"

دیکھئے! یہاں، نافرمانِ رسول کو کھلی ہوئی گمراہی میں گرا ہوا بتایا گیا ہے ظاہر ہے کہ رسول صلعم کی نافرمانی آنحضرت صلعم کی احادیث کی نافرمانی ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ جو بھی انکارِ حدیث کرے، اور حدیث پر عمل نہ کرے وہ "ضلال المبین" کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

تو ناظرین کرام کو اس سے اور بڑی دلیل کیا چاہیئے کہ منکرین حدیث قطعی طور پر گمراہ، جھوٹے، کذاب، دجال زندیق، اور ملاعین ہیں۔ تو کیا ان تصریحات کے بعد بھی کوئی مومن ان زندیقوں کی بات پر دھیان دے سکتا

Marfat.com

ہرگز نہیں۔ اور صاف اعلان سنئے۔

۷۸ ویں دلیل:- ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً (الاحزاب ۵۷)

ترجمہ: " تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں لعنت ہے۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

ہم نے اوپر منکرین حدیث کو ملاعین لعینی لعنتی کہا تھا۔ مگر وہ ہمارا قول اس وقت بے دلیل تھا۔ یہ آیت شریفہ اس کی دلیل ہے کہ منکرین حدیث دنیا اور آخرت میں لعنتی ہیں تو جن منکروں، ملحدوں اور زندیقوں کو خود قرآن اور خود خدا لعنتی کہے۔ اگر ہم صرف قول باری تعالیٰ کو نقل کر دیں تو ناظرین ہمیں معذور سمجھیں۔ کیونکہ ہم اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہتے۔ بلکہ اپنے ہر لفظ کی دلیل قرآن و حدیث سے دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول کو ایذا اس سے بڑی کیا ہوگی کہ آپ کی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔

۷۹ ویں دلیل:- ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً (الاحزاب ۷۱)

ترجمہ: " جس نے اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کی وہ بہت بڑی مراد کو پہنچا۔"

دیکھئے یہاں بتایا گیا ہے کہ اطاعت رسول سے کامیاب کامران و فتحیاب زندگی عطا ہوتی ہے۔

پھر یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس آیت شریفہ میں مضارع کا صیغہ آیا ہے

Marfat.com

("یطیع") جس کی معنی استمرار ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم کی اطاعت "ابدی" ہے۔ ممکن ہے کہ زنادقۂ زمانہ کہیں کہ آج مسلمان کامیاب زندگی نہیں گزار رہے، ہمارا جواب صاف جواب ہے کہ وہ احادیث پر عمل نہیں کر رہے

۷۰ ویں دلیل:- وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون (السباء ۲۸)

ترجمہ: (اے نبی صلعم)، ہم نے آپ کو ساری دنیا جہاں کے سب انسانوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

دیکھئے یہ آیت شریفہ "احادیث نبوی" کے "ابدی" ہونے کی کتنی ظاہر و باہر دلیل ہے۔ یعنی جو ذاتِ پاک ہر زمانہ، ہر ملک۔

۱۔ اور ہر قوم کے لئے قیامت تک نبی و رسول بنا کر بھیجی گیا ہو، کیا اس کی احادیث ضائع ہو سکتی ہیں۔

۲۔ کیا ایسی نبی العالم کی اطاعت صرف بالمشافہ ہی ہوا کرتی ہے؟

۳۔ کیا ساری دنیا جہاں کے نبی و رسول کے لئے یہ کہنا درست ہے کہ اس کی احادیث بس عرب کے لئے ہی تھیں؟

۴۔ اگر ان اباطیل ثلاثہ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر قیامت تک کے لئے ساری دنیا جہان کے سب انسانوں کی طرف، نبی و رسول بنا کر بھیجنے کے کیا معنی؟

۵۔ ظاہر ہے کہ جس ذاتِ ستودہ صفات کو، ہر ملک، ہر زمانہ اور ہر قوم کی طرف قیامت تک کے لئے، نبی و رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پچھلے آنے والوں تک اس ذاتِ پاکِ رسول کے احکام بھی تو پہونچنے چاہئیں، یہ اہم نکتہ ہے

۶۔ بالخصوص جبکہ منکرین حدیث آنحضرت صلعم کو صرف "پیامبر" ہی تک محدود کر دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نامہ بر کا کام صرف اپنے حاضر

Marfat.com

لوگوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ اس کی وفات کے بعد خصوصاً قیامت تک کے انسانوں کے ساتھ۔

۷۔ لہٰذا اب جبکہ خود قرآن فرما رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام دنیا جہان کے نوع انسانوں کی طرف، قیامت تک کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ تو یہ امر اس بات کا مستلزم ہے کہ آپ کے اقوال، اعمال، احکام، فرامین، ارشادات، مواعظ، ذکر و تذکیر سب کا سب جوں کا توں دنیا جہان کے لوگوں تک پہنچے۔ وگرنہ ساری مخلوقات کی طرف نبی و رسول بنا کر بھیجنے چہ معنیٰ دارد؟

فلہٰذا یہ آیت اس امر کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ ایک تو آنحضرت صلعم کی احادیث من و عن، ساری کی ساری محفوظ ہیں۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت، رہبر اور رہنما ہیں۔ لہٰذا احادیث نبوی ابدی ہیں۔ جو قیامت تک کے انسانوں تک پہونچنی ضروری ہیں۔

یاد رہے کہ اس مضمون کی بہت ساری آیات شریفہ ہیں۔

۱۷ ویں دلیل:- وارسلنٰک للناس رسولاً وکفیٰ باللّٰہ شہیدا ﴿النساء ۶﴾

ترجمہ: "یہ ہم نے، آپ کو، تمام نوع بنی آدم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس بات کا خود اللہ ہی گواہ کافی ہے"۔

ملاحظہ ہو کس قدر صاف ہے۔ آنحضرت صلعم کے "ابدی" رسول ہونے کی دلیل قرآن!

۷۲ ویں دلیل:- یاایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق

مِنْ ربکم فآمنوا خیرا لکم وان تکفروا فان للہ مَا فِی السّمٰوٰت والارض ط وکان اللہ علیما حکیما۔ (النساء ۔ ۲۲)

ترجمہ:- "اے دنیا جہان کے لوگو! تحقیق تمہارے پاس، تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آچکا ہیں اس پر ایمان لاؤ تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ اور اگر تم نے، اس کا انکار کیا تو (اللہ کو کوئی پرواہ نہیں) جو کچھ بھی زمین آسمانوں میں ہے، سب اللہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔"

یہاں تو صرف ایمان بالرسول کا صاف و صریح حکم ہے، اور رسول کے انکار کو بالوضاحت کفر کہا گیا ہے، اور مخاطب سب نوع انسان ہیں پھر خود آنحضرت صلعم سے اعلان کروایا کہ:-

۴۳ ویں دلیل:- قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ (الاعراف)

ترجمہ:- "(اے محمد صلعم!) کہہ دیجئے کہ اے نوع انسان! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

پھر دیکھئے اسلوب بدل کر فرمایا:-

۴۴ ویں دلیل:- وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء)

ترجمہ:- "(اے محمد صلعم!) ہم نے، آپ کو ساری کائنات کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

العالمین، کے لفظ میں ساری کی ساری کائنات سمائی ہوئی ہے۔ خود قرآن سے مثال دیکھئے۔

Marfat.com

الحمد للہ رب العالمین : سب تعریفیں کائنات کے پالنے والے کو۔ یہ دیکھئے
تو رب العالمین نے اپنے آخری نبی رسول کو "نبی العالمین" خود کہہ دیا ہے ۔

۵ ویں دلیل :- تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان)

ترجمہ :- وہ بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا
تاکہ العالمین کے لیے ڈرانیوالا ہو"

اللہ اکبر! پچھلی آیت میں نبی العالم کو رحمت للعالمین فرمایا۔
ثم اللہ اکبر!! اس آیت شریفہ میں فرقان کو نازل کرنے کے ساتھ نبی الکائنات کو نذیر للعالمین بنایا، اور اگر اس آیت شریفہ کا مفہوم یہ لیا جائے کہ قرآن پاک کو نذیر العالمین فرمایا تو، اور بھی لطیف ترین امتزاج پیدا ہو جاتا ہے کہ (یاد رہے کہ فرقان سے مراد قرآن و حکمت (حدیث) دونوں ہیں، اس لئے قرآن کی بجائے فرقان کا لفظ استعمال کیا ہے، باری تعالیٰ نے ۔)

۱۔ آنحضرت صلعم بھی نذیر العالمین،

۲۔ قرآن پاک بھی نذیر العالمین ۔

۳۔ بلکہ آنحضرت صلعم رحمت العالمین بھی ۔

مقصود: مطلب تینوں کا ایک ہی ہے کہ

الف :- اللہ، رب العالمین

ب :- اللہ کا قرآن نذیر العالمین اور

ج :- اللہ کا محمد رسول القرآن رحمت العالمین ۔

حاصل یہ کہ، اللہ کا کلام بھی ابدی، ابد تک کے لئے۔
اور رسول کا کلام بھی ابدی، ابد تک کے لئے

Marfat.com

ایک نکتہ :۔ آنحضرت صلعم قیامت تک کے انسانوں کے لئے نبی رسول بناکر بھیجے گئے۔ اور صحابہ کرام میں تئیس برسوں تک قرآن کے ساتھ الحکمت، یعنی احادیث بھی فرماتے رہے۔ قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ وعظ و نصیحت بھی کرتے رہے۔ تزکیہ و تطہیر بھی فرماتے رہے۔

کسقدر ظلم عظیم یہ امر ہوگا، کہ آنحضرت صلعم ہیں تو ساری کائنات انس وجن کے لئے نبی، مگر صحابہ کرام کو تو بالمشافہ ہر طرح سے فیض پہونچاتے رہے۔ اور جو قیامت تک آنے والے مسلمان تھے، انہوں تک آنحضرت صلعم کا کوئی قول، کوئی فعل، کوئی حکم، کوئی فرمان، کوئی ہدایت پہونچی ہی نہیں۔

خدارا کوئی بتائے تو، اگر منکرین حدیث کے اس زندیقانہ دعوی کو، بفرض محال مان لیا جائے، کہ احادیث نبوی سب کی سب موضوع (معاذاللہ) سب کی سب ضائع ہوگئیں (پناہ بخدا) سب کی سب صرف آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ تک تھیں۔ (استغفراللہ) اور پچھلے مسلمانوں کو صرف قرآن ہی ملا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے بڑے دعاوی اور بار بار اعلان لحظہ بلحظہ اذعان کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے انسانوں کے لئے نبی رسول بناکر بھیجے گئے ہیں۔ مگر صحابہ کرام کے سامنے تو تیئس سال ہر حدیث نبوی موجود رہی، اور پچھلے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے، اپنے آخری نبی کی ایک بھی حدیث نہ پہونچائی ؟۔ (پناہ بخدا)

کتنا زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق پڑجاتا ہے۔ ان اباطیل منکرین کا، اور حقائق قرآن و حدیث کا۔

اور ہمیں یقین کامل ہے کہ ان ابولہب کے چیلوں منکرین حدیث کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

لہٰذا ہماری تصریحات سے لازمی طرح یقینی و حتمی نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ

۱۔ جیسے صحابہ کرام کو، اللہ تعالیٰ نے، آنحضرت صلعم کے سب اقوال سے فیض یاب کر دیا تھا۔ بالکل ویسے ہی۔

۲۔ بعد کے آنے والے مسلمانوں کے لئے بھی، اقوال نبی صلعم کو محفوظ کر کے ان تک پہونچا دیا، کیونکہ،

۳۔ آنحضرت صلعم رہتی دنیا تک نبی و رسول ہیں۔

۴۔ لہٰذا منشا رب القرآن بعلیہٖ یہ ہے کہ رسول القرآن کا بھی ایک ایک حرف و ایک ایک لفظ مثل قرآن محفوظ رہے، اور آنے والے لوگوں تک پہنچے۔ اور ہم "الذکر" کی بحث میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈال آئے ہیں۔

ایک ذرا یہ بھی دلنشیں رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم۔ کو خاتم النبیین بھی بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ کے بعد قیامت تک کوئی بھی نیا نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ تو جب رسالت و نبوت کے دروازے بھی بند کر دیئے۔ اور آنحضرت صلعم کی احادیث کو بھی ضائع کروا دیا اللہ تعالیٰ نے (بقول منکرین حدیث) معاذاللہ تو پھر دنیا سے یہ تقاضہ کہ ہمارا رسول ساری کائنات البشری کے لئے آیا ہے، کسقدر بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام کو تو اقوال و افعال نبی صلعم دیئے، اور پچھلے آنے والوں سے سب چھین لئے اور پھر بتقاضائے رسول العالمین بھی منکرین حدیث کا یہ دجل و فریب بتدا لیطلا ہے۔ آنے والے انسانوں سے خطاب رسول العالمین تب ہی صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ ان پچھلے انسانوں تک بھی وہی کچھ پہونچایا جائے۔ جو صحابہ کرام کو پہونچایا گیا تھا۔ وگرنہ یہ ایک صریح ظلم ہوگا، جس سے ذات باری تعالیٰ بہت

Marfat.com

پاک و بالا بلند ہے۔

لہٰذا، نتیجہ بالکل صاف و واضح ہے کہ جیسا کہ صحابہ کرام کو قرآن کے احادیث نبوی سے بھی فیضیاب کیا گیا تھا۔ بالکل بعینہٖ اسی طرح پیچھے آنے والے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی پہونچایا، اور احادیث نبوی بھی پہونچائیں، اور رسول العالمین کا مفہوم صرف اس صورت میں صحیح معنی میں ادا ہو سکتا ہے، وگرنہ مطلقاً کمی رہ جاتی ہے۔

ان ہی آیات شریفہ سے جن میں آنحضرت صلعم کے تمام بنی نوع انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجنے کا ذکر ہے، مرزا قادیانی کے دجالی دعویٰ کا رد بھی ہو جاتا ہے، جو وہ اپنے کو نبی (معاذ اللہ) کہتا ہے۔ اس جھوٹے نبی کے لئے ایک حدیث شریف بھی سُن لو۔

آنحضرت فرماتے ہیں۔

میرے بعد تیس کے قریب دجال، کذاب (جھوٹے) آئیں گے جو اپنے کو نبی کہیں گے۔ مگر خبردار! میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی دوسرا نیا نبی نہیں پیدا ہوگا۔ (بخاری)

دوسری حدیث میں فرمایا:۔

رسالت و نبوت، میری ذات پر ختم کر دی گئی۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی رسول پیدا ہوگا۔ (ترمذی)

اب ذرا "الناس" کے معنی قرآن پاک سے بھی سُن لیں۔ کیونکہ ہم نے "الناس" کا ترجمہ "تمام نوع انسان" "تمام بنی آدم" "تمام دنیا کے انسان" اور "ساری کائنات کے انسانوں" کا کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ عربیت کو بالائے طاق رکھ کر، اپنی تائید میں خود قرآن سے شہادت

Marfat.com

نس کریں۔! سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
یا ایھا الناس اتقوا ربکم۔
اے "الناس" اپنے پالنے والے سے ڈرو۔
تو کیا اس "الناس" سے بالکل وہی "الناس" جو آنحضرت صلعم کی
رت عالمگیر کے مخاطب نہیں یقیناً ہیں۔ ہاں تو کیا اس "الناس" سے
رف وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کو بالمشافہ دیکھا؟
ہر ہے کہ غلط ہے۔ یہ قول باطل۔ اور "الناس" سے مراد بنی نوع
سان ہے، جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔
۔ قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس۔
"کہہ دیجئے کہ میں "الناس" کے پاک پروردگار، الناس کے شہنشاہ
قیقی اور "الناس" کے معبود کی پناہ چاہتا ہوں"
تو کیا ان تین دفعہ کے "الناس" سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو آنحضرت
صلعم کے زمانہ میں تھے۔ غلط ہے۔ اور بہتانِ عظیم ہے قرآن پر۔ بلکہ
"الناس" سے مراد ہر دو انسان ہے، ہر ملک ہر قوم اور ہر زمانہ کا جو قیامت
تک پیدا ہوتا رہے گا۔
بالکل اسی طرح اور بعینہٖ اسی طرح "الناس" کا ہو بہو یہی لفظ۔ جو
آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت عالمگیر میں آیا ہے۔ اس سے مراد ہی
ر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم کا انسان ہے جو قیامت تک پیدا ہوگا۔
لہٰذا یہ عین منشاءِ خداوندی عین مشیتِ ربِ محمد اور عین مقصود
ومطلوب خدائے محمد ہے کہ
اجس طرح صحابہ کرام کو قرآن و حدیث دونوں سے مستفیض فرمایا۔ ہو بہو

Marfat.com

اسی طرح۔

۲۔ بعد کے قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں تک بھی یہ دونو
یعنی وحی قرآن و وحی حدیث بھی پہونچائے۔ اور حتماً و یقیناً
نور کے ماخذ امت محمدؐ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام تک اللہ
نے پہنچائے، اور تا روز قیامت ... محفوظ و مامون و مصئون پہنچ
اور یہ سعادت ازلی اللہ تعالیٰ نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، عمر
عبدالعزیز، مالک، زہری، بخاری مسلم، مرتبین دیگر صحاح اور امت
علما، حدیث کے لئے مخصوص کر دی تھی اور آج تک یہ امانت امت
محفوظ ہے، فلله الحمد۔

۷۶ ویں دلیل:- لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر (ا

ترجمہ:- "(اے مسلمانو! قیامت تک آنے والے مسلمانو!!) تمہارے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ ہیں، جو تم میں سے اللہ
قیامت (میں نجات) کی امید رکھتا ہے۔"

سبحان اللہ! کتنی واضح اور صریح ہے یہ امت مبارکہ، آنحضر
صلعم کی احادیث کے "ابدی" ہونے کی۔ اور قیامت تک کے مسلما
کے لئے، احادیث نبوی کی تابعداری کی!! "اسوۃ" عربی میں، اس
کو کہا جاتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے واجب الاطاعت ہو۔

قرآنِ پاک نے قول فیصل فرما دیا کہ، آنحضرت صلعم مسلمانوں کے لئے
اسوۂ حسنہ ہیں۔

منشاء رب القرآن یہ ہے کہ رسول القرآن وہ نمونہ ہیں، جنکی ا

Marfat.com

...وں پر فرضِ عین ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح قرآن پاک کی مطلوب
...ر ذاتِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ:
...ے مسلمانوں، جو رسول العالم کہے اس پر چلو، جو رسول القرآن
...ے، تم بھی بالکل اسی طرح کرو، جو رسول انکشافات فرمائے، اس کے
...سلیم و رضا بن جاؤ، جو رسول العالم کو معاملات شرع میں کرتا
...ویسے ہی کرو۔ بس نمونۂ حیات محمدی کو اپنا نمونۂ حیات بناؤ کہ یہی
...تِ ایزدی ہے۔

...و کیا اس اتنی وضاحت کے بعد بھی اس بات کا گمان باقی رہ جاتا ہے
...ضرت صلعم ایک ''مطاعِ ابدی'' ہیں۔

...جبکہ اللہ تعالیٰ نے، آنحضرت صلعم کو اسوۂ حسنہ بنایا، تو ظاہر ہے۔
...مت تک کے مسلمانوں کے لئے یہ اسوۂ رسول فرضِ عین ہے۔ تو
...وہ''، کسی شخصیت کا، اس کے اقوال و اعمال ہی تو ہوتے ہیں۔ اور
...قول منکرینِ حدیث اقوال و اعمال (احادیث) نہیں ضائع ہو گئی ہیں
...ی سب موضوع ہیں (معاذ اللہ) تو اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو کس
...یں ''اسوۂ حسنہ'' بتا رہا ہے؟ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے؟

...و آیتِ شریفہ بھی اس بات کی مقتضی ہے کہ اسوۂ رسول صلعم قیامت تک محفوظ ہے
...و قیامت تک کے انسانوں کیلئے اسوہ بنا گیا ہے آنحضرت صلعم کو اور اسوہ سے مراد
...و اعمال ہی تو ہیں اور وہ ہیں احادیث نبوی۔ لہٰذا یہ آیت اس امر کی برہان قاطع ہے
...ادیث نبوی'' پچھلی آنے والی امت کے پاس محفوظ و مامون و مصون
...ی رہیں گی اور قیامت تک محفوظ رہیں گی۔

...ں سوال منکرینِ حدیث سے، تو کیا، جو ذاتِ پاک ''اسوہ'' بیودہ

صرف پیامبر ہوتی ہے ۔

۷۷ ویں دلیل: ولما رأی المومنون الاحزاب، قالو ہٰذا ماوعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ (الاحزاب ۲۲)

ترجمہ: " جب مومنوں نے گروہِ کفار کو (چڑھائی کرتے ہوئے) دیکھا، تو کہا، یہ وہی ہے، جس کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے اور رسول صلعم نے وعدہ کیا تھا۔ تحقیق کے اللّٰہ تعالیٰ نے بھی سچ فرمایا اور اس کے رسول نے بھی سچ کہا۔"

دیکھئے یہاں، دو وعدے ہیں، ایک اللّٰہ کا اور دوسرا اس کے رسول صلعم کا اور دو ہی "قول" ہیں، ایک اللّٰہ تعالیٰ کا اور دوسرے محمد عربی کا اور قرآن پاک دونوں کی تصدیق کر رہا ہے کہ اللّٰہ نے بھی سچ فرمایا اور اس کے رسول نے بھی سچ کہا۔

تو آخر یہ وعدہ ہائے نبوی اور اقوال (احادیث) نبوی، جن کی قرآن تصدیق کر رہا ہے، کہاں گئے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ منکرینِ حدیث نے اپنی زندقہ وقرامطیت کے ایک گھونٹ میں سب کو پی ڈالا۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ اقوال وعدہائے نبی صلعم، جو قرآن کے سوا غیر از قرآن تھے، اور قرآن کی تصدیق کی وجہ سے قرآن ہی تھے۔ وہ ہیں۔ "احادیث نبوی"، لہٰذا احادیث نبوی بھی ہمارے پاس محفوظ موجود ہیں۔

۷۸ ویں دلیل: کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب (ص: ۲۹)

ترجمہ: " یہ کتاب جو بابرکت ہے، ہم نے، آپ کی طرف۔

نازل فرمائی ہے۔ تاکہ اس کی آیات میں تدبر کریں، اور صاحبان
عقل اس سے تذکیر حاصل کریں"

لغت عربی میں "لُبّ" اس عقل کا نام ہے، جس کو قرآن نے "قلب سلیم" کہا ہے۔ یعنی وہ عقل، جو عقل کی بات میں غلطی نہ کھائے۔ ویسے تو سب اپنے کو عقلاء زماں سمجھتے ہیں۔ مگر عقلمند صرف وہی ہیں۔ جن کی عقل حقیقت کو پالے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے، قرآن کے سمجھنے کے عقلاء کو دعوت نہیں دی بلکہ لُبّ کو دی ہے۔ یعنی اولی الالباب کو دعوت فہم قرآن دی ہے۔ ہاں بے خرد کہا ہے کہ "لعلهم يعقلون" شاید کہ وہ عقل سلیم حاصل کرلیں۔ لہٰذا عقل سے مراد، یہاں عقل سلیم ہے۔ کیونکہ ویسے تو ہر ۴۲۰ دغا باز جب دغا بازی سے کچھ ناجائز امور حاصل کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے بڑی عقلمندی سے کام لیا ہے۔ اور ہم عرفاً بھی ہر ناجائز نفع خور کو کہتے ہیں کہ فلاں بڑا عقلمند ہے حالانکہ وہ احمق الحمقاء ہوتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ یورپ وامریکہ کے احمقوں کو لوگ عقلمند گردانتے ہیں۔

اور "تدبر"، "تدبیر" سے ہے جس کی معنی عربی میں یہ ہے کہ غور وفکر کے بعد اصلی مفہوم وحقیقت کو پالینا۔

اس آیت شریفہ میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ دنیا جہاں والوں کو قرآن پاک میں "تدبر"، "تذکیر" کی دعوت دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ قرآن پاک کی حقیقت کو سمجھو۔

تو سوال یہ ہے کہ جب دیگر انسانوں کو قرآن میں تدبر تفکر کا حق دیا گیا ہے تو کیا آنحضرت صلعم سے یہ حق چھین لیا ہے، منکرین حدیث نے !!!
اور یہ تو ان کی ہے۔ دجالیت ان کی۔ اصل سوال یہ ہے کہ صاحب القرآن

Marfat.com

کو دگر لوگوں سے زیادہ حق ہے کہ وہ قرآن میں تدبر و تعقل کرے، تو بتایئے
آنحضرت صلعم کا وہ تدبر قرآن و تعقل قرآن کیا ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ تدبر
تعقل قرآن آنحضرت صلعم نے فرمایا، اور حقاً کہ صحیح وہی ہے، کیا یہ ضائع ہو گ
(معاذاللہ)

یہ امر تو منشاء خداوندی کے خلاف ہے۔ کہ قرآن کے لانے والے کا تدبر
و تعقل فی القرآن کر دیا جائے۔ ضائع۔ اور باقی ایرے وغیرے نتھو خیرے کے
تدبر و تعقل پر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو چھوڑ دے۔
المطلوب آنکہ، یقیناً تدبر و تعقل آنحضرت صلعم ہم تک۔ لفظ بہ لفظ مثل
قرآن محفوظ و مصئون و مامون پہونچا ہے، اور وہ ہے احادیث نبوی صلعم

۹۷ ویں دلیل: افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علی نور
من ربہ (الزمر: ۲۲)

ترجمہ: "تو کیا اللہ تعالیٰ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا
ہو۔ اور وہ اپنے اللہ کی طرف سے نور پر بھی ہو، (وہ اور سنگدل
ایک جیسے ہیں؟)

دیکھئے، یہاں آنحضرت صلعم کے سینۂ مبارک کو اسلام کے لئے کھول دینے
اور آپ کے "نور" پر ہونے کا اعلان ہے۔ تو کیا وہ ذات پاک جس کو اللہ
تعالیٰ نے نور بنا کر بھیجا ہو، اور اسلام کے انوار و اسرار و رموز و تجلیات کا
مظہر بنا کر بھیجا ہو اس کا کلام ضائع کر کے امت کے کچھلوں کو گھٹا ٹوپ اندھیروں
میں چھوڑ دیا جا سکتا ہے اور وہ جو نور ربہ اور شرح صدر الاسلام ہے۔ باتیں
کرتا ہے، اس کی باتوں کو ضائع کر دینا کوئی ہوش و حواس کی سلامتی والا
انسان مان سکتا ہے؟۔

۸ ویں دلیل :- ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین۔

(حم سجدۃ : ر ۴)

ترجمہ :- "اور اس سے کس کا قول اچھا ہو سکتا ہے، جو اللہ کی طرف بلائے۔ اور صالح اعمال بھی بجالائے اور کہے کہ میں مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں سے ہوں"

دیکھئے۔ اس آیت شریفہ میں، کس انوکھے اسلوب سے آنحضرت صلعم کی حدیث کو رب القرآن نے "قابل اطاعت ابدی" ظاہر کیا ہے۔ اور رسول القرآن کے قول کو "احسن قول" بہترین قول، خوبصورت ترین قول کہا ہے۔

۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی داعی الی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے داعی کو خطاب دیتا ہے۔ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا۔

(الاحزاب)

اے نبی پاک بتحقیق ہم نے، آپ کو "شاہد"، اور "بشیر" اور نذیرا اور داعی الی اللہ باذنہ، اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی تفصیل گذر چکی۔

۲۔ اور پھر "مسلم"، کا لفظ بھی آنحضرت صلعم سے کہلوایا۔

وانا اول المسلمین۔ میں ہی سب سے پہلا "مسلم"، یعنی فرمانبردار خداوند عالم ہوں۔

۳۔ اور پھر اپنی کتاب قرآن کو بھی "احسن الحدیث"، فرمایا۔

نتیجہ یہ کہ "احادیث نبوی"، کو خود قرآن پاک "احسن قول"، کہہ رہا ہے

توکیا یہ قرآنِ پاک کا بنایا ہوا احسن قول (احادیث نبوی) اس بات کا
ضامن نہیں کہ احادیث نبوی کی اطاعت فرضِ عین ہے۔ اور "ابدی"
اور پھر آنحضرت صلعم کی احادیث کو "اسوۂ حسنہ" فرمایا۔ اس آیت
شریفہ میں "احسن قول" فرمایا۔ "اسوہ" کا تو لفظ ہی اس لئے آتا ہے کہ اس
نمونہ کی اطاعت ہو۔ لہٰذا اسوۂ رسول اور احسن قولِ رسول، یعنی احادیث
رسول، امتِ رسول پر قیامت تک کے لئے فرض عین ہیں۔ اور ان کی
اطاعت ابدی ہے۔ اور یہی امر اس بات کی قطعی دلیل اور منشاء خداوندی
کی برہانِ قاطع ہے کہ احادیث نبوی، بعینہٖ قرآن پاک کی طرح، ہم تک
بالکل محفوظ و مامون و مصئون پہونچی ہیں، اور قیامت تک مسلمانوں
تک پہونچتی رہیں گی۔

۸۱ویں دلیل:- شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والذی
اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ
وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (شوریٰ، ۲)
ترجمہ:- "تمہارے لئے اسی دین کو شریعت بنایا، جس کی نوح
کو وصیت کی تھی، اور وہ جو وحی کی طرف تیرے اور وہی جسکی وصیت ابراہیم
و موسیٰ و عیسیٰ کو کی تھی یہ کہ اقامتِ دین عمل میں لاؤ اور اسمیں اختلاف نہ کرو۔"
اس آیتِ شریفہ سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔
۱۔ دین کو خود اللہ تعالیٰ نے "شرع" اور "شریعت" کہاہے۔ اور علماء
امت کا دین کو "شریعتِ اسلامی" یا "شرع محمدی" کا نام دینا
اس آیت کی تابعداری میں ہے۔ لہٰذا منکرین حدیث کا "شریعتِ اسلامی"
یا "شرع محمدی" کا تمسخر اڑانا۔ اور شریعت اسلامی کو یا "شرع محمدی"

Marfat.com

و بار کہنا اور یہ واہیات خرافات بکنا کہ جس "اسلامی شریعت" کو مسلمان ہزار بار، سو سو سے گلے لگائے ہوئے ہیں اسکے ڈانڈے یہودیت و مجوسیت و زندیقیت سے ملتے ہیں یہ انکے قول خود انکی زندیقیت کے بین دلائل ہیں اور صریحاً قرآن پاک کے خلاف ہیں۔

کم از کم مسلمانوں سے اب توقع یہ ہے کہ اب جبکہ آپ نے دیکھ لیا کہ دین اسلام کو خود خداوند عالم "شرع" و "شریعت" کا نام دے رہا ہے، تو مسلمان علماء نے، جو اسی آیتِ شریفہ سے لے کر "شریعتِ اسلامی" او "شرحِ محمدی" نام رکھے ہیں، وہ بالکل صحیح اور عین منشاء خداوندی کے مطابق ہیں۔ اور اس کا تمسخر اڑانے والے زندیق و ملعون ہیں، اور درحقیقت میں یہ تمسخر قرآن ہے۔

۲۔ دوسری یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام روزِ اول سے ہی سب نبیوں کو ملا ہے۔ اور سب انبیاء علیہم السلام، اسلام ہی کے مبلغ و معلم تھے۔ بعض نادان، آنحضرت صلعم کو بانی اسلام کہہ دیتے ہیں۔ جو قطعی غلط ہے۔ بانیٔ اسلام خود خدا تعالیٰ ہے۔

۳۔ تیسری بات بہت اہم ہے وہ یہ کہ "اقیموا الدین" یعنی اے انبیاء اللہ اللہ کے دین کو قائم کرو تو ظاہر ہے کہ قیام دین کے لئے۔ انبیاء علیہم السلام کتاب اللہ کے ساتھ ہی ساتھ اس وحی سے بھی بولتے تھے، جو انکی طرف کتاب کے سوا کی جاتی تھی۔ اور اقامتِ دین کے لئے قوانین فرامین احکام انبیاء علیہم السلام کا ہونا لازمی ہوتا ہے۔

۴۔ چوتھا یہ امر کہ دنیا میں سینکڑوں ایسے نبی بھی آئے ہیں، جنکو کتاب نہیں دی گئی۔ ان کی ہدایت اسی وحی سے ہوتی تھی، جو کتاب اللہ کے سوا، وحی ہے، جس وحی کے بارے میں آنحضرت صلعم کو فرمایا کہ

Marfat.com

"وما ینطق عن الھوی" اور یہی وحی مثلہ معہ ہوا کرتی ہے۔
لہٰذا یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلعم کی طرف قرآن پاک کے سوا بھی وحی آتی تھی، اور وہی وحی مثلہ معہ ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ قرآن پاک کی اتنی کھلی ہوئی آیات بینات کے بعد بھی وہی ڈھاک کے تین پات والی رٹ ہے۔ اور انکار پر انکار ہے۔ ہمارا کام قرآن پاک کے احکام کا پہونچا دینا ہے، کوئی مانے یا نہ مانے۔

۸۲ ویں دلیل :- اللہ الذی انزل الکتاب بالحق والمیزان (الشوریٰ ع۲)

ترجمہ :- "اللہ تو وہ ذات پاک ہے، جس نے قرآن اور میزان کو حق کے ساتھ نازل کیا"۔

دیکھئے، یہاں قرآن کے ساتھ "المیزان" کو بھی نازل کیا گیا بتایا گیا ہے۔ اور میزان کے معانی اسقدر متعارف ہیں کہ کسی استشہاد کی ضرورت نہیں۔ "انصاف"، "عدل"، حکم حق، فیصلہ حق، تحقیق حق، تعارف حق، یہ سب کے سب ہیں مفہوم میزان کے۔ اور یہ ساری کی ساری صفات عنایت کی گئی ہیں، آنحضرت صلعم کو، لہٰذا قرآن کے ساتھ جو میزان نازل کیا گیا ہے۔ وہ

۱ ایک، تو یقیناً قرآن پاک کے سوا ہے۔ اور

۲ دوسرے، نازل ہونے کی وجہ سے مثل قرآن ہی ہے۔ اور وہ ہیں

۳ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴ کیونکہ ان دو چیزوں کے سوا، آنحضرت صلعم کے وقت میں وحی کے نزول سے تیسری چیز تو مراد لی ہی نہیں جا سکتی۔ لہٰذا ہمارا مدعا ثابت ہے کہ احادیث نبوی، وحی ہیں، اور وحی ابدی ہے۔ لہٰذا احادیث نبوی

Marfat.com

یہ ہیں۔ اور یہ کہ، جو بھی وحی ہے، اس کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ محفوظ رہے گی۔ اور چونکہ احادیث بھی وحی ہی ہیں، لہٰذا یقیناً و حتماً محفوظ ہیں۔
ر یہ کہ، قرآن چونکہ وحی ہے، اور احادیث رسول صلعم بھی وحی ہیں۔ لہٰذا احادیث نبوی، مثل قرآن ہیں۔ اور یہی ہے اس حدیث شریف کی معنیٰ کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے۔ اور مثلہ معہ، یعنی قرآن کے مثل اور بھی دیا گیا ہے۔ اور "المیزان" اس کی اور زیادہ تشریح تصدیق اور تصریح کر رہا ہے۔ فللہ الحمد

۳۰ ویں دلیل:- وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولاکن جعلناہ نوراً۔ (الشوریٰ: ر۵)

ترجمہ:- "اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف روح اپنے امر کی۔ آپکو یہ معلوم نہ تھا کہ الکتاب کیا ہے۔ اور الایمان کیا ہے۔ بلکہ ہم نے اس کو "نور" بنایا۔

اللہ اکبر! یہ آیت شریفہ صاف بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلعم کو دو "وحیاں" ملی تھیں، وحی نزول یعنی قرآن اور وحی نطق، یعنی قرآن کے سوا مثل قرآن اور پھر یہ آیت کتنی وضاحت فرما رہی ہے کہ ہمارے امر کا روح، ہم نے تمہیں عطا کر دیا ہے، اور روح کو جب، ہم کسی دیگر چیز کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ سب کچھ ہی عطا کر دیا۔ اب اس "سب کچھ" کی تفسیر، تشریح یا تفصیل بھی قرآن پاک سے ملاحظہ ہو۔

یہ امر تو گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں سے تین طریقوں سے کلام کرتا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ "وحی" کرے۔ اپنے کسی خاص بندے کے دل میں، بغیر کسی

Marfat.com

واسطے کے بیچ بات (حق) ڈال دے، چنانچہ آنحضرت صلعم کو یہ درجہ عطا کر دیا گیا، کہ آپ کے نطق، اقوالِ رسول، یا دوسرے الفاظ میں احادیثِ رسول کو "وحی" قرار دیا، اور یہ وہی وحی ہے، جو بغیر جبریل امین کے
۲- دوسرا نہج کلامِ خدا، کسی نبی سے یہ ہے کہ حجاب میں گفتگو ہو۔ یہ مقام بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا، اور معراج کی رات، حجاب میں، بالکل قریب بلاکر، اسقدر قریب کہ "قاب قوسین، نہیں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ "او ادنیٰ" سے آنحضرت صلعم سے رب العالمین نے نبی العالمین سے باتیں کیں۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ۔

۳- اور تیسرا نہج کلام باری تعالیٰ یہ کہ فرشتہ بھیجکر باتیں کرے، چنانچہ وہ تو "قرآن پاک" ہے ہی۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔
۴- اب روحاً من امرنا، بھی اس حقیقت الامر کی شہادت دے رہا۔ کہ آنحضرت صلعم کو ان تینوں طریقوں سے نوازا گیا۔ جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ہمکلام ہوتا ہے۔

لہٰذا احادیث نبوی ان دو طریقوں سے معرضِ تکلم وجود میں آئیں۔ فلھذا امثلہ معہ ہی ہیں۔

۴۸ ویں دلیل:- انک لتھدی الی صراط مستقیم (الشوریٰ)
ترجمہ:- "تحقیق، آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں"

لیجئے اس آیت شریفہ نے تو قصہ ہی تمام کر دیا۔ جب آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے ہی "ھادی برحق" مقرر فرما دیا، تو باقی رہ کیا گیا۔ اور نظر

ہادیٔ برحق اور ہادی بامر اللہ، ہادی باذن اللہ، ہادی بحکم اللہ، ہادی برضات اللہ
ہادی برضاء اللہ ہادی بمشیت اللہ اور ہادی بمنشاء اللہ کہا جائے تو کیا مضائقہ نہیں ہوا کرتا
۔ اسکو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سے متصف فرما دیا ہے ۔ یعنی ہدایت
کا کام اللہ کا ہے ۔ لنھدی بہ من نشاء ۔ یعنی ہم (اللہ) جس کو چاہیں
ہدایت کرتے ہیں ۔ اور اس آیت نمبر ۴۸ میں ہدایت کا کام خود اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلعم پر بھی عائد کر دیا ہے ۔

لہٰذا اللہ کی ہدایت قرآن اور رسول کی ہدایت احادیث ہیں ۔

۱۔ ہو بہو اسی طرح جیسے، محمد صلعم کی بیعت کو اللہ نے اپنی بیعت کہا ہے
۲۔ جس طرح، محمد صلعم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کہا ہے ۔ اور
۳۔ جس طرح محمد صلعم کی کنکریاں پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے کنکریاں
پھینکنا بنایا ہے ۔

نتیجہ بالکل واضح اور صاف ہے کہ محمد صلعم کی ہدایت یعنی احادیث
نبوی، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہی ہدایت ہے ۔ اور یہ ہدایت وہی
ہدایت ہے جو وما ینطق عن الھویٰ ۔ کے ذریعہ فرمائی گئی ہے ۔ مآل یہ کہ
احادیث نبوی بھی اللہ ہی کا کلام ہیں ۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ خلق،
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلوایا ہے ۔

۸۵ ویں دلیل :- انیٰ لھم الذکریٰ وقد جاءھم رسول مبین، ثم تولوا عنہ وقالوا معلم
مجنون (الدخان : ۱۳)

ترجمہ :- بھلا وہ کب نصیحت حاصل کرنے لگے، حالانکہ ان کے پاس
بیان کرنے والا رسول آچکا، اس کے بعد وہ اس (رسول مبین) سے

پیٹھ پھیر بیٹھے اور کہا کہ یہ تو کسی غیر کا سکھلایا ہوا دیوانہ ہے"۔

۱۔ یہاں صرف رسول کے آنے کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ جس کی قطعی
یہ ہے کہ رسول صلعم۔ جو قرآن کے سوا، کہتا ہے، وہ بھی دینی حجت
۲۔ پھر رسول صلعم کو "مبین" کا لقب دیا گیا ہے، کہ قرآن پاک کے اص
کی تفریع و تبیین اور مجمل کی تشریح، اور احکام قرآن کی تشریح آنحض
صلعم فرماتے ہیں۔ الغرض فرض منصبی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر عا
کر دیا ہے۔
۳۔ قرآن پاک کو بھی "مبین" کہا گیا ہے۔ اور احادیث رسول کو بھی مبین
لہٰذا کتنا صاف امر ہے، کہ احادیث نبوی بھی مثل قرآن ہیں یعنی مثله
۴۔ پھر یہاں، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ
کا ذکر ہے۔ نتیجہ بالکل واضح ہے کہ وہ کمبخت قرآن سے تو منہ موڑتے
ہیں، مگر آنحضرت صلعم سے بھی منہ موڑتے ہیں۔

تو کیا منکرین حدیث اس آیت کی زد سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں

۸۶ ویں دلیل:۔ ثم جعلناک علی الشریعۃ من الامر فاتبعها و تتبع اھواء الذین لا یعلمون (الجاثیہ

ترجمہ:۔ "ہم نے، آپ کو اپنے "امر" کا قانون ساز (صاحب شریعت) بنایا ہے۔

پس اسی (شریعت) کا اتباع کرو اور نادانوں کی ہوا و ہوس کا تابع مت
اس آیت شریفہ میں "شریعت" کا نام قوانین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے۔
واضح ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ شریعت ہمارے "الامر" کی شریعت ہے "الامر" سے یہا
نفس اسلام ہے اور اسلام کے قوانین سازی کا کام اللہ تعالیٰ نے اصول شریعہ

کرنیکے بعد خود آنحضرت صلعم کے ذمہ عائد کیا ہے۔

علیٰ شریعۃ من الامر کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے "الامر" کا شارع بنایا ہے۔ اور "الامر" قرآنِ پاک کے "اسلام" ہے۔ منشاءِ ربِ محمد ہے۔ رضائے ربِ قرآن ہے۔ تو گویا "الامر" وہ اصول ہیں جو قرآنِ پاک نے بتلائے ہیں۔ اور ان اصولوں سے شریعت بنانے والا ہے۔ صاحب القرآن محمد نبی آخر الزماں علیہ الف الف صلوات اللہ والسلام

دیکھیے "شریعت اسلامی" یا "شریعت محمدی" کا ثبوت ہم نے خود قرآن پاک سے دیدیا۔ اب اگر کوئی منکر یہ کہے کہ "شریعت اسلامی" یا شریعتِ محمدی، ملّانے بنائی ہے۔ یا طومار ہے تو اس سے بڑھ کر کفر، الحاد اور زندقیت کیا ہو سکتی ہے۔؟!

پھر جیسے دنیاوی قانون ساز بھی قوانین بنا کر اس کی پیروی کرتے ہیں آنحضرت صلعم کو تاکید فرما دی کہ اپنی ہی "شریعت محمد" کی پیروی کریں۔ اور "اسوۃ حسنۃ" کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ پہلے رسول صلعم خود عمل کر کے بتلائے تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں اس نمونہ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔

۸۷ ویں دلیل :- ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہِ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضروا اللہ شیئًا وسیحبط اعمالھم ! محمد: ۳۲)

ترجمہ :- "تحقیق جو لوگ کافر بنے، اور اللہ کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اور باوجود "ہدایت" ظاہر ہو جانے کے رسول کی مخالفت کی۔

یہ لوگ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور جلد ہی ان کے اعمال اکارت

ہو جائیں گے"۔

دیکھیے اس آیتِ شریفہ میں، مخالفتِ رسول سے جہنم جانے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مخالفتِ رسول یہی ہے کہ احادیثِ رسول کا انکار کر دیا جائے۔

اس آیت نے منکرینِ حدیث کا پورا پتہ نشان دیدیا ہے۔ کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اسی آیت کے مطابق فرما دیا۔

۹۸ ویں دلیل:- یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ ولا تبطلوا اعمالکم (محمد: ۳۳)

ترجمہ:- "اے ایمان والو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور (خدا و رسول کی نافرمانی کرکے کہیں تم بھی) اپنے عملوں کو باطل نہ کر دینا"۔

یہاں بھی صاف ہے کہ رسول صلعم کی اطاعت سے سرتابی کرنے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کا باطل ہو جانا سیدھا جہنم رسید ہونا ہے اب جبکہ قرآن آج چودھویں صدی میں کہہ رہا ہے۔ اور قیامت تک کہتا رہیگا کہ رسول کی نافرمانی مت کرو۔ تو جب رسول صلعم کے اقوال و اعمال بقول منکرینِ حدیث، دنیا میں موجود ہی نہیں، تو تقریباً ان دو سو پچاس آیتوں کا کیا مفہوم ہوگا۔ جن میں رسول صلعم کی اطاعت فرض عین کی گئی ہے؟

ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد، دنیا میں صرف قرآن ہی باقی رہنا تھا۔ اور صرف قرآن پاک کی ہی اطاعت ہونا تھی تو علام الغیوب اللہ ہر مقام، ہر حکم، ہر قانون اور ہر قدم پر "اطیعوا الرسول" کو قرآن کیوں کیا؟

Marfat.com

دیکھ لیا آپ نے، کہ منکرین حدیث کی، انکارِ حدیث کر کے، چوٹ کہاں کہاں پڑتی ہے۔

۱۔ ایک صاحبِ علم عقل کہہ سکتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں کمی تھی۔ (معاذ اللہ) کہ اطاعت تو مطلوب تھی صرف قرآن پاک کی، اور سارے کا سارا قرآن بھر دیا اطاعتِ رسول کے ساتھ؟

۲۔ یا دنیا میں محفوظ تو رہنا تھا صرف قرآن پاک۔ اور احادیث نبوی نے بہ بزلِ منکرین ہو جانا تھا معدوم (نعوذ اللہ) مگر اس کے باوجود اللہ تعالےٰ غائب داں ہے۔ بار بار فرماتا ہی رہا ہے کہ اطیعوا الرسول۔ رسول کی اطاعت کرو۔؟

خدارا کوئی سمجھائے تو ہمیں کہ ان سینکڑوں آیات اللہ کی مطابقت کیسے ہوگی؟ ظاہر ہے کہ یہ ان منکرینِ حدیث، کی ہزلیات، خرافات یاوہ گوئی۔ ہذیان نفس جھوٹ، کذب، افترا، بہتان تلبیسِ ابلیس اور زندیقیت ہے۔ اور بدیہہ البطلان ہے۔

بلکہ یہ تصریحات علی الاعلان کہہ رہی ہیں کہ

۱۔ قرآن پاک کی طرح، احادیث نبوی بھی محفوظ ہیں۔

۲۔ قرآن پاک کی طرح، احادیث نبوی بھی موجود ہیں۔ اور

۳۔ قرآن پاک کی طرح، احادیث نبوی بھی دین ہیں۔ دین کا ماخذ ہیں۔ اور ابدی ہیں۔

الف:۔ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف قرآنِ پاک کی ہی تابعداری مقصود و مطلوب ہوتی تو صرف اطیعوا اللہ کافی تھا۔ اللہ کی ذاتِ پاک اللہ کا علم کل، اللہ کا غیب کل ان منکرینِ حدیث کی شطحیات واباطیل سے بہت

Marfat.com

پاک واعلیٰ واعظم ہے کہ وہ قرآن پاک میں حشو وزوائد سینکڑوں کی تعداد میں بھر دے۔ (معاذ اللہ)

ب:- کیونکہ جب آنحضرت صلعم کی "ابدی اطاعت" مقصود ہی نہ تھی تو قرآن پاک از اول تا آخر "واطیعوا الرسول" ہرگز نہ فرماتا۔

ج:- اور اگر آنحضرت صلعم کی اطاعت صرف بالمشافہ تھی۔ یا صرف بحیثیت امیر تھی، تو صاف فرماتا کہ۔

اطیعوا اللہ الی یوم القیامۃ۔ اللہ کی تو قیامت تک اطاعت کرو۔

واطیعوا الرسول بالمشافہ... مگر رسول کی اطاعت صرف بالمشافہ کرو

اواطیعوا الرسول ماکان فیکم حیاً، اطاعت رسول اس وقت تک کرو جبتک تم میں زندہ رہے۔

اواطیعوا امارۃ الرسول ماکان الامیر حیاً۔ یا رسول کی اطاعت بحیثیت امیر کرو۔ جبتک امیر زندہ ہے۔

تاکہ آنے والی نسلوں پر اطاعت رسول کا اطلاق نہ ہو سکتا۔ (استغفر اللہ من کفر ھاؤلاء المنکرین۔)

مگر حقیقت یہ ہے کہ "واطیعوا الرسول"، کو قرآن پاک میں ابدی طرح سے مستقل رکھا گیا ہے۔ اسلئے

۱- اطاعتِ قرآن کی طرح، اطاعتِ رسول ابدی ہے۔ تا روز قیامت ہے

۲- اور یہی رسول کی اطاعتِ ابدی اس بات، کی حتمی دلیل ہے۔ کہ احادیث نبوی محفوظ موجود ہیں، اور تا قیامت محفوظ رہیں گی۔

۳- کیونکہ احادیث اگر موجود نہ رہیں تو اب اطاعتِ رسول کا مفہوم معدوم ہوجاتا ہے، اور یہ از قبیل محالات ہے۔

Marfat.com

۸۹ ویں دلیل :- انا فتحنا لك فتحاً مبینا لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ویتم نعمته علیك ۔ (الفتح : ر ۱)

ترجمہ :- تحقیق ہم نے، آپ کو ظاہر ظہور فتح دی : تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشوں سے تمہیں اپنی پناہ میں لیکر بچائیے ۔ اور تاکہ آپ پر اپنی سب نعمتیں تمام کر دے "

دیکھیے یہاں ۔ رب القرآن، صاحب القرآن پر، اپنی تمام نعمتوں کے اتمام کا وعدہ فرما رہا ہے ۔ اور دیکھیے تو اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ایک دوسری سے بڑھ کر ہیں ۔ مگر تین نعمتیں تو سب سے بڑی ہیں ۔ اور ان ہی تین نعمتوں کا اللہ نے بندوں پر احسان بھی جتلایا ہے ۔ اور دیگر کسی بھی نعمت، کا احسان نہیں جتلایا ۔

۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ احسان کیا کہ جب کہ ان ہی میں سے ان میں ایک آخری رسول بھیجا، جو ان پر تنزیل یعنی قرآن پڑھتا ہے ۔ اور ان کو اپنے مواعظ و تذکیر سے یعنی احادیث سے پاک کرتا ہے ۔ اور ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور اپنی احادیث کی تعلیم بھی دیتا ہے یعنی یہاں بھی تین نعمتیں گنائی ہیں ۔

۱ ۔ ایک :- قرآن، یعنی وحی بذریعہ جبریل امین ۔

۲ ۔ دوسری ۔ تعلیم قرآن بغیر ذریعۂ جبریل ۔

۳ تیسری ۔ تعلیم حکمت، یعنی احادیث رسول یہ بھی بغیر ذریعہ جبریل امین اور ان ہی تین نعمتوں کو دوسرے مقام پر ایک انوکھے اسلوب سے بیان واضح فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھی بندہ سے تین طریقوں کے سوا کلام نہیں کرتا۔

۱۔ ایک یہ کہ صرف بذریعہ وحی کرے، یعنی درمیان میں کسی فرشتہ کا واسطہ نہ ہو

یاد رہے کہ بالواسطہ وحی کے لئے، صرف حضرت جبریل امین مقرر ہیں۔۔ دوسرا کوئی فرشتہ اس کام کے لئے منتخب نہیں۔ اور یہ وحی، رسول اور اللہ کے درمیان سیدھی بغیر کسی واسطہ یا ذریعے کے ہوتی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ حجاب کے پیچھے سے ہمکلام ہو۔ اور یہ بہت کم ہے قرآن شریف سے اس وحی کے صرف دو واقعے ملتے ہیں۔

ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر من وراءِ حجاب کلام فرمایا۔

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ جبریل امین، تورات بھی نازل فرمائی۔ اور

دوسرے، معراج کی رات نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اس کون و مکان، زمین و آسماں، وقت و زماں، سے بہت بالا بلند اسقدر بالا بلند کہ اس بلندی کو رب محمد جانے یا عبداللہ جانے یعنی عرش بریں پر بلوا کر، ختم المرسل سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوا، جس کے نتیجہ پر "عند ذی العرش مکین" محمد عربی تو مکینِ عرش کے پاس مکین ہے کا لقب عطا فرمایا۔ اس دونوں عرش کے مکینوں کا راز تو خود اللہ ہی جانتا ہے جس میں صرف "ذی" کا لفظ اثنیا نہ ہے، اور بس۔ اس مقام پر زبان و قلمِ فضل احمد گنگ ہے۔ سوا اس کے کہ، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر یا محمد عربی کے سچے شیدائی، حدیث محمد عربی کے سچے پروانے کچھ جھلک سی پا سکے ہیں۔ حتاکہ، رب محمد نے اس غلامِ محمد فضل احمد کو بھی اس جھلک سے کچھ تھوڑا سا نوازا ہے، فلہ الحمد۔

Marfat.com

منکر، جو ٹھرا ہی منکر، وہ اس راز و نیاز، خدا و محمد کو کیا جانے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ، اپنے برگزیدہ بندوں سے بذریعہ جبریل امین ہمکلام ہو۔

اور قرآن خود شاہد ہے کہ یہ تینوں نعمتیں، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو عطا کر دیں۔ اور اوپر والی آیت ہیں، ان تینوں نعمتوں کے ساتھ ساتھ دگر ہمہ نعمہائے ربی کے اتمام کا وعدہ ہے۔ اور وہ یہ کہ

۴۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھوں تکمیل دین اسلام کر دی، وہ ید محمد، جس ید کو اللہ تعالیٰ نے ید اللہ، اپنا ید (ہاتھ) کہا ہے۔

۵۔ اس تکمیل دین کی معنیٰ یہ کہ، اگلے انبیاء علیہم اسلام کو جسقدر بھی کتابیں دی گئیں، جتنی بھی "وحیاں" کی گئیں، جتنی بھی ہمکلامیاں ہوئیں۔ وہ ان نبیوں کی امتوں نے ضائع کر دیں، تو وہ سب کی سب کتب اور سب کی سب "وحیاں"، جو ضائع ہو چکی تھیں، نبی آخر الزماں محمد صاحب القرآن کو دوبارہ عطا کر دی گئیں۔ اور ان سب کی حفاظت کا ذمہ رب القرآن و رب محمد و رب احادیث محمد نے اپنے ذمہ لے لیا۔ تو گویا اس طرح، ایک مسلمان کے پاس اگلے سب نبیوں کی ساری کی ساری تعلیمات، ساری کی ساری "وحیاں" اور سب کی سب کتابیں، قرآن و حدیث کی شکل میں موجود ہیں، اور ایک مسلم ہی صحیح معنوں میں، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و جمیع انبیاء و مرسلین کا سچا تابع و مومن ہے۔

ایک نہایت لطیف نکتہ:۔ جبکہ آنحضرت صلعم کو اگلے انبیاء علیہم اسلام کی کتابیں، اور "وحی" عطا کر دی گئی ہیں، تو ظاہر ہے۔ کہ اگلے

Marfat.com

تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے ہزاروں ایسے تھے جنکو کتاب نہیں دی گئی۔ یعنی ان پر جبریل امین نازل نہیں ہوا، ان کو صرف "وحی" عطا ہوئی تھی۔ وہ "وحی" بھی آنحضرت صلعم کو دی گئی تو نتیجہ صاف لکھ کر سامنے آجاتا ہے کہ وہ "وحی" احادیث نبوی صلعم ہی ہیں۔

پھر یہ امر بھی اور صاف ہو جاتا ہے کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی "وحیوں" کی حفاظت کا چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ نہ لیا تھا۔ اور جو "وحی" آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی، خواہ بذریعہ جبریل امین، خواہ بغیر واسطہ جبریل، ان سب قسموں کی "وحی" کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے۔

لہٰذا، قرآن پاک کی طرح، احادیث نبوی بھی بالکل محفوظ موجود ہیں۔ اور تکمیل دین ہوا ہی ان دو قسم کی "وحی" سے ہے۔ لہٰذا اسلام دین، نام ہی ہے قرآن وحدیث کا ورنہ آنحضرت صلعم پر اتمام نعمتِ ربِ محمد کی کیا معنی۔ صرف قرآن کی تکمیل میں، آنحضرت صلعم پر، ربِ محمد کی تمام کی تمام نعمتوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اطلاق اس وقت صحیح ہوگا۔

جبکہ اقوال و اعمال محمد، یعنی احادیث محمد کو شامل کر لیا جائے تو فلہذا۔ ربِ محمد کی اتمام نعمت بر عبدہٖ محمد کا اطلاق اس وقت صحیح ہوتا ہے۔ جبکہ تکمیل قرآن کے ساتھ تکمیلِ احادیثِ صاحب القرآن بھی ہو، اور جیسا ۲۳ برسوں تک نبی آخر الزماں، قرآن پاک کی ہر اصل، ہر حکم، ہر مجمل، ہر قانون ہر دستوری آیت، ہر آئینی امر اور ہر مقام کی تفریع، تشریح، تفصیل، تشریح تبیین، اور تعیین کرتے رہے۔ تا آنکہ تیئس برسوں میں جو قرآن نازل ہونا تھا ہو چکا۔ اور احادیث نبوی نے جو تفریعات، تشریحات، تفسیرات، تشریعات و تعینات فرمانے تھے فرما دیئے تو اس کے بعد، دونوں، یعنی قرآن وحدیث

Marfat.com

کے قوانین کو دین اسلام نام دے کر تکمیل دین کر دی گئی۔ فللّٰہ الحمد

۹ ویں دلیل:۔ انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراہ لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ (الفتح: ۲۶)

ترجمہ:۔ "تحقیق ہم نے آپ کو "شاہد" اور "مبشر" اور "نذیر" بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا اے دنیا کے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول (کے دین) کی مدد کرو اور رسول کی تعظیم کرو۔"

اس کی تفصیل تو گذر چکی اتنی یاددہانی ضروری ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کے معنی یہی ہیں کہ اس کی ہر بات بلا چوں و چرا مانی جائے، اور اپنے پر فرض کر لی جائے اور ایمان کی پہلی اور پچھلی شرط یہ ہے کہ جس پر ایمان لایا گیا ہے۔ اس پر جان تک قربان کر دی جائے۔ اور اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ رسول پر ایمان لانے کو بھی فرض کر دیا گیا ہے۔

پھر یہ جو فرمایا کہ "تعزروہ" رسول صلعم کو قوت دو اور "وتوقروہ" اور رسول صلعم کی توقیر و تعظیم کرو۔ تو کیا توقیر و تعظیم و تعزیر یہ ہوگی کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کا تو ہو عملی انکار، اور توقیر و تعظیم و تعزیر کا ہو قولی اقرار (نعوذ باللہ من ذالک النفاق والزندیقیۃ)

۱۰ ویں دلیل:۔ من یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار ومن یتول یعذبہ عذاباً الیماً۔ (الفتح: ۱۷)

ترجمہ:۔ "جو بھی تابعداری کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی

اسکو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو (اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری سے) منہ موڑیگا اس کو دردناک عذاب دیگا"

یہ آیت شریفہ کتنی صاف ہے۔ اور بتلا رہی ہے کہ رسول کی تابعداری ہی جنت موقوف ہے۔ اور رسول صلعم کی نافرمانی پر جہنم کی سزا مقرر ہے۔ اس سے بڑھ کر رسول صلعم کی نافرمانی اور کیا ہوگی کہ سرے سے رسول صلعم کی فرمانبرداری کے اصل اصول یعنی حدیث سے ہی انکار کر دیا جائے۔ ایسا تو مجسمہ منکرِ رسول و پیکرِ نافرمانیٔ رسول ہوتا ہے۔

۹۲ ویں دلیل

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (ا
ترجمہ:- "تحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے تو قطعی طور پر راضی ہو جو تحت الشجرہ" (درخت کے نیچے) آپ کے (مقدس) ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے"

اس آیتِ شریفہ میں فعل رسول (حدیثِ رسول) کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پسند فرمایا بیعت کرنے والوں سے تو قیامت تک راضی ہو ہی گیا۔ لمگر آنحضرت صلعم کو اپنا ہاتھ فرمایا۔ تفصیل گذر چکی۔

اس آیتِ شریفہ میں ضمناً ایک مسئلہ اور بھی آگیا ہے۔ مسلمانوں میں ہی ایک بدبختِ ازلی دوسرا گروہ بھی ہے، جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ وہ چار آدمی سچے مسلمان تھے، جن میں ایک حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے اور بس۔ اور باقی سارے کے سارے اصحاب رسول، معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد، منافق تھے اور کافر تھے (نعوذ باللہ) ایسے زندیقیوں کے کفر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ اصل میں بھی تبرائیت کی ایک دوسری شاخ ہے، صرف چولا بدل لیا

اسلام کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دیں۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی عقلمند یہ نہ جانے
کہ تیئیس برسوں تک قرآن کے فیض اور تیئیس برسوں تک آنحضرت
صلعم کے فیض کا اثر یہ ہوا کہ صرف ایک حضرت علی، اور دو چار اگر مسلمان
ہوئے، اور باقی سارے کے سارے وہ کافر و منافق تھے۔
(استغفر اللہ) تو دنیا کے عقلمندوں پر ان زندیقوں کے کفر بکنے کا اثر
پڑیگا۔ دنیائے عقل و فہم، تحقیق و نظر، انبیائے اسلام، خدائے اسلام، قرآن اسلام
اور رسولِ اسلام سے بدظن ہوگی۔ اور ان ایسے کفر بکنے والے زندیق
رافضیوں اور خارجیوں کا تو مطلب ہی یہی ہے۔ چونکہ یہ بدبختان ازلی
خود اندر سے منافق و کافر ہیں، اس لئے صحابہ کرام کو ایسے کہتے ہیں
بخدا ہمارا تو صحابہ کرام کے متعلق ایسا تصور کرنے سے کلیجہ منہ کو
آتا ہے۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ یہ آیت شریفہ قطعی طور بتا رہی ہے کہ
جو اصحاب پاک اس بیعت تحت الشجرہ میں تھے ان سب سے اللہ تعالیٰ خوش اور
راضی ہو چکا ہے۔ اور وہ چودہ ہزار اصحاب مقدسین تھے۔

پھر لطف یہ کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اس بیعت میں سب سے پہلے بیعت
کرنیوالے تھے، اور کمبخت رافضیوں کو سب سے زیادہ بغض حضرت ابوبکر و حضرت
عمر ہی کے ساتھ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہ بیعت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے لی گئی تھی کہ آنحضرت
صلعم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ کے کافروں کی طرف بھیجا تھا کہ کفار مکہ کو
کہیں کہ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ جنگ نہیں چاہتے، تو حضرت عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ خبر اڑا دی گئی کہ انہیں کافروں نے شہید
کر لیا ہے، اس پر یہ بیعت رضوان وقوع میں آئی اور چودہ ہزار صحابہ

Marfat.com

کرام نے جانیں دے دینے کا عہد کیا؛ اور آخر میں آنحضرت صلعم نے اپنا دو
ہاتھ اپنے ہاتھ میں دے کر کہا کہ یہ حضرت عثمان کا ہاتھ ہے۔ وہ چونکہ اللہ
اللہ کے رسول کے کام کے ساتھ گیا ہے۔ اس لئے اس کی طرف سے
بیعت میں کرتا ہوں۔ یہ تھے وہ ہاتھ چودہ ہزار صحابہ کرام کے جن کو اللہ
نے خود فرمایا ہے۔ کہ ان صحابہ کرام کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور پھر حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام
جن کے ایمان و محبتِ رسول کی گواہی سے احادیث تو بھری ہی پڑی ہیں
مگر خود قرآن گواہ ہے۔

اور منکرِ حدیث کے لئے ایک خاص تازیانہ یہ ہے کہ آنحضرت
صلعم بیعت کا ارادہ کر کے بیعت لے لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر بیعت
تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ اور ان چودہ ہزار مقدس صحابہ کرام کے مقدس
ہاتھوں پر اپنا ہاتھ بتاتا ہے، اور آنحضرت صلعم کے بیعت لینے والے ہاتھ
اپنا ہاتھ بتاتا ہے، اور فرما رہا ہے کہ وہ تو اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ یہ تھا فعل
رسول، یعنی حدیثِ رسول، تو کیا اسی طرح آنحضرت صلعم کے سب اقوال
افعال، یعنی قولی و فعلی حدیثیں، اللہ کی طرف سے نہیں، ان پر اللہ کی رضا
و تصدیق نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی شانِ پاک میں جتنی بھی قرآن پاک کی آیات
مقدسہ ہیں سب یکجا لکھ کر ایک جدا کتاب کی صورت میں شائع کریں، اور
بتائیں کہ سوائے عبداللہ بن ابی اور اس کے چند حواری منافقوں کے جن کو خود
قرآن نے ہی منافق کہا ہے، اور جن کو صحابہ کہا ہی نہیں جاتا، ان منافقوں
سوا باقی لاکھوں ... اصحاب نبی صلعم سب سچے پکے مومن، اور اللہ

سول کے سچے شیدائی تھے۔ اور اسلام کو انہوں نے ہی دنیا میں سربلند کیا،
اران سب کے سرخیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر
روق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور
ضرت علی علیہ السلام تھے اور یہ چاروں یارانِ رسول صلعم، باہم شیر و شکر اور
ائی بھائی تھے۔ خیر آمدم برسرِ مطلب۔

۹۲ ویں دلیل:- ان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً (حجرات)

رجمہ:- "اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے،
تو تمہارے اعمال میں اللہ تعالیٰ کمی نہیں کریگا۔"

یکھئے، اوپر بتایا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے عمل ضائع ہو جاتے
یں۔ اور آخر کار اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے
رماں برداروں کے اعمال میں کمی نہیں ہوگی۔ اور یہ اللہ کی رضا کی دلیل ہے
س آیت شریفہ میں بھی اطاعتِ رسول کا حکم خداوندی ہے۔

۹۳ ویں دلیل:- فذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین (الذاریات: ۳)
ترجمہ:- "آپ وعظ نصیحت کریں۔ یقیناً
(آپ کی) وعظ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔"

دیکھئے یہاں:-
! پہلے تو آنحضرت صلعم کو وعظ و نصیحت کے عظیم الشان کام پر مقرر فرمایا، اور
ظاہر ہے کہ یہ وعظ و نصیحتِ آنحضرت بذریعہ احادیث ہی ہوتا رہا ہے۔
گو ان میں قرآن پاک کی آیات بھی حوالہ کے لئے تلاوت فرماتے رہے، مگر
آپ کے مواعظ و نصائح کا بہت بڑا حصہ، احادیث کے ذریعہ ہوتا تھا۔

۲۔ اور اس وعظ و نصیحت یعنی احادیث نبوی کو فرمایا کہ یہ مومنوں کو نفع دیتی
۳۔ لہٰذا جبکہ وعظ و نصیحتِ رسول صلعم کو خود اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے تھ
تو یقیناً منشاءِ باری تعالیٰ ہی تھی، اور یہی معنیٰ ہیں۔ وما ینطق عن الہ
۴۔ پھر "تنفع" نفع دیتی ہے کا صیغہ مضارع ہے جو دوام پر دلالت کرتا
۵۔ لہٰذا احادیث نبوی دوام کے لئے ہیں، ابد کے لئے ہیں اور وحی
ہیں ۔مثلہ معہ ۔

۱۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں "الذکریٰ" آنحضرت صلعم کی احادیث
کو کہہ رہا ہے خود قرآن پاک اور "الذکر" اور "الذکریٰ" ہیں سوائے
تانیث لفظی کے اور کوئی فرق نہیں۔

لطیف نکتہ :۔ چونکہ وعظ و نصیحتِ آنحضرت صلعم، قرآن وحدیث
دونوں پہ مشتمل تھی۔ اس لئے یہاں اسے "الذکریٰ" کہا گیا ہے۔
لہٰذا ہمارے اُس موقف کی یہ ایک دگر قطعی دلیل اور روش
بیان ہے کہ "الذکر" جس کی حفاظت کا ذ. اللہ تعالیٰ نے لیا ہے وہ مجموعہ قرآ
واحادیث صحیحہ دونوں کی حفاظت کا ذمہ ہے اور نہ صرف قرآن پاک
اس کو ہم منطقی دلیل سے یوں ثابت کرتے ہیں۔

کبریٰ :۔ اللہ تعالیٰ نے "الذکر" کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔
صغریٰ :۔ اور "الذکر" قرآن وحدیث دونوں کے مجموعہ کا نام ہے
نتیجہ :۔ قرآن وحدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا
لہٰذا دونوں ماخذِ دین، قرآن وحدیث آج بھی ویسے موجود ہیں
جیسے حیاتِ پاک نبی صلعم میں تھے۔
اس کے ناقابلِ تردید بہت سارے دلائل ہم "الذکر" کی بحث میں

Marfat.com

(قرآن پاک سے دے آتے ہیں۔ یہاں یہ ایک ہی دلیل اتنی وزنی ہے
جس کا انکار محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعظ و نصیحت
بھی اللہ تعالیٰ نے "الذکری" کہا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے مواعظ و نصائح
ان قرآن و حدیث دونوں ہوتے تھے)

فبای دلیل بعدہ یومنون۔ اس کے بعد اور کس دلیل پر ایمان لائیں گے
منکرین رسول۔

۹۵ویں دلیل:- واصبر لحکم ربک فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن الیل فسبحہ وادبار النجوم (طور۔ ۲)

(ترجمہ:- (اے نبی صلعم) آپ اپنے پالنے والے کے حکم کا انتظار کریں۔
تحقیق آپ ہماری آنکھوں میں ہیں۔ اور جب اٹھو (یا کھڑے ہو) تب
بھی اپنے پاک پروردگار کی حمد کی تسبیح کرو۔ اور رات کو بھی اور
تاروں کے ڈوبتے بھی اسی کی تسبیح کریں:)

۱۔ اس آیت شریفہ میں یہ جو فرمایا کہ فانک باعیننا۔ آپ میری چشموں پر
ہیں۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا ہر تشریعی فعل و
قول۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کا ہر قول و فعل
یعنی احادیث تشریعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منشا سے ہیں۔ اور
یہی معنی ہیں وما ینطق عن الھویٰ کے۔

۲۔ نتیجہ صاف ہے کہ احادیث نبوی زیر نگرانی خدائے لم یزل ہیں وحی ہیں
اور حکم کی تاثیر میں مثل قرآن ہیں۔ اور یہی معنی ہیں اس صحیح حدیث کے

Marfat.com

یہ تجھے مثلہ معہ بھی دیا گیا ہے، لہٰذا احادیث نبوی ابدی ہیں۔ اور
نگرانی ذی العرش العظیم قیامت تک محفوظ موجود ہیں، اور رہیں گی

۳۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلعم کو تسبیح بیان کرنے کا حکم د
رہا ہے اور سارے کے سارے قرآن شریف میں ایک جگہ بھی، یہ تفصی
نہیں بتائی کہ تسبیح کیا ہے، اور کس طرح بیان ہو۔ (یہ آجکل کے مسلمانو
کے ہاتھوں میں جو دانوں والی تسبیح ہے وہ نہ سمجھ لینا کہیں)

تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم سے جتنی بھی تسبیح کی صورتیں ہمارے پاس
احادیث نبوی میں موجود ہیں، یا جو بعض نماز میں شامل ہیں، سب کی سب
عین منشائے ایزدی ہیں۔ لہٰذا سب کی سب صحیح اور منجانب اللہ ہی ہیں
اور یہ بھی اس امر کی قطعی دلیل ہے۔ کہ احکام قرآن سے جو تشریح آنحضرت
صلعم نے کی ہے، وہ بھی مثل قرآن ہی ہے۔ اور یہی ہیں مثلہ معہ کے معنیٰ
فماذا بعد الحق الا الضلال، حق کے بعد، تو گمراہی ہی گمراہی ہے۔

۹۶ ویں دلیل :- الرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم (الحدید)

ترجمہ :- "رسول صلعم تمہیں بلا رہا ہے تا
تم اپنے پالنے والے پر ایمان لاؤ۔"

دیکھئے، یہاں آنحضرت صلعم پر یہ فرض منصبی عائد کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ا
پر ایمان لانے کے لئے دعوت دیں۔ اور آپ کو داعی اللہ کے خطاب کا ذکر
گذر ہی چکا ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ قرآن، اللہ کا کلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے ہی بتلایا ہے۔ اور "یدعو"
صیغہ مضارع ہے، جو "ابد" کے معنیٰ دیتا ہے۔ جس کے معنیٰ آنحضرت صلعم
دعوت یعنی احادیث "تا ابد" محفوظ ہیں اور ان کا حکم ماننا تا روز قیامت

Marfat.com

مسلمانوں پر فرضِ عین ہے۔

۹۷ ویں دلیل:- ھوالذی ینزّل علیٰ عبدہٖ آیات بیّنات لیخرجکم من الظلمات الی النور (الحدید ر۱)

ترجمہ:۔ "اللہ وہ ذات پاک ہے، جو اپنے بندہ (محمد صلعم) پر آیات بینات نازل کر رہا ہے تاکہ (محمد صلعم) تم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے۔"

اس آیت شریفہ کی تشریح تو گذر چکی۔ یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ اس آیت میں "ینزل" کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی ہیں کہ قرآن پاک آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا تیئس برسوں تک نازل کیا جاتا ہے۔ اور "تخرج" کا دوامی فرض آنحضرت صلعم کے سپرد کر دیا گیا کہ آپ لوگوں کو نور کی طرف لائیں۔ کیا یہ آنحضرت صلعم کی ابدی اطاعت کی صریح و صاف دلیل نہیں ؟ یقیناً ہے۔ یہ بھی تازہ کر لو کہ خود قرآن نے آنحضرت کو "نور" بھی کہا ہے۔

۹۸ ویں دلیل:- ولقد ارسلنا نوحًا و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب (الحدید: ر۴)

ترجمہ:۔ "تحقیق ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں "نبوت" اور "کتاب" مقرر کی ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں بھی صاف کہا گیا ہے کہ نبیوں کو دو باتیں عطا ہوتی ہیں

۱۔ ایک "کتاب" یعنی وہ وحی جو حضرت جبرئیل امین لے کر آتے ہیں۔ اس وحی کو خود اللہ تعالیٰ نے کتاب کہا ہے اور جس پر کتاب نازل ہو اس کو رسول کہا جاتا ہے۔ جو نبی بھی ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے وہ "وحی" جو بغیر حضرت جبرئیل امین آتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے بدہوا انبیاء علیہم السلام کے قلب پر اپنا کلام "وحی" کرتا ہی سکو صرف نبی کہا جاتا ہی۔ نبی رسول نہیں ہوتا، مگر رسول نبی بھی ہوتا ہی کیونکہ رسول پر دونوں قسم کی وحیاں نازل ہوتی ہیں اسی لئے آنحضرت صلعم کو کبھی رسول اور کبھی نبی کہا گیا ہی کہ آپ پر جبریل امین قرآن لاتے تھے، اور جو قرآن کے سوا آپ پر "وحی" آتی تھی اسکی وجہ سے آپکو نبی کہا گیا ہے، اور وہ "وحی" وہی ہی جسکو ما ینطق عن الھویٰ کہا گیا ہی۔

لہٰذا یہ امر خود قرآنِ پاک سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم پر دو قسم کی وحی آتی تھیں، پہلی وحیِ قرآن، دوسری وحی حدیث، اس لئے حدیث "وحی" ہونے کے سبب "ابدی" ہی ہے۔

۹۹ ویں دلیل:- یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وآمنوا برسولہ (الحدید: ع۴)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد صلعم) پر ایمان لاؤ۔

اس آیتِ شریفہ میں صرف اللّٰہ کے رسول پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کو اس بات کا مستلزم کیا گیا ہے کہ خدا سے تم تب ہی ڈر سکتے ہو جب اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ دیکھا آپ نے آنحضرت کا مرتبہ کس قدر بلند وبالا ہے۔ رسول پر ایمان نہیں تو خدا کا ڈر بھی نہیں رہتا۔ اور ایمان کا یہ اولین تقاضہ ہے کہ جس پر ایمان لایا جائے۔ اس کا ہر حکم بلا چون وچرا مانا جائے۔

۱۰۰ ویں دلیل:- ذالک لتومنوا باللّٰہ ورسولہ وتلک حدود اللّٰہ وللکافرین عذاب الیم (المجادلہ)

ترجمہ:- اس لئے ہے کہ تم اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور یہ ہیں

Marfat.com

حدینِ اللہ کی، اور منکروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت شریفہ میں، رسول پر ایمان لانے کو بھی حدود اللہ کہا گیا ہے، جس کے صاف معنی یہ کہ احادیث بھی حدود اللہ ہیں۔ اور پھر رسول کے نہ ماننے والوں کو منکر کافر کہا گیا ہے۔ اب ناظرین کرام خود ہی فیصلہ کرلیں، کہ منکرین حدیث کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ہے کوئی ان کا ٹھکانہ جہنم کے سوا دوسرا؟

۱۰۱ ویں دلیل:- ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم۔ (المجادلۃ)

ترجمہ:- "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی، جیسے کہ اگلے منکروں کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔"

یہ آیت مبارکہ صاف بتلا رہی ہے کہ منکرین حدیث کی انشاء اللہ جڑ کاٹ کر رکھدی جائے گی۔ اور انشاء اللہ میری ان تحریرات و تصریحات کے بعد ان کی جڑ کٹ جائے گی۔ بعون اللہ تعالیٰ۔

۱۰۲ ویں دلیل:- ویتناجون بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول (المجادلۃ)

ترجمہ:- "اور یہ لوگ گناہ و ظلم کے مشورے کررہے ہیں۔ اور رسول (صلعم) کی نافرمانی کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں۔ معصیت رسول صلعم سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اللہ اکبر! آج منکرین حدیث کی مجلسوں میں صرف معصیت الرسول کے مشورے ہوتے ہیں۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، ظالم منکرین حدیث جلد جان لیں گے کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔

۱۰۳ ویں دلیل:- یا ایھا الذین آمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول وتناجوا بالبر والتقوی (المجادلہ: ر۲)

ترجمہ:- "اے ایمان والو! تم جب اپنی مجلسوں میں صلاح مشورہ کرو تو جور وستم کا مت کرو، اور نہ ہی معصیت الرسول (رسول کے حکموں کی نافرمانی) یعنی انکار حدیث کا منصوبہ باندھنا بلکہ بھلائی اور تقوی کے منصوبے کرو۔"

ظاہر ہے کہ معصیت الرسول سے مراد آنحضرت صلعم کی احادیث کو جھٹلانا ہے۔ آج یہ آیتِ قرآن صاف بتلا رہی ہے کہ اے پرویز انکار حدیث کے منصوبے مت باندھو۔

۱۰۴ ویں دلیل:- اطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر بما تعملون (المجادلہ: ر۲)

ترجمہ:- "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ اللہ کو سب کی خبر ہے۔"

یہاں انکار حدیث کے لئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اللہ کو سب معلوم ہے۔ پرویز اور امتِ پرویز جلد کیفر کردار تک پہونچا دی جائے گی۔

۱۰۵ ویں دلیل:- ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولاءک فی الاذلین۔ (المجادلہ: ر۳)

ترجمہ:- "تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ ذلیل ترین لوگ ہیں۔"

یہاں، منکروں کو جو احادیث رسول کا انکار کرتے ہیں ذلیل ترین خلائق کہا گیا ہے۔

Marfat.com

۱۰۶ ویں دلیل:- لا تجد قوماً یومنون باللہ ورسولہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔ اولائک الذین کتب اللہ فی قلوبھم الایمان (المجادلہ: پ۲۸)

ترجمہ:- "(اے محمد صلعم!) آپ ان مومنوں کو دیکھیں گے کہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر، اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، یہ سچے مومن، ایسے لوگوں سے کبھی دوستی نہیں رکھیں گے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر یہ منکر، خواہ ان کے باپ دادا ہوں، خواہ بھائی ہوں، خواہ بیٹے ہوں، یا رشتہ دار ہوں۔ ہاں، بس یہی لوگ ہیں (جو اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں سے نفرت کرتے ہیں) جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے"

یہ آیتِ مبارکہ، مومنوں سے تقاضا کر رہی ہے۔ کہ اے مومنو! منکرینِ حدیث کے پاس بھی نہ جاؤ۔ اگرچہ وہ تمہارے باپ، بھائی، بیٹے، بیٹیاں۔ اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ منکروں کو دشمن رکھنے والے ہی سچے مومن ہیں جن کے دلوں میں ایمان گہری جگہ پکڑ چکا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی مومن منکرینِ حدیث کی اباطیل و خرافات و ہزلیات پر کان دھریں گے۔؟

۱۰۷ ویں دلیل:- ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ۔ ان اللہ شدید العقاب (الحشر: پ۲۸)

ترجمہ:- "رسول صلعم جو بھی حکم تم کو دے، اسے مانو! اور جس بھی

بات سے منع کرے، اس سے باز آجاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو، تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔"

یہ آیت شریفہ تو اسقدر صریح، واضح، صاف اور روشن ہے۔ کہ اگر ہم احادیث نبوی کی شائستگی میں صرف یہی ایک آیت پیش کریں تو بالکل کافی ووافی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام جب بھی کسی مسئلہ کو حدیث رسول صلعم سے پیش کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ قرآن کا حکم یہ ہے۔ اور جب مخاطب کہتا تھا کہ یہ حکم قرآن میں تو نہیں، تو صحابہ کرام فرماتے تھے، تب تو نے قرآن پڑھا ہی نہیں، کیا قرآن پاک میں یہ آیت موجود نہیں کہ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ تو مخاطب یک دم مان لیتا تھا کہ ہاں یہ حدیث بھی مثل قرآن ہی کے ہے۔ یہ وضاحت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ خود صحابہ کرام بھی احادیث نبوی کو مثل قرآن گردانتے آئے ہیں۔ حدیث کو حجت دین اور ماخذ دین مانتے رہے ہیں۔

چنانچہ ایک مشہور حدیث ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت بھیجتا ہے جو مردوں جیسی شکل وشباہت بناتی ہیں، اور اپنے منہ پر تیکے لگاتی ہیں تو ایک عورت نے کہا کہ قرآن میں کہیں بھی ایسی عورت پر لعنت نہیں کی گئی، اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود فرمانے لگے کیا قرآن میں نہیں کہ: ما آتاکم الرسول الخ تو وہ عورت چونکہ مومنہ تھی اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اور کہا ہاں سچ ہے۔ حدیث بھی حقیقت میں قرآن ہی ہے۔ (بخاری)

الغرض یہ کریمہ آیہ پاک۔ احادیث نبوی کے مثل قرآن ہونے، آنحضرت صلعم کے نطق مبارک کے "وحی" ہونے، احادیث کے مشتمل معنی ہونے اور احادیث کے حکم "ابدی" ہونے۔ احادیث کا حجت دین ہونے اور ماخذ دین

ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

۱۰۸ ویں دلیل:- اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، فان تولیتم فانما علیٰ رسولنا البلاغ المبین۔ (التغابن: ۱۲)

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اگر تم منہ موڑ گئے تو ہمارے رسول پر تو بس اسلام کو پہنچا دینا ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر لوگ نہ مانیں تو ان کا گناہ رسول صلعم پر نہیں، رسول صلعم نے تو اپنی ڈیوٹی پوری کر دی۔ قرآن بھی سنا دیا، احادیث بھی سنا دیں، دونوں وحیوں کی تبلیغ کر دی۔ یعنی قرآن کی وحی کی بھی اور حدیث کی وحی کی بھی۔ اس کے بعد رسول صلعم پر کچھ پکڑ دھکڑ نہیں اب تو منکروں کا گناہ منکروں پر ہی ہے۔ اور پکڑ دھکڑ بھی منکروں پر ہی ہے۔ رسول اللہ احکام خدا وحدیث سنا دینے کے بعد بری الذمہ ہو چکے ہیں۔

۱۰۹ ویں دلیل:- قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات لیخرج الذین امنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الی النور۔ (الطلاق: ۱۱)

ترجمہ: "تحقیق اللہ تعالیٰ نے اے لوگو، تمہاری طرف ذکر رسول نازل کیا ہے۔ جو تم پر اللہ کی آیات بینات پڑھتا ہے۔ تاکہ نیک اعمال مومنوں کو ظلمات سے نور کی طرف لائے۔"

تفصیل تو اس کی آ رہی ہے۔ مگر اتنا ذہن کو تازہ کر لیا جائے کہ یہاں رسول صلعم کو بصورت "ذکر" کہا گیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اے دنیا کے انسانو ہم نے تمہاری طرف "ذکر" نازل کیا ہے اور وہ ذکر رسول ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے تمہاری طرف رسول نازل کیا ہے جو ذکر ہے۔

Marfat.com

کس قدر "الذکر" کی تشریح موجود ہے۔ اس آیت پاک میں، کہ ذکر رسول ہے اور رسول ہی ذکر ہے۔ اب اس آیت کو پھر تازہ کر لو جس میں کہا گیا ہے کہ

تحقیق ہم نے ہی "الذکر" نازل کیا ہے اور ہم ہی "اس ذکر" کے محافظ ہیں اور اس آیت متذکرہ کا مضمون ملالو کہ ذکر تو رسول ہی ہے۔ تو مطلب بالکل واضح ہو جائیگا۔ کہ خود احادیث رسول کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ پھر دو آیتیں بھی ذہن نشین کر لو کہ "فذکر انما انت مذکر" آپ ذکر کریں کیونکہ آپ مذکر ہیں۔ یعنی ذکر کرنے والے ہیں۔

دیکھئے یہاں "ذکر رسول" صریحاً احادیث رسول ہی تو ہیں۔ لہٰذا احادیث مثل قرآن محفوظ، احادیث مثل قرآن معہ مثلہ، اور احادیث مثل قرآن "ابدی" ہیں۔

کیا اتنی بڑی دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے بعد بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ احادیث رسول وحی ہی ہیں، اور کیا منکرین رسول کے پاس ہے۔ کوئی ٹھوس قرآنی دلیل؟ ہرگز نہیں۔ انشاء اللہ میری اس کتاب کا جواب ۔۔۔۔۔ منکرین رسول سے بن نہ پڑیگا۔ اور وہ ہی اپنی ہوائے نفس کی آئیں، بائیں، شائیں میں کھو کر رہ جائیں گے۔ اور ہماری یہ کتاب بعون اللہ و فضل اللہ و بتوفیقہ ایک آیۃ من آیات اللہ ہوگی، اس وقت کے دور الحاد و زندیقیت میں، انشاء اللہ العزیز فللہ الحمد! اور آنے والی نسلیں منکرین حدیث کے شیطانی وسوسوں سے ہماری اس کتاب کے سبب راہ ہدایت پائیں گی۔

۱۰ ویں دلیل:- انہ لقول رسول کریم، وما ھو بقول شاعر قلیلاً

Marfat.com

ما تؤمنون ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العالمین (الحاقۃ)

ترجمہ :- " تحقیق وہ (قرآن) رسول (محمد عربی صلعم) کا قول ہے وہ شاعر کا قول نہیں۔

بہت کم ایمان لاتے ہو تم، اور نہ ہی وہ کسی کاہن کا قول ہے۔ بہت کم نصیحت پکڑتے ہو تم۔ یہ تو پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے "

سبحان اللہ! سبحان اللہ!! اس آیت پاک میں، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان بنا دیا، یعنی جو قرآن محمد صلعم پر نازل کیا، اور محمد صلعم نے پڑھ کر سنایا یعنی محمد صلعم کی زبان پاک سے نکلا اس کی نسبت ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی، اور فرمایا۔ کہ "یہ قرآن رسول محمد عربی کا قول ہے"، سبحان اللہ الملک القدوس! فللہ الحمد!

تو جو زبانِ مبارک اسقدر پاک، اسقدر مقدس، اسقدر مطہر اور اسقدر متبرک ہو۔ کیا اس زبان سے، جو قرآن کے سوا، نکلے، وہ کبھی مشیتِ خداوندی کے غیر ہو سکتا ہے؟ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلعم کی زبانِ مبارک کو "نطقِ حق"، "نطقِ وحی"، اور "نطقِ خدا" کہا ہے، یعنی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نبی آخر الزماں، جب قرآن، تنزیل من اللہ سناتا ہے، تو وہ بھی محمد کا ہی قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم کو یہ درجات، یہ فضیلت یہ مقام بلند بہ غرض منصبی عطا کر دیا ہے کہ وہ زبان سے، سوائے حق کے کچھ بولے ہی نہ۔ لہٰذا قرآن تو وہ حق ہے، جو آنحضرت صلعم تک جبریل امین پہنچا گئے، حقیقت میں صرف پیامبر، حضرت جبریل امین ہیں، اور چونکہ قرآن زبان محمد صلعم سے پڑھا جاتا تھا۔ اس لئے اسے قولِ رسول کریم کہہ دیا۔ بالکل اور بعینہ اسی

طرح جبریل امین کے سوا جو حق آپ پر اترتا تھا۔ اور آپ اس حق کو لوگوں کو
سنانے تھے تو وُہ حق'' وہ ''وحی'' کہلاتا ہے۔ کیونکہ احادیث نبی صلعم بھی
عربی علیہ الصلات والسلام کی زبانِ مبارک سے ہی نکلتی تھیں۔ اس لئے
محمد عربی صلعم کی ''لِسان الحق، لسان القرآن اور لسان الاحادیث
ایک ہی لسان (زبان) ہے، جو وما ینطق عن الھویٰ ہے، وہ لسان الوحی
(وحی کی زبان) جو اپنی طرف سے کچھ بولتی ہی نہیں ''ان ھوالاوحی یوحی'' ہاں
بھی محمد صلعم کو وحی ہوتی ہے، جو ایک قسم کی وحی ہے''
نتیجہ بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بالقرآن
(قرآن کے ساتھ بولنا) تو ہے تنزیل من رب العالمین، تو وہ قول ہے جو رب العا
کی طرف سے بذریعہ جبریل امین نازل ہوا۔ اور آنحضرت صلعم کا قول بالاحادیث
''وحی یوحی'' ایک وحی ہے، قرآن کے سوا، رسول صلعم پر وحی ہوتی ہے۔
اس طرح قرآن بھی قولِ رسول اور احادیث بھی قولِ رسول، اور رسول چونکہ
بندۂ رب العالمین ہے۔ اس لئے قرآن بھی قولِ خدا ہے اور حدیث بھی قولِ
خدا ہے، اور خود محمد صلعم بھی عبدِ خدا ہے ''تا کس نگوید بعد ازیں تو دیگری من دیگ
یعنی بحیثیت مخلوق، تو محمد صلعم، اللہ کا ایک عاجز، مسکین، مگر عند ذی
العرش مکین۔ اور اللہ کا ایک فقیر بندہ ہے۔ اور اللہ کے دینے کے سوا
محمد بے اختیار کو کوئی اختیار نہیں۔ لیس لک من الامر، مگر چونکہ خود رب ال
نے ہی نبی العالم کو لامحدود اختیارات اپنی طرف سے دیدیئے ہیں، لہٰذا
محمد عربی صلعم بہت بڑے اختیارات کا حامل بھی ہے۔

۱ اور وہ اختیارات یہ ہیں کہ اللہ کا قول محمد کا قول ہے۔ اور محمد کا قول اللہ کا
قول ہے۔

Marfat.com

۲۔ محمد کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اور اللہ کا ہاتھ محمد کا ہاتھ ہے۔

۳۔ محمد کی رضا اللہ کی رضا ہے، اور اللہ کی رضا محمد کی رضا ہے۔

۴۔ لہٰذا قرآنِ پاک و احادیثِ پاک، دونوں اللہ کی وحی ہیں۔ ایک بذریعہ جبریل اور دوسری سیدھی آنحضرت صلعم کے قلبِ مبارک پر۔

۵۔ فالہٰذا، احادیث نبوی، مثل قرآن، معہ مثلہ اور احکام کی ثابتی میں قرآن کے ہم پلہ۔ فلہ الحمد۔

۱۱۱ ویں دلیل:۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدا۔ (الجن)

ترجمہ:۔ اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، تحقیق اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ جس میں ہمیشہ رہیگا!!

یہ آیتِ پاک بتا رہی ہے کہ رسول کی نافرمانی کی سزا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے اور رسول کی نافرمانی، اس کی حدیث ہی کی نافرمانی تو ہے۔

۱۱۲ ویں دلیل:۔ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم واحاط بما لدیھم واحصی کل شیئ عددا (الجن)

ترجمہ:۔ غیب کا جاننے والا تو وہی ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا۔ سوائے اس رسول کے جس کو وہ خود (غیب) بتانا چاہے۔ (تو غیب بتانے کے ساتھ) وہ (اللہ) اس (رسول کے لئے غیب) کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے تاکہ اللہ جان کر اس کے احکام (رسالت) کی تبلیغ کا حق (رسولوں نے) پوری

طرح ادا کر دیا ہے۔ اور (انبیاء علیہم السلام) کے جمیع علوم پر اللہ نگہبان ہے۔ اور اس نے ہر چیز (نبوت و رسالت و حکمت و حکم وحی انبیاء علیہم السلام) ایک ایک کر کے گن رکھی ہے۔"

حفاظتِ حدیث کی کتنی بڑی اٹل اور ازلی دلیل ہے۔ یہ آیتِ مبارک

اس آیتِ شریفہ سے حسبِ ذیل امور ثابت ہیں۔

۱۔ علم غیب تو اللہ کو ہی ہے، مگر وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو جتنا چا بتاتا تھا۔

۲۔ اور یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ، غیب تو یقیناً قرآن نہیں۔ غیب قر پاک کے سوا ایک اور چیز ہے۔ جو رسول صلعم اور دیگر رسولوں کو ہوتی تھی۔

۳۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قطعی طور سے فرمایا ہے کہ جب ہم کسی رسول کو غیب دیتے ہیں، تو اس غیب کی حفاظت کے لئے۔ اس کے آگے پیچھے مح مقرر کر دیتے ہیں تو جب یہ امر واضح ہے کہ غیب، قرآن کے سوا دیگر چیز اور رسول کو، اللہ کے علم سے دی گئی ہے۔ تو وہ یقیناً وحی ہوتی تھی، اور وہی ہے حدیث رسول انام علیہ الصلاۃ والسلام، تو اس آیت صاف ہے کہ

الف:۔ غیب کی حفاظت اللہ خود کرتا ہے۔

ب:۔ حدیث رسول غیب ہے۔

ج:۔ لہٰذا حدیث رسول کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

ہمارے اس جملہ سے کہ "حدیثِ رسول غیب ہے" کہیں غلط فہمی نہ نکالی جائے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں سمجھتے ہیں۔ ہرگز نہ

غیب وہاں تو صرف ذات بے ہمتا باری تعالیٰ ہے۔ البتہ ہمارے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی بہت باتیں بتائی تھیں۔ لہذا آنحضرت صلعم سے جو غیب کی باتیں ہم تک پہونچی ہیں۔ وہ احادیث ہی تو ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کردی تھیں۔ اور دوسری غلط فہمی یہ بھی نہ پیدا ہو کہ "حدیث رسول غیب" سے ہم کچھ اور مراد لے رہے ہیں۔ نہیں، یہ تو منطقی طور پر صغریٰ کبریٰ کے ترتیب دینے میں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

ہاں ہماری مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو قرآن کے سوا، غیب بھی دیا گیا، اور وہ غیب حدیث ہی تھا۔ اور اس غیب کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس لئے احادیث نبوی کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے لہذا آج ہمارے پاس آنحضرت صلعم کی تمام احادیث مبارکہ بالکل محفوظ موجود ہیں۔ تفصیل "الذکر" کے بیان میں گذر چکی۔

۴۔ پھر انبیاء علیھم السلام اور رسولوں کی تبلیغ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ ہمارے علم کے تحت لوگوں کو بلاغ و تبلیغ، وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ یہاں علم اللہ کے تحت انبیاء کی تبلیغ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم اللہ محفوظ ہو کر، محفوظ پہونچایا گیا، اور قیامت تک محفوظ رکھا گیا۔ اور رسول و انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ و تذکیر و وعظ و نصیحت قرآن و حدیث دونوں سے ہوتی تھی۔ لہذا دونوں یکساں محفوظ۔

۵۔ پھر فرمایا، انبیاء علیہم السلام کے علوم بما لدیھم، کا اللہ تعالیٰ علام الغیوب خود محافظ ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم علی العموم اور آنحضرت صلعم کا علم بالخصوص، قرآن اور حدیث ہی ہے نا۔ لہذا قرآن و حدیث کا نگہبان خود اللہ ہے۔

اور آخر آیت میں فرمایا کہ نبی رسول کو، جو بھی کتاب، حکمت، وحی
نبوت، غیب دیا جاتا ہے وہ اللہ کے پاس ایک ایک کر کے گنا رکھا ہے
اس کا بھی صاف مطلب یہی ہے کہ قرآن و حدیث محفوظ ہیں۔ دیکھئے
اس آیتِ مبارکہ کا ایک ایک لفظ حفاظتِ حدیث پر دال ہے۔

۱۱۳ ویں دلیل:- یا ایھا المزمل ۞ قم اللیل الا قلیلا ۞ نصفه
او انقص منه قلیلا ۞ او زد علیه ورتل
القرآن ترتیلا ۞ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ۞ (المزمل)

ترجمہ:۔ اے نبی (اسلام) رات کو (عبادت کے لئے) کھڑا ہو۔ آدھی
رات یا اس سے کم و بیش اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھ۔ ہم
آپ پر بڑا وزنی قول ڈالنے والے ہیں۔"

دیکھئے، یہاں ترتیلِ قرآن کے بعد۔ ایک وزنی قول کے عطا کرنے کا ذکر
ہے۔ خدا را کوئی بتائے تو وہ وزنی قول (قول ثقیل) حدیث کے سوا اور کیا
ہے۔ حقا کہ احادیث رسول، قرآن کے بعد چودہ طبقوں سے بھی زیادہ وزن
دار ہیں۔ اور اگر اللہ نے اپنے آخری رسول کے کلام کو ہی وزن دار نہ بنایا
تو اور کس کے کلام کو بنانا تھا۔ یہ آیت شریفہ بھی وما ینطق عن الھوی کی
مؤید ہے۔ اتنا بھاری قول کہ دنیا جہان پہ بھاری آگیا۔ اور یہ وہی تفہیم
جو لیظہرہ علی الدین کلہ کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ کہ قول رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا بھر کے دینوں کے اقوال پر بھاری ہے۔ فلله

۱۱۴ ویں دلیل:- انا ارسلنا الیکم رسولا کما ارسلنا الی فرعون
رسولا (المزمل)

فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا"

دیکھئے یہاں صرف رسول کے ارسال کا حکم ہے۔ قرآن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جس کی صاف معنی اکہ رسول، قرآن کے ساتھ خود مستقل بذاتہ اسلام کا رکن ہے۔

۱۱۵ ویں دلیل: "یا ایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر" (المدثر)

ترجمہ: "اے چادر اوڑھنے والے، اٹھ اور ڈرا، اور اپنے پاک پروردگار کی بڑائی بیان کر۔

دیکھئے یہاں آنحضرت صلعم کو "مدثر" کا لقب دیا گیا ہے۔ یعنی کپڑا اوڑھنے والا، دیگر والی آیت میں "المزمل" کا لقب دیا تھا۔ یعنی آپ ایمان و فائدۂ اسلام، وہ لوگ جو آنحضرت صلعم کو ہی ذات الٰہ ڈرا کیے گئے ہیں۔ ان کی عبرت کے لئے یہ دو لقب ہی کافی ہیں۔ اگر کوئی عبرت لینا چاہے۔

ولقد ارسلنا رسولا من قرآن من مثلا فھل من مدکر۔

یہاں آنحضرت صلعم مزمل و مدثر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ہے کوئی جو نصیحت پکڑے!!!

۱۱۶ ویں دلیل: "الم نشرح لک صدرک" ۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔"

دنیا کے عقلمندو! خدارا یہ تو بتاؤ۔ کہ جس ذات پاک کا سینہ خود اس کے خالق، مالک، رازق اور کھینچ دینے نے کھول دیا ہو۔ تو اس اس سینہ پاک پر انوار الٰہی اور تجلیات ربانی کے کیا کیا رموز و اسرار نہ منکشف کئے ہوں گے۔ اگر کوئی منکر کہے کہ اس سے مراد قرآن ہی ہے۔ تو اس کے لئے تو

حضرت جبرئیلِ امین کا سینہ کھولنا چاہیے تھا، جو اس بارِ امانت کو لا رہا تھا۔ حقیقت میں قاصد صرف جبرئیل تھا۔ مگر آنحضرت صلعم جو مشروح الصدر باذن اللہ ہیں۔ وہ تو بہت اعلیٰ وارفع ہیں، جس کا مقام ! اللہ اکبر عند ذی العرش مکین کا مقام !! بس اللہ ہی جانتا ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر! ہاں! اس انشراحِ صدر میں قرآن بھی ہے "وحی" بھی ہے "حکمت" بھی ہے۔ "غیب" بھی ہے اور قولِ ثقیل بھی ہے۔ ورفعنا لک ذکرک کا بھی، مبشر بھی ہے، مزمل بھی ہے، یاسین بھی ہے۔ ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک بھی ہے۔

۱۷ ویں دلیل :- ورفعنا لک ذکرک (انشرح) اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔

اللہ اکبر! سبحان اللہ الملک القدوس!! سبحان اللہ الملک العظیم!!

اے نادانو! جس ذاتِ بابرکات کو اللہ کہے کہ ہم نے تیرا ذکر بلند کیا ہے!! اے بے قدرو!! اس ذاتِ پاک کو "ڈاکیہ" کہتے ہو! وہ چٹھی رساں ہے (معاذ اللہ!)

ہم اگر آنحضرت صلعم کے مقام عند ذی العرش مکین کی صرف یہ آیت ہی پیش کر دیں تو بخدا اے محمد! یہ تول ہی چودہ طبقوں سے بھاری ہے۔ اس آیت کو بھی ذرا اندازہ کر لو، جس میں اللہ تعالیٰ، محمد عربی، نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کی قسم کھاتا ہے۔

ارے ناشکرو! کبھی کسی "ڈاکیے" کی زندگی کی قسم بھی کھائی جاتی ہے؟ ارے عقل کے دشمنو! چٹھی رساں کی حیات کی بھی قسم کھائی جاتی ہے؟ ارے علم کے دشمنو! جس ذاتِ پاک کی زندگی کی قسم خود خدا کھائے!

Marfat.com

اس کا مقام، منصب، اللہ! اللہ!! بس "ڈاکیہ"! خدا تمہیں ہدایت کرے
حضرت حسان بن ثابت۔ شاعرِ رسول کریم کا مصرع اس وقت ذہن میں
آگیا۔ فارسی والے نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست!

حضرت حسان فرماتے ہیں۔ فضم الالٰہ اسم النبی باسمہ
اذ قال المؤذن فی الخمس اشہد ان محمداً

ترجمہ:- "اس سے بڑھ کر بلندی مقامِ محمد عربی اور کیا ہوگی کہ اللہ نے
پانچ وقتہ نمازوں کی اذانوں میں، محمد کا نام اپنے نام کے ساتھ
جمع کر دیا۔ جبکہ مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد،
واشہد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے۔ ہم صرف اتنا کہتے ہیں
آنان کہ انکارِ حدیث میکنند؟ چہ بے خبر زمقامِ محمد عربی اند!!

۱۱۸ ویں دلیل:- حتی تاتیہم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (البینۃ)

ترجمہ:- "یہاں تک کہ ان کے پاس (البینۃ آجائے یعنی آخری رسول اللہ
کی طرف، جو پاک صحیفے پڑھے، جن میں کتب قیمہ ہیں۔"

۱۔ دیکھیئے کسقدر وضاحت ہے "البینۃ" آجلی۔ اور
۲۔ پھر فرمایا کہ وہ صحیفے پڑھتا ہے، کیا "صحیفے"۔ جمع کا لفظ اس بات کی
بین دلیل نہیں کہ "صحیفوں" میں قرآن کے ساتھ اور امور بھی شامل
ہیں، اور وہ امور وہی ہیں جن کی نسبت خود رسول خدا نے فرمایا ہے
اوتیت القرآن ومثلہ معہ، مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے۔ اور قرآن کے

Marfat.com

مثل اور بھی دیا گیا ہے۔ یہ اور بھی مثل قرآن، جس کو یہاں "صحف" جمع کے صیغہ کے ساتھ لاکر ادا کیا گیا ہے۔ یقیناً وہ احادیث نبوی ہی تو ہیں۔ اس مضمون کو بھی تازہ کر لو جس میں "یعلمہ الحکمتہ" کہا گیا ہے کہ قرآن کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اور الحکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے یہاں کہا گیا ہے کہ صحیفہ پڑھتا ہے۔ تو دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔ کہ قرآن و حدیث دونوں پڑھ کر سناتا اور دونوں کی تعلیم دیتا ہے۔

۴۔ خاص امر یہ کہ بحوالہ "صحف" میں کتب قیمہ، موجود ہیں۔ یعنی بہت ساری قیمہ کتابیں، یہ بھی اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم، قرآن کے ساتھ دیگر کتابیں بھی سناتے تھے۔ اور وہ ہیں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سورت کے آخیر میں، نبی صلعم کے نافرمانوں کو شر البریہ، ساری مخلوق سے شریر ترین۔ یعنی منکر اشر ترین مخلوق ہیں۔ واقعتہ ان کی یہ شرارت کہ حدیث کا انکار کراتے ہیں۔
شریر ترین مخلوق ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ ان کے شر سے مسلمانوں کے ایمان سلامت رکھے۔ آمین۔

۱۱۹ ویں دلیل:۔ انا اعطیناک الکوثر ؛ فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر (کوثر)

ترجمہ:۔ "تحقیق ہم نے آپ کو "الکوثر" عطا کیا ہے، پس آپ اپنے پالنے والے کے لئے نماز پڑھیں۔ اور قربانی کریں۔ تحقیق آپ کا دشمن وہی ہے دُم کٹا"

دیکھیئے اس جگہ، آپ کو صاحب "الکوثر" فرمایا ہے۔ اور عربی میں کوثر، اس

Marfat.com

بھلائی، اس نعمت، اس رحمت، اس فضل، اس نعمت کو کہتے ہیں، جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی فضیلت و نعمت ہو ہی نہ سکے، پھر اس پر ال، تعریف آیا ہے۔ یعنی، آنحضرت صلعم پر اسقدر خیر کثیر من ربہ ہے، اس قدر اللہ کی نعمتیں محمد صلعم پر ہیں۔ اسقدر اس کی رحمتیں، اس رحمۃ للعالمین پر ہیں، اسقدر فضل ربہ اس عبد ربہ پر ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں موجود ہی نہیں۔ اور آخر سورت میں فرمایا کہ اے محبوب رب العالمین، تیرا دشمن ہی الابتر ہے، یعنی بے نام و نشان یہ آیت بتا رہی ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ دوسرے فتنوں کی طرح، یہ فتنہ انکار حدیث بھی صفحۂ دنیا سے اس طرح مٹ جائے گا، جس طرح دگر فتنے مٹ گئے والحمد للہ رب العالمین۔

اب جبکہ ہم خود قرآن شریف سے، احادیث نبوی کے وحی ہونے، ابدی ہونے، دین ہونے، قیامت تک محفوظ رہنے۔ اور قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے ابدی و سرمدی مطاع ہونے، اور مسلمانوں پر قیامت تک تابعداری کرنے کی ایک سو انیس دلائل، خود قرآن پاک سے دے چکے ہیں۔ اور اسقدر واضح صاف اور صریح آیات کہ جن کا کوئی جواب بن سکتا ہی نہیں۔ تو کیا مسلمان اس کے بعد بھی۔ منکرین حدیث کی زندیقیت الحاد، بے دینی، مجوسیت، یہودیت، نصرانیت اور بغض رسول میں پھنسنا چاہیں گے۔؟

مجھے سخت افسوس ہے کہ میں منکرین حدیث کے فتنہ سے پہلے آگاہ نہ ہوا۔ ورنہ پہلے دن سے ان کا سر براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے کچل دیا جاتا، اور اپنے مسلمان بھائیوں کو، ان کی زندقیت سے بچا لیا جاتا۔ مجھے ان اشتہارات کا علم جون ۶ میں ہوا، اور ۳۱ جولائی ۱۹۵۴ میں میں حج کے

Marfat.com

لئے زیارت حرمین شریفین کے لئے چلا گیا۔ تقریباً دو ماہ وہاں گذر گئے، واپسی پر
یہ دو کتابیں لکھیں ہیں، ایک "صحیح قرآنی فیصلے" جو منکرین حدیث کی کتاب "قرآنی
فیصلے" کے جواب میں ہے۔ اور دوسری یہ کتاب "صحیح مقام حدیث" جو آپ کے ہاتھوں
میں ہے۔ اور منکر [illegible] کی کتاب "مقام حدیث" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم ارادہ
رکھتے ہیں کہ ان دشمنانِ رسول کی ایک ایک کتاب، اور ایک ایک لفظ کا جواب
دیں۔ ناظرین کرام دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے، کہ ہم اس کے
دین سے، زندیقوں کی زندیقیت، ملحدوں کا الحاد، بولہبوں کی بولہبیت، بوجہلوں
کی بوجہلیت، اور قرامطیوں کی قرامطیت کو دور کر سکیں۔

اب تک ہم نے، احادیث نبوی سے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ کیونکہ منکر احادیث
انتے ہی نہیں۔ مگر اب جبکہ ہم قرآنِ پاک سے ثابت کر چکے ہیں، کہ احادیث نبی
کو [illegible] وحی ہیں، لہٰذا، اس باب میں چند احادیث صحیحہ بھی دیتے ہیں۔ جو [illegible]
صلعم [illegible] کے مطابق ہیں۔

ان ۱۱۹ آیتوں کے علاوہ پروانے ہر زمانہ میں احادیث سے شمع رسالت [illegible] آیت دور کرتے رہیں گے

زندیقیہ ان، يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين
وانتحال المبطلين، وتاويل الجاهلين۔ (الحديث)

ترجمہ: اس علم دین (قرآن وحدیث) کو ہر دور میں عادل عالم
پیدا ہوتے رہیں گے، جو زندیقوں کی تحریف، اور جھوٹے کذابوں (قرآن وحدیث سے)
کی بہتان طرازیاں، اور جاہلوں کی تاویلوں کو فرما[illegible]

Marfat.com

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس دورِ الحاد زندیقیت میں، اللہ تعالے یہ خدمت مجھ سے لے کہ میں، احادیث نبوی سے جھوٹوں کا جھوٹ کذابوں کا کذب اور جاہلوں کی تاویلوں، زندیقوں کی زندیقیت کو دور کروں۔ آمین۔

حقا کہ ہم نے، منکرینِ حدیث سے بڑھکر کوئی جاہل نہیں دیکھا۔ اور خود انکار حدیث ہی ان کی جہالت کی سب سے بڑی دلیل ہے، ورنہ جو شخص قرآنِ پاک کا سرسری علم بھی رکھتا ہو وہ حدیث کا منکر ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ (الحدیث)

اے مسلمانو، تم پر میری سنت، اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

۳۔ لا تجتمع ھاذہ الامۃ علی الضلالۃ (الحدیث)

ترجمہ "یہ امت مسلمہ، گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی"

اور یہ تو ہم خود قرآن پاک سے ثابت کر آئے ہیں کہ مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرنے والا جہنمی ہے۔ منکرین حدیث کے لئے اس سے اور وضاحت کیا چاہیے۔ کہ امتِ محمدی روزِ اول سے لے کر مع صحابہ کرام آجتک احادیثِ نبوی کے دین ہونے پر اجماع کئے ہوئے ہے۔ اور اس میں آجتک کسی ایک بھی امتی نے اختلاف نہیں کیا۔ سوائے چند زندیقوں، مجوسیوں، یہودیوں اور ملحدوں کے۔

۴۔ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا کما سمعھا (الحدیث)۔ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش و سرسبز رکھے، جس نے میری حدیث سنی، پھر اسے یاد کیا، اور لکھ لیا، اور جیسا سنا تھا ویسا ہی ادا کر دیا۔"

دیکھیے اس حدیث میں لکھنے کا صاف حکم ہے۔

فلیبلغ الشاھد الغائب، فرب مبلغ اوعی من سامع (الحدیث)

"مجھ سے جو حدیث بھی سنو، دوسروں تک پہونچا دو، ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ مجھ سے سنے اور دوسرے تک پہونچائے، تو وہ جس تک میری حدیث پہونچی ہے سننے والے سے اس کی زیادہ حفاظت کرے"

دیکھئے احادیث کی تبلیغ، تحدیث، حفاظت اور کتابت کا کتنا صریح حکم ہے اور یقیناً تابعین، جن تک صحابہ سے احادیث پہونچیں حفاظتِ حدیث میں اوّلین ہیں۔

۵ ما امرتکم به فخذوہ وما نھیتکم عنه فانتھو (الحدیث)
ترجمہ: "جس چیز کا میں حکم کروں اسے مانو، جس سے منع کروں۔ اس سے رُک جاؤ۔"

دیکھئے یہ حدیث بعینہٖ اس آیت کے تحت ہے، جس میں فرمایا کہ
ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھو

۷۔ من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ (الحدیث)
ترجمہ: "جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی"
یہ حدیث ہوبہو اس آیت کا مضمون ہے۔ جس میں فرمایا۔
من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ، تفصیل گذر چکی۔

۸۔ فاذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسًا جھالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ (الحدیث)
ترجمہ: "جب کوئی عالم دین نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنالیں گے۔ ان سے مسائل پوچھیں گے، وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے۔ اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

حقا کہ یہ حدیث، بالکل منکرین پر منطبق ہوتی ہے۔ قسم ہے۔ مجھے اس خدا کی، جس نے محمد صلعم کو آخری نبی اور مطاع ابدی بنا کر بھیجا ہے۔ منکرین حدیث نہ صرف جاہل، بلکہ اجہل ہیں خود بھی گمراہ ہیں اور دیگر مخلوقِ خدا کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

۹۔ اکتبوا لابی شاہ۔ ابی شاہ کو احادیث لکھ دو۔ (مسلم)

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ابن عمرو احادیث لیا کرتے تھے اور میں حفظ کر لیا کرتا تھا، مطلب یہ کہ مقصود حفاظت تھی پھر خواہ حافظے سے خواہ کتابت سے یہاں وہ صحیحین کی حدیث بھی عرض کر دینا بے جا نہ ہوگی۔ کہ

۱۱۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو ہریرہ کے لئے حفظ حدیث کی دعا فرمائی۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولی۔ اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کا یہ "اثر" بھی موجود ہے کہ میں آنحضرت صلعم کی صحبت سے فیضیاب ہونے اور احادیث یاد کرنے کے لئے، سارے کام کاج چھوڑ کر حضور اقدس کے ساتھ ہر وقت رہتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ گھر تشریف لے جاتے تھے، تو میں سامنے ہی پڑا رہتا تھا۔ یاد رہے کہ اس وقت مسجد نبوی دکا شانۂ نبوی بالکل ساتھ ساتھ تھے۔ جیسا کہ آجکل مسجدوں کے ساتھ پیش امام کا حجرہ ہوتا ہے۔ حیرت ہے کہ منکرین حدیث کو رسول صلعم کے بعد سب سے بڑا عناد اور دشمنی حضرت ابو ہریرہ سے ہے۔ اور اس حافظ حدیث صحابی کو گالی گلوچ تک کرتے ہیں یہ بدبختیاں ازلی۔

اصحاب صفہ۔ نہ صرف اتنا بلکہ "اصحاب صفہ" کے نام سے تقریباً ایک سو کے قریب صحابہ مشہور ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی صحبت میں ہر وقت رہتے تھے جن میں حضرت ابو ہریرہ سے بھی بڑھ کر حضرت انس ہیں جو پورے دس برس تک آنحضرت صلعم کے ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ اور جب آنحضرت صلعم کا نام

نبوت میں تشریف لے جاتے تو ادھر ادھر سامنے پڑے رہتے تاکہ غیر حاضری میں
آنکھیں کاشانۂ نبوی سے سرور اندوز ہوتی رہیں اور تشریف لانے پر، خود زیارت پا
چنانچہ ان حضرات کا شوقِ دیدار، شغف احادیث اور اشتیاق انتظار میں نتی
پڑا رہنا دیکھ کر آنحضرت صلعم نے مسجد و کاشانۂ نبوی کے سامنے ایک چبوترہ بنوا دیا
جس پر یہ عاشقانِ دیدارِ نبی و محبانِ احادیث نبی صلعم، آنحضرت صلعم کے کاشا
مبارک میں جانے کے وقت پڑے رہتے اور سے در و دیوار نبی صلعم کے دیدار نبی صلعم
کے دیدار پاک سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہتے۔

۱۲۔ حضرت ابنِ عباس، جن سے ہزاروں احادیث صحیحہ مروی ہیں فرماتے ہیں
کنا نحفظ الحدیث والحدیث یحفظ عن رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم (مسلم)
"ہم آنحضرت صلعم کی حدیثوں کی حفاظت کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کی
احادیث تو ہیں ہی اس لئے اُن کی حفاظت کی جائے"

حفاظت کے دو ہی طریقے تھے اور ہیں۔ ایک یہ کہ سینے میں ازبر یاد کرلی
جائیں۔ دوسری یہ کہ کتابت (لکھکر) محفوظ کرلیا جائے۔ چنانچہ بعض صحابہ حرف
حفظ کرلیا کرتے تھے۔ اور باقی سب کے سب صحابہ لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھ کر
محفوظ کرنا محفوظ ترین طریقہ ہے۔

اصحاب رسول صلعم نے حفاظت حدیث کے لئے۔ اور بعد میں صحابہ کرام کے
شاگردوں، تابعین نے اور ان کے شاگردوں۔ تبع تابعین نے حفاظت حدیث
کے لئے جو جو صعوبتیں، تکالیف و آلام اٹھائے۔ ان کا سارا زمانہ شاہد ہے
حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک صحابی سے ایک حدیث پہونچی
میں نے خود آنحضرت صلعم سے یہ حدیث نہ سنی تھی۔ اس صحابی کا پتہ چلا کہ وہ

Marfat.com

شام میں ہے۔ میں نے ایک اونٹ خریدا، اس پر کجاوا رکھا، اور مسلسل ایک
تک سفر کر کے شام پہونچا۔ معلوم ہوا کہ وہ صحابی حضرت عبداللہ بن انیس ہیں
نے ان سے مل کر کہا کہ آپ کے حوالہ (روایت) سے مجھے مظالم کے بارے
ایک حدیث پہونچی ہے، مگر چونکہ میں نے آپ سے براہِ راست نہیں سُنی
ی، اور موت کا وقت پتہ نہیں کب آجائے۔ محض اس لئے یہاں آیا ہوں
ہوں نے فرمایا۔ ہاں، میں نے خود آنحضرت صلعم سے سنا ہے۔ اور حضرت ابن
یس نے وہ حدیث ساری ازبر سنائی۔ اور پھر لکھی ہوئی دکھائی۔ (بخاری)
ی طرح حضرت ابوایوب۔ نے صرف ایک حدیث کے لئے حضرت عقبہ بن عامر
کے پاس طول طویل سفر کر کے گئے۔ کتب احادیث میں ایسے ہزاروں واقعات
وجود ہیں۔ وہ ہم انشاء اللہ کسی اور بسیط مقالہ میں جمع کر دیں گے۔
۱۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں نے تم کو کتابت حدیث سے منع کیا تھا، اب
احادیث سنو ان کو دوسروں تک پہونچاؤ، لکھ لیا کرو۔ (مسلم)
لو منکروں کی اس ایک حدیث کا جواب بھی آگیا کہ آنحضرت نے حدیث
لکھنے سے روکا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ اول تو یہ منکرین احادیث کو رد کر دیتے
ہیں۔ پھر ان کو کیا حق ہے کہ وہ حدیث سے استشہاد پیش کریں۔ اور اگر کرتے ہیں
تو وہ سینکڑوں احادیث بھی مان لینی چاہئیں۔ جن میں کتابت حدیث کا حکم ہے
یا خود بھی لکھوا کر دی ہیں۔ کیا یہ فریب دہی نہیں؟ کیا یہ بددیانتی نہیں۔ کیا یہ ایماندار
کے خلاف نہیں کہ ایک اپنے مطلب کی حدیث کو ہر وقت، ہر کتاب اور ہر مقام
ثیث اچھالتا ہے۔ اور خود اس کی تنسیخ کردہ سینکڑوں احادیث کو رد کر دیں
اس کے بعد کامل مکمل انیس برسوں تک لاکھوں صحابہ احادیث لکھنے اور لکھوانے
ہے۔

منسوخ کی مثال:۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک حدیث ہے۔ آپ نے قبرستا
جانے سے شروع میں منع فرما دیا تھا، بعد میں صاف فرما دیا، میں نے تم کو قبرستا
جانے سے روکا تھا، اب بیشک جایا کرو۔

دیکھئے یہاں شروع میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں قبروں کی پوجا کی طرف ذہن
جائے، جب توحید باری تعالیٰ صحابہ کرام کے دلوں میں نقش ہو گئی تو اس کی اجا
دیدی اور یہاں تک فرما دیا کہ۔

لا تتخذوا قبری وثناً بعدی یعبد (الحدیث) دیکھنا کہیں میر
بعد میری قبر کو بُت بنا کر اس کی پوجا نہ شروع کر دینا۔ بعینہ اسی طرح ابتد
میں جب نزول قرآن کی بھی کتابت ہو رہی تھی اور احادیث کی بھی کتابت جاری
تھی تو آپ نے اس خوف سے کہ کہیں، قرآن وحدیث میں التباس پیدا نہ ہو جا
روک دیا، اور بعد میں جب کتابت قرآن وکتابت احادیث کو ممیز کر دیا اور کا
وحی مقرر کر دیئے تو عام اجازت عطا فرما دی، جو ہر صحابی نے لکھیں اور محفوظ کیں۔
اور ستم ظریفی تو دیکھیے کہ کاتبانِ وحی تو صرف چند صحابہ کرام تھے۔ مگر کاتبان احاد
کی تو تعداد ہزاروں کو چھوڑ کر لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ پندرہ سو صحابہ کرام کاتبانِ
حدیث تھے جن کا ذکر فرداً فرداً احادیث کے کاتب ہونے کا آیا ہے۔ یعنی جس نے جب
جہاں آنحضرت صلعم سے حدیث سنی وہیں، اسی وقت لکھ لی۔ مگر ان کے سوا ہمار
ہاں چودہ ہزار کاتبانِ احادیث وہ صحابہ ہیں، جن کے پاس کثرت سے علم حدیث
کتابوں کی صورت لکھا ہوا موجود تھا۔ جو عام مجمعوں اور مجلسوں اور وعظ و تبلیغ
میں فیضِ عام پہونچاتے تھے۔ مگر دوسرے ہزارہا صحابہ کرام جو کام یا دگر معاملات
میں مشغول تھے۔ اور ان کے پاس بھی احادیث تھی موجود تھیں۔ ان کے نام نہیں
گنوائے گئے کیونکہ ان کے پاس جو مجموعے تھے۔ ان کی سب احادیث ان مشہ

مجموعوں میں بھی موجود تھیں، اور چونکہ ان کا مشغلہ عام علم و تبلیغ کم تھا۔ اس لئے مشہور علماء حدیث صحابہ کے نام گنوا کر، ان پر اکتفاء کر لیا گیا، اور ان چودہ ہزار صحابہ کے پاس بڑے بڑے مجموعے کتابتِ حدیث کے موجود تھے۔ کیا چودہ ہزار علیٰحدہ اور پندرہ سو دگر کی شہادت ناکافی ہے؟ پھر راویوں کی تعداد ہی لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ تو جس بات کے پانچ سات بھی گواہ ہوں تو کافی ہوتی ہے یہاں تو شہادتِ عدل لاکھوں تک ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن پاک نے بھی دو گواہوں کو کافی سمجھا ہے۔ اور ہمارے پاس جو اس وقت احادیث صحیحہ کا ذخیرہ محفوظ ہے۔ ان میں کوئی بھی ایک حدیث ایسی نہیں جس کے دو سے لے کر پانچ، سات، دس تک، یعنی ایک ایک حدیث کے گواہ عادل موجود نہ ہوں اور پھر سب کی حدیثوں کا آخری گواہ جو صحابئ رسول ہے اور پھر یہ نہیں کہ ہر حدیث کا گواہ عادل صرف ایک ہی صحابی ہے۔ بلکہ ایک ایک حدیث کے دو سے لے کر چالیس چالیس پچاس پچاس تک صحابہ گواہ (راوی) ہیں یہ تو ہے فنی طریقۂ کار، یعنی صرف وہ صحابہ کرام، جن کے ذریعہ اہلِ فن نے احادیث لیں، دگرنہ اگر عموم پہ نگاہ ڈالی جائے، تو ہر ایک حدیث کے ہزاروں صحابہ کرام گواہ ہیں۔ جنہوں نے، آنحضرت صلعم کے دہنِ مبارک سے احادیث سنیں۔ اور یہ مدون و مکتوب مجموعۂ احادیث صحیحہ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ان کی ایک ایک حدیث پر صحابہ کے بعد آج کے دن تک، کروڑوں شہادات عدل تسلسل و تواتر کے ساتھ چلی آ رہی ہیں۔ اور قیامت تک چلی جائیں گی۔

۱۳۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تین شخصوں پر خدا کا بہت غضب نازل ہوتا ہے۔

ایک ۔ ملحد فی الحرم، حرم پاک میں (مکہ مدینہ) میں الحاد جاری کرے۔

دوسرا:۔ مبتغ فی الاسلام سنۃ الجاہلیۃ۔ اسلام میں سنت رسول چھوڑ کر سنتِ جاہلیت کا چاہنے والا۔

تیسرا:۔ مسلمان کا خونِ ناحق گرانے والا۔ (بخاری)

۱۵۔ کل امتی یدخلون فی الجنۃ الا من ابیٰ قیل ومن ابی۔ قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ۔ (بخاری)

ترجمہ:۔ "میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی۔ سوا اس کے جس نے نافرمانی کی۔ پوچھا گیا نافرمانی سے کیا مطلب؟ فرمایا۔ جس نے میری تابعداری کی، جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا"۔

دیکھیے یہ حدیث ان بیسیوں آیتوں کے عین مطابق ہے۔ جن میں رسول صلعم کی نافرمانی کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے۔ جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

۱۶۔ من رغب عن سنتی فلیس منی۔ (بخاری)

ترجمہ:۔ "جس نے میری سنتِ (حدیث) سے منہ موڑا، وہ مجھ میں سے نہیں"۔ یہ حدیث، آیت من تولّی کے عین مطابق ہے۔

۱۷:۔ سیکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم، فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ "آخری وقت میں، بہت دجال اور کذاب (جھوٹے) پیدا ہونگے جو تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے۔ جو تم نے نہ تمہارے آباؤ اجداد نے کبھی سنی نہ ہونگی۔ خبردار ان سے دور رہنا۔ کہیں تمہیں گمراہ کر کے فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

دیکھیے اس حدیث شریف میں ایک ضرب تو خود احادیث گھڑنے والوں

پر پڑتی ہے۔ اور دوسری ضرب کاری منکرین احادیث پر پڑتی ہے۔

چنانچہ چودہ سو برسوں سے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والسلام احادیث کو دین سمجھتی اور ان پر ایمان لاتی چلی آرہی ہے۔ اور آج یہ چند کذاب و دجال اٹھے ہیں۔ جو وافعی النبی الیسی کذب و دجل و ابلیسی باتیں کہتے ہیں۔ جو مسلمانوں نے آگے نہیں سنیں، نہ متاخرین نے اور نہ ہی متقدمین امت نے۔

اور یہ حدیث قرآنِ پاک کی اس آیت کی تفصیل ہے۔ جس میں کہا گیا ہو کہ جو مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرے گا۔ وہ جہنمی ہے۔

تو دیکھیے، روزِ اول سے لے کر آج کے دن تک سوائے ان دجالوں اور کذابوں کے ساری مسلم امت اس بات کو راہ بنائے ہوئے ہے کہ حدیث دین ہے۔ حجت ہے، جزو دین اور ابدی ہے۔

۸: ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ الا کان لہ فی امتہ حواریون و اصحاب یاخذون بسنتہ و یقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف یقولون مالا یفعلون و یفعلون مالا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مؤمن و من جاھدھم بلسانہ فھو مؤمن و من جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل (مسلم)

ترجمہ: ہر ایک نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی قوم سے "حواری" (مددگار) و اصحاب (جان نثار) بہم پہنچاتا ہے۔ جو رسول کی سنت کو مضبوط پکڑتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے ہیں۔ مگر بعد میں ناخلف بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو کہتے تو کچھ ہیں۔ اور کرتے کچھ ہیں۔ پس جو ان (کذابوں، دجالوں) سے

Marfat.com

ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے وہ پکا مومن ہے۔ (جو ہاتھ سے نہ کر سکے) تو زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے۔ (اور جو زبان سے بھی نہ کر سکے) وہ ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے، (یعنی دل میں ہی ان کو جھوٹا دجال سمجھے) تو وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد تو رائی کے ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔

۱۔ یعنی اگر مسلم حکمراں ہوں، تو ایسے دجالوں، کذابوں، اور منکرین حدیث کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کریں، اور ان کو حکماً روک دیں کہ دین میں خلل نہ ڈالیں، اور مسلمانوں کے مجتمع شیرازہ کو منتشر نہ کریں۔ جیسا کہ امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ حدیث دین ہے، حجت ہے۔ اور رسولِ صلعم کی تابعداری تا ابد ہے۔ اور یہ کم بخت مسلمانوں کے اس شیرازہ بندی کے بند کھولنے اور جڑیں کاٹنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ اسی لئے ہم حکومتِ پاکستان سے احتجاج کرتے ہیں۔ کہ اس تشتت و اختراق پسند منکرینِ حدیث کو حکماً روک دیں۔ اور پھر اسلامی حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے، کہ اگر اس قسم کے زندیقِ امت میں نفاق و اختلاف پیدا کرنے سے باز نہ آئیں تو انہیں سزا دی جائے۔

۲۔ اور جس مسلمان کے ہاتھ میں طاقتِ حکمرانی نہیں، اسے چاہئے کہ زبان کے ساتھ اس فتنہ کا سدِ باب کرے، علماء علم کے زور سے، اور عوام زبان کے زور سے ان کا رد کریں۔

۳۔ اور اگر حکومت بھی نہ ہو، اور علم بھی نہ ہو تو پھر دل میں ایسے دجالوں، کذابوں اور منکروں کو برا سمجھیں، اور ان کی گمراہی سے دور رہیں۔

۱۹۔ من دعا الی هدیٰ کان له من الاجر مثل اجور من تبعه (مسلم)

Marfat.com

"جو مسلمان بھی "ہدایت" (قرآن وحدیث) کی طرف بلائے، اس کو اجر ملے گا۔
اور ان کا اجر بھی ملے گا جنہوں نے اس کی دعوت پر (قرآن وحدیث) پر عمل کیا
یہ حدیث شریف، حدیث کے پڑھنے۔ لکھنے اور تبلیغ کرنے کا اعلان فرما رہی ہے۔

۲۰: ان الایمان لیارز الی الحجاز المدینۃ۔ (صحاح)

ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئیگا۔

دیکھیے اس حدیث شریف میں یہ پیشگوئی کہ اگر مسلمانی ملکوں نے قرآن وحدیث
(اسلامی حکومت) سے منہ موڑ بھی لیا تو، حرمین شریفین میں ایمان (اسلام)
لوٹ آئیگا۔

دیکھیے، آج جبکہ ۱۹۱۶ کی عثمانی ترکی حکومت کے سقوط کے بعد یاد رہے
کہ روز اول اسلام سے لے کر ۱۹۱۶ تک دنیا کی ساری مسلم حکومتوں میں
قرآن وحدیث کے قوانین جاری تھے۔ یہ تو ۱۶-۱۹۱۴ کی جنگ کے بعد جب
انگریزوں اور یورپ کی دوسری حکومتوں نے عرب ممالک پر قبضہ کر لیا۔ تو
انگریزوں نے عرب و مصر و افریقہ کے مسلم ملکوں پر اپنے پٹھو بادشاہ بٹھلائے۔
اور قانون اسلام (قرآن وحدیث) کی جگہ انہوں نے قانون انگریز و یورپ
جاری کر دیا۔ یا جیسا کہ پاکستان میں بھی ابھی تک (دسمبر ۱۹۵۴) قانون انگریز
یعنی ۱۹۳۵ء کا انڈیا ایکٹ جاری ہے۔ اس مسئلہ کو ہم نے تفصیل سے اپنے رسالہ
"کیا یہ سچ ہے کہ دنیا میں اسلامی حکومت صرف تیس سال رہی؟"
میں لکھا ہے۔ اسے پڑھیے۔

بہرحال یہ حدیث شریف، اس آیتہ شریفہ کی تفسیر ہے۔ جس میں ہے
کہ، حدود حرم (مکہ اور مدینہ) میں جو الحاد و ظلم کی طرح ڈالے گا۔ ہم اسے
سخت عذاب دیں گے"۔

چنانچہ آج جبکہ دنیا کے سارے مسلمان ملکوں میں یا تو قانونِ انگریز ہے قانون یورپ و امریکہ، تو اس دورِ ظلمت والحاد و زندیقیت میں بھی، حرمین شریفین میں، حکومت سعودعربیہ میں، قانونِ اسلام (قرآن وحدیث) جاری ہے۔ اور ایمان (اسلام) وہاں لوٹ کر آگیا ہے۔ جو انشاء اللہ پھر دنیا میں پھیلے گا اور اس پیشگوئی کو اس طرح دوسری حدیث میں بیان کیا کہ :

۲۱ : لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق حتی تاتیهم امر الله (

ترجمہ :- "میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ دنیا (کے کسی نہ کسی حصہ) پر دینِ حق اسلام کی حکومت قائم رکھے گا تا روزِ قیامت۔

یہ حدیث تفسیر ہے اس آیت شریفہ کی لیظهره علی الدین کله، اس کی تفصیل ہماری کتاب "کیا یہ سچ ہے کہ دنیا میں تیس سال سے زیادہ حکومت اسلام نہ چل سکی" میں پڑھیں۔

۲۲ : الا انی اوتیت القرآن ومثله معه الا یوشک رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وانما حرم رسول الله کما حرم الله (ابوداؤد - احمد - الترمذی - ابن ماجہ - بیہقی (الذ

ترجمہ :- "یاد رکھو! کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے۔ اور قرآن کے ساتھ اتنا ہی اور (وحی حکمت نبوت) بھی دیا گیا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی کرسی (تکیہ وغیرہ) پر بیٹھا کہے گا۔ کہ بس صرف اسی قرآن کو مانو کیونکہ صرف اسی میں حلال و حرام ہے، وہ ہی اور بس۔ اے مسلمانو! یقین جانو کہ اللہ کے رسول نے بھی حلال (وحرام) بنایا ہے"۔

اس حدیث شریف کی تائید میں ہم گذشتہ اوراق میں ۱۱۹ ایک سو انیس آیاتِ قرآن پاک سے بہ تفصیل بتا آئے ہیں۔ جن آیات میں، خود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اختیار دیا ہے کہ (بالخصوص آیت نمبر ۳۹ دیکھو)

۱۔ یحل لھم: ان کے لئے رسول پاک حلال کرتا ہے۔

۲۔ یحرم علیھم: ان پر رسول پاک حرام کرتا ہے۔

۳۔ یامرھم: ان کو امر (حکم) کرتا ہے۔ رسول پاک صلعم۔

۴۔ ینھٰھم: ان کو منع کرتا ہے۔ آنحضرت صلعم۔

۵۔ یضع عنھم: ان سے بار اتارتا ہے۔ محمد صلعم۔

۶۔ یحکم: ان کو ابدی حکم دیتا ہے۔

۷۔ لتبین للناس: تاکہ محمد صلعم قرآن کا بیان (تفصیل، تشریح) سنائے لوگوں کو

۸۔ یعلمھم الکتاب: ان کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

۹۔ یعلمھم الحکمۃ: ان کو الحکمت (حدیث) کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۰۔ یزکیھم: ان کا تزکیہ کرتا ہے۔

۱۱۔ یعلمکم مالم تکونوا تعلمون: تمہیں ان باتوں کی تعلیم بھی دیتا ہے جو تم نہیں جانتے

بے شمار اختیارات تشریع دئے گئے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور پھر سب میں مضارع کا صیغہ ہے۔ اور مضارع "ابد" "دوام" "استمرار" کے معنیٰ دیتا ہے۔

تو گویا یہ ایک حدیث تفسیر ہے سارے قرآن پاک کی۔

ہم نے احادیث کا حوالہ دینا اس وقت شروع کیا ہے جبکہ ہم قرآن پاک کی ۱۱۹ آیات بینات سے ثابت کر آئے ہیں کہ:

۱۔ محمد صلعم کو قرآن بھی دیا گیا ہے، اور۔

۲۔ مثل قرآن دوسرے احکامِ حلت وحرمت بھی دئے گئے ہیں۔

۳۔ احادیث نبوی وحی ہیں۔

۴۔ احادیث نبوی دین ہیں۔

۵۔ احادیث نبوی دینی حجت ہیں۔

۶۔ احادیث نبوی ابدی ہیں۔

۷۔ اور احکام کی تابعداری میں قرآن پاک کے ہم پلہ ہیں۔

کیونکہ ہم نے قرآن سے ہی ثابت کر دیا ہے۔ کہ اسلام نام ہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مجموعہ کا۔ اس کے بعد، ہم مومنوں کے اطمینان قلب کے لئے احادیث پیش کر رہے ہیں۔

اور دوسرا ہمارا مقصد یہ ہے کہ، منکرین حدیث، سینکڑوں ہزاروں ان احادیث کے مقابلہ میں، جن میں احادیث لکھنے اور محفوظ کرنے، اور احادیث کی تبلیغ کرنے کا حکم ہے، وہ سب چھوڑ کر ایک حدیث پر لکیر کے فقیر ہوئے سر پیٹ رہے ہیں۔ کہ ایک حدیث جو منسوخ ہے۔ اس میں آیا ہے کہ حدیث مت لکھو۔

حیرت ہے کہ اس حدیث شریف کو تو اتنے وثوق سے لا رہے ہیں۔ اور ہر منکر حدیث ایسی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ وہ اسے اپنے مفید مطلب پاتا ہے، اور اس کی ناسخ ہزاروں احادیث، لاکھوں کاتبان حدیث، اور کروڑوں حافظان حدیث کی احادیث کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جبکہ ہم دیگر بیسیوں احادیث صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ابتداء میں قرآن پاک کے ساتھ التباس ہو جانے کی وجہ سے منع کیا تھا، اور بعد میں صاف واضح الفاظ میں فرما دیا کہ ہاں میں نے منع کیا تھا، مگر اب لکھ لیا کرو۔ اور ہم نے ایک مثال بھی دے کر سمجھایا ہے کہ ابتداء میں آپ نے قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، مگر بعد میں اجازت دیدی۔

توکسقدر بددیانتی اور تلبیسِ ابلیس ہے ان کا موقف اور ان دجل و فریب!
اوّل تو جب یہ حدیث کے ہی منکر۔ تو ان کو حدیث پیش کرنے کا حق ہی کیا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہم مسلمان چونکہ حدیث پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لئے منکر پیش کرتے ہیں تو دیانت و ایمانداری کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات ہم پر وارد کی جائے وہ ہمارے ہی ایمان کے مطابق تو ہو مثلاً ہم اس حدیث کو بھی صحیح مانتے ہیں، مگر منسوخ شدہ مانتے ہیں۔ اور اس کی ناسخ سینکڑوں احادیث، لاکھوں صحابہ کا احادیث لکھنا، پھر آج تک امت کے کروڑہا پدم ہا مسلمانوں کا احادیث لکھنا۔ یہ ہے ہمارا موقف لہٰذا اگر ہم پر الزام دینا ہے، تو ہمارے دیگر ایمانیات کو بھی تو ماننا لینا ایمان کی نشانی ہے۔

جبکہ ہم اس اپنے موقف کے ماتحت اس کو بھی مانتے ہیں مگر یہ ہم ہنگامی (ایمرجنسی) مانتے ہیں۔ اور بعد کی احادیث کو دائمی مانتے ہیں۔ تو خود ہمارے ہی موقف سے۔ ان منکروں کے استدلال کا بطلان ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک مثال:۔ آج پاکستان میں ایمرجنسی کے حکم کے تحت دستوریہ کو توڑ دیا گیا ہے۔ اور اس سے پہلے دستوریہ موجود تھی۔ اور بعد میں بھی موجود ہو گی۔ اگر بعد کے آنے والا کوئی مؤرخ، پاکستان کی تاریخ لکھے۔ اور یہ کہے۔ کہ پاکستان میں کبھی دستوریہ بنی ہی نہیں۔ کیونکہ گورنر جنرل نے نومبر ۱۹۵۴ء میں دستوریہ کو توڑ دیا تھا۔ تو کیا اس کا یہ قول ٹھیک ہو گا۔ بعینہ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں۔ کہ

۱۔ اس حدیث سے پہلے بھی احادیث لکھی جاتی تھیں۔ کیونکہ منع ہی تب ہوا جبکہ احادیث لکھی جاتی تھیں۔

۲: اور اس کے بعد بھی آج کے دن تک لکھی جا رہی ہیں۔

۳: درمیان میں کچھ وقفہ کے لئے ایک ہنگامی حکم ہوا۔

۴: جو بعد میں ہنگامی حالات کے اٹھ جانے کے بعد، یہ ہنگامی حکم بھی ختم ہو گیا۔ تو یہ کہاں کا علم ہے۔ کہ ہم پر ایک ہنگامی حالت کے ہنگامی حکم کا التزام ثا... کرنے کی بوجہلیت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ بولہبیت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ بددیانتی کا شاہکار پیش کیا جا رہا ہے۔ بے ایمانی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اور تلبیسِ ابلیس ہو... ابلیس کے بھی کان کاٹے لئے جا رہے ہیں۔

کس قدر مردود، مجہول، اور بوجہلیت کا شاہکار ہے۔ یہ بہتانِ عظیم!!

۵- ہم تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث خود کتابتِ حدیث کی دلیل ہے۔ اس طرح کہ احادیث لکھی جا رہی تھیں۔ تو خوفِ التباس سے منع فرمایا۔ اور جب کتابتِ قرآن و کتابت احادیث کا محکمہ جدا جدا کر دیا گیا اور کاتبان قرآن علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور قرآن پاک کی کتابت کا کام صرف کاتبانِ قرآن کے سپرد کر دیا گیا۔ تو اس کے بعد ہنگامی حالت کے ختم کر دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ اور لاکھوں صحابۂ کرام نے احادیث لکھیں۔ اور اس کے ثبوت میں ہم احادیث پیش کر رہے ہیں۔

خدا کی شان ہے کہ جب میں اپنے استادوں سے احادیث پڑھ رہا تھا غالباً سنہ ۱۹۲۴ء کا زمانہ ہے، تو استاد محترم حضرت مولانا مولوی محمد صادق کھڈوی نے فرمایا کہ، جب ہم عبداللہ چکڑالوی (منکرین حدیث کے امام) کو ملنے گئے، تو وہ ایک (تکیہ) پر سہارا لگا کے بیٹھا تھا۔ تو ہم (علما) نے بروقت آنحضرت صلعم کی پیش گوئی کے وہ الفاظ صحیح پائے۔ کہ

رجل شبعان علی اریکتہ۔ کہ ایک پیٹ بھرا اپنے اریکتہ پر وہ تو اب، غالباً جون سنہ ۱۹۵۴ء میں، جبکہ اس احقر راقم الحروف (فضل احمد غزنوی)

Marfat.com

تو بعض احباب نے بتلایا کہ ایک شخص پرویز انکار حدیث کر رہا ہے تو میں اس سے ملنے گیا تو بخدائے محمد! جب میں اسکے پاس پہنچا تو یہ بالکل میری سردار دو جہاں تاجدار مدینہ کی پیشگوئی کے مطابق اپنے اریکہ (کرسی) پر بیٹھا ہوا تھا! ایک لنڈ منڈ مشٹنڈے کی طرح اور شعبیان، پیٹ بھرا ہے کہ حکومت پاکستان کے کسی اچھے عہدہ پر ہے

میری اس کی گفتگو حضرت عطاء کے قول کے بارے میں تھی جس کو اہل اجہل نے اپنی کتابوں میں اس قول عطا کو حدیث کر کے پیش کیا ہے۔ پھر اس کا ترجمہ غلط، مفہوم غلط۔ اور اپنی طرف سے مجامعت کا لفظ، جو کسی اور جگہ سے کے الفاظ خود ڈال لئے ہیں۔ جس کی تفصیل ہم نے اس کے رد میں اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں دی ہے۔

میں نے کہا کہ آپ نے فلاں حدیث دی ہے۔ کہ

اُچھل کر بولا۔ جی ہاں! یہ تو بخاری میں ہے۔ میں نے کہا، تو کیا جو کچھ بخاری میں ہے سب حدیث ہے۔ اپنے کمالات علمی کا شاہکار پیش کرتے ہوئے کہا ہاں تو!! میں نے کہا۔ جناب بخاری میں تو صحابہ کے اقوال اور تابعین کے اقوال بھی ہیں۔ لاؤ تو بخاری شریف تمہیں دکھاؤں کہ یہ حدیث نہیں، کسی صحابی کا قول بھی نہیں، بلکہ ایک تابعی عطا کا قول ہے۔ تو ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔

تو جن منکروں کا مبلغ علم یہ ہو کہ جو کچھ بخاری میں ہے سب حدیث ہے وہ منکر اٹھا ہے۔ دین کی بنیاد ڈھانے کو۔ کاش مجھے ان منکروں کے لٹریچر کا پتہ بہت پہلے پڑتا تو اب تک بعون اللہ تعالیٰ وبتوفیقہ ان کا قلع قمع بھی ہو چکا ہوتا۔

۲۲ علیکم بسنتی الخ! میری سنت (احادیث) تم پر فرض ہیں۔

ظاہر ہے جو چیز فرض ہوگی اس کی حفاظت بھی ہوگی، اور حفاظت کا سب

Marfat.com

محفوظ ترین طریقہ کتابت ہے۔

۲۴: لا تجمع امتی علی الضلالہ (الترمذی)

ترجمہ:۔ میری امت گمراہی پر کبھی اجماع نہیں کرے گی۔

یہ حدیث اس آیت شریفہ کی تفسیر ہے۔ کہ جو مسلمانوں کی راہ چھوڑے گا جہنمی ہے۔ یعنی مسلم امت غلط راہ پر نہیں اجماع کرے گی۔

اب دیکھئے کہ امت محمدیہ چودہ سو سالوں سے اس پر اجماع کئے ہوئے ہے کہ حدیث دینی حجت ہے، اور اسلام نام ہی ہے قرآن و حدیث کے مجموعہ کا۔

منکر بعض دفعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ موضوع ہے۔ گو یہ چوری انہوں نے ہم سے ہی کی ہے۔ ہمارا یہ موقف ہے کہ حدیث کبھی قرآن کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اگر کوئی زندیق ایسی بات بنا کر حدیث کر کے پیش کرے، تو وہ یقیناً موضوع ہے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو احادیث ہم پیش کر رہے ہیں۔ سب قرآن کے عین مطابق اور تفسیر قرآن ہیں

۲۵: لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (احمد)

ترجمہ:۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے، تو میری ہی اطاعت کرتے۔

اس حدیث شریف کا پس منظر یہ ہے کہ صحابہ نے تورات کے پڑھنے لکھنے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر تکمیل دین ہو چکا۔ بفرض محال اگر حضرت موسیٰ زندہ بھی ہو جائیں تو اب میری ہی اطاعت کریں گے۔ لہٰذا میں نے جو قرآن و حدیث دیا ہے، اس میں سب انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات آ چکی ہیں۔

۲۶: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و

Marfat.com

سنت رسولہ - (موطا ۔ بخاری)

ترجمہ :"اے میری امت! میں تم میں، دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ جبتک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے ۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسری اللہ کے رسول کی سُنّت ۔ (حدیث)"

دیکھیئے یہ ایک ہی حدیث شریف ان ایک سو انیس آیات بنیات کی تفسیر ہے۔ جن میں اطاعتِ رسول فرض بتائی گئی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سنتِ رسول کے ساتھ آنحضرت صلعم کے بعد تمسک اُس وقت ہی ہو سکتا ہے جبکہ سنت موجود ہو۔ یہاں خود آنحضرت صلعم نے صریحاً فرما دیا ہے کہ اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث دونوں پر ہے۔

اور ساتھ ہی یہ حدیث شریف تکمیل دین والی آیت کی تشریح ہے۔ کہ تکمیل دین کے بعد بھی دو چیزیں فرض ہیں ۔ جن سے تکمیل دین ہو ۔
یعنی کتاب اللہ و سنت الرسول ۔ فللہ الحمد۔

۲۷ : بلغوا عنی ولو آیۃ (بخاری)

ترجمہ :۔ مجھ سے اگر ایک حدیث بھی سنو تو اس کو دوسروں تک پہنچا دو"

یہ حدیث اور تبلیغ الشاھد الغائب، دونوں حجۃ الوداع میں فرمائیں۔ اس کے بعد کوئی ڈھائی تین ماہ بعد رحلت فرما گئے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث بھی تبلیغ احادیث پر دال ہے۔ جب کہ آنحضرت صلعم سے جو کچھ بھی سنا جائے، دوسرے تک اس کا پہونچا جانا فرض ہے تو ظاہر ہے کہ حفاظت حدیث و کتابت حدیث۔ اس حدیث کے فوائے کلام سے ثابت ہے۔ اسی حدیث، کا دوسرا حصہ ہے۔ کہ!

۲۸:- من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار (بخاری)

ترجمہ :- "جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا۔ (یعنی جھوٹی حدیث بنائی) وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کرے"۔

اس حدیث شریف سے حسب ذیل احکام ثابت ہیں۔

۱- حدیث حجت دین ہے، اگر نہ ہوتی تو جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کی اتنی کڑی سزا نہ ہوتی۔

۲- اسی سے کتابت حدیث وحفاظتِ حدیث کا حکم بھی نکلتا ہے، کیونکہ اس کا

۳- اوپر والا حصہ ہے کہ مجھ سے ایک حدیث بھی سنو تو دوسروں تک پہونچا دو۔ ظاہر ہے۔ کہ صحابہ اپنے شاگردوں تابعین تک احادیث پہونچادیں، تابعین نے اپنے شاگرد و تبع تابعین تک احادیث پہونچادیں۔ تبع تابعین اپنے شاگردوں تک، یہاں تک کہ آج ہمارے زمانہ تک اور تاقیامت سب مسلمانوں تک احادیث نبوی کا ایک دوسروں کو پہونچانا فرض عین ہے اور امت تسلسل و تواتر کے ساتھ ایک دوسرے کو آج کے دن تک پہونچارہی ہے۔ اور تاقیام قیامت، امتِ رسول احادیث رسول کو مابعد القرندن۔ تک پہونچاتی رہے گی۔

ایک خاص عرض:- یاد رہے کہ احادیث کا حصہ ہم سارے کا سارا مومنین کو سنا رہے ہیں تاکہ قرآن پاک سن لینے کے بعد ان کے ایمان احادیث نبوی سے اور بھی تازہ ہوجائیں۔ لہٰذا منکرین حدیث اہمیں جواب صرف قرآن کے حصوں کا دیں نہ کہ احادیث کے حصوں کا یہی اصل ہم پیشتر بھی عرض کرچکے ہیں۔

ہاں اگر وہ حدیث پر ایمان لے آئیں۔ حدیث کو جزوِ دین وحجتِ دین

Marfat.com

مان لیں، تو بسر و چشم معاوضہ پیش کریں۔ گر ایمان و حدیث کے بعد معاوضہ و دیانت
ختم ہی ہو جاتا ہے۔ بھو لطف یہ کہ اس باب میں آنحضرت صلعم کی سب سے آخری
حدیث یہ ہے کہ۔

۲۹۔ فلیبلغ الشاہد منکم الغائب (بخاری) آج جو حاضر ہے وہ غیر حاضر
تک پہنچا دے۔ یہ حدیث حجۃ الوداع کے خطبہ کا ایک حصہ ہے
جس کے آخر میں آپ نے تین بار فرمایا۔ اللھم ھل بلغت یا اے اللہ! شاہد
رہ کہ میں تیرے احکام (قرآن و حدیث) پہنچا دیتے ہیں۔ اور اسی جگہ تکمیل دین
والی آیت نازل ہوئی تھی جس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمایا تھا جس کے الفاظ
یہ بھی ہیں۔ کہ آج کے دن جو حاضر ہے۔ وہ غائب تک پہنچا دے۔ ظاہر ہے
کہ غائب میں قیامت تک کے آنے والے انسان ہیں۔ لہٰذا روز قیامت
تک قرآن و حدیث محفوظ رہیں گے۔ اور لوگوں تک پہنچتے رہیں گے اور دونوں
بصورت حفظ و کتابت محفوظ کر لئے گئے۔

۳۰۔ العلم ثلاثة آية محكمة، او سنة قائمة او فريضة عادلة وما كان
سوى ذلك فهو فضل (ابوداؤد)

"علم تین ہیں۔ ایک قرآن کا علم۔ دوسرا تشریعی احادیث کا علم۔ تیسرا قرآن
و حدیث سے ثابت شدہ احکام۔ ان کے سوا جتنے بھی علم ہیں، وہ بھی اچھے ہیں۔
اس حدیث شریف میں علوم کی تین قسموں کو تو فرض عین بتایا گیا ہے۔ ان کے سوا
جو بھی علوم ہیں، وہ سب فضیلت میں داخل ہیں۔ جیسا کہ صرف، نحو،
معانی، بیان، اصول، منطق، فلسفہ، ہندسہ، الجبرا، ریاضیات، سائنس
وغیرہ۔ علم قرآن تو مختلف فیہ ہے ہی نہیں۔
علم حدیث کو یہاں فرض کہا گیا ہے۔ اور حدیث کو [illegible] اور [illegible] نے

...ب محو ثابت کرچکے آئے ہیں۔

۳۔ اوران دونوں اسلام کے ماخذوں سے جوبھی احکام ثابت ہوں جیسے
علم استخراج، علم استنباط فہم قرآن وحدیث وغیرہا۔

۴۔ چونکہ مابعد کے قرون میں اسلامی حکومتیں آنا تھیں۔ اورنت نئے نئے
مسائل درپیش آنے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے اس تیسرے علم کو بھی
فرض کردیا کہ ہرزمانہ کے مسلمان اپنی اپنی ضروریات عصرحاضر کے مطابق قرآن
وحدیث کے مطابق بائی لاز (By Laws) بناتے رہیں۔ مگران کے بائی لاز
کا کوئی بھی لا (Law) قرآن وحدیث کے دستور یا بنیادی اصولوں۔
(Constitutions) یا Principles کے خلاف
نہ پڑے۔ تفصیل گذرچکی۔

۵۔ لایقص الا امیر او مامور (ابوداؤد)
"فتویٰ یا وعظ صرف امیر (حاکم اسلام) کرے، یا جس کو وہ حکم دے وہ
کرے"، حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ یہ جو ملاٹونٹے، جعل سنے اور قل اعوذ
ملوانے۔ تاریک مجروں کے ناریک (دماغ) فقر کی ٹکڑ گدا فقر دماغ۔
مسجدوں کے دورکعت کے امام آئے دن اسرائیلیات ونصرانیات وخرافات
اور ضعیفات سنا سنا کر ایک طرف تو مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں۔ اور
دوسری طرف حکومت کے خلاف سنا سنا کر ہر ہر دن نئے پیدا کردیئے ہیں۔ ان سب
کو یکسا بند کردے۔ اور پاکستان بھر میں فتویٰ ووعظ ونصیحت واسلامی تقریبات
کے لئے یا تو صاحبان اقتدار خود قرآن وحدیث کے عالم بن کرسنائیں۔ یا جو
مستند ومعتبر صحیح معنی میں علماء کو مقرر کریں۔ صرف وہ ہی رشد وہدایت کی
مسند پر بیٹھیں تو آنا فاناً میں اسلام اپنی اصلی صورت میں سامنے آجائے۔

Marfat.com

ریہ امر ہر واعظ و مفتی و مقرر پر فرض کر دیا جائے کہ قرآن و حدیث کے باہر ایک
ظ بھی نہ بولیں ورنہ کذب، و افترا بہتان علی الاسلام کی سزا ایں کوڑے
ائے جائیں گے تو پھر کسی دشمن دین کو کلام کرنے کی مجال ہی نہ رہے۔

ہمارے لئے تو دوہری مصیبت ہے۔

ایک طرف تو منکروں کو جواب دینا پڑتا ہے۔ اور
دوسری طرف خود ہمارے نیم حکیم خطرہ جاں۔ اور نیم ملا خطرہ ایمان کے
ہاتھ تنگ ہے کہ ان واعظوں اور مولویوں کا محبوب ترین مشغلہ رہی
ہے کہ موضوعات کا طومار سناتے ہیں۔ مجلسوں میں ظاہر ہے کہ سمجھدار طبقہ
موت کے نیچے نہیں لگ سکتا۔ یعنیہ ایسا ہی جیسا کہ یورپ کے پوپوں نے
وضعیات سنا کر یورپ کے اہل عقل و دانش کو عیسائیت سے بیزار کر دیا
ہمارے ان ہمواتی اور قل اعوذئے ملوانوں نے بھی موضوعات سنا سنا کر
ہمارے سمجھدار طبقہ کو اسلام سے برگشتہ کر دیا ہے۔ اسلام کے صحیح معنی امیں
علما ربانی تو وہابی کر کے علیحدہ پھینک دیا گیا ہے۔ یا وہ خود فتنہ و فساد دیکھ کر
علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اب میدان ان کم بخت ملونٹوں کے ہاتھ میں رہ گیا ہے۔
انہوں نے تیجا، ساتا، چہلم، استنداد، سالگرہ وغیرہ کے مسائل میں امت کو الجھا
دیا ہے۔ اور نمازکی جزئیات پر لٹھ مرے ہیں۔ ہمیں تو چو مکھی لڑائی لڑنا پڑی ہے۔

۱۔ ایک طرف کفار کی یورش۔

۲۔ دوسری طرف مجوسیت کا سیلاب یعنی فتنہ انکار حدیث۔

۳۔ تیسری طرف یورپ کی بڑھتی ہوئی مادر پدر آزادی۔

۴۔ اور چوتھی طرف خود ہمارے نیم ملاؤں، اور زندیقوں کی رات دن کی
موضوعات و زندیقیات سے مقابلہ ہے۔

Marfat.com

ہم سب کو مات کر سکتے ہیں۔ مگران ملونٹوں کا کیا کریں جو موضوعات سنا کر عوام کو جھوٹ کے طومار ہیں وبلنے بیٹھے ہیں۔ یہ ہم پر سب سے بڑھ ناقابل برداشت ہے۔ جو انگریزی مولوی (مسٹر) اٹھتا ہے۔ اس کا نزلہ بچارے یتیم الدیار اسلام اور علماء حق پر گرتا ہے۔ وہ ملونٹوں کی روایات کو سامنے رکھ کر برستا ہے علماء حق پر اور اسلام پہ۔ کاش اگر کوئی حکومت پابندی عائد کر دے، اور علماء حق کو میدان میں لے آئے تو میدان ہی صاف ہو جائے۔ پھر نہ ہو بانس نہ بجے بانسری۔

۱۔ عامۃ الناس مسلمانوں (بچاری بھیڑوں) پر یا تو قبضہ ہے۔ پیروں کا اور ہمارے پیر صوفی صدی جاہل اجہل ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ وہ مسلمانوں کو جاہل رکھنا چاہتے ہیں تا کہ ان کی خانقاہوں کی نذر نذرانوں کی آمدنیاں قائم رہیں۔ اور وہ اس رقم سے رنگ رلیاں مناتے رہیں۔ حتیٰ کہ مزار پر میلے لگوا کر، رنڈیوں کا ناچ گانا کروا کر شرابیں اور ہر قسم کی نشہ آور چیزیں پی پلا اور رکھوا کر خانقاہ کی آمدنی برقرار رکھنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ موضوع کے طومار کے قائم رکھنے والے یہی خانقاہی پیران طریقت امام ہیں۔ اس ہمارے زمانہ میں۔

۲۔ دوسرا کچھ بچے کھچے مسلمان ہمارے ملون ملونٹوں جبرانی قل اعوذیوں کے قبضہ میں ہیں۔ ان کو بھی اپنے ہی حلوے مانڈے کی فکر رہتی ہے۔ یہ لوگ ذاتی اغراض کی خاطر میلاد النبی کے مقدس نام سے محفلیں کھڑی کرتے ہیں اور ان محفلوں میں جاہل اجہل مولودیے منگوا کر یا قوال بلوا کر قوالیاں کرواتے ہیں۔ اور ان میلاد کی سب کتابوں میں ساری کی ساری خرافات اسرائیلیات ہوتی ہیں۔ جو مولودیے شرابیں پی کر سیج دہج کے ساتھ عورتوں کو بٹھا کر

Marfat.com

بیرودہ ٹھلا کر گنواتے ہیں۔ اور زمین و آسمان سے بھی بڑے جھوٹ اور موضوعات زیادہ خوش الحانی سے گا گا کر سناتے ہیں۔ اور عامۃ الناس سمجھتے ہیں کہ یہی دین ہے۔ کیونکہ عمومی عقل ہمیشہ عجوبہ پسند ہوتی ہے۔ اور یہ کمبخت ان عجوبیات سے ہی عوام کی بھیڑ کو خوش کرتے ہیں۔ اور ان موضوعات و خرافات کی محفلوں میں علماء حق کو قریب بھی بھٹکنے نہیں دیتے۔ کیونکہ علماء حق، حق سناتے ہیں، اور جہلاء یہ جاہل پیروں، خانقاہ بازوں اور پیر بازیلوانوں ۲ استحصال ہے۔

بہت عبرت خیز مثال:- اجمیر شریف کی شان میں اجمیری پیر و اجمیری قوال کیا کچھ بدیاں گوئی نہیں کرتے۔ بلکہ خدا سے بھی اوپر اڑا دیتے ہیں۔ مگر ہائے رے ہائے بدقسمتی البنان! کہ صاحب اجمیر اجمیر کو ہندوؤں کے قبضے سے بھی نہ بچا سکا۔ اور اسے ہندو پٹیل جن سنگھیوں کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا دین عبرت و فکر کے لئے یہ ایک ہی مثال کافی نہیں۔ میرے تو خیال میں اس وحدہ لا شریک لہ نے یہ کھیل جان بوجھ کر کھیلا ہے۔ کہ اجمیر کے خواجہ کو ان خانقاہیوں نے تو خداوند عالم کا [illegible] ہی ڈال دیا تھا۔ تو رب السماوات والارض نے دکھلایا کہ اجمیری خواجہ بھی اس کی حضور میں ایک بندہ بے بس و بے چارہ ہے۔ جیسا کہ سورج پرستوں اور چاند پرستوں کے تازیانہ عبرت کے لئے چاند و سورج کو ہمیشہ گرہن میں مبتلا کر دیا کہ دونوں بے چارے بے بس ہیں۔ یہ خدا اور لائق پرستش کیسے ہو سکتے ہیں؟ ہم اپنے جنون توحید میں وہ جنون جس کے لئے اقبال نے کہا۔

عقل کو کیا ہم نے سپرد جنوں
اور عمر بھر میں یہی دانائی کی!

اس جنونِ عشقِ ربی، ورب محمد میں دورہ پاگلا ہوں مجھے تو منکروں سے کام ہے۔ آمدم بر سر مطلب۔

آخر میں پھر حکومتِ پاکستان سے ضرور عرض گذار ہوں۔ کہ اس حدیث کے ماتحت بے سند پیروں۔ خانقاہوں۔ اور جمعراتی، قل اعوذیوں کو وعظ و تقریر سے روک دو۔

۳۲۔ تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فانی مقبوض (ترمذی)

ترجمہ:۔ الفرائض (احادیث نبوی) سیکھو۔ اور قرآن سیکھو۔ اور (یہ دونوں) لوگوں کو سکھلاؤ۔ کیونکہ میں تو اپنے رب کا مہمان ہونے والا ہوں۔

دیکھئے۔ اپنے رب کے پاس پہونچنے سے قبل آنحضرت صلعم قرآن و حدیث کی تعلیم فرض فرما گئے۔ اور حدیث کو الفرائض فرمایا۔

۳۳۔ انما بعثت معلماً۔ (الدارمی)

ترجمہ:۔ میں تو معلم (استاد) بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

دیکھئے یہ حدیث یعلمھم الکتاب والحکمۃ کی تفسیر ہے۔ تفصیل گذر چکی۔ آنحضرت صلعم جب بھی کسی وفد یا جماعت کو احادیث سنا کر وداع کرتے تو یہ فرماتے۔

۳۴۔ احفظوھن واخبروھن من وراءکم (بخاری) ان احادیث کی حفاظت کرلو اور دوسروں تک پہونچادو۔

۳۵۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں مکارم الاخلاق کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ ظاہر ہے کہ حفاظت حدیث میں از بر یاد بھی آجاتا ہے۔ اور کتابتِ حدیث بھی۔

اب جبکہ ہم نے ایک سو انیس صریح و واضح آیات قرآنیہ سے ہی

Marfat.com

ثابت کر دیا ہے۔ کہ

۱۔ احادیث شریفہ بھی مثل قرآن ہی محفوظ ہیں۔ کیونکہ

۲۔ قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ خود رب القرآن و رب محمد نے اپنے اوپر لیا ہے۔ اور یہ کہ

۳۔ حدیث دین ہے۔ دینی حجت ہے۔ ماخذ دین ہے۔ اور جزو دین ہے۔ اور

۴۔ قیامت تک کے لئے مثل قرآن۔ اطاعت میں "ابدی" ہے۔ اور

۵۔ اسلام نام ہی ہے "قرآن و حدیث" دونوں کے مجموعہ کا۔

تو اب دیگر کسی بھی دلیل و بیان و وضاحت کی ضرورت باقی رہتی ہی نہیں۔ اور منکرین حدیث کا سارے کا سارا طومار، دھڑام سے زمین پر آگرتا ہے۔ اور ہباءً منثوراً ہو جاتا ہے۔

تاہم۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے ایک ایک زعم باطل کا تجزیہ کر کے علیحدہ علیحدہ ان کی تردید بھی کر دی جائے۔ تاکہ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ منکروں کا کلی استیصال ہو جائے۔

اب ہم صحیح مقام حدیث جلد اوّل کو ختم کر کے جلد ثانی شروع کرتے ہیں۔

استدلال:۔ جناب پرویز صاحب نے جو اپنی تقریباً ہر کتاب میں یہ مغالطہ دہی کی ہے۔ کہ

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیثیں جلا ڈالی تھیں۔

۲۔ چند صحابہ کرام کو، حضرت عمر نے روایت حدیث کے جرم میں قید کر دیا تھا۔

Marfat.com

۲ - حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر روایت حدیث سے روکتے تھے۔ وغیرہا۔ من الاباطیل۔

اور ان کا استشہاد کیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ کتاب سے جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔ اس کے بارہ میں ہم تفصیل بتا آئے ہیں کہ وہ سب کا سب جھوٹ ہے۔ طومار ہے۔ فریب دہی ہے۔ دجل پرویز سے اس تفصیل کو ہم دوبارہ یہاں دہرا دیتے ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ کی ایسی جتنی بھی روایتیں ہیں۔ ان میں پرویز کمال عیاری سے یہ کام لے رہا ہے کہ ان روایات کا ماسبق ما بعد غائب کر کے، ان میں کتر بیونت کر کے، اصلی مدعا، اور مفہوم بدل کر اپنے حسب منشا معنی بنا لیتا ہے۔

مثلاً یہ روایت کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ جلا ڈالا تھا۔ بالکل غلط ہے۔ بلکہ صاحب التذکرہ کا منشاء یہ ہے کہ بعض زندیقوں نے یہ روایت بھی گھڑ لی ہے۔ اور پرویز صاحب نے کمال دجل و تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو مصنف کا اصل مدعا بدل کر دوسرا مطلب نکال لیا ہے

اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں۔ اور صحیح مقام حدیث کے دوسرے حصہ میں ملاقات ہوگی۔ فللہ الحمد۔

الغنی نوی

فضل منزل۔ حیدرآباد سندھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

"صحیح مقام حدیث" کے بارے میں ہمارا خیال یہ تھا کہ اسے ایک
کتاب کی صورت میں رکھا جاتا۔ مگر مضامین میں طوالت ہوتی گئی اور
بڑھتا گیا۔ اس لئے یہ کتاب دو حصوں میں شائع کرنا پڑی۔
کہ دیباچہ (تمہید) ہم نے ایک کتاب کے زیر نظر لکھا تھا۔ اس لئے
حصہ دوم کے لئے، حصہ اول کا دیباچہ ضرور ملاحظہ فرما لیا جائے
دونوں جلدوں کو ایک ہی کتاب تصور کیا جائے۔ کیونکہ سلسلہ
آیات و مضامین ایک ہی عنوان کی منسلک کڑیاں ہیں۔ پہلے حصہ میں
تقریباً پانصد آیات بینات سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ احادیث نبوی
جزو دین ہیں۔ ۲۔ حجت دین ہیں۔ ۳۔ وحی ہیں۔ ۴۔ ابدی ہیں۔
۔ اور اسلام کے دوسرے ستون ہیں۔ اور اسلام نام ہی ہے
وعہ و ساتیر قرآن و قوانین احادیث شرعیہ صحیحہ کا۔
اس کتاب کے مضامین آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں بتایا گیا
کہ احادیث آنحضرت صلعم کو بھی قرآن پاک کی طرح ہر وقت
محفوظ کیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی زندگی سے لے کر آج
کے دن تک کسی بھی زمانہ کا ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گزرا جس
کہ احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ اور احادیث [illegible] کا سارے
کا سارا دفتر خود آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں ہی لکھا جا چکا

تھا۔ اور ہر ایک صحابی نے، خود آنحضرت صلعم کو احادیث نوٹ
سنا کر تصدیق بھی کرالی تھی۔ چنانچہ بعض مجموعوں کے نام خود آنحضرت
صلعم نے "صادقہ" مقرر فرمائے۔

اس کتاب کے دونوں حصوں کے لئے ہمارا دعویٰ ہے
کہ منکرین حدیث سے ان کا جواب بن نہ پڑے گا۔

الغزنوی
فضل منزل۔ حیدرآباد سندھ

منکرین حدیث کے جواب میں حسب ذیل کتب مولانا غزنوی کی ضرور پڑھیں۔

۱۔ صحیح قرآنی فیصلے۔
۲۔ پردہ اور مسلم خاتون۔
۳۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اسلامی حکومت تیس ۳۰ برس تک رہی۔
۴۔ جہاں کہن۔
۵۔ ایک اسلام اور ایک قرآن۔
۶۔ تعدد ازدواج۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

تدوین حدیث

۱- یہ تو ہم ثابت کر ہی آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت یکجا ایک کتاب کی صورت میں نہ تو جملہ قرآن ہی تشکیل پذیر ہوا تھا۔ اور نہ ہی جملہ احادیث نے یہ تشکیل پذیری اختیار کی تھی۔

۲- بیس ۲۳ برسوں کی مدت میں جیسا جیسا قرآن پاک نازل ہوتا گیا۔ ویسا ہی ساتھ ہی ساتھ احادیث، قرآن کی تشریح۔ تشریح تفصیل و تبئین کرتی رہیں۔ کاتبانِ قرآن۔ قرآن شریف مختلف اجزاء میں لکھتے رہے۔ اور کاتبانِ حدیث احادیث پاک۔ مختلف اجزاء میں لکھتے رہے۔

۳- ابتداء میں جب قرآن و حدیث کی یکجا کتاب کی وجہ سے خوفِ التباس ہوا۔ تو ہنگامی طور پر، احادیث کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ تا حکم ثانی، احادیث کو ازبر (یاد) کر لیا جائے۔ اور جب قرآن و حدیث کی کتاب کا علیحدہ علیحدہ انتظام مکمل ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے صاف ارشاد فرمایا کہ اب احادیث بھی لکھ لیا کرو۔ چنانچہ ہنگامی حالت کے دور ہوتے ہی کتابت حدیث شروع ہو گئی اور اس ہنگامی دفعہ کی ازبر احادیث کو بھی لکھ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔

Marfat.com

۴ - ہم یہ بھی بتا آئے ہیں کہ کاتبانِ قرآن تو صرف چند صحابہ تھے۔ جن کی تعداد نو سے اوپر نہیں تھی۔

۵ - مگر کاتبانِ حدیث تو ہزاروں، لاکھوں صحابہ تھے۔ ہزاروں تو وہ جو باقاعدہ مجموعے لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔ ان کی تعلیم و تدریس بھی کرتے تھے۔ ان ہی صحابہ کرام کو "راوی" کے نام سے کتب اسماء الرجال میں محفوظ کر لیا گیا۔ اور باقی جو ہر صحابی احادیث لکھ لیا کرتا تھا، مگر ان سے کم، اور یہ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ مگر چونکہ ان صحابہ کرام کا مشغلہ درس و تدریس نہ تھا۔ اس لئے ان کے اسماء گرامی اسماء الرجال میں نہ آسکے۔ اور چونکہ ان لاکھوں نفوس قدسیہ کے، جو جتنی بھی احادیث محفوظ تھیں، بعینہٖ وہی ان صحابہ کرام کے پاس بھی موجود تھیں، جنہوں نے اپنا مشغلہ احادیث کی تعلیم و تعلم اختیار کر لیا تھا۔ اسلئے ضرورت نہ تھی کہ لاکھوں ہی صحابہ کرام کے نام اسماء الرجال میں درج کر لئے جاتے۔ اور بتایا جاتا کہ ہر صحابی رسول صلعم کے پاس آپ کے نوشتے موجود تھے۔ لہٰذا اگر لاکھوں ہی صحابہ کا نام اس ذکر میں نہیں آتا تو اسکے معنی یہ ہرگز نہیں کہ انکے پاس کتابت حدیث کے نسخے موجود تھے ہی نہیں۔

۶ - جن صحابہ کرام نے اپنا مشغلہ احادیث کا درس و تدریس اختیار کر لیا تھا انہوں نے اس آیت پر عمل کیا کہ:

نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین (قرآن)

ترجمہ یہ ہے: "تم میں ہر قوم کے مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہونا لازمی ہے۔ جو دین میں "تفقہ" حاصل کرے۔"

یہاں "تفقہ فی الدین" کے الفاظ ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں۔

Marfat.com

کہ احادیث کی تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، کتابت و تحفظ فرض عین ہے۔ اور یہ امر بھی صاف اور واضح ہے کہ تفقہ فی الدین صرف قرآن میں ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث دونوں میں۔ کیونکہ فہم قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ کسی دوسرے فرد و بشر کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اول تو تفقہ فی الدین (دین کو سمجھنا) ایک تو قرآن سے تھا۔ اور دوسرا صاحب القرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اگر مراد باری تعالیٰ صرف قرآن ہی ہوتی تو آیت یوں ہوتی۔ لیتفقہوا فی القران۔

لہٰذا اس آیت کا تحریری تعلیم احادیث کو فرض ثابت کر رہا ہے حیرت اور ستم تو یہ ہے کہ آج چودھویں صدی کے منکر جن کو نہ لوعِ سیت سے مس ہے۔ اور نہ ہی لغت قرآن سے۔ وہ تو یہ دعویٰ کریں کہ قرآن کا فہم ان ہی منکروں کو ملا ہے۔ (این خیال است و محال است و جنون) اور تعلّی کریں کہ ہم قرآن کے اصولوں سے جزئیات متعین کرتے ہیں۔! خدا کی شان کہ بت بھی دعویٰ کریں خدائی کا۔!

اور ذات پاک مہبط قرآن۔ جس ذات پاک کے قلب پر قرآن نازل ہوا۔ جس ذات پاک کو قرآن کے ساتھ وحی "حکمت" ثبوت اختیار حلت و حرمت۔ اختیار تبیین۔ اختیار تعیین۔ اختیار توضیح۔ اختیار تحکم۔ اختیار تذکیہ۔ اختیار تشریع۔ اور اختیار ہدایت دیا گیا۔ وہ ذات ستودہ صفات جو بلندی عرش تک پہنچ ہے۔ ثابت تو مبین ہے فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ ہے۔ اور جس ذات اقدس کو فہم قرآن کلیتہً و تفاطیبتہً عطا ہوا ہے۔ اور جس ذات بابرکات کا [illegible] کلم [illegible]

Marfat.com

(استاد) خود خدائے قرآن ہے۔ جو ہمارا اک اللہ کے بلند تر
منصب پر فائز ہے۔ اس ذات پاک سے منکرین رسول نہیں
بلکہ منکرین قرآن و دشمنان اسلام؛ اس ذات بابرکات سے یہ
اختیار چھین لینا چاہتے ہیں اور ان کے ان تفویض کردہ خداوندی
اختیارات کو صرف بالمشافہ عرب کے لئے صرف آپ کی زندگی تک
محدود کر دیتے ہیں۔ سبحانک ھاذا بھتان عظیم۔

پھر وہ ذات اقدس جس کی مادری زبان عربی، اور زبان قرآن
کا ماہر تلمیذ رب القرآن۔ ان سے منہ موڑنا۔ اس سے بڑھ کر تو کوئی
کفر ہو سکتا ہی نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی نادانئ قرآن۔ نافہمی قرآن
اور محرومئ قرآن ہو سکتی ہی نہیں۔

۷۔ مختصر یہ کہ رحلت حضرت رسالت آب علیہ الف الف التحیۃ
والسلام کے وقت قرآن پاک بھی منتشر اجزا میں۔ مگر سارے کا
سارا لکھا موجود تھا۔ ایک کتاب کی صورت میں نہ تھا۔ بعینہ اسی
طرح احادیث نبوی بھی منتشر اجزا کی صورت میں، مگر ساری کی ساری
لکھی ہوئی موجود تھیں۔

(ت) لہٰذا منکروں کا یہ کہنا بدیہہ البطلان ہے کہ آنحضرت صلعم رحلت
کے وقت امت کو قرآن پاک لکھ کر جمع کر کے موجودہ صورت میں
دے گئے تھے۔ یہ ان کا مغالطۂ عظیمہ قطعاً غلط، جھوٹ، بہتان
اور افترا ہے۔ آنحضرت صلعم قرآن پاک اس موجودہ صورت
میں ہرگز ہرگز نہیں دے گئے۔ یہ قول باطل خود حقائق تاریخیہ کے
بھی قطعاً خلاف ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ سارے کا سارا قرآن پاک لکھا ہوا منتشر اجزا
کی صورت میں یقیناً موجود تھا۔ اور احادیث بھی اسی طرح موجود تھیں۔

اللہ تعالیٰ اور محمد صلعم کو امت محمدیہ پر بھروسہ
جمع قرآن و جمع احادیث کا کام اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے لیا

رب القرآن نے یہ کام یعنی تدوین قرآن کا اور تدوین حدیث کا۔ جمع کر کے کتابی صورت میں لانا اب محمد صلعم نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عائد کیا اور یہ خدمت ازل سے ہی اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ والذین معہ" کے نصیب میں لکھی تھی جس امت کی نشان میں قرآن خود کہتا ہے۔ ذالک مثلھم فی التورات و مثلھم فی الانجیل یہ کام اس طرح کیا کہ :-

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں بھی یہی صورت حال قائم رہی۔ یعنی قرآن پاک ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں تشکیل پذیر نہیں ہوا۔

بلکہ "جنگ یمامہ" میں جب تقریباً ستر صحابہ حافظ قرآن شہید ہو گئے تو سب سے پہلے الموافق بالوحی والقرآن (وہ جس کی رائے وحی و قرآن موافق ہوتی تھی) "لو کان بعدی نبی المکان عمر" (اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور وہ نفس قدسی، جس کے لئے آنحضرت صلعم خود دعا فرماتے رہے، کہ اے اللہ! عمر کو مسلمان کر کے اپنے اسلام کو تقویت پہنچا

جس کی رائے سے حجاب نازل ہوا۔ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں جس
رائے کو رب العرش نے پسند فرمایا۔ یعنی حضرت عمر الفاروق رضی
تعالیٰ عنہ، سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ القا
کہ قرآن پاک کو منتشر اجزا سے لے کر حفاظ صحابہ کی یادداشتوں کے س
ملا کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کر کے محفوظ کر لیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے خلیفۃ الرسول برحق۔ حضرت ابو
صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یوں ہی جنگ
میں حفاظ صحابہ شہید ہوتے رہے تو قرآن پاک ضائع نہ ہو جائے
چاہئے کہ سارے قرآن پاک کو کتابی صورت میں یکجا جمع کر کے محف
کر لیا جانا چاہئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں
ایسا کام کیونکر کروں، جو آنحضرت صلعم نے خود اپنی حین حیات میں
نہیں کیا۔

مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بار بار یہی مشورہ دیتے رہے۔
تا آں کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ سے کہنے لگے کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ
میرا سینہ بھی اس امر کے لئے کھول دیا ہے۔ جس کے لئے تمہارا سینہ
کھول دیا تھا۔ آپ دونوں کے مشورہ پر حضرت علی علیہ السلام
متفق ہو گئے اور قراء صحابہ کی ایک جماعت (کمیٹی) مقرر کر دی
گئی۔ انہوں نے باتفاق رائے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

Marfat.com

کام سپرد کرنے کا اظہار فرمایا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظ قرآن تھے، اور کاتب قرآن بھی تھے۔ مگر حضرت زید رضی نے بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایک ایسا کام کیونکر کروں جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زندگی میں نہیں کر گئے۔

ایک نکتہ:۔۔ دیکھئے یہ ہے اسلامی جمہوریت کہ خلیفۃ الرسول اور حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابہ قرآن پاک کو یکجا جمع کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ اور حضرت زید رض انکار فرماتے رہے ہیں۔ اور حکومت اسلامی اسے مجبور کرنے سے مجبور رہے۔ تا آنکہ ایک روز خود حضرت زید رض نے ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی جمع قرآن کے لئے کھول دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کھول دیا ہے۔

اب تدوین قرآن یا جمع قرآن کا کام شروع ہوا۔ اور حضرت زید رض نے دوسرے صحابہ کی معیت میں قرآن پاک کو یکجا کر دیا۔

جس کی معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کا کام آنحضرت صلعم کے ہاتھوں تکمیل تک پہونچایا اور آنحضرت صلعم نے

۲۔ یہ کام امت کے سپرد کر دیا۔ اور امت محمد صلعم نے اسے پورا کر دیا۔ للہ الحمد۔ ۳۔ ہر دور ہر زمانہ اور ہر ملک میں امت کے امین (علماء) اس کام کو یعنی دین کو تاقیامت سلامت و علیٰ حالیہ برقرار رکھیں گے ۴۔ اس لئے امت کی اس امانت دین پر اللہ تعالیٰ نے اس طرح مہر تصدیق ثبت کر دی۔ کہ

۵:۔ کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف

وتنھون عن المنکر (قرآن)

اے امتِ محمد! میں نے تم کو خیر الامم بنا کر نوعِ انسان پر منکر
علی الاطلاق (للناس) بنا کر اٹھایا ہے۔ (اُخرجت للناس)۔ اور
اے امت محمد! تم کو "امر" اور "نہی" کا اختیار دیکر بھیجا ہے۔
دیکھئے۔ اس آیت شریفہ میں امت محمد صلعم کو بھی "امر بالمعروف" کا
حاکم اور نہی عن المنکر کا "صاحب" بنا کر بھیجا ہے۔
منشاء ایزد متعال یہ ہے کہ قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی
توضیح۔ تفسیر۔ تشریح۔ جنہیں۔ تشریح تعین اور تفرلیقات کے لئے آنحضرت
صلعم کو مقرر فرمادیا۔ چونکہ نزول قرآن کے زمانہ تک ضروریات انسانی
کا ایک خاص ماحول تھا۔ جس کی تکمیل تو آنحضرت صلعم نے فرمادی۔ اور
آیت تکمیل دین نازل ہو کر اس باب کو ختم کر دیا گیا۔ کہ اب نہ تو کسی نئے
نبی کی ضرورت ہے۔ نہ کسی نئے دین کی حاجت اور نہ ہی کسی نئی دعوت کا
امکان۔

مگر چونکہ آنحضرت صلعم کے مابعد القرون قیامت تک آنے والے
ازمنہ (زمانوں) ملکوں، قوموں کی ترقیات کے دروازے کھلے ہیں۔ ہر
زمان۔ ہر دور، ہر قوم اور ہر ملک کے نئے نئے تقاضے ہوں گے۔
ضروریات انسانیہ نئی نئی شکلوں میں ظہور پذیر ہوتی رہیں گی۔ اور ان کا
بیان مفصل، قرآن و حدیث میں بالتصریح نہ مل سکے گا۔

لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورۃ الصدر آیت کی بنا پر
جو اختیار و امانت اس امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام
کو خود اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہے۔ آنحضرت صلعم نے بھی یہ کام

اجرار دین ،، کا اپنی امت کے سپرد کر دیا کہ امت محمد صلعم اپنے اپنے زمانوں کے تقاضوں کے حسب حال قرآن و حدیث کے اصولوں سے قواعد منضبط کر کے استخراج و استنباط کے ذریعہ دین اسلام کا نظام قائم رکھیں۔ اور اس عظیم الشان کام کے لئے امت کو فہم قرآن بواسطۂ نبی صلعم یعنی بذریعہ احادیث نبی صلعم امت کو فہم قرآن عطا کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حامل بھی بنا دیا گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ بلکہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلات والسلام کو اور بھی نوازا گیا "تاکہ دین اسلام کو تا قیامت برقرار رکھ سکیں۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ

۶ و کذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس (قرآن)

ترجمہ:۔ اس طرح ہم نے تم کو امتً وسطاً بنایا۔ "تاکہ تم لوگوں پر نگہبان رہو،، اس آیت شریفہ میں بھی امت محمد صلعم کو امت وسط،، فرما کر انسان ذات کی نگہبانی کا کام سپرد کیا۔ پھر فرمایا۔

۷۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (قرآن) تحقیق اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

۸۔ الصدیقین والشہداء والصالحین (قرآن)

پھر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلات والسلام میں سے صدیق شہدا اور صالح بندے اٹھانے کا وعدہ فرمایا۔

۹ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً ذالک مثلھم فی التورات و مثلھم فی الانجیل۔ (محمد)

Marfat.com

ترجمہ :- محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ اس
ساتھ ہیں (صحابہ کرام) کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپس میں
شکر ہیں تو دیکھتا ہے کہ وہ رکوع و سجود کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ
فضل اور اس کی رضا جوئی کے ہر وقت طالب رہتے ہیں۔ یہ ا
(اصحاب نبی صلعم) کی صفات تورات و انجیل میں لکھی ہیں۔
اس آیت شریفہ میں امت محمد صلعم کی منجملہ اور صفات کے ا
صفت اپنے رب کی رضا جوئی کو بھی بیان فرمائی۔ قسم ہے ا
ذات پاک کی جس نے محمد صلعم کو آخری نبی اور دین کا شارع بنا کر
اللہ کی رضا جوئی اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ اس کے دین کی حفا
کی جائے۔ یہی آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ اللہ کے دین کی سنبھال
کام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد امت مرحومہ پر ہی عائد
کیا ہے۔ اور دین نام ہے قرآن و حدیث کا۔ پھر قسم ہے اس
وحدہٗ لا شریک لہٗ کی جس کے قبضہ میں فضل احمد کی جان ہے۔ قرآ
کی حفاظت بھی حسب منشاء رب مجید امت محمد صلعم نے ہی کی
اور احادیث نبوی کی حفاظت بھی حسب منشاء رب مجید امت
محمد صلعم نے ہی کی۔ تفصیل آ رہی ہے۔ اس آیت شریفہ میں ان
بدبختان ازلی ناصبیون کا رد بھی آ گیا جو اصحاب نبی پر لعن طعن
کرتے ہیں۔

۱۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔
ترجمہ :- اور متشابہات قرآنیہ کی حقیقت ایک تو اللہ تعالیٰ جانتا
ہے۔ اور دوسرے الراسخون فی العلم (علماء حق) جانتے ہیں۔

ہاں! ایرے وغیرے نتھو خیرے، مطالب قرآنیہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جس شخص کو عربی ٹھیک نہ آتی ہو۔ جیسا کہ پرویز۔ یہ شخص عربی سے قطعاً نابلد ہے۔ ادھر ادھر کے تراجم دیکھ کر جہلاء کو مرعوب کر رہا ہے۔ مگر راسخ فی العلم ہونا تو بہت بڑا بلند مرتبہ ہے۔ علم قرآن بڑی بات ہے۔ یہ پرویز تو علم عربیت سے بھی یکسر محروم ہے۔ بے ادب محروم باشد از فضل رب۔ حقا کہ راسخ فی العلم کوئی ہو سکتا ہی نہیں، جب تک کہ قرآن کے لانے والے محمد صلعم کے کلام سے فیضیاب ہو۔ علم رسول خدا کے سوا بوالہوسوں کی بوالعجبیاں ہی ہیں۔

۱۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (الزمر)
ترجمہ:۔ کیا علماء اور جہلاء ایک جیسے ہو سکتے ہیں
ہرگز نہیں۔ علماء کی شان یہ ہے کہ:۔

۲۔ یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (مجادلہ) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے درجات بھی بلند کرتا ہے۔ اور علماء کا مرتبہ تو بہت ہی بلند ہے۔

۳۔ اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء)
ترجمہ۔ جب تم (اے امت محمد صلعم) لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ کرو:۔

دیکھئے یہاں پوری امت محمد صلعم کو صاحب حکم کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت اتنا بلکہ بہت بڑا نوازا گیا ہے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو۔

۴۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران)

Marfat.com

ترجمہ:۔ اے امت محمد صلعم۔ تم ہی سب سے اعلیٰ ہو۔
(Super human) بشرطیکہ قرآن وحدیث پر ایمان
صادق ہو تو۔

چنانچہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کو قرآن پاک میں جا بجا ارشادات
خداوندی آئے ہیں۔ آمنوا باللہ و رسولہ اللہ پر ایمان معنی قرآن پر ایمان
اور رسول پر ایمان معنی حدیث رسول پر ایمان۔

حفاکہ آج مسلمانوں نے قرآن وحدیث پر عمل چھوڑ دیا ہے۔ اور امت
وسط کے بلند ترین مرتبہ سے گرا دیئے گئے ہیں۔ اور "ارذلون" ہو گئے
ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ "لوگ جاہلوں کو سردار رہنما لیڈر بنا لینگے
علماء حق متروک کر دیئے جائیں گے۔ اور وہ جاہل، جہالت کے مسائل میں
الجھ کر خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

لاشک کہ آج منکرین حدیث ہی کچھ کھیل کھیل رہے ہیں۔ اور ہم بتا آئے
ہیں، کہ منکرین حدیث۔ حدیث کے علم سے تو ویسے ہی منکر ہو کر محروم
ہو گئے۔ اور قرآن سے نواز حد جاہل اجہل ہیں۔ اسی پرویز کو دیکھ لو۔

ایک چیلنج:۔ ہم بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ پرویز علوم عربیہ سے
قطعاً ناآشنا ہے۔ اگر نہیں تو آئیے۔ بس ایک ثبوت پیش کرنا ہوں
اور ایسا ثبوت کہ اس کے بعد کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہیگی
وہ یہ کہ:۔

۱۔ پانچ علوم عربیہ کے ماہروں کو ثالث بنا کر ان کے سامنے مجھے
(فضل احمد کو) اور مسٹر غلام احمد پرویز کو ایک کمرہ میں بند کر دو۔ اور ہم
دونوں کو صرف کاغذ اور قلم دوات دیدو۔ اور یہی حدیث کے سوال پر ہم

Marfat.com

دونوں عربی میں تحریری مباحثہ کرتے ہیں۔ کہ آیا حدیث حجت دین ہے یا نہیں۔ وہ بھی عربی میں لکھے۔ کوئی کتاب پاس نہ ہو۔ میں بھی عربی میں سوال وجواب لکھوں۔ وہ بھی عربی میں سوال وجواب دے۔ اور یہ تحریری تحقیق تقریباً چار گھنٹہ جاری رہے۔ اگر جناب پرویز دس جملے عربی کے بھی صحیح لکھ گیا تو ہم اپنے دعاؤں سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اور اگر نہ لکھ سکا تو وہ اپنے اباطیل سے تائب ہو جائے۔ بفرض محال اگر کوئی ایک جملہ عربی کا پرویز صحیح لکھ بھی گیا تو ہم ثابت کر دکھائیں گے۔ کہ یہ جملہ فلاں کتاب وفلاں مصنف کا چرایا ہوا نقل کیا گیا ہے۔ پرویز کا اپنا ہرگز یہ گز ہو نہیں سکتا۔ یا

۲۔ وہ پانچ علماء عربیت چار فل سکیپ کے صفحات اردو میں لکھ کر دیں جن میں احادیث کے متعلق ہی مواد ہو۔ ان کا ترجمہ جناب پرویز بھی عربی میں کریں۔ اور میں بھی کروں۔ پھر دنیا دیکھ لے گی کہ یہ منکرین حدیث کا پاکستانی گروہ عربیت کے کتنے پانی میں ہے۔ اس صورت میں بھی یہ شرط لازمی رہے گی۔ کہ ترجمہ میں کوئی عربی کا جملہ ایسا نہ ہو جو کسی کتاب یا مصنف کا پہلے ہی موجود ہو۔

یا

۳۔ عربی کے چار صفحات کی عبارت میں دیتا ہوں۔ اور جناب پرویز صاحب اس کا ترجمہ کر دیں۔ اور اسی طرح وہ دیں۔ میں ترجمہ کر دوں۔ مگر اس میں شرط یہ ہوگی۔ کہ میں بھی اکیلا بیٹھ کر صرف قلم دوات لے کر وہاں ہی عربی لکھ کر پیش کروں۔ اور جناب پرویز بھی اسی جگہ اپنی عربی لکھ کر پیش کر دیں۔ یا

۴۔ میں قرآن پاک کی ایک سو آیات پیش کرتا ہوں۔ اس کا ترجمہ عربی میں ہی کردے۔ کیونکہ آپ نے ماشاء اللہ تفسیر بھی گھڑ ماری ہے اور اسی طرح وہ بھی ایک سو آیات قرآنیہ پیش کرے۔ میں اس کا عربی میں ہی ترجمہ کردیتا ہوں

یا

۵۔ میں عربی کے صرف دس اشعار ہی جگہ پیش کرتا ہوں۔ ان کا اردو میں ترجمہ کردے۔ اور وہ دس اشعار مجھے دے۔ میں ترجمہ کرتا ہوں۔ میرا دعویٰ ہے۔ کہ قیامت تک اس سے یہ نہ ہو سکے گا۔ اور نہ ہی میرا چیلنج قبول ہی کریگا۔

یا

۶۔ بہت آسان طریقہ:۔ میں کسی بھی ایک عربی کتاب کے جس پر اعراب نہ دئیے ہوں، دو صفحے پیش کرتا ہوں۔ کہ ان پر صرف اعراب (زیر زبر) دیدے ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ پرویز قیامت تک نہ کر سکے گا۔ حالانکہ یہ کام ایک تیسرے درجہ عربی کا طالب علم بھی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد دنیا پر روشن ہو جائیگا کہ منکرین حدیث کتنے پانی میں ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کے مطالب کو پا لینے والا اور منشاء ایزدی کا شعور رکھنے والا کبھی بھی قرآنِ ناطق (احادیث رسول) کا منکر ہو سکتا ہی نہیں۔ حدیث کا انکار اس بات کا مستلزم ہے کہ یہ کوئی جاہل اجہل قسم کا زندیق قرآن کے نام پر قرآن میں تحریف کر رہا ہے۔

آمدم برسر مطلب:

۱۵۔ اذ تحسونھم باذنہ۔ (آل عمران)

اے مسلمانو! جب تم کفار کی جڑ ہی سے حکم سے کاٹ رہے تھے،، دیکھئے یہاں

امت محمدیہ صلعم کے فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے سرفراز فرمایا ہے۔ حتٰی کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والسلام کا قرآن وحدیث جمع کرنا بھی باذن اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ کفار کا ہمیشہ لڑنا باذن اللہ ہے۔

۱۶۔ لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء (آل عمران)

ترجمہ:۔ جو اللہ کی راہ میں جانیں کھپا دیتے ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں۔

دیکھئے اس آیت شریفہ میں امت محمد صلعم کے ان پاکبازوں کی موت کو بھی حیات کہا گیا ہے۔ جو راہ خدا میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔

گو اس آیت شریفہ کا موقع تو خاص تھا۔ مگر حکم عام ہے اور روز نیا مت یہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اسلام کی حفاظت کا سب سے اولین فرض ہے۔ اور اسلام کی حفاظت تب ہی ہو سکتی ہے جبکہ اسلام کی عمارت قائم ہو۔ اور لاریب اسلام کی عمارت قرآن وحدیث ہی ہے۔

۱۷۔ فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل (آل عمران)

''بس وہ (مومن) اللہ کی نعمت وفضل حاصل کر کے لوٹے۔''

یہ آیت شریفہ بھی امت محمد صلعم کی [illegible] کا اعلان کر رہی ہے کہ امت محمدیہ [illegible] بھی اللہ [illegible] کے رسول کے کام [illegible] اللہ کا [illegible]

Marfat.com

ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کا کام اس سے بڑھ کر ا
کیا ہوگا، کہ اس کے دین کی عمارت کو محفوظ کر لیا جائے۔ یعنی قرآن
حدیث کی حفاظت کر لی جائے۔

۱۸۔ فقاتلوا اولیاء الشیطان (آل عمران)
شیطان کے دوستوں سے مقاتلہ کرو۔ اے مسلمانو!
دیکھئے یہ فرض بھی امت مرحومہ پر عائد کر دیا گیا۔ کہ قیامت
تک لشکر ابلیس کا مقابلہ کرتے رہو۔ حتاکہ منکرین حدیث کا مقابلہ
بھی قرآنی فرض ہے۔ اس سے بڑھ کر شیطان کا دوست کون ہو
جو حدیث رسول کا ہی انکار کر دے۔

۱۹۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم
ترجمہ:۔ تحقیق جو مومن آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ وہ
حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ کا ہاتھ ان مومنوں
کے ہاتھوں پر تھا۔
سبحان اللہ! سبحان اللہ!! امت محمد صلعم کو کتنا نوازا گیا ہے۔ کہ
امت مرحومہ جو اللہ کا کام کرتی ہے۔ اس کام کو اللہ اپنا کام بتا رہا
ہے۔ حتاکہ حفاظت حدیث جو امت مرحومہ کے علما و محدثین صحابہ و
تابعین علیہم الرضوان اللہ تعالیٰ نے کی، وہ یقیناً اللہ ہی کا کام اللہ ہی کا
منشاء اور اللہ ہی کا تقاضا تھا۔ جو اللہ نے محدثین امت کے ہاتھوں
تکمیل تک پہونچایا۔
دیکھئے قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں آیا کہ فلاں فلاں
ایک باریک نکتہ:۔ موقعہ پر بیعت لو۔ بلکہ صلح حدیبیہ کے وقت جب

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قید ہو جانے کی خبر اڑی تو آنحضرت صلعم نے اپنی رائے سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدلہ لیا جائیگا۔ اور حضرت عثمان رضہ چونکہ خود حاضر نہ تھے۔ اسلئے آخر میں آنحضرت صلعم نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھکر کہا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام میں بھیجا گیا ہے اسلئے میں عثمان کی طرف سے خود بیعت لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اور اس بیعت کے کرنے والوں کو اپنی طرف منسوب کیا۔ اور یہاں تک فرمادیا کہ۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ

ترجمہ: "بتحقیق ان (چودہ ہزار) مومنین (صحابہ) سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی"۔

ان آیات بینات سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا رسول اور رسول کی امت جو بھی اسلام کا کام، اسلام کی حفاظت کے لئے کرے۔ وہ اللہ ہی کا کام ہوتا ہے۔ اور اللہ ہی کا منشا ہوتا ہے۔

دوسری طرف اس آیت شریفہ سے اُن اشقیاء و منافقین تقیہ بازوں کی جڑ بھی کٹ رہی ہے۔ جو بجو سان ایران جھوٹ و افتراء باندھتے ہیں کہ آنحضرت پر صرف نو دو گیارہ آدمی ہی ایمان لائے تھے اور باقی سب کے سب (معاذ اللہ! معاذ اللہ!) نقل کفر کفر نباشد۔ منافق تھے۔ اس بیعت میں جن صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھ میں دیئے۔ ان کی تعداد چودہ ہزار

Marfat.com

تھی جن میں خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ اور حضرت عثمان۔ (چونکہ ان کی سبیعت خود حضور پاک نے کی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے۔ تو قرآن پاک سے ہی یہ امر ثابت ہے کہ صحابہ رسول۔ سب کے سب پکے سچے مومن اور آنحضرت صلعم کے جانباز وجان نثار صحابہ کرام تھے۔

۲۰۔ وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (الانفال)

ترجمہ۔ اے امت محمد صلعم! ان کفار سے اس وقت تک مقاتلہ جاری رکھو۔ جبتک کہ دین (قوانین قرآن و سنت) سارے کا سارا صرف اللہ کا قائم ہوجائے۔

دیکھئے۔ اس آیت شریفہ میں قیامت تک امت مرحومہ پر کفار سے جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا امت محمدیہ بھی صرف اسلام کی خاطر کافروں، منافقین، فاسقوں، زندیقوں، مجوسیوں، یہودیو قرامطیوں، منکرین حدیث اور ملحدوں سے زور زر قلم اور زبان سے جہاد کرتی رہے گی۔ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوگا۔

۲۱۔ ان اللہ مولاکم نعم المولیٰ ونعم النصیر (انفال)

"اے امت مرحومہ بحقیق اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے۔ اور اللہ ہی بہت اچھا مولیٰ اور بہت اچھا مددگار ہے"۔

دیکھئے یہاں قیامت تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ اپنی تائید نصرت مدد اور مولیٰ ہونے کا وعدہ فرما دیا ہے۔ اور امت مسلمہ کے تمام نیک کاموں پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور نیک کام کیا ہو سکتا ہے کہ

امت اپنے سردار دو جہاں مطاع ابدی، متبوع سرمدی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو محفوظ کرلے۔ حتٰی کہ یہ کام حفاظت وکتابت حدیث بھی خود شہنشاہ ایزد تعالیٰ ہی ہے۔ جو علام الغیوب نے امت مسلمہ کے ہاتھ پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

۲۲۔ حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین (انفال)

ترجمہ: اے محمد صلعم! تجھے اللہ کافی ہے۔ اور وہ مومن بھی جنہوں نے تیری تابعداری کی۔

دیکھئے یہ آیت شریفہ آنحضرت صلعم کی امت کے مومنین کو آنحضرت صلعم کی کفالت سپرد کرنے کا فرض عائد کر رہی ہے۔ یعنی دنیا مدت تک امت مسلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کفایت (حفاظت) کرے گی۔ اور آنحضرت صلعم کے لئے امت کی کفالت کافی ہے۔ اور یہ وکفایت کا فریضہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود امت محمد صلعم کے حوالہ کیا ہے۔ حتٰی کہ آج کے دن نومبر ۱۹۵۴ء تک امت محمد صلعم نے آنحضرت صلعم کی کفالت وکفایت کا کام سرانجام دیا۔ اور آپ کے دین کو سنبھالا ہے۔ اور دین نام ہی ہے قرآن وحدیث کا اور تا قیامت یہ کفالت وکفایت امت مرحومہ سنبھالے رہے گی۔ بعز عزیز او بذل ذلیل علی رغم انف عدو رسول۔ اے منکری حدیث فللہ الحمد

۲۳۔ ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ (قرآن) اے امت محمد! تم پر اللہ اور اس کے فرشتے صلاۃ پڑھتے ہیں۔ دیکھا آپ نے مقام امت محمد علیہ الصلاۃ والسلام۔

اب ہم ایک اور عظیم الشان آیت شریفہ دے کر تدوین حدیث کی

حقیقت صحیحہ بتلاتے ہیں۔ ہم نے یہاں صرف تبس کے قریب آیات واضح
درج ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن پاک ہی حقیقت محمدیہ پر دال ہے۔
خلفہ القرآن، مگر ہم ان ہی آیات بینات پر فی الحال اکتفا کرتے ہیں
۲۴ - ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لہ
الجنۃ (التوبہ) ترجمہ:- تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے۔ ان کی
جانیں اور مال خرید لئے ہیں۔ اور ان کے بدلہ میں ان کو جنت دیدی ہے
یہ آیت شریفہ صاف بتلا رہی ہے کہ مومنین امت محمدیہ علی صاحبہا
الصلاۃ والسلام کی زندگیاں، اللہ کے اسلام کے لئے وقف ہوتی ہیں
رہی ہیں۔ اب بھی ہیں۔ اور تا قیام دنیا مت وقف رہیں گی۔ انشاء اللہ
تللہ الحمد! ایک سچے امتی کا ایمان یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے رسول
کی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کرتے ہوئے جان دیدے تو وہ دن اس امتی کے
لئے سب سے زیادہ خوشی نصیب دن ہوتا ہے۔

ان ایات بینات کو پہلے بیان کردینے سے ہمارا مقصد یہ ہے، کہ امت
محمد صلعم نے حفاظت قرآن وحدیث کے لئے جو کچھ بھی کیا وہ سب کا سب
منشاء خداوندی تھا۔ اور اس مشیت باری تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی
امت کے سپرد کردیا ہے لہٰذا اس بارہ میں امت مرحومہ کبھی بھی غلطی
نہیں کرسکتی۔ بالخصوص جبکہ کفالت اسلام، کفایت دین اور حفاظت
قرآن وحدیث کا بلند ترین منصب اللہ تعالیٰ نے خود ہی امت محمد صلعم
کے سپرد کردیا ہے۔

" تدوین حدیث کی حقیقت سے پہلے ایک دفعہ پھر تدوین قرآن
کے مضمون کو تازہ دلنشیں کرلو کہ:-

جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے حفاظ صحابہ کا جام شہادت نوش کر جانا، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خلش پیدا کر دیتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس طرح جنگوں میں قرآن پاک کے حافظ صحابہ کرام شہید ہوتے چلے جائیں، اور کہیں قرآن پاک کی حفاظت میں دقت پیش نہ آئے۔ لاریب کہ قرآن پاک مختلف اجزاء میں لکھا ہوا موجود تھا۔ مگر مزید اطمینان قلب و تکمیل حفاظت کے لئے ضروری تھا کہ ان اجزاء کی حفاظ صحابہ کے حافظہ سے بھی تصدیق کر لی جائے۔ اس طرح جب مکتوب والوں کی لوح صحابہ پر منقوش قرآن کی حفاظت کر لی گئی تو قرآن پاک کو جمع کر کے صرف ایک نسخہ میں محفوظ کر لیا۔ اس وقت صرف ایک ہی نسخہ موجود کر لیا گیا تھا۔ اسے محفوظ کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باحفاظت رکھ دیا گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے بعد یہی مصحف شریف کا واحد نسخہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا

یاد رہے کہ صحابہ کے عہد میں اس مکتوب واحد کو "مصحف" کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اس مقدس "مصحف" شریف کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ آنحضرت صلعم کی پاک زوجہ ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس بیٹی ہیں۔

تا آنکہ حضرت عثمان ذوالنورین۔ حضرت عثمان رضہ کو ذوالنورین، "دو نوروں والا" اسلئے کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پاک بیٹیاں یکے بعد دیگرے

شادی میں آئیں۔ ایک مقدس بنت رسول صلعم حضرت رقیہ اور دو
حضرت ام کلثوم۔ ایک کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنی دو
بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیدی۔ اسلئے آپ
ذوالنورین، دو نوروں والا لقب عطا ہوا۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نش
کرلی جائے کہ آنحضرت صلعم کے چار یاروں یا خلفاء اربعہ میں سے حضرت
ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، آنحضرت صلعم کے دونوں خسر ہیں
یعنی حضرت ابوبکر صدیق کی مقدس بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ آنحض
کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک بیٹی ام المومنی
حضرت حفصہ رسول کریم صلعم سے بیاہی ہوئی تھیں۔ اس طرح تیسرے
خلیفہ الرسول حضرت عثمان ذو النورین آنحضرت صلعم کے داماد تھے۔
جن عقد میں یکے بعد دیگرے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی د
بیٹیاں آئیں۔ اور چوتھے خلیفہ الرسول حضرت علی علیہ السلام بھی آنحضرت
صلعم کے داماد تھے۔ کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ آپ کے عقد میں تھیں۔

الغرض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے چند برسوں تک بھی دنیائے
اسلام میں قرآن پاک کا صرف ایک ہی نسخہ تھا۔ جو ام المومنین حضرت حفص
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے
میں سرزمین حجاز سے اسلام دنیا کے دور دراز ملکوں تک پھیل گیا۔ جیسا ک
سارے کا سارا خطۂ پاک عرب، عراق، شام، مصر، یمن۔ بحرین۔ شرق
اردن۔ فلسطین۔ ایران آذربائیجان تک حالک روم، آرمینیہ تک خراس
نیشاپور، خوارسنداں پرسوک۔ الغرض ایران کی ہفت صد ہزار سالہ حکومت
کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور ہشت صد ہزار سالہ حکومت روم الکبریٰ کی

دھجیاں، حضرت عمر فاروق اعظم نے اڑا دیں۔ اور قیصر و کسریٰ کی تاج و تخت غازیانِ اسلام کے گھوڑوں کے ٹاپوں تلے روند دیئے گئے۔ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجیں مجوسیانِ ایران کے ممالک کا تیا پانچہ کرتی ہوئیں ایران کے دارالخلافہ مدائن کو روندتے ہوئے کسریٰ ایران کا تعاقب کر رہی تھیں، تو کسریٰ ایران چلّا اٹھا کہ:۔

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیان را کنند آرزو
تف بر تو اے فلک گردوں تف،

ترجمہ:۔ ان عربوں کے حوصلے اسقدر بلند ہو گئے ہیں، کہ اونٹوں کا دودھ پینے والے، گوہ کا گوشت کھانے والے عرب اب کسریٰ ایران کے تخت و تاج کو پاؤں تلے روند رہے ہیں!! اے فلک تجھ پر تف ہو، کہ مجوسی ایرانیوں کی مدد نہیں کر رہا۔

علامہ اقبال، شاعر اسلام اسی عہد فاروقی کے لئے کہہ گئے ہیں

لرزتے تھے جن کی ہیبت سے شاہانِ جہاں
کون؟ یہی ہے تربیت اونٹوں کو چرانے والے

تجھے پالا ہے اس قوم نے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا، جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشنگوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئی کہ۔

هلک الکسریٰ فلا کسریٰ بعدہ۔

هلک القیصر فلا قیصر بعدہ (الحدیث)

میں تو قیصر و کسریٰ کی گردنیں توڑنے آیا ہوں، اب نہ تو کسریٰ رہے گا اور نہ ہی قیصر باقی رہے گا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ چودہ سو برس گذرنے کے بعد بھی قیصر و کسریٰ کی ملوکیت قائم نہ ہو سکی۔ اس پہلی جنگ عالم میں جب مسولینی حکومت قیصر کو دوبارہ زندہ کرنے کی ڈینگیں ہانک رہا تھا تو میں نے اس وقت ہی کہہ دیا تھا کہ ناممکن ہے، کیونکہ میرے سرکار ابدی متاع سرمدی، تاجدار مدینہ کی پیشگوئی ہے کہ اب قیصریت دنیا میں قائم نہ ہوگی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مسولینی خود مٹ گیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین کے عہد خلافت میں اور بھی بہت دور دراز کے ممالک پرچم اسلام کے زیر نگیں آگئے جیسا کہ۔

ایران کے بچے کھچے ممالک کسریٰ ایران یزدگرد کا کلی استیصال ادھر سارا خراساں، سیستان، افغانستان اور خوارزم سے لے کر سندھ تک ادھر آرمینیا کے سب اضلاع حتیٰ کہ طفلس تک، یورپ میں بڑھ کر حضرت عثمان ذوالنورین کی عہد مبارک میں اسلامی افواج نے قبرص پر قبضہ کر لیا۔ اور رومیوں کے پانچ سو جہازوں کے زبردست بیڑے کا قلع قمع کر دیا۔ مصر سے بڑھ کر اسکندریہ اور افریقہ کے ممالک، طرابلس، طیونس، مراکش الجزائر۔ دوسری طرف ترکستان کے ممالک ماوراء النہر تک حضرت عثمان نے اسلام کے جھنڈے لہرا دیئے۔

یہ امر بھی یاد رہے کہ یہ سارے کے سارے ممالک اسلامی ۱۹۱۶ تک

Marfat.com

مسلمانوں کے قبضہ میں رہے، اور ان سب پر صرف قوانین اسلام
قرآن و حدیث کا ہی نفاذ تھا۔ یعنی اسلام کے روز اول سے لیکر ۱۹۱۶
تک دنیا کے تمام ممالک اسلامیہ میں "اسلامی حکومت" قائم تھی، یعنی
ان سب حکومتوں میں، قرآن و حدیث کے قوانین کا نفاذ تھا۔

الغرض جب اسلام عرب سے نکل کر اس وقت کی دنیا کے سب
مہذب ممالک پر قابض ہو گیا، اور ان ملکوں کی ساری کی ساری قومیں
مسلمان ہو گئیں (جس میں مجوسان ایران بھی زندلقیت لئے ہوئے
آ گئے تھے) تو ظاہر ہے کہ ان ممالک میں قرآن پاک کے نسخے بھیجا جانے
نہایت ضروری تھے۔ اس وقت صورت حال یہ بھی تھی، کہ بعض صحابہ
و نو مسلموں کے پاس علیحدہ علیحدہ انفرادی، اجزاء قرآن بھی موجود تھے، جن میں
قرآن، یعنی ملغوبات میں ہم آہنگی نہ تھی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے، حضرت ام المومنین، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے "مصحف
ابی بکر" منگوا بھیجا کہ اس کی نقلیں (کاپیاں) کر کے آپ کو اصلی "مصحف"
واپس کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اس نسخۂ ابی بکر سے ہزاروں، لاکھوں کاپیاں
کر کے، تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج کر صرف اس ایک قرآن کا نفاذ کر
دیا، اور باقی کے سارے کے سارے اجزاء قرآن سب جگہوں سے اٹھوا
لے کر تلف کر دیئے گئے، اور اس طرح امت مسلمہ قیامت تک ایک
قرآن پاک پر متفق ہو گئی، فللہ الحمد

اب ناظرین کرام نے دیکھ لیا کہ "جمع قرآن" کا خدائی کام بھی امت
محمد صلعم کے ہی ہاتھ سر انجام ہوا۔ بعینہ اسی طرح احادیث کے جمع کا کام
بھی امت مسلمہ کے ہی ہاتھوں سے اللہ پاک نے لیا۔ اس طرح کہ:

Marfat.com

۱۔ احادیث نبوی بھی ساری کی ساری لکھی تو آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی گئیں تھیں۔

۲۔ اور ہزاروں لاکھوں صحابہ کرام نے اپنے پاس لکھ کر اور حافظے میں محفوظ کر لیں تھیں۔ اور احادیث کا درس و تدریس کا سلسلہ نہایت وسیع تھا۔ ایک ایک محدث صحابی کی تو مجلس درس میں، پچاس پچاس ہزار طالبانِ حدیث جمع ہوتے تھے اور سب نے لکھ لیا کرتے تھے۔ احادیث نبوی کو۔

۳۔ اور خلفاء اربعہ کے دور تک اسی طرح احادیث بھی، مثل قرآن، مختلف اجزاء میں لکھی ہوئی محفوظ موجود تھیں۔ اور ان احادیث لاکھوں کی بجائے کروڑوں ہاتھوں میں مکتوب و محفوظ آ چکی تھیں۔

۴۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد، جب خانہ جنگی کی وجہ سے، جنگ اقتدار لڑی جا رہی تھی، تو سیاسی گروہوں نے اپنے اپنے مقتداء کے حق میں حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں۔ یاد رہے کہ یہ ۴۰ھ ہجری کے بعد ہوا۔

۵۔ اس وقت امت مرحومہ کے علماء کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں، ایسا نہ ہو کہ احادیث نبوی ضائع ہو جائیں۔ جیسا کہ "جنگ یمامہ" کے بعد امت مسلمہ کے ہی علماء کو جمع قرآن کا خیال آیا۔ اب "جمع حدیث" کا کام بھی اللہ نے امت محمد صلعم سے ہی لیا۔ یعنی ۴۰ھ اور ۲۰۰ھ کے درمیان احادیث کا سارے کا سارا ذخیرہ کتابی صورت میں لا کر جملہ احادیث نبوی صلعم کو جمع کر لیا گیا۔

خلاصہ امر:- یہ بات دلنشین کر لی جائے کہ جبکہ احادیث ساری کی ساری

Marfat.com

منتشر اجزاء کی صورت میں روز اول سے ہی امت مرحومہ کے پاس موجود تھیں تو پھر ان مختلف اجزاء کو کسی بھی زمانہ میں، کتنی بھی مدت کے بعد جمع کر لیا جائے۔ یقیناً ان کی صحت پر زمانہ کا اثر ہرگز ہرگز نہیں پڑتا۔

منکرین حدیث، جو تلبیس ابلیس سے کام لے کر سب سے بڑا دھوکہ دیتے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ زندیق، کمال عیاری و بددیانتی سے لکھتے ہیں کہ "احادیث بہت بعد میں لکھی گئیں"، یہ ان کا "بہت بعد میں احادیث لکھی گئیں"، والا جملہ سراسر غلط، افتراء، دھوکہ، فریب، دجل، فریب، بہتان اور سب سے بڑا مغالطہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احادیث رسول صلعم تمام کی تمام لکھی ہوئی تو آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھیں، البتہ جمع بعد میں کی گئیں، جبکہ ضرورت پیش آئی۔ اور جب یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے تو پھر چند منتشر نوشتوں کو جو محفوظ موجود ہوں ہزار سال کے بعد بھی باحفاظت جمع کر لیا جائے، تو اصل اور نقل میں ہرگز ہرگز کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور ناظرین کرام خود قرآن پاک کی صورت حال میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ وہ بھی مختلف اجزاء سے بعد میں ہی جمع کر لیا گیا۔ البتہ جمع قرآن، اور جمع حدیث، میں بعد زمانی ضرور ہے۔ اور یہ بعد حتماً صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

ایک مثال:۔ ہم آج چودھویں صدی میں بھی قرآن پاک کی نقلیں کر کے چھپوا رہے ہیں۔ تو سمجھتے ہو کہ ان نقول میں اور اصل میں ہے کچھ فرق؟ اصلاً نہیں۔ چنانچہ قرآن اور حدیث کے "جمع" کئے جانے میں صرف چھ برسوں کا فرق ہے۔ یعنی تمام ممالک اسلامیہ میں قرآن پاک جمع کر کے سنہ ۳۰ھ میں شائع کر دیا گیا۔ مگر ایک نسخہ قرآن کے جمع کا محفوظ سنہ ۲۴ھ میں

Marfat.com

ہوا، چونکہ ہمیں مملکت جمع قرآن و حدیث پیش نظر ہے۔ اس لئے ہم ۲۴ سنہ کو لے رہے ہیں۔ اگر ۱۲ سنہ میں لے لیا جائے، تو ہمارا مد بہرکیف ثابت ہے، جبکہ احادیث پاک نبوی میں لکھی ہوئی موجود تھیں اس طرح بھی صرف ۸۰ برس کا فرق پڑتا ہے۔ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ۴۰ سنہ تک وضع حدیث کا فتنہ نہیں تھا، بلکہ سنہ ہجری کے بعد شروع ہوا اور معاً امت مرحومہ نے اپنی ساری توجہات، جمع حدیث کی طرف منعطف کردیں، اور احادیث کو جمع کرکے قیامت تک کے لئے محفوظ کرلیا۔ یہ پہلی کوشش اجمع علماء حدیث نے خود کی تھی۔ اس کے بعد سرکاری خرچ پر ۹۲ سنہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے جمع احادیث کا کام کامل اور مکمل کردیا۔ اور تمام مملکت اسلامیہ میں کتب احادیث کی کاپیاں کرا کر لاکھوں کی تعداد میں ہر جگہ پہونچا دیں۔ اب اصل مقصد سے پہلے طبقات جامعین حدیث پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے، تو اصل مسئلہ صاف اور واضح ہوکر سامنے آجائے گا۔

پہلا طبقہ صحابہ کرام کا: صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم کی پاک زندگی میں ہی ساری کی ساری احادیث لکھ کر محفوظ کرلی تھیں۔ مگر اب یہ مختلف اجزاء میں تھیں، بلکل جیساکہ قرآن بھی مختلف اجزاء میں تھا۔

دوسرا طبقہ تابعین کا: اصطلاح شرع میں تابعین، صحابہ کرام کے شاگردوں کو کہا جاتا ہے، جنہوں نے صحابہ کرام سے خود احادیث سنیں، احادیث کی تعلیم لی اور صحا

Marfat.com

کرام سے احادیث لکھیں جن کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔
چنانچہ امت مرحومہ کے اس طبقہ کے وقت وضع حدیث کے فتنہ نے سر اٹھایا۔ اور تابعین علیہم الرحمت نے سب سے پہلا کام پہلی صدی ہجری میں یہ کیا کہ آنحضرت صلعم کی ساری کی ساری احادیث کو کتابوں میں جمع کر دیا۔ بغیر کسی ابواب و فصول باندھے۔ گو ان تابعین علیہم الرحمۃ نے جو اصولیین تھے، یعنی قرآن و حدیث سے احکام اسلامی مستنبط کر کے قوانین اسلام (فقہ) بنائی۔ انہوں نے ان مجموعوں سے صرف ان احادیث کو ترتیب دے لیا، جو ان کے استخراج احکام استنباط و فقہ کے دائرہ تک محدود تھیں۔ مگر احادیث کا سارے کا سارا ذخیرہ تابعین کے عہد مبارک میں جمع کر کے محفوظ کر لیا گیا تھا۔

تیسرا طبقہ تبع تابعین: تابعین کے شاگردوں کو تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ اس دور میں، احادیث کو ابواب و فصول میں ترتیب دیا گیا۔ حیرت یہ ہے کہ منکرین حدیث اس "جمع" و "ترتیب" کو کمال دغا بازی سے احادیث لکھی گئیں کے نام سے مخلوق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ تابعین و تبع تابعین کے دور میں محض احادیث کو جمع کیا گیا اور ابواب و فصول میں ترتیب دیا گیا ہے۔ احادیث جملۃً و کتابۃً و کلیتہً لکھیں تو آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی لکھی گئیں تھیں۔

چوتھا طبقہ محدثین: اس دور مبارک میں، احادیث کو موضوعات سے پاک کیا گیا۔ اور محدثین عظام علیہم الرضوان

نے احادیث رسول صلعم سے کذب، افترا، اور وضع کو دور کیا، اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ اس دور میں، ہر عالم دین کے سامنے موضوعات اور احادیث صحیحہ بالکل نکھر کر سامنے آ گئی تھیں۔ اور ایک ایک حدیث پر جرح و تعدیل کر گئے، احادیث صحیحہ کو جداگانہ کتب احادیث میں لکھ دیا۔ اور موضوعات کی الگ نشاندہی کر دی گئی، اب روئے زمین پر ایسی کوئی موضوع حدیث نہ تھی جس سے علماء دین واقف نہ ہوں۔ اور اس دور مبارک میں علماء حدیث نے احادیث صحیحہ کو بالکل علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ صحاح ستہ ان میں سے مشہور ہیں۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

پانچواں طبقہ علماء حدیث:۔ اللہ تعالیٰ نے پھر علماء امت سے ایک طبقہ اٹھایا جس نے، صرف موضوعات کے ساتھ اعتناء کیا، اور جتنی کی جتنی موضوع احادیث تھیں، سب کو الگ الگ کتابوں میں جمع کر کے ان کی نشاندہی کر دی: تاکہ ہر طالب حدیث بآسانی پتہ لگا سکے کہ یہ ہیں زندیق دین کے چور۔ اور وہ ہیں صالحین امت محمدیہ علی صاحبہا الصلات والسلام۔

چنانچہ آج ۱۹۵۴ میں بھی، اس تختہ زمین پر، ایسی کوئی موضوع حدیث نہیں، جو ہمارے پاس علیحدہ کتب میں موجود نہ ہو۔ اور جتنی بھی صحیح احادیث نبوی ہیں وہ بھی سب کی سب موجود ہیں۔ فللہ الحمد۔

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ ہم نے یہ پانچ طبقے باعتبار جمع وکتابت حدیث کئے ہیں، علماء متاخرین نے بھی الگ پانچ بنائے گئے ہیں، مگر باعتبار صحت و سقم حدیث ہیں۔

منکرین حدیث کو ایک چیلنج:۔ ہم ان زلیخان امت کو ایک کھلا ہوا چیلنج

Marfat.com

دیتے ہیں، وہ یہ کہ :-

آؤ اور آج ایک بھی ایسی حدیث دکھلاؤ، جو موضوع ہو، اور ہمارے کتب موضوعات میں موجود نہ ہو، تو ہم تمہارے دعاوی مان لینگے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر ایسی کوئی موضوع حدیث ہے ہی نہیں جو ہمارے علماء حدیث کی کتب موضوعات کے باہر ہو۔ حیرت ہے کہ یہ منکر ہماری ہی موضوعات سے موضوع احادیث چرا کر کہتے ہیں کہ دیکھئے احادیث موضوعہ کا یہ اتنا طومار ہے۔

ارے عقل وعلم کے دشمنو، یہ بھی تو ہمارے ہی علماء علیہم الرحمۃ بتلا گئے ہیں نا! کہ اے امت! دیکھنا، یہ ہیں زندیقوں کے کارنامے، جن کا اللہ تعالیٰ نے، امت محمدیہ کے ہاتھوں پردہ چاک کر دیا ہے۔

ہم منکرین حدیث کو یہ چیلنج بھی کرتے ہیں کہ، لاؤ تم ہمارے ہاں جتنا بھی ذخیرہ احادیث ہے، صحیح خواہ موضوع، ان میں سے آپ چند احادیث خلط ملط کر کے پیش کریں۔ چند نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور ہم تمہیں بعون اللہ تعالیٰ وبتوفیقہ ایک ایک حدیث علیحدہ علیحدہ کر کے دکھلا دیں گے کہ یہ صحیح ہے، اور یہ موضوع ہے۔ اور یہ فلاں کتاب میں ہے اور یہ فلاں کتاب میں، اور فلاں کتاب احادیث صحیحہ کی ہے۔ اور فلاں موضوعات کی۔ اور فلاں رولوں کے مجموعہ کی۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے سامنے، موضوعات، اور احادیث صحیحہ سورج سے بھی زیادہ صاف وروشن موجود ہیں، اور ایک عالم دین بار بار جھوٹا نیا ملونٹا نہیں، یا مولود یہ نقل الوقت کا نہیں، نعوذ باللہ وا ضع

Marfat.com

نہیں، بلکہ عالم صحیح معنی میں عالم دین سے اس وقت کوئی حدیث بھی غیر معلوم نہیں، اور کسی بھی صحیح حدیث سے بھی بے خبر نہیں۔

لہٰذا اب جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے سامنے موضوعات کا طومار بھی موجود ہے، اور احادیث صحیحہ کا مجموعہ بھی محفوظ، تو پھر استحالہ کیا ہے کیوں مخلوق خدا کو موضوعات کے نام سے ڈرا کر گمراہ کیا جاتا ہے۔ اور کیوں امت محمدیہ میں تشتت وافتراق کا بیج بویا جا رہا ہے۔ منکرین حدیث کا بہت بڑا بغض حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہے۔ اور تلبیس ابلیس سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ بخاری تیسری صدی میں تھا۔ بخاری نے تیسری صدی میں احادیث لکھیں، حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے حضرت امام بخاری رح، نے احادیث لکھیں ہرگز نہیں، بلکہ ان احادیث کو صرف جمع کیا ہے۔ جو صحیح تھیں، اور لکھی ہوئی آنحضرت صلعم کے حین حیات میں بھی تھیں، اور یہ امر محقق ہے کہ اگر ایک لکھے ہوئے بے ترتیبی نسخہ کو دو سو سالوں کے بعد باترتیب جمع کر دیا جائے تو اس کی صحت پر قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔

الغرض یہ کہ جب ۴۰ھ میں احادیث وضع کی جانے لگیں، تو ہر وقت ہی علماء امت نے احادیث کی حفاظت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۱۔ پہلے طبقہ یعنی صحابہ کے دور میں، سب احادیث رسول صلعم لکھ کر محفوظ کر لی گئیں تھیں، مگر مختلف اجزاء میں تھیں۔

۲۔ دوسرے طبقہ نے جب دیکھا کہ احادیث وضع بھی کی جانے لگی ہیں، تو انہوں نے جملہ ان اقوال کو جمع کر لیا، جن پر حدیث کا لفظ بولا جاتا تھا ان مجموعوں میں صحیح اور غیر صحیح سب احادیثوں کو قلم بند کر کے جمع کر لیا گیا

۳۔ تیسرے طبقہ نے احادیث کو ابواب و فصول میں تقسیم کیا۔
۴۔ چوتھے طبقہ نے احادیث میں بالتفصیل کلام کیا، اور احادیث کی تقسیم کر کے، موضوعات و احادیث صحیحہ کی جدا جدا نشاندہی کر دی۔

ان میں حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے التزام کیا کہ صرف احادیث صحیحہ کو اپنی کتابوں میں داخل کیا۔ یاد رہے لکھا نہیں بلکہ جمع کیا) چنانچہ آج تک امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوات والسلام کا اس امر پر اجماع ہے، اور اجماع امت پر قرآن پاک کی جو تصدیق ثبت ہے کہ اجماع امت عین فیصلۂ خداوندی ہے۔ اور منشاء ایزد متعال ہے۔ (سبیل المومنین) تو صحیح بخاری و صحیح مسلم پر یہ اجماع ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیح بخاری، کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مقبول ترین لقب حاصل ہوا۔

اور ہم امتِ منکرین کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر
۱۔ صحیح بخاری
۲۔ صحیح مسلم اور
۳ موطا امام مالک
سے ایک ہی حدیث موضوع ثابت کر دو تو ہم آپ کے دعاوی مان لینگے ہاں، ابن جوزی کی تذ بذبی میں مت پڑ جانا۔ جس پر عالم کا استدراک موجود ہے۔ اور حق یہ ہے کہ علم موضوعات میں تمام ابن جوزی اہم مقام نہیں رکھتے۔

۵۔ پانچویں طبقہ علماء حدیث نے اپنے پر یہ لازم کیا کہ امت کے لئے

صرف موضوعات کے طومار رنج کر دیا، اور بتلا دیا کہ یہ احادیث زندیقوں کی من گھڑت ہیں۔ فللہ الحمد،

اب جبکہ ہم قرآن پاک کی ۱۱۹ آیات بینات سے ثابت کر آئے ہیں کہ احادیث نبوی بھی مثل قرآن ہی محفوظ ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کا وجوب عمل بھی مثل قرآن ہی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو قرآن کے ما سوا مثل قرآن وحی، بھی دی گئی ہے جس کی قیادت وما ینطق عن الھوی ثابت کر رہی ہے۔ اور اس پر ہم نے حقائق تاریخیہ سے بھی ثبوت ہم پہنچا دیئے ہیں۔ امید کہ اس کے بعد کم از کم مومنین کے دلوں میں احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت کے لئے تو کوئی شک شبہ باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ اور منکرین حدیث، ان کو تو اللہ ہی ہدایت دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہم جب دنیاوی لیڈروں اور رہنماؤں کے اقوال پر نظر دوڑاتے ہیں، تو یہ حقیقت واشگاف ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہر لیڈر کا پیرو، اپنے رہنما کے ہر قول کو جان و مال سے بھی زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ امتداد زمان اسے محو کر دیتا ہے۔ مگر آنحضرت صلعم تو ایک فرستادہ خدا ہیں، اور صاحب القرآن ہیں۔ ان کی تو ہر حرکت و سکون، ہر قول و فعل پر، شمع نبوت کے پروانے تن، من، دھن اہل و عیال قربان کر دینے کو، سعادت دارین سمجھتے تھے۔ اور پھر آنحضرت صلعم کی حرکات سکنات و اقوال و افعال کی حفاظت کی ذمہ داری تو خود رب العرش نے اپنے ذمہ لی۔ اور امت محمدیہ پر عائد کر دی کیا یاد نہیں کہ جب روم کا ایک ایلچی خدمت نبوی میں حاضر ہوتا ہے تو واپس ہو کر اپنی قوم کو کہتا ہے۔ کہ اے قوم! تم محمد (صلعم) کے شیدائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں

ان کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کو دیکھا ہے۔ کہ جب آپ بات کرتے ہیں تو وہ ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ جب محمد (عربی صلعم) بصاق (تھوک) پھینکتے ہیں تو وہ اس بصاق محمد (صلعم) پر اس طرح جھپٹتے ہیں، جس طرح باز اپنے شکار پر لپکتا ہے، اور جس کے ہاتھ میں بصاق محمد (صلعم) نہیں آتا وہ صحابہ کے ان ہاتھوں کو اپنے منہ اور بدن پر اس طرح ملتا ہے گویا کہ سعادت دارین حاصل کر رہا ہے۔ جن ہاتھوں کو آب وضوئے محمد یا بصاق محمد صلعم نصیب ہوا ہے۔

اللہ اکبر! جس امت نے اپنے نبی کے بصاق (تھوک) کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا، کیا وہ آپ کے اقوال (احادیث) کو ضائع ہونے دیتی۔ بالخصوص جبکہ احادیث صحیحہ کی حفاظت کا ذمہ رب العرش نے خود اپنے پر اٹھایا ہے!!۔

کیا وہ واقعات یاد نہیں، جب ہر صحابی اپنی اولاد کو صرف یہ نصیحت کرتا تھا کہ، اس رسول نبی اس خاتم الانبیاء پر اپنی جانیں قربان کرنا ہی اپنا دین وایمان سمجھنا، اور نبی صلعم کے ہر قول وفعل کو محفوظ کر لینا کیا اس پاکباز صحابی کا واقعہ بھول گئے ہو۔ جو جنگ میں آنحضرت صلعم پر قربان ہو کر زخموں سے نڈھال ہو گیا، تو اس کے رشتہ داروں نے کہا کچھ وصیت؟ فرمایا، بس اس نبی امی پر جانیں قربان کرنا۔ اور بس۔ جب آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپ اس جانباز کے پاس آئے، یہ زخموں میں چور بے ہوش ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلعم کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا، آخری تمنا؟ اس جاں نثار نے آنحضرت

Marfat.com

صلعم کے قدموں پر سر پھینک کر کہا کہ بس یہی کہ ان قدموں پر جان نکلے۔ جس کے
لئے ایک فارسی شاعر نے کہا کہ۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن
بہ سرش رسیدہ باشی۔

اس عاشق رسول کی جان کتنے ناز سے نکلے گی جس کے بالیں پر آخری
وقت میں آپ پہونچ جائیں۔

ایک اردو والے نے بھی کیا ہی اچھا کہا ہے۔

محمد کے قدموں پہ قربان ہو کر
اٹھی مردوں میں مسلمان ہو کر

جنگِ احد کا وہ واقعہ بھول گئے ہو، جب کفار کی ہر طرف سے بورش
تھی، اور آپ کو صرف نو جان باز صحابہ اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھے۔
جن میں ایک خاتون ام عمارہ بھی تھی، اور تیروں بھالوں اور تلواروں کی
جو تنہی بھی بارش ہو رہی تھی۔ یہ پاکباز اپنے بدنوں پر لے رہے تھے۔ اور
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا رہے تھے۔ اور بدبخت ازلی ابن
قمیہ نے جب آنحضرت صلعم پر وار کیا تو اس پاکباز خاتون عمارہ نے اس
شقی ازلی پر وار کیا مگر دہری زرہ کے سبب بچ گیا۔ جب جنگ کے
بادل چھٹ گئے تو حضرت زبیرؓ کے صرف ایک بازو میں تلواروں نیزوں
اور تیروں کے اسی زخم تھے۔ آنحضرت صلعم نے جب توجہ فرمائی تو زبیرؓ
نے عرض کیا۔ میں روز قیامت یہی زخم رب العرش کے حضور میں اس
کے رسول کی محبت کی سچائی میں پیش کروں گا۔ کیا وہ معصوم بچوں معاذ
معوذ کے واقعہ کو بھول گئے ہو، جب جنگ بدر میں جوانانِ عرب داد شجاعت

Marfat.com

دے رہے تھے، خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، جنگی جوانوں کے سر دھڑ پاؤں اور ہاتھ یوں میدان جنگ میں اڑ رہے تھے۔ جیسے روئی کی گالیں تو حضرت ابن سعود کہتے ہیں ایک تیرہ برس کا بچہ آیا اور مجھے کان میں کہنے لگا، کہ چچا ابوجہل کونسا ہے۔ اور کہاں ہے۔ میں نے پوچھا بھتیجے کیوں؟ وہ معصوم گویا ہوا کہ آج میں اس کا سر دھڑ سے علیحدہ کر دونگا۔ میں نے کہا بیٹا آج تو جنگجو عرب سر دھڑ کی بازی لگائے۔ سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگا دئیے ہیں، کہاں تو اور کہاں سردارِ قریش ابوجہل! اس معصوم نے کہا نہیں آپ ضرور بتاؤ، کیونکہ وہ میرے سردار ابدی محمد صلعم کو برا بھلا کہتا ہے۔ میں اس کو کیفر کردار تک پہونچاؤنگا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں میں ابھی اس معصوم پاکباز فدائے رسول کو کہنے ہی والا تھا کہ وہ ہے ابوجہل، تو ایک دوسرا معصوم جھٹ سے لپکا اور کہا۔ چچا ابوجہل کہاں ہے۔ میں اس کی جان لونگا۔ میں نے کہا وہ ہے۔! میرا اتنا ہی کہنا تھا کہ دونوں معصوم بچے شکرے کی طرح ابوجہل پر جھپٹے اور دونوں نے بیک وقت اپنی معصوم تلواریں ابوجہل کے بدن میں پیوست کر دیں اور ابوجہل وہیں ڈھیر ہو گیا۔

کیا وہ واقعہ تمہاری یادداشتوں سے محو ہو گیا ہے۔ جب جنگ بدر کے وقت کفار مدینہ پر بھاری لشکر لے کر چڑھ دوڑے۔ اور آنحضرت صلعم نے اصحاب کرام سے مشورہ طلب کیا تو ایک ایک جانباز اٹھا اور کہنے لگا کہ:۔

اے رسول خدا! آپ پر جانیں نثار ہوں گی، بال بچے قربان ہوں گے، سر اور دھڑ فدا ہوں گے۔ مگر آپ کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیں گے۔ اللہ اکبر! جس امت نے آنحضرت صلعم کے پسینہ پر خون گرایا ہے۔ آپ کے بالوں

کپڑوں اور جوتیوں تک سنبھال کر رکھا ہے، آپ کے لعاب مبارک (تھوک) کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا، کیا وہ امت آپ کے اقوال کو، جو عین دین ہے، ضائع ہونے دیتی تھی؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں

عجیب نکتہ:۔ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ موضوع احادیث کا گھڑا جانا، خود حدیث کے دین ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ کیونکہ جن بدبختان ازلی نے احادیث گھڑیں، یوں جانتے تھے کہ امت مسلمہ احادیث کو دین سمجھتی ہے، اس لئے تو موضوعات معرض وجود میں آئیں۔ اگر احادیث نبوی دین نہ ہوتیں، تو یہ زندیق احادیث گھڑتے ہی کیوں۔ واضعانِ حدیث یہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت تو صرف بالمشافہ ہے۔ جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں تو آنحضرت صلعم کو رحلت فرمائے تو برسوں گذر چکے تھے، موضوعات سے ان کا مطلب پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ ان دشمنانِ اسلام کو علم الیقین تھا کہ امت، احادیث نبوی کو دین ہی گردانتی ہے۔ اسی لئے تو موضوعات گھڑی گئیں۔

امتِ مرحومہ سے اگر ایک لحظہ کے لئے قطع نظر کر بھی لی جائے تو قیصر روم ہرقل کے بارہ میں کیا خیال ہے۔ دشمنان خدا و رسول، منکرین حدیث کا، جب اس کے پاس اصحاب رسول ایک طرف، اور ابوسفیان دوسری طرف پہونچتا ہے۔ اور دونوں کے دلائل سنکر کہتا ہے کہ،

اگر میں اس نبی آخر الزماں تک پہونچ سکوں تو اس کے قدموں کو دھو کر پینا سعادت سمجھوں۔ (بخاری)

اللہ اکبر! سبحان اللہ الملک القدوس!!

حالانکہ جبریل امین دربدامان محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قرآن پاک

کی سوا سو کے قریب آیات بینات پیش کرنے کے بعد ہم کوئی ضرورت نہیں کہ ہم حقائق تاریخیہ کو بھی پیش کریں مگر صرف اپنے مومن بھائیوں کے ایمان تازہ کرنے کے لئے ہم یہ اعتناء کر رہے ہیں۔

شمع رسالت کے پروانوں کی جان نثاریاں اور اطاعت گزاریاں کہاں تک گنواؤں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے، اور باہر سے حضرت ابن مسعود ابھی مسجد کے دروازہ پر پہنچے تھے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ: اجلسوا: بیٹھ جاؤ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ مسجد کے دروازے پر جوتیوں میں ہی بیٹھ گئے۔ جب دیگر صحابہ کرام سامنے بیٹھ گئے، تو آنحضرت صلعم کی درمسجد کے قریب جوتیوں کے اوپر بیٹھے ہوئے حضرت ابن مسعود پر نگاہ پڑی تو فرمایا، یہاں کیسے بیٹھے ہیں۔ عرض کیا، آپ کا حکم بیٹھ جاؤ کانوں تک پہونچا، یہاں ہی بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے ابن مسعود اللہ تجھے بھلائی عطا کرے۔ آگے آجاؤ۔

یہ تھی اطاعت گذاری صحابہ کرام۔ اور یہ تھا ارشاد نبوی کا درجہ!

یہ واقعات بالتصریح بتلا رہے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا حکم، حکم شرعی تھا، حکم خدا تھا، حکم دین تھا، حجت دین تھا۔

یہی مطلب ہے اس حدیث پاک صحیح کا کہ،

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جبتک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ، دوسری میری سنت۔ (بخاری)

Marfat.com

اس لئے اصحاب رسول صلعم احادیث رسول کو ابدی اور دین مان کر بعد کی نسلوں تک پہونچاتے رہے، اور احادیث نبوی کو، رب العرش کی مقدس ترین امانت سمجھتے رہے۔ عجیب بلکہ اعجب ترین امر یہ کہ تعامل صحابہ کو منکروں کا گرو اسلم صاحب حجت مانتا ہے۔ مگر اسلم کے چیلوں کو اس کا بھی انکار ہے۔

آنحضرت صلعم کی حرکات و سکنات، گھر میں، بازار میں، مواعظ میں نصائح میں، سفر میں حضر میں آپ کے اقوال و افعال، صحابہ کرام کے لئے کمال درجہ کی توجہ کے مرکز بنتے رہتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے ہر شرعی قول و فعل کو دین کی حجت پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ہدایت عطا کی تھی اور کفر شرک اور بد اعمالیوں کو ظلمتوں سے نکال کر، نور ایمان کی طرف صحابہ کرام کی رہبری آنحضرت صلعم نے کی تھی، ولتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہی سبب تھا کہ جب کوئی صحابی اپنی دنیاوی مجبوریوں کی وجہ سے ہر وقت خدمت نبوی میں حاضر نہ رہ سکتا تھا، تو وہ اپنے ساتھی ہمسایہ کے ساتھ باری باندھ لیتا تھا، تاکہ آنحضرت صلعم کے ہر قول و فعل پر آگاہی حاصل کر سکے اور اسے یاد و محفوظ کر سکے۔ ایک دن کی احادیث یہ جا سنتا اور دوسرے دن وہ آ بتاتا۔

اسی طرح اطراف مدینہ، اور عرب کے دور دراز ممالک سے اکثر دلو آنحضرت صلعم کی خدمت مبارکہ میں آتے تھے۔ تاکہ اپنے قبائل و ہم جنسوں کو یہ احکام نبوی پہونچا دیں۔

عقبہ بن حارث کو ایک عورت نے کہا کہ میں نے تجھے اور تیری

بوی کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ یہ سنتے ہی مدینہ روانہ ہوا اور خدمت رسالت مآب میں حاضر ہو کر سارا ماجرا پیش کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، کیف وقد قیل جبکہ ثبوت فراہم ہو گیا تو اب باقی شکل کیا؟

منکرین حدیث امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لئے سب سے بڑا مکارانہ ہتھیار جو استعمال کر رہے ہیں وہ ہے موضوعات حدیث کا۔ ہم اس باب میں بھی کچھ مختصر گزارش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں یہ تو ہم ثابت کر ہی آئے ہیں کہ وضع حدیث،

موضوعات حدیث۔ خود اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ حدیث حجت دین تھی۔ اب ہم نہایت ہی اختصار کے ساتھ بتلاتے ہیں کہ احادیث گھڑی کیوں گئیں۔ اس کے چند اسباب تھے۔ اور سب کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ یہ واقعی حدیث کو دین سمجھتے اور گرداتنے تھے۔

یہ تو ہم بتلا آئے ہیں کہ وضع حدیث کا فتنہ سنہ ۴۰ ہجری کے بعد پیدا ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ اس حقیقت الامر کو بھی ذرا سن لو!

۱۔ مجوسانِ ایران، جو صحیح مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ایران کی تباہی ان کے نزدیک کچھ کم تباہی نہ تھی، وہ صرف اس لئے اسلام کے لبادہ میں آئے کہ مسلمانوں سے سلطنت ایران کی تباہی کا انتقام کسی حیلے بہانے لیں

چنانچہ ان مجوسانِ ایران نے جن کو محدثین نے زندیق کا لقب دیا ہے سب سے پہلے وضع حدیث کی طرح ڈالی۔ ان اشقیاء کو معلوم تھا، کہ آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال کو امت مسلمہ دین سمجھتی ہے۔ اس لئے ان بدبختانِ ازلی نے احادیث کا طومار گھڑ مارا۔

شہادت حضرت علی علیہ السلام کے بعد، حضرت امیر معاویہ کی پکڑ اتنی مضبوط و زبردست تھی کہ کسی بھی ایرانی زندیق کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوئی تا آنکہ ان مجوسانِ ایران نے کوفہ میں بیٹھ کر حضرت امام عالی مقام حسین علیہ اسلام کو خلافت کا جھانسا دے کر بلوا بھیجا۔ ان کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اس طرح امت محمدیہ میں تشتت و افتراق کا بیج بویا جائے چنانچہ جب حضرت امام عالی مقام حسین علیہ اسلام اشقیاں ایران کے بقول انہی کے، چالیس ہزار خطوط پر بھروسہ کر کے مکہ معظمہ سے عین حج کے ۸ دن یا دسویں ذوالحج کو کوفہ کی طرف کوچ کر دیا تو یہ سیاہ بختان ازلی، ایرانی مجوس حضرت امام حسین علیہ السلام سے پھر گئے، اور انہیں دشتِ کربلا میں بلا یار و مددگار چھوڑ کر رفو چکر ہو گئے۔

چنانچہ حضرت امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کروا کر، ان اشقیاء ایران نے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو ایک بہانہ بنا کر، اسلام اور مسلمانوں میں، ایسا فتنہ کھڑا کیا کہ الامان والحفیظ اور پھر احادیث بھی ایسی ایسی گھڑ لیں، جو مسلمانوں نے کبھی سنی ہی نہ تھیں۔

ان اشقیاء زنادقہ کا مقصد محض یہ تھا کہ امت مسلمہ میں تفرقہ ڈال کر ان کی تباہی کا بدلہ لیں، اور یہ کمبخت اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

۲۔ سیاسی وجوہات کے باعث، ہر باطل سیاسی عیار نے، اپنے اپنے حاکموں کی سرداری کی فضیلت میں احادیث گھڑیں، اسی لئے علماء امت صاف بتلا گئے کہ سیاست کے بارے میں کسی حدیث پر اعتماد کیا ہی نہ جائے، جس کا تعلق خلفاء اربعہ کے بعد کسی بھی گروہ سے ہو۔ اس باب

ں بھی وضعِ حدیث کا میدان زنا قیہ ایران نے ہی مارا۔ اور روافض نے
دا یک مذہب (یاد رہے کہ دین نہیں مذہب) ۔ ہی جدا گھڑ لیا۔ رنا نفض نے
ہلبیت کی محبت کا ڈھونگ رچایا۔ خدا شاہد ہے کہ روافض کو اہلبیت
سے قطعاً محبت نہ تھی اور نہ ہی ہے۔ بلکہ بغض تھا۔ مگر یہ ہتھیار بہت اچھا
تھا۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو پھانسنے کا سب سے بڑا حربہ اور کامیاب
حربہ تھا جو انہوں نے اہلبیت کے نام سے استعمال کیا۔ حتیٰ کہ حضرت امام
عالی مقام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایسے ایسے جھوٹے
طویل طویل افسانے گھڑے، اتنے بڑے جھوٹ باندھے، کہ چشم دنیا نے کبھی نہ
دیکھے نہ سنے، جیسا کہ، اہلبیت کے خیموں کو آگ لگانا، اہلبیت کو ننگے
سروں، سربازار شہر شہر اور کوچہ بکوچہ پھرانا (معاذ اللہ) اور معصوم بچوں
کے حلق میں تیر لگوانا۔ یہ جھوٹے افسانے خود بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ ہم
جھوٹے ہیں۔ حیرت ہے کہ ایک اہل علم و عقل جب یہ سنتا ہے کہ میدان
کربلا میں بیک وقت ہزاروں تیر چھوٹے۔ اور سب خطا گئے۔ کسی کو
کہیں نہ لگا۔ اور اگر لگا تو آکر معصوم کے عین حلق میں لگا۔ بال برابر بھی حلق سے
ادھر ادھر نہیں، یہ جھوٹ کا اتنا بڑا طومار ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں
جھوٹ بولا ہی نہیں گیا۔ افسوس کہ سادہ لوح مسلمان ان روافض ایران
کے دھوکہ میں آ گئے یہ نہ سمجھے کہ حقیقت میں روافض اہلبیت کی توہین کر
رہے ہیں، جو ان کو ننگے سروں سربازار پھرا رہے ہیں، روافض کا یہ ایک
دو دھارا ہی حربہ تھا، جس سے ایک طرف تو اہلبیت کی توہین کر ڈالی۔
دوسری طرف مسلمانوں کو لوٹا اور مارا۔ اور ادھر سادہ لوح مسلمان ہیں کہ
ہر سال اس طومار کو سربازار پیٹتے پھرتے ہیں۔

Marfat.com

ہماری اس حقیقت بیانی سے یہ غلط فہمی نہ نکالی جائے کہ ہم
کہیں یزید علیہ ما علیہ کی تائید کر رہے ہیں۔ معاذاللہ! خدا شا
ہے۔ ہرگز نہیں یزید کو تم جتنے بھی القاب دو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں
مگر یہ ماجرا کہ جھوٹے افسانے قطعاً غلط اور افتراء ہے۔ نہ بھی اہلبیت
پر، اہلبیت کی محبت کے نام سے۔ ان کا مقصد اس کے سوا اور
کچھ نہیں کہ مجوسیانِ ایران۔ امت محمدیؐ کو ایسے جھوٹے بہتان سنا
کر ہمیشہ لڑوانا اور دست و گریباں رکھنا چاہتے ہیں۔

ان روافض نے صرف یہی بہتان تراشیاں نہیں کیں بلکہ ان
اشقیا ازلی نے حضرت عمر اور حضرت عثمان اور ان جملہ صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بدلہ لینے کی خاطر، جن صحابہ نے ایرانی
مجوسی حکومت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ یہ افسانہ بھی گھڑے
کہ آنحضرت صلعم پر صرف تیرہ صحابہ ایمان لائے۔ باقی سارے کے
سارے معاذاللہ، کافر و منافق تھے۔ یہ جھوٹ چودہ
طبقوں سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ کربلا معلیٰ کے بعد کے جھوٹے افسا
ان ہی بہتانوں کی کڑیاں ہیں۔

ستم بالائے ستم تو یہ کہ انہوں نے اسلام کی جڑ ہی پر کلہاڑے چلا
دنیا کے عقلاء اسلام کو صرف اس لئے مانتے ہیں کہ اسلام دینِ خدا
ہے۔ اس میں کسی بھی فرد بشر کی رو رعایت نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم
زکات کا نصاب مقرر فرما کر فرماتے ہیں کہ آلِ محمد صلعم پر زکات کا مال لینا
حرام ہے۔ اس میں لطیف ترین نکتہ یہ تھا کہ کہیں دنیا کے عقلاء اور
اہلِ علم و دانش یہ نہ کہیں کہ محمد صلعم نے آلِ محمد کے لئے چندہ کی ایک

Marfat.com

صورت قائم کر دی اور نہ صرف اتنا بلکہ صاف فرما دیا کہ۔
زکات امیروں سے لے کر غریبوں میں بانٹ دی جائے۔ یعنی خود حکومت اسلام کو بھی یہ حق نہیں کہ زکات کا مال حکومت کے مصارف میں خرچ کرے۔ اگر دنیا کے عقلاء صرف زکات پر ہی گہری نگاہ ڈالیں۔ تو وہ اسلام کی حقانیت پر ایمان لانے کیلئے اپنے کو مجبور و لاجواب پائیں گے۔ کہ جو نبی اپنی اولاد پر زکات کا کھانا حرام کر جائے، وہ نبی ذاتیات سے نہایت بلند و بالا ہوتا ہے۔
پھر خلافت کا مسئلہ، خفا کہ اگر آنحضرت صلعم اپنے بعد خلافت اپنی اولاد میں وصیت کر جاتے، یا رشتہ داروں میں سے کسی کو "وصی" مقرر کر دیا تے تو اسلام، وہاں کا وہیں ختم ہو جاتا، کیونکہ عقلاء زماں کہتے کہ معاذ اللہ نبی و رسول کا ہے کا! وہ تو اسلام کا نام لے کر حکومت قائم کرنے آئے تھے۔ چنانچہ حکومت قائم کر کے اپنی ہی اولاد اور رشتہ داروں کو دے گئے۔ اس میں نبوت و رسالت و نبی نوع انسان کی رہبری کا سوال ہی کیا ہے؟
مسلمانو! یقین جانو! اگر ایسا ہوتا تو دنیا کے عقلاء و حکماء۔ اسلام کو کبھی بھی "دین حق" "دین خدا" اور دین قرآن و حدیث ہرگز ہرگز نہ مانتے۔ دیکھئے روافض نے کیسے بنتی بات بگاڑی، اور "وصیت" "وصی" کے من گھڑت افسانے بنا کر اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی محافظت مقصود تھی، چنانچہ آنحضرت صلعم کے قریبی رشتہ داروں کی موجودگی کے باوجود، خلافت اسلام دی تو حضرت ابو بکر صدیق کو دی، عمر فاروق کو دی، عثمان ذو النورین کو

دی۔ اور چوتھے مرحلہ پر حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کر دی۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے، خلافت اسلام (حکومت اسلام)
کسی بھی فرد و بشر کا موروثی حق ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ جملہ مسلمانوں کا ح
ہے۔ جملہ مسلمان جس کو چاہیں، اپنا خلیفہ مقرر کرلیں۔ اسلام میں،
یورپین تخیل جمہوریت بھی نہیں۔ جس میں کہا جاتا ہے کہ

Rule of men by men for the

انسانوں کی حکومت، انسانوں کے ذریعہ، انسانوں کے لئے،
بلکہ اسلام کا نقطہ نظریہ ہے کہ

Rule of Allah By Allah For Allah

"خدا کی حکومت" خدا کے قانون سے، خدا ہی کی اطاعت کے لئے۔
اور بس، حکومتِ اسلام میں خلیفہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ
انسانوں پر خدا اور اس کے رسول (قرآن و حدیث) کے اصولوں پہ
حکومت نافذ کرے۔

ان واضعانِ حدیث اور روافض نے صرف اتنا ہی نہیں کیا، بلک
اسلام میں جملہ مشرکانہ و مجوسانہ اعتقادات پھیلا دیئے، جیساکہ:۔
حلول باری تعالیٰ، (معاذ اللہ) تناسخ در بوبیت بشری وغیرہا۔
ان خرافات و اباطیل کے طومار نے، ایسے عقائد رکھنے والوں
اسلام کی نورانی صورت کو اوجھل کر دیا، اور ان کو بہت دور گمراہی
اندھیرے میں جا گرایا، جہاں سے ان کا لوٹنا محال ہے۔
۳۔ اسلام کے نادان دوستوں نے بھی کچھ گو نیک نیتی سے، مگر ا

Marfat.com

کو یقیناً نقصان پہنچایا۔ اور زہد و عبادت و اپنے مسلک کی تائید میں چند احادیث گھڑ ڈالیں۔ اس لئے علماء امت نے، ہر ایسی حدیث کو جس میں تھوڑے سے عمل پر بڑے بڑے درجات کا بیان ہو، یا چھوٹے سے گناہ پر بڑے بڑے عذاب کی وعید ہو۔ اور عبادات شرعیہ کے سوا زہد سیاست و عبادات نافلہ کے بارہ میں علماء سنت نے صاف اعلان کر دیا کہ ان پر اعتماد، بلا تحقیق و تفتیش نہ کیا جائے اس باب کے میدان میں قصہ گو واعظوں، صوفیوں، خود غرض درویش و خشک زاہدوں نے بڑھ بڑھ کر چوکڑیاں ماریں، اور اس سارے باب کا پس منظر جہالت تھی۔

۴- بادشاہوں اور حاکموں کی چاپلوسی و رضا جوئی کے لئے بھی اشقیاء نے احادیث گھڑی ہیں۔ اس باب کے بارہ میں تو علماء نے صاف کہہ دیا کہ جو حدیث بھی کسی شخصیت، خواہ حاکم خواہ عالم خواہ امام کے بارہ میں ہو یقیناً جھوٹ ہے۔ ماسوا اصحاب رسول علیہم السلام کیونکہ اصحاب رسول کی توثیق تو خود قرآن نے کی ہے۔

چنانچہ علماء حدیث نے، بہت بڑے مجاہدہ، جانفشانی، عرق ریزی اور تحقیقات انیقہ سے وضع حدیث کے خلاف بہت بڑا جہاد کر کے، احادیث صحیحہ کو تا قیامت امت کے لئے جھوٹے دجالوں کی دستبرد سے محفوظ کر لیا۔ الحمد للہ اگر ان علماء امت سے یہ خدمت نہ ہوتی تو آج ہمارے لئے حق تک رسائی ناممکن ہو جاتی۔

کیا ان گروہوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ جنہوں نے علماء امت کی تحقیقات پر کان نہیں دھرا، وہ کس قدر گمراہی میں پڑے ہیں۔

Marfat.com

اور آج ان کے پاس اسلام کا نام و نشان تک نہیں، جن کے
امثلہ ہم اوراق گزشتہ میں دے آئے ہیں، اور منکرین حدیث بھی
ان ہی میں سے ہیں۔

ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم خود قرآن پاک سے ثابت کر دیں کہ
احادیث نبوی آج کے دن تک صحیح سلامت محفوظ و مصئون ہیں
اگر آپ کو اس باب میں زیادہ تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو کتب
اسماء الرجال، و جرح تعدیل کی طرف رجوع کریں، جس کے بارے
میں خود یورپین محققوں نے اعتراف کیا ہے کہ، مسلمانوں نے
رسول صلعم کی احادیث کی حفاظت میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام
دیئے ہیں۔ کہ جو اگلی امتوں نے، اپنی الہامی کتابوں کے لئے بھی نہیں
دیئے، اور مسلمانوں نے محمد عربی صلعم کا ہر قول و فعل بالاستیعاب
و کتبہ کر لیا ہے۔

ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ منکرین حدیث کی موجودہ کتب کے جواب
لکھ کر پھر مفصل، ایک ایک عالم حدیث صحابی، تابعی، تبع تابعی
اور دیگر علماء حدیث کے احوال لکھتے ہیں،

اب جبکہ ہم خود قرآن پاک سے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ
۱۔ احادیث نبوی، دین ہیں، دینی حجت ہیں، جزو اسلام ہیں اور
ہیں، تو بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فللہ الحمد۔

لیکن تاہم، ابھی ہم مسٹر پرویز کی ان چیدہ چیدہ اباطیل
جو وہ جھوٹ، افترا، بہتان اور تلبیس ابلیس سے کام لے کر
لکھ بیٹھے ہیں کہ پیدا ہو بیٹھا ہے۔ اور امت میں ایک نیا فتنہ انکار حدیث

Marfat.com

ذہب بنا بیٹھا ہے۔

حدیث تاریخ ہرگز نہیں!

سب سے بڑا مغالطہ جو منکرین حدیث دیتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ یہ
، حدیث کو تاریخ سے موسوم کرتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط
یس ابلیس، کذب و دجل ہے۔

یہ شرالبریہ، منکرین حدیث منطقی نتیجہ اس طرح نکالتے ہیں
ری:۔ احادیث تاریخ ہیں۔
غریٰ:۔ تاریخ ظنی ہے۔
نتیجہ، لہٰذا، احادیث ظنی ہیں۔

یہ ان منکروں کا مزعومہ قطعًا غلط اور دھوکہ دہی ہے۔ کیونکہ
سلمات منطقیہ میں سے یہ ہے کہ منطقی اصولوں سے صرف وہ بات
بل قبول ہوتی ہے، جس کی "کبریٰ" اور "صغریٰ"، سے دونوں،
ریق متفق ہوں، حالانکہ ان شرالبریۃ کی "کبریٰ"، قطعاً غلط اور دھوکہ
ہے۔ وہ یہ کہ،

حدیث، تاریخ ہرگز ہرگز نہیں، تو جب کبریٰ ہی غلط تو منطقی اصولوں
کے مطابق، نتیجہ بھی حتماً غلط اور جھوٹ۔

تاریخ کیا ہے:۔ تاریخ تو نام ہے، ان واقعات واحوال کا جو کسی
حکومت، بادشاہ قوم یا قبیلہ کے اطوار و عادات
ورسومات و نہج زندگی سے بحث کرے۔

مثلاً، تاریخ ایران، تاریخ روم، تاریخ انگلستان، تاریخ امریکہ، تاریخ

Marfat.com

ہندوستان "تاریخ افریقہ" "تاریخ امم وغیرہ" تو کیا یہ کتب احاد
ہیں ؟ ہرگز نہیں،

ہاں آنحضرت صلعم کی زندگی کے اہم واقعات کا وہ حصہ و تذکر
بھی تاریخ کہلاتا ہے، جیساکہ، حضور اقدس نے یہ جنگیں کیں، یہ نا
کارنامے کئے۔ ایسے نبوت ملی، اس طرح تبلیغ کی، اور بالآخر ا
طریق پر مکہ کے بعد مدینہ میں آئے؛ اور فلاں سن میں رحلت فرمائی
اور ان واقعات تاریخیہ کو مسلمانوں نے بھی لکھا ہے اور کفا
بھی، چنانچہ، یورپین مورخوں میں سے بیسیوں مورخوں نے "تا
محمد (صلعم) لکھی ہے، جیساکہ میکس ہیور نے Mohamed
(تاریخ محمد) مارگیوس نے اور دیگر بیسیوں نے، تو کیا یہ سب احادی
ہیں ؟ قطعاً نہیں۔

حدیث کیا ہے، اصطلاح اسلام میں، حدیث صرف قول و فـ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے
اس سے زیادہ تمنا کچھ بھی نہیں۔ مثلاً، آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا
ارشاد کیا، یہ ہدایت کی یہ خطبہ دیا، یہ فیصلہ کیا، یہ تفسیر کی، یہ تشر
کی، تشریح فرمائی، یہ تبیین ارشاد فرمایا،

المختصر یہ کہ، احادیث نام ہے، اقوال و افعال و اعمال، حرکات
سکنات آنحضرت صلعم کا، جن سے کہ احکام شریعت ثابت ہوتے ہیں
کہ واقعات و حوادث عہد نبوت کا، لہٰذا حدیث تاریخ ہرگز ہرگز نہیں
ہاں جس کی تعلیم قطع نظر اس کے کہ آنحضرت صلعم کے اقوال یا
کیا ہیں، ان کی حیثیت شرعی کیا ہے، افعال نبی صلعم کیا ہیں، ان کا موقـ

Marfat.com

...نہیں کیا، بلکہ صرف یہ لکھے کہ آنحضرت صلعم نے سن فلاں میں یہ فتوحات ... سن فلاں میں فلاں واقعات پیش آئے، تو ان کو تاریخ کہہ ... سکتے ہیں؛

مگر "فن حدیث" تو بالکل ایک جداگانہ باب ہے۔ جس میں صرف ... بات سے اعتنا کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے ... بھی اقوال صادر ہوئے، ان کو محفوظ کر لیا جائے، اور ان سے احکام ... اسلام کا استنباط و استخراج کر کے قوانین اسلام بنائے جائیں، ... تو بھی اعمال آنحضرت صلعم تھے، وہ بھی کلیتہً محفوظ کر لئے جائیں، اور ... پر، دین اسلام کی عمارت کھڑی کی جائے؛ تو احادیث کا مقام تو ... نین اسلام و آئین اسلام کا مقام ہے، نہ کہ تاریخ کا مقام۔

لہٰذا ہم، منکرین حدیث کی منطقی "کبریٰ" کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے ... جب فریق ثانی منطقی اصولوں کے مطابق "کبریٰ" کو قبول ہی نہیں کرتا، ... منطقی نتیجہ فریق مخالف پر کیونکر ٹھونس دیا جا سکتا ہے۔

مسلمات منطقیہ میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ منطقی نتیجہ سے ... مقابل کو تب ہی قائل کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ "کبریٰ" اور "صغریٰ" ... دونوں کو مان لے تو جب ہم "کبریٰ" کو مانتے ہی نہیں، تو پھر ہم پر منطقی ... ٹھونس دینا، کمال درجہ کی بددیانتی، دھوکہ اور فریب دہی ہے۔

بالآخر منطقی نتیجہ اس طرح منطبق ہو گا کہ:۔

کبریٰ" احادیث وحی ہیں (اور یہ ہم ۱۱۹ آیات قرآنیہ سے ثابت کر ... تے ہیں) "صغریٰ" اور وحی یقینی وحجت دین ہے۔

...جہ:۔ لہٰذا احادیث یقینی وحجت دین ہیں۔ فللہ الحمد؛

ہم تدوین حدیث کا ذکر کر رہے تھے۔ منکرین حدیث کو یورپ پر بڑا اعتماد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس ایک ہی حوالے سے بھی ان کا مغز بھی کچل دیا جائے۔ ڈاکٹر اسٹیمپ (Stempcq) کہنا ہے کہ :-

کوئی بھی شخص یہاں، احادیث نبوی کے متعلق نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے۔ اور نہ ہی دوسروں کو، کیونکہ یہاں دن کی پوری روشنی ہے (

ہم یہ بھی بتلا آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی احادیث نبوی کی تعلیم و تدریس کا باقاعدہ بندوبست تھا۔ اور حلقہ ہائے درس حدیث ہر جگہ قائم کر دئے گئے تھے۔ اور تشنگان راہ ہدایت، علوم حدیث کے آبحیات سے اپنی پیاس بجھاتے تھے، اور ایک ایک حلقۂ درس حدیث میں لاکھوں شمع رسالت کے پروانے جمع ہوتے تھے۔

خود مسجد نبوی میں، آپ کی عین حیات طیبہ میں، اصحاب صفہ کی تعلیم و تدریس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حلقہ ہائے درس جدا تھے۔ جو اپنی لکھی ہوئی احادیث کو، آنحضرت صلعم کو سنا کر تصدیق کر لیتے تھے۔

اس جامعہ میں شمع رسالت کے پروانے دور دراز جا کر اکتساب علم حدیث کرتے تھے، اور جب اپنی قوم، و ملک کی طرف واپس لوٹتے تھے۔ علم حدیث کے خزانے تکلی کر ساتھ لے جاتے

Marfat.com

اپنے ہم وطنوں میں لٹاتے تھے۔ سارے کے سارے عرب میں، کوئی ایسا خطہ نہ تھا، جس میں آنحضرت صلعم نے اپنے مبلغین اور معلمین نہ بھیجے ہوں، جو مبلغین اسلام، وہاں، درس احادیث دیتے۔ ان مبلغین اسلام کے پاس احادیث نبوی کے لکھے ہوئے فرامین، ہدایات، ارشادات، و مواعظ ساتھ ہوتے تھے، جو ان مبلغین صحابہ کرام کو ازبر بھی یاد تھے۔ اور جہاں بھی جاتے ان کو بھی یاد کرواتے۔ اور لکھواتے بھی تھے۔

پھر خلفاء اربعہ کے دور مسعود میں مفتوحہ ممالک کے سارے کے سارے مرکزی شہروں میں، صحابہ کبار مقرر و متعین تھے کہ ان ممالک میں قرآن و حدیث کی تبلیغ کریں۔

چنانچہ، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، یمن، یمامہ، بحرین، کوفہ، بصرہ، مصر، دمشق کے سب ممالک میں اصحاب رسول صلعم، قرآن و حدیث کے درس و تدریس کے لئے بھیجے گئے تھے، جو وہاں ہی قیام پذیر ہو گئے جس سے لکھو کھا مخلوق خدا احادیث سُنتی اور لکھتی تھی۔

اس سلسلہ میں، حضرت ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، سیدہ عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابو درداء، عمران بن حصین اور حضرت معاذ بن جبل کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب صحابہ کرام کے پاس، آنحضرت صلعم کی احادیث لکھی ہوئی محفوظ تھیں اور ازبر حفظ بھی تھیں۔

ان حقائق سے منکرین حدیث کے اس دجل و تلبیس کا پردہ چاک ہو جاتا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔

Marfat.com

آپ نے حفظ فرما لیا۔ اگر احادیث خود حیات طیبہ آنحضرت
زمانہ میں بھی لکھ کر محفوظ کر لی گئیں اور ایک صحابی حافظِ حدیث
تھا۔ اور خود آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں، تمام اسلامی ممالک
تعلیمات و ہدایات میں صحابہ کرام تعلیم حدیث و قرآن کے لئے مقرر فرما دیے
گئے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد خلفاء اربعہ کے دور میں بھی یہ
سلسلہ نہایت و کمالہ جاری تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی ہر ایک حدیث
معرض کتابت میں آچکی تھی، اور ان کی تعلیم و تدریس بھی جاری تھی۔
اور ان صحابہ کرام سے جو لوگ بھی احادیث سنتے تھے۔ وہ بھی لکھ لیتے
تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ کے شاگرد حضرت بشیر بن نہیک فرماتے ہیں
کہ کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ، فلما اردت ان افارقہ
اتیتہ بکتابہ فقرئتہ علیہ وقلت لہ ما قراھا سمعتہ منک
قال نعم (بخاری)
ترجمہ:- میں جو کچھ بھی ابوہریرہ سے سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا۔ جب میں تعلیم
حدیث حاصل کر کے ابوہریرہ سے جانے کی اجازت حاصل کر لی تو میں
ان سے کہی ہوئی سب احادیث کو لے آیا۔ اور انہیں پڑھ کر سنائیں
اور عرض کیا کہ یہ احادیث میں نے آپ سے سنی ہیں۔ ٹھیک ہیں؟ حضرت
ابوہریرہ نے فرمایا، ہاں صحیح ہیں۔
کیا اب بھی کوئی دشمن رسول یہ کہہ سکتا ہے کہ احادیث تیسری صدی
ہجری میں لکھی گئیں؟ ارے عقل و علم کے دشمن، مدلفین، تیسری صدی میں
تو احادیث صحیحہ کا جو راجکمن قائم ہوا اور احادیث موضوعہ کا جدا۔ تم اس
سے امت کو دھوکہ دیتے ہو کہ تیسری صدی میں لکھی گئیں۔

یہ کہ حقیقت تو گذر چکی، جس میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر تمام صحابہ میں، مجھ سے علم حدیث کے زیادہ محافظ ہیں، کیونکہ میں شروع میں صرف زبانی یاد کر لیا کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضہ لکھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلعم سے جو کچھ سنتے اسی وقت لکھ لیتے حتٰی کہ بعض حضرات نے کہا کہ آنحضرت صلعم کبھی غصہ میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں، تم ہر حدیث کیوں لکھ لیتے ہو۔ ان حضرات کو وہم یہ تھا کہ شاید غصہ میں آنحضرت صلعم، غیر دینی ارشاد بھی فرما دیتے ہوں؟ اس پر حضرت ابوہریرہ نے حضرت رسالتمآب کی خدمت میں ماجرٰی پیش کیا تو نبی آخرالزمان علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ۔ اے ابوہریرہ، تم احادیث لکھ لیا کرو۔ کیونکہ میں لا اقول الا الحق، سوائے حق (دین حق اسلام) کے سوا کچھ بولتا ہی نہیں۔ (بخاری)

یہ حدیث شریف، اس آیت شریفہ کی تفسیر ہے، وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرا رسول محمد صلعم حق کے سوا زبان کھولتا ہی نہیں، بلکہ میرا ہی ارشاد، زبان محمد پر جاری ہوتا ہے۔

حضرت انس رض جو مکمل دس برس تک، آنحضرت صلعم کی معیت میں رہے۔ جو ان دس برسوں میں ایک لحظہ بھی آنحضرت صلعم سے جدا نہیں ہوئے، نہ سفر میں، نہ حضر میں، نہ مسجد میں، نہ بازار میں، حتیٰ کہ جب آنحضرت صلعم شب باشی کے لئے کاشانۂ نبوی میں تشریف لے جاتے تھے، تو دروازے کے باہر پڑے رہتے تھے، اور جب آنحضرت صلعم، تہجد کے لئے مسجد نبوی میں آتے تھے تو پھر بالالتزام ساتھ ہو لیتے

Marfat.com

تھے، اور آپ کی ہر حدیث لکھ لیا کرتے تھے، اور جو کاشانہ نبوی والی۔
احادیث رہ جاتی تھیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ و دیگر امہات المومنین
سے دریافت کرکے لکھ لیا کرتے تھے۔ کیا اب بھی یہ شبہ باقی ہے کہ احادیث
نبوی نہیں لکھی گئی ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت انس، آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، اور
صاحب النعلین و صاحب الوضوء تھے، یعنی جب آنحضرت صلعم نعلین
مبارک (جوتیاں) اتارتے تو حضرت انس ان پاک جوتیوں کو اٹھا کر سینہ
سے لگاتے رہتے اور جب وضو کی حاجت ہوتی کوزہ پانی کا بھر لاتے۔ اور
آنحضرت صلعم وضو فرماتے۔ جب وضو کے پانی کو صحابہ کرام ہاتھوں ہاتھ لیکر
منہ اور بدن پر مل لیتے تھے۔

حضرت انس نہ صرف احادیث نبوی خود لکھ لیتے، بلکہ اپنی اولاد کو بھی سخت
تاکید سے احادیث نبوی لکھوا دیتے اور لکھنے کی از حد تاکید کرتے
چنانچہ دارمی کے یہ الفاظ ہیں۔

یا بنی قیدوا ھذا العلم :- اے میرے اولاد، اس علم (حدیث) کو
قید کرلو، یعنی لکھ بھی لو اور یاد کی قید میں بھی محفوظ کرلو!

چنانچہ جب وہ اصحاب کرام، جن کو ہر وقت، دنیاوی علائق و
عوارض کی وجہ سے، آنحضرت صلعم کی صحبت میسر نہ تھی، وہ حضرت انس
رضہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے کہ ہمیں، احادیث نبوی جو آپ لکھ کر محفوظ
کر لیتے ہیں سناؤ، تو آپ ایک دفتر لکھی ہوئی احادیث کا، نکال لاتے
اور فرماتے۔

ھذہ سمعتھا من النبیؐ فکتبتھا وعرضتھا علیہ۔ (الخطیب)

ترجمہ:- یہ ہیں وہ احادیث لکھی ہوئی، جو ہم نے خود آنحضرت صلعم سے سنیں اور لکھیں، اور آنحضرت صلعم کو پڑھ کر سنائیں، اور ان کی تصدیق کرالی اور پھر دیگر صحابہ کرام ان احادیث کو وہیں لکھ لیتے۔

لو! اس منکر اعظم پرویز کے اس مغالطہ عظیم تلبیس ابلیس، اور فریب اکبر کا جواب بھی آ گیا جب یہ ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ قرآن پاک حضرت رسالتمآب حضرت جبریل پر تلاوت فرما کر تصدیق کر لیتے تھے۔ یہاں صحابہ کرام کی احادیث کا ثبوت بھی موجود ہے کہ صحابہ کرام اپنی لکھی ہوئی احادیث کو آنحضرت صلعم پر پڑھ کر ان کی تصدیق کرایا کرتے تھے، فالله الحمد،

آنحضرت صلعم نے جب، حضرت معاذ رضہ کو یمن تبلیغ دین (قرآن و حدیث) کے لئے بھیجا تو فرمایا:-

"اگر کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ معاذ رضہ نے عرض کیا، کہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرونگا، آنحضرت نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس کا ذکر نہ ہو تو؟ تو عرض کیا کہ، سنت رسول (حدیث) کے مطابق فیصلہ دونگا۔ آپ نے فرمایا اگر سنت رسول یا فرض کرلو نہ ہو تو؟ معاذ رضہ نے عرض کیا، میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے معاذ رضہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے، اپنے رسول کے مبلغ کو، رسول کی رائے کے مطابق کر دیا۔ (ترمذی)

المختصر یہ کہ اصحاب نبی صلعم نے احادیث کا سارے کا سارا ذخیرہ اپنی اولاد و شاگردان کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اصحاب رسول نے رسول صلعم

Marfat.com

کی اس حدیث پر عمل کیا کہ

"اللہ تعالیٰ اس اپنے بندے کو سرسبز رکھے
جس نے میری حدیث کو سنا، پھر اسے جیسے سنا تھا، اس
طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا
ہے کہ پہنچانے والے سے، جس کے پاس پہنچا وہ زیادہ محافظ
وحق شناس ہوتا ہے" (ابو داؤد، ترمذی)

یوں بھی ہوتا تھا کہ جمع عیدین اور خاص خاص مواقع پر، آنحضرت صلعم سارے اصحاب رسول کو بلوا کر جمع کر لیتے، اور پھر ایک بلیغ و بسیط وعظ فرماتے۔

پھر آپ کی یہ مشہور و متواتر حدیث کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ اس کے بعد صرف زندیق و دشمنانِ دین ہی احادیث گھڑ سکتے تھے۔ یا جاہل اجہل۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جب میں کوئی حدیث کسی صحابی سے روایت کردہ سنتا، تو اسی وقت اس صحابی کے پاس پہونچتا، اور اگر وہ صحابی استراحت میں ہوتا تو میں اس کے گھر کے دروازہ پر پڑا رہتا، جب وہ گھر سے باہر نکلتا تو میں اس سے اس شنیدہ حدیث کے متعلق دریافت کرتا، اور جب حدیث خود اس سے سن لیتا تو پھر اسے محفوظ لکھ لیتا۔

خاص الخاص نکتہ: اللہ تعالیٰ نے بعض علماء حدیث صحابہ کو بہت طویل عمریں عطا فرمائیں، تاکہ وہ احادیث رسول کو خود امت تک بنفسہٖ وکمالہٖ پہونچا سکیں۔ اور امت میں تا دیر مرجع ہدایت رہیں۔ اور یہ صحابہ کرام فقہ دین (یہ چار فقیہیں نہیں)

بلکہ تفقہ الدین میں نہایت ہی عظیم المرتبت تھے۔ جن میں خاص طور پر
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور رہیں۔ چنانچہ جب وضع
حدیث کے فتنہ کا ابھی دروازہ کھلا ہی تھا، تو جملہ ممالک اسلامیہ کے
تابعین علماء حدیث ان علماء حدیث صحابہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور جتنی بھی احادیث جمع کی گئیں تھیں، وہ سب کی سب ان علماء
صحابہ کے پیش کر کے تصدیق کرا لی گئی، اور غیر صحیح کی نشاندہی بھی کر لی
گو اس وقت ابھی باب فتنہ وا ہی ہوا تھا۔

چنانچہ ملیکہ نے حضرت ابن عباس سے گزارش کی کہ مجھے جمیع
و تمام احادیث صحیحہ، اپنی کتاب سے نقل کر دو، یاد رہے کہ حضرت ابن
عباس کے پاس احادیث کا بہت بڑا مجموعہ لکھا ہوا موجود تھا، اور حضرت
اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھی، مگر حضرت علی علیہ السلام
چونکہ عظیم عالم حدیث تھے، انہوں نے، اپنے فتاوی بھی لکھ رکھے
تھے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ نے، ابن ملیکہ کی گزارش پر مجھے احادیث
صحیحہ کا انتخاب کر کے اسے لکھ دیں، یہ بات خاص قابل ذکر ہے۔ کہ اسی
دوران میں، حضرت ابن عباس رضہ نے، حضرت علی علیہ السلام کی "کتاب
قضایا"، (علی علیہ کے فیصلے) بھی منگوائی۔ (دیکھیے صحابہ کرام اپنے فیصلے
بھی لکھ لیا کرتے تھے، جو آپکے حدیث نے لکھی)۔ چنانچہ حضرت ابن عباس
قضایا علی کو سامنے رکھ کر، اس میں سے بہم احادیث لکھتے گئے، اور
ان کتاب کے بعض حصے قلمزد کر لیے گئے۔ اور فرماتے گئے کہ
واللہ اما خدا کی قسم، علی ایسا فیصلہ ہرگز نہیں کر سکتے تھے، اور یہ
کہ خدا نہ کرے اور وہ بہک ہی گئے ہوں۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

Marfat.com

یہ روایت بھی ہمارے اس موقف کی تائید میں ہے، جس میں ہم نے کہا تھا کہ وضع حدیث میں سب سے بڑا پارٹ روافض مجوسانِ ایران نے ادا کیا ہے۔ دیکھئے ابھی حضرت علی علیہ السلام کو گذرے زیادہ وقت نہیں گذرا کہ ان کے قضایا میں روافض نے موضوعات داخل کردیں، جنہیں حضرت ابن عباس نے رفع کیا۔ فللہ الحمد

الغرض، علم رسول (یعنی حدیث) کی حفاظت کے لئے، علماء حدیث امت نے جو کاوشیں، جانفشانیاں، عرق ریزیاں، دیدہ بیتیاں، نقد و بصر، بحث و تمحیص، جرح تعدیل کی، اور جو جو طرائق و نہج تمیز اختیار فرمائے، ہمیں اس پر فخر ہے کہ اس کائنات ارضی میں، ہمارے علماء حدیث، (صحابہ، تابعین و تبع تابعین و غیرہم) اقوام عالم کے اولین امام ہیں، اور ان علوم تحقیقیہ، فنون انیقہ کے امام الائم ہیں اور اس حقیقت کو خود محققین یورپ نے بھی مانا ہے۔ فذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ فللہ الحمد

ناظرین کرام یہ سنکر حیرت زدہ ہوں گے کہ جب صحابہ علماء حدیث کے بعد حفاظت حدیث کی مسند تابعین علماء حدیث نے سنبھالی، اور نقد و بصر و جرح و تعدیل کا فن شروع ہوا تو ظاہر ہے کہ اس فن میں راویوں کے حالات زندگی سے بحث ہوتی تھی کہ فلاں، فلاں قسم کا ہے۔ اور فلاں فلاں قسم کا، تو بعض بلند ترین مقام تقوی کے حضرات کے دلوں میں شکوک پیدا ہوئے کہ یہ غیبت نہ ہو۔ چنانچہ اپنے وقت کے امام حدیث حضرت یحییٰ بن سعید سے ان حضرات نے اس خلش کا اظہار بھی کیا۔

"کہ آپ احادیث نبوی کی چھان بین کے بارہ میں، جن حضرات
پر جرح و تعدیل اور تنقید و تبصرہ کرتے ہیں، آپ کو یہ ڈر نہیں کہ
وہ روز قیامت آپ کے خلاف غیبت کے دعویدار نہ ہونگے؟

تو حضرت یحییٰ بن سعید نے جواب میں فرمایا "
میرے لئے یہ بہت آسان ہے کہ میرے خلاف یہ لوگ
دعویدار بنیں۔ بہ نسبت اس کے کہ خود آنحضرت صلعم میرے
خلاف دعویٰ دائر کریں کہ اے یحییٰ جبکہ اللہ نے تجھے میرا علم
بحد کمال عطا کیا تھا تو تو نے میرے احادیث سے مدافعت
کیوں نہ کی "

سبحان اللہ! تقویٰ، پرہیزگاری، دینداری اور دیانت داری کا اتنا بلند
مقام کہ اس تحقیق انیق کے بارہ میں، غیبت کا شبہ ہوتا ہے، اور علم،
فکر، نظر اور تحقیق کا یہ عالم کہ احادیث صحیحہ کا امتیاز فرما کر جو پہلے ہی قلمبند
تھیں، جمع کی جا رہی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری، اپنے وقت کے اجلہ تابعین علماء حدیث میں سے
ہیں۔ فرماتے ہیں "جب حدیث میں کذب بیانی شروع ہوئی تو ہم لوگوں
نے، ایک طرف تو احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا، دوسری طرف راویوں
کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا ضروری قرار دیا کہ فلاں راوی کب پیدا ہوا، کب
مرا۔ اور اس کا شغل کیا تھا، کہیں جھوٹ کی عادت تو نہ تھی۔ کہیں حافظہ
کمزور تو نہ تھا، کہیں کسی سیاسی ساز باز کا شکاری تو نہیں تھا۔

۳۰

کتابت حدیث کا تواتر و تسلسل

اوراقِ گذشتہ میں ہم بتا آئے ہیں کہ کتابت حدیث روزِ اول سے ہی شروع تھی۔ اور آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں بھی، مثل قرآن احادیث کی بھی کتابت شروع تھی۔ درمیان میں چند دنوں کے لئے، بخوفِ التباس آپ نے ہنگامی صورت میں منع فرمادیا تھا، اور جب قرآنِ پاک کی کتابت کا محکمہ الگ کرا دیا گیا اور احادیث کی کتابت کا دفتر جدا ہو گیا تو آپ نے ہنگامی حالت کے ختم کر دینے کا اعلان کر کے صاف حکم دیدیا کہ:۔

۱۔ "میں نے کتابت حدیث سے منع کیا تھا، اب مجھ سے جو کچھ بھی سنو لکھ لیا کرو،" (بخاری مسلم)

۲۔ "جو شاہد (حاضر) ہے وہ غائب (آئندہ آنے والوں) تک پہنچادے"

۳۔ "مجھ سے احادیث لکھ کر محفوظ کرلو، کیونکہ میں ہمیشہ نہیں رہونگا،" (ثانی مقبوض عنکم) (بخاری ترمذی)

۴۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز رکھے، جس نے مجھ سے حدیث سُنی تھی،" (بخاری)

۵۔ "ابی فلاں کو میری احادیث لکھ دو،" (بخاری)

۶۔ مختصر یہ کہ آپ کی حیات طیبہ نبوت، کے تئیس برسوں تک احادیث لکھی جاتی رہیں۔ دلوں کی لوح پر نقش (ازبر) ہوتی رہیں، ان کی تعلیم ہوتی رہی۔ درس تدریس ہوتا رہا، اور آپ کی جمیع و تمام احادیث ایک ایک کر کے لکھ کر محفوظ کرلی گئیں تھیں۔

Marfat.com

اب ہم اس باب میں بتفصیل بتاتے ہیں کہ کتابت حدیث کا کام باقاعدہ ہوتا رہا۔ یہاں یہ امر دلنشیں کر لیا جائے کہ:-

۱۔ قرآن پاک نے صرف اصول بیان فرمائے ہیں۔ اور ان کی تعداد بھی بہت ہی کم ہے۔

۲۔ ان اصولوں کی جزئیات آنحضرت صلعم فرماتے رہے، اور یہ کام بھی آپکو اللہ تعالیٰ نے ہی سونپ دیا تھا۔ اور یہ کام بصورت، تشریح، تشریع تبیین تفریع بہت زیادہ تھا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اصولوں، اور ان اصولوں کی محمدی جزئیات دونوں کو "دین اسلام" کا نام دیا ہے۔

۴۔ چنانچہ تنیس برس تک قرآن نے چیدہ چیدہ اصول بتلائے، اور صاحب قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جزئیات (BY LAWS) مقرر فرمائیں۔

۵۔ لہٰذا جب قرآنی اصول اور جزئیات احادیث مکمل ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا نام "دین اسلام" رکھ کر تکمیل دین فرما دی

اب ہم آپ کو اس مجمل کی تفصیل بتاتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں، آپ کی تمام احادیث بتمامہا وکمالہا وجمیعہا لکھی جا چکی تھیں۔ اور آپ کے ہی حکم سے آپ نے صحابہ کرام کو مفتوح علاقوں میں تعلیم قرآن و حدیث کے لئے بھیج دیا تھا۔ جن کی مجلس ہائے وعظ میں لاکھوں تشنگان علم حدیث موجود ہوتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم خود بھی بنفس نفیس، عرب کے جمیع اقطار واکناف میں، تمام قبائل عرب میں، تشریف لے جا کر، قرآن بھی سناتے تھے اور اپنے

مواعظ حسنہ (احادیث) بھی سناتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آپ کی رحلت کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے
اہل علم جانتے ہیں کہ دور صدیقی ہیں، جتنے بھی فیصلے، قضایا اور معاملات طے ہوتے، وہ قرآن وحدیث سے ہی ہوتے تھے، قرآن وحدیث کے سواء دوسرا کوئی دستور وقانون تھا ہی نہیں،

یہ تو ہم ذکر کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام آنحضرت صلعم سے جتنی بھی احادیث لکھتے تھے، اور یاد کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کو سنا کر ان کی تصدیق کرا لیتے تھے۔ چنانچہ جامع ترمذی ہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جتنا بھی مجموعہ احادیث تھا آپ نے، آنحضرت صلعم کے سامنے پڑھ کر اس کی تصدیق کرالی۔ (ترمذی)

اور یہ مت بھولو کہ حضرت ابوبکر صدیق، اسلام کے روز اوّل سے لے کر آخری دن تک آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے، آپ آنحضرت صلعم سے دو سال کچھ ماہ بعد ہیں پیدا ہوئے۔ اور اسی طرح دو سال کچھ ماہ بعد ہیں فوت ہوئے، اور نبوت کے تئیس برس تک آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی ثانی اثنین اذھما فی الغار ہیں۔ یہ شرف آپ کو ہی نصیب ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے آپ کو کہا کہ آپ ہجرت ہیں میرے ساتھ رہیں گے۔ اور یہ حکم خدا ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ عرض کرتے ہیں۔

اسمانی اللہ! کیا اللہ نے میرا نام لیکر کہا ہے۔؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں! اللہ نے ابوبکر کا نام لیکر کہا ہے۔ (بخاری)

Marfat.com

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی خوشی کے مارے رو پڑے مسٹر
میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں کہتا ہے۔ یہ الفاظ سنکر۔
ابو بکر نے مارے خوشی کے آنکھوں سے آنسو بہائے۔
(Abu Bakar shed tears of joy)
حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں، قرآن پاک کی حفاظت کے
بعد، دوسرا سب سے اہم کام حفاظت حدیث کا ہوا۔ اور آپ نے
بھی مفتوح علاقوں میں اصحاب نبی صلعم کو درس قرآن وحدیث کے
لئے بھیجا۔ اور ہر صحابی رسول، جن کی تعداد لاکھوں تک ہے کے پاس
آنحضرت کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جتنے بھی قضایا اور
فیصلے تھے، سب کے سب صرف قرآن، وحدیث سے ہی ہوتے تھے۔
یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ حکومت کا کاروبار رسولؐ کی کتابت
کے قائم رہ سکتا ہی نہیں۔ لہذا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ جن احادیث
سے اس دور مسعود میں حکومت چلائی گئی وہ سب کی سب لکھی گئی
تھیں۔ بلکہ انکی پہلی تدوین حضرت ابو بکر کے دور مسعود میں ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رض

حضرت ابو بکر صدیق کے بعد مسند خلافت
پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے
ان کے دور مبارک میں تمام ممالک عرب، اور ایران فتح ہوا، اور ضروریات
حکومت بہت زیادہ بڑھ گئیں، اور آپ کے دور مسعود میں بھی جو فیصلے
ہوتے تھے، وہ قرآن وحدیث سے ہی ہوتے تھے۔ اور یہ تو ناممکن ہے کہ
اتنی وسیع مملکت اسلام کا بندوبست، صرف زبانی چلتا ہو۔ لہذا

Marfat.com

لازمی ہے کہ کاروبار حکومت سارے کا سارا معرض کتابت میں
تھا۔ فلہٰذا اس پاک دور میں بھی احادیث کی کتابت ہوتی رہی۔ اور یہ
عملی حد دوسری کوشش ہے، تدوین حدیث کی، اور پہلی سے زیادہ
وسیع۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں تو تواتر سے ثابت ہے
کہ جب کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا تو آپ سب صحابہ کو جمع کر کے پوچھتے
فلاں فلاں معاملے میں کسی کو حدیث رسول یاد ہو اور بروقت کوئی نہ کوئی صحابی
کھڑا ہو کر کہتا کہ ہاں آنحضرت صلعم نے اس معاملہ میں یہ حدیث فرمائی ہے اور حضرت عمر
اس پر فیصلہ دیدیتے اور یہ بھی لازمی امر ہے کہ یہ حکومت کے فیصلے بروقت لکھے جاتے تھے
حضرت عمر کے حالات میں یہ واقع جو آئے ہیں۔ آپ بعض صحابہ سے حدیث
کے گواہ طلب فرماتے تھے۔ یہ امر تو اور بھی حدیث کے دین ہونے کی بین
دلیل ہے۔ اور دوسری طرف حدیث کی تحقیق کی طرح گویا حضرت عمر نے
ہی ڈال دی تھی کہ واقعہ محقق ہو جائے۔ اس طرح تحقیق حدیث کی طرح
اول حضرت فاروق اعظم نے ڈالی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک شبہ کا ازالہ یہ جو حضرت عمر کی، حضرت ابوہریرہ کو بعض مواقع
پر حدیث کے بیان کرنے سے منع کا ذکر آیا ہے،
اس کا مقام بالکل علیحدہ ہے۔ اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے پہلے خود حضرت
ابوہریرہ کا بیان سن لیں۔ پھر اصل امر بالکل نکھر کر سامنے آجائیگا۔

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں :-
میں نے آنحضرت صلعم سے دو علم سیکھے ہیں۔ ایک تو میں ہر آن، ہر موقع
اور ہر وقت بیان کرتا رہتا ہوں، اور اگر دوسرا علم سناؤں تو حلقوم بیاں

سے نکالا جائے "۔ (بخاری)

وہ دو علم یہ تھے کہ ایک تو یہی علم محکم تھا، جس کے بارہ میں خود قرآن

پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

آیات محکمات ھن ام الکتاب وآخر متشابھات لا یعلم

تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم (القرآن)

ترجمہ :- ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اس قرآن میں ایک تو بعض آیات محکمات

ام الکتاب ہیں (یعنی صاف صریح اور واضح البیان ہیں اور اصل

دین ہیں) اور دوسری آیات متشابھات ہیں۔ جن کا مفہوم صرف اللہ

پاک جانتا ہے یا راسخون فی العلم ان کے مطالب سمجھ سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ ان آیات متشابھات سے متعلقہ احادیث

کو جب کبھی عوام کے سامنے پیش کرتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ

عنہ روکتے تھے۔ ورنہ تو حضرت عمر رضہ حدیث کے بہت بڑے عالم کاتب

حافظ و مبلغ تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر حضرات علماء حدیث صحابہ نے

فرمایا کہ علم حدیث کا بہت بڑا عالم ہم سے کھو گیا۔

اس کی دلیل میں ہم صرف وہ ایک حدیث پیش کرتے ہیں، جبکہ

آنحضرت صلعم ایک کوٹھی پر تشریف فرما تھے، اور ایک آیت متشابہ

کی بابت حدیث بیان فرمائی تو یہ حدیث سنکر حضرت ابوہریرہ اس حائط

سے باہر آئے، سب سے پہلے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے

تو آپ نے وہ حدیث حضرت عمر سے بیان کی، حضرت عمر رضہ نے سختی کے ساتھ

روکا اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حضرت ابوہریرہ کو لے آئے اور عرض

کیا کہ :-

Marfat.com

"اے اللہ کے رسول، ایسی آیات متشابھات کے بارہ میں ہر ایک کو احادیث بتانا، ان کے عقول پر بوجھ ہوگا، اور یہ سب کم فہمی کی وجہ سے کے اور ہی مطالب نکال کر صراط مستقیم سے دور جا پڑیں گے۔ (یہ تو علماء راسخون کے لئے ہیں) اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) درست کہتے ہیں (بخاری)

چنانچہ کتب احادیث بالخصوص بخاری و مسلم میں حضرت بو حذیفہ سے روایت ہے کہ لوگ تو آنحضرت صلعم سے علم شرع کے بارے میں سوالات عرض کرتے تھے، اور میں، فتنوں کے بارہ میں معروضات کرتا کہ کہیں میں اس فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان آیات متشابھات کے بارہ میں ان احادیث ابی ہریرہ کا تذکرہ کریں، مگر اس مقام پر ہمارا اصلی موقف آنکھوں سے اوجھل ہو جائیگا۔ ہم صرف قرآن پاک سے چند اشارے بیان کرکے، اس مضمون کو کسی اور موقع کے لئے وقف کرتے ہیں،

چنانچہ قرآن پاک میں ہے، اور ہم منکرین حدیث کی ساری کائنات کو چیلنج کرتے ہیں کہ آؤ۔ ان آیات متشابھات کا منشاء ایزد متعال بیان کرد، اور تم قیامت تک ایسا نہ کرسکو گے، اگرچہ اپنی کائنات منکرین کے سارے طاغوت کو جمع کرلو۔ ہاں، خود ہمارے ہی علماء کے کتب سے چرا مت لینا۔ اور یہ بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منکر ہمارے محدث علماء کی چوری کے سوا ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکتے۔

۱۔ الرحمان علی العرش استویٰ (قرآن)

مہربانی کرکے ان کا ذرا ترجمہ بھی کردو، اور مطالب بھی بیان کردو۔

۲۔ السماوات مطویات بیمینہ (قرآن)

۳۔ ذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون

۴۔ ثم استویٰ الی السماء فسواھن سبع سماوات

۵۔ وسع کرسیہ السماوات والارض

۶۔ بل یداہ مبسوطتان

۷۔ فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء

۸۔ من یشا اللہ یضللہٗ

۹۔ خلق السماوات والارض فی ستۃ ایام

۱۰۔ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ

۱۱۔ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن

۱۲۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

۱۳۔ والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ

۱۴۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت

۱۵۔ السماء بنینٰہا باید وانا لموسعون

۱۶۔ ان کیدی متین۔ "کید" کے معنی ذرا اپنے گروؤں سے پوچھ کر کرنا۔

۱۷۔ واللہ خیر الماکرین "مکر" کی معنی بھی ہوش سے ہو۔

۱۸۔ جعل الملائکۃ اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلاث ورباع

۱۹۔ الشمس تجری: ذرا سائنس کے نظریہ کو بھی نظر میں رکھنا جو کہتی ہے
کہ سورج ساکن ہے۔

۲۰۔ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت

۲۱۔ انہ یریٰکم ھو وقبیلہ

Marfat.com

۲۲- لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب د
۲۳- الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب۔
۲۴- انا لمسنا السماء فوجدها ملئت حرسا شدیدا و شہ
۲۵- وانا کنا نقعد منها مقاعد السمع فمن یستمع الآن
یجد له شهابا رصدا۔
۲۶- والوزن یومئذ ن الحق
۲۷- انا عرضنا الامانة علی السماوات والارض فابین
ان یحملنها وحملها الانسان۔ انه کان ظلوما جہ
۲۸- والسماء ذات البروج
۲۹- ولتصنع علی عینی
۳۰- خلقت بیدی
۳۱- فاماته الله مائة عام ثم بعثه
۳۲- والنظر الی حمارک ر غ
۳۳- یمحق الله الربوٰ و یربی الصدقات
۳۴- حروف مقطعات قرآن و دیگر قسم دیگر آیات کریمہ بالخصوص جنت
و دوزخ کے بیان ہیں۔

مقصد ہمارا یہ ہے کہ منکرین حدیث کے اس مغالطہ کا بھی پردہ چاک
کر ڈالیں جس میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہ کو محض ان احادیث
کے ہر عامی کے سامنے پیش کرنے سے منع کیا تھا، جن کا تعلق آیات
متشابہات سے تھا، اور جنہیں صرف راسخون علم ہی سمجھ سکتے تھے۔
حضرت ابوہریرہ کو مطلق حدیث بیان کرنے سے ہرگز ہرگز نہیں روکا تھا

منکرین حدیث کے اس ادعاء باطل و تلبیس ابلیس کے بطلان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھ ہزار کے قریب احادیث مروی ہیں۔ تو کیا اگر حضرت عمران کو حدیث کی روایت سے منع فرماتے تو یہ چھ ہزار احادیث حضرت ابوہریرہ سے بیان ہو سکتیں۔

ایک دفعہ ایک صحابی حدیث بیان کر رہا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روکا اور کہا کہ آنحضرت صلعم کی یہ حدیث سنی ہے کہ "من کذب علی الخ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ دوزخی ہے"؟ اس نے کہا، ہاں یہ حدیث میں نے سنی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"ہاں تو جاؤ، اب بیشک آنحضرت صلعم کی احادیث بیان کرو"

(صحاح) منکرین حدیث، کمال، دغا بازی، فریب کاری اور دھوکہ بازی سے حضرت عمر کے اس "اثر" کا اتنا حصہ پیش کر کے، جس میں ہے کہ حضرت عمر نے "حدیث بیان کرنے سے روکا" باقی کا حصہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں۔ اور پھر کمال دجل و تلبیس ابلیس سے کام لے کر کہتے ہیں کہ، دیکھو منکرو! حضرت عمر رضہ احادیث بیان کرنے سے روکتے تھے۔؟ معاذ اللہ۔

• دیکھ لیا آپ نے کہ یہ منکرین حدیث کتنی دغا بازی و بد دیانتی سے امت کے سادہ لوح و جہلاء کو گمراہ کرتے ہیں۔

• اس نظریہ عمر رضی اللہ تعالیٰ میں صاف ہے کہ آپ نے محض تحقیق حدیث، اور حفاظت حدیث کا باریک نکتہ بیان فرمایا، اور "من کذب علی" کی حدیث کی یاد دہانی کے بعد علی او س الاشہاد فرمایا کہ۔ ہاں جاؤ،

اب حدیث بیان کرو،

ایک مثال :- ان منکرین حدیث کی مثال تو اس چنڈو باز افیمی فقیر کی طرح ہے۔ کہ جب اس مفلوج العقل فقیر کو کہا گیا کہ بھائی۔ نماز کیوں نہیں پڑھتے ،، ؟

فقیر بولا :- ارے نادانو! قرآن سے بے خبر ملاؤ! تمہیں علم نہیں کہ قرآن پاک نے نماز پڑھنے، بلکہ نماز کے قریب بھٹکنے سے بھی روکا ہے۔ کیا یہ آیت قرآن میں نہیں پڑھی تو نے، اے ملا!

" لا تقربوا الصلاۃ " خبردار نماز کے قریب مت جانا۔

ملا بولا :- بادانوگوں! اس آیت کے بعد والا حصہ بھی تو پڑھو، جس میں ہے کہ "وانتم سکارٰی" نماز کے قریب اس وقت نہ جاؤ جب تم نشہ میں ہو۔

فقیر بولا :- جاؤ، ملا!! سارے قرآن پر تیرے باپ نے عمل کیا ہو۔ لا تقربوا الصلاۃ پر، ہم فقیر لوگ عمل کرتے ہیں۔ اور اقیموا الصلاۃ " (نماز ضرور پڑھو کہ فرض عین ہے) اس پر عمل تم ملا لوگ کرو۔

ھو بہو یہی مثال ہے، ان منکرین حدیث چنڈو باز افیمیوں کی، جن کی عقلیں اللہ تعالٰی نے، بسبب انکار حدیث چھین لی ہیں، اور اپنی مخبوط الحواسی ہیں، ہمارے بزرگانِ دین صحابہ کرام کی تفاریر سے۔ ایک ہی جملہ کا آدھا حصہ حسب مطلب لے کر، اس پر جھوٹ، بہتان افترا، کذب و دجل کے طومار باندھتے ہیں۔ ہم ان کے ایک ایک اعتراض واہیات ... ، ثابت کریں گے کہ ان کا سارے کا سارا لٹریچر ایسے ہی

اباطیل، واہیات، ہفوات و شطحیات سے بھرا پڑا ہے۔

یہاں، حضرت عط... وہ قول بھی یاد کر لو جس قول کو، اس بد بخت ازلی نے حدیث بنا کر پیش کیا، اس کے ترجمہ میں، اپنی طرف سے "بجامعت"، "کسی اور جگہ"، کے الفاظ ڈالے، اور پھر احادیث نبوی پر وہ تمسخر اڑایا کہ لکھنؤ کی بھٹیاریاں بھی شرما گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں کتنے ایسے مسائل موجود ہیں کہ جب آپ نے کوئی حدیث نہ پہونچنے سے کسی بات کا فیصلہ کر دیا اور بعد میں، اس کے متعلق حدیث پہونچی تو اپنے قول سے رجوع فرما لیا۔

۱۔ مثلاً۔ حضرت عمر رضی کی رائے تھی کہ دیت صرف عاقلہ کے لئے ہے۔ ذکر کیا عورت اپنے خاوند کی وراثت نہیں پا سکتی۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضحاک بن سفیان نے یہ حدیث پہونچائی۔ کہ آنحضرت صلعم نے اس کو لکھا تھا کہ

اشیم الضبابی کی بیوی اس کی دیت کی وارث ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول سے رجوع فرما لیا۔ (احمد، مالک۔ ابو داؤد، ترمذی۔ الرسالہ امام الشافعی)

۲۔ ایک دفعہ آپ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ "جنین"، (جو بچہ حمل میں ساقط ہو جائے اسکے) بارہ میں کسی نے، آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث سنی ہے؟

تو حمل بن مالک بن نابغہ نے کہا کہ ہاں، آنحضرت صلعم نے "جنین" کے بارہ میں ایک غلام یا لونڈی کو اس کی دیت مقرر فرمایا"

اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر میں یہ حدیث نہ سُن

Marfat.com

لینا، تو اپنی رائے سے فیصلہ دنیا۔ (الرسالہ)

۳۔ ایک دفعہ مجوس کے بارہ میں فرمایا کہ، ان کے متعلق کسی نے کوئی حدیث سُنی ہے! تو حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

مجوس کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو"۔ (الرسالہ)

۴۔ حضرت عمرؓ سے، بنی ثقیف کے ایک شخص نے پوچھا کہ:

اگر کوئی عورت زیارت بیت اللہ کرتے ہوئے حائضہ ہو جائے۔ تو آیا اس کو طہور سے پہلے چلا جانا چاہئے یا نہیں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں جانا چاہئے۔"

اس ثقفی نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے تو چلے جانے کے لئے کہا تھا۔

اس پر حضرت عمرؓ اس پر سخت برہم ہونے کہ جو فیصلہ آنحضرت صلعم فرما چکے ہیں۔ اس کے بارہ میں مجھسے کیوں سوال کرتے ہو۔

۵۔ انگلیوں کی دیت کے بارہ میں حضرت عمرؓ کا مسلک، انگوٹھے سے لے کر چھنگلیا تک بالترتیب پندرہ، دس، نو اور چھ اونٹ دینے کا تھا۔ لیکن جب عمرو بن حزم کی روایت سے آنحضرت صلعم کی یہ حدیث آپ تک پہونچی کہ آنحضرت صلعم نے ہر انگلی کے عوض دس دس اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے مسلک سے رجوع کر لیا (الاحکام ابن حزم)

۶۔ حضرت عمرؓ نے ایک پاگل زانیہ کو "رجم" کرنے کا فیصلہ دیا تو، تو آپ کو یہ حدیث سنائی گئی کہ:

شریعت میں تین شخص (حد شرعی سے) مرفوع القلم (معاف) ہیں اس میں سے ایک پاگل بھی ہے"۔

Marfat.com

تو حضرت عمر رضؓ نے "رجم" سے منع کر دیا، اور اپنی رائے سے رجوع فرما لیا۔! ان تصریحات سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث حجت دین تھی، حدیث کی تبلیغ، کتابت و حفاظت دینی فرض عین تھا۔ اور قرآن و حدیث کی موجودگی میں کسی تیسری بات کو درمیان میں آنے ہی نہ دیتے تھے، حتیٰ کہ خود اپنے فیصلے سے بھی رجوع فرما لیتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضؓ پر یہ بہتان باندھنا کہ وہ نفس روایت حدیث منع کرتے تھے۔ کس قدر دجل و تلبیس ہے۔

ان تصریحات میں یہ امر بھی آ گیا کہ حضرت عمر رضؓ خبر احاد بھی قبول کر لیتے تھے یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے حدیث پر شاہد مانگے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضؓ خبر احاد کو مانتے ہی نہ تھے، بلکہ ان دو تین روایات، کیونکہ ایسے صرف تین واقع ہوئے ہیں، حضرت عمر کی ۶۳ برسوں کی عمر میں ان واقعات میں، حضرت عمر رضؓ کو حدیث کے متن کی صحت پر کچھ شبہ تھا، اس لئے آپ نے شواہد طلب کئے۔ ۶۳ برس کی عمر میں سے تین واقع لے کر، باقی ۶۳ برس عمر کی ساری مدت ان کے برعکس عمل ہو۔ کوئی حکم لگانا، یقیناً جہالت، بد دیانتی اور خلاف ایمان ہے۔

مختصر یہ کہ خبر احاد قبول کریں، یا گواہ طلب کریں، دونوں صورتوں میں ہمارا موقف صاف ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حدیث حجت دین ہیں، ماخذ دین ہیں، جز دین ہیں، اور یہ اسلام کا دوسرا ستون ہیں

ہم اپنے اس نظریہ کی تائید میں، کہ حضرت عمر رضؓ کے گواہ طلب کرنا

مقصد محض یہ تھا کہ، حدیث کے متن میں آپ کو شبہ تھا! دیکھئے
"جنین" یعنی اسقاط حمل والی حدیث حمل بن مالک کی حدیث خبر واحد
پر اعتبار کر لیا۔ حالانکہ یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے بھی آئی
ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ نے بلا تامل اسے مان لیا۔ اور ابتداءً جب یہی
حدیث مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضؓ گواہ طلب کرتے ہیں
اور حضرت مغیرہ محمد بن مسلمہ کو گواہی میں پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ یہم بتائیے
جیسے کہ جب یہی حدیث حمل بن مالک سناتے ہیں تو آپ بغیر کسی پس و پیش
کے قبول کر لیتے ہیں۔ اس میں یہ احتمال بھی قوی ترین ہے کہ مغیرہ بن
شعبہ فریق ثانی تھے۔ لہٰذا اس وجہ سے شہادت طلب کی۔ بہرحال
حدیث حجت دین ہے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ کی "سلام" والی حدیث پر شاہد طلب
کرنے پر فرمایا کہ:۔
مجھے تحقیق حدیث مطلوب ہے۔ اور آپ کا یہ فرمان مملکت اسلام کے
جمیع گورنروں اور عمال کو تھا، علموا الحدیث کما تعلمون القرآن (حجۃ اللہ)
مال یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض احتیاط کی خاطر بعض اوقات
ایسی تحقیقاتی جرح فرماتے تھے۔ نہ کہ حدیث کی روایت کو ہی منع سمجھتے تھے
تما بنت ھی اھیم:۔ ہم یہاں پر یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں
ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔ اور اس میں ہمیں کسی بھی لومۃ لائم کی پرواہ
نہیں، وہ یہ کہ ہم صرف اللہ پر اور اس کے رسول مقبول محمد رسول اللہ
صلی اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ ہم شخصیت پرست ہرگز نہیں۔ لہٰذا
اگر بفرض محال، کہیں حضرت عمر رضؓ کے متعلق یہ مفہوم نکل بھی آئے

کہ آپ نفس حدیث کی روایت کے مخالف تھے۔ بخدائے محمد ہم اسے بھی رد کر دیں گے۔ جبکہ ہمارے پاس سینکڑوں احادیث، اور لاکھوں اعمال صحابہ موجود ہیں کہ

۱۔ احادیث لکھ لو۔

۲۔ احادیث کی روایت عام کرو۔

۳۔ احادیث کی حفاظت کرو۔

۴۔ حاضر، غائب تک پہنچا دے۔

۵۔ اور لاکھوں صحابہ کرام نے احادیث لکھیں اور ان کی روایت کی۔

ان اتنے بڑے دلائل کی موجودگی میں ناممکن ہے کہ کوئی صحابی اس تعامل صحابہ کے خلاف عمل کرے، بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجسم تابع و رضا، رضائے الٰہ و رضائے محمد تھے۔ اور اگر بفرض محال ایسا ہوا تو ہرگز ہرگز نہیں، اور نکھانے کی خاطر ہم اس محال کو فرض کر بھی لیں کہ حضرت سے ایسا ہوا ہے، تو بخدائے قرآن وہ رد کر دیا جائے گا۔ مگر حق یہ ہے کہ ایسی نسبت حضرت عمر رضی اللہ کی طرف قطعی غلط اور بہتان عظیم ہے جبکہ عمر رضی اللہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں قرآن و حدیث کے مدارس قائم کئے اور تعلیم حدیث کی اتنی ہی تاکید فرمائی جتنی کہ تعلیم قرآن کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کے تذکرہ میں بھی گذر چکا ہے کہ جب کوئی امر آپ اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتے، اور بعد میں معلوم ہو جاتا کہ، حدیث اس کے خلاف ہے تو آپ اس وقت اپنی رائے سے رجوع فرما لیتے، چنانچہ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کی حدیث پر

Marfat.com

اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا۔

حضرت ابوبکر کے بارے میں یہ بھی گزر چکا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آ
قرآن سے فیصلہ دیتے، اگر قرآن سے نہ ملتا، تو احادیث نبوی سے فیص
کرتے، اگر احادیث نہ پاتے، تو پھر صحابہ کرام کو جمع کرکے مسئلہ دریافت
فرماتے کہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی حد
فرمائی ہے؛ اور اگر ان محفلوں میں بھی پتہ نہ چلتا تو پھر علما صحابہ کو جمع کر
متفق طور پر فیصلہ کردیتے۔ (اعلام الموقعین)

اور اوپر گزرچکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی عمل
تھا۔ یہاں یہ امر خصوصیت کے ساتھ ذہن نشین کرلیا جائے کہ جتنی بھی
تشریعی احادیث ہیں، جو ابدی اور حکم میں مثل قرآن ہیں۔ وہ سب کی
سب متواتر ہیں۔ اور تواتر کا بھی یہ عالم ہے کہ ان احادیث کے سینکڑ
صحابہ راوی ہیں، اور صحابہ کے بعد ہزاروں لاکھوں ان کے شواہد ہیں۔
اور تابعین کے بعد، ان کا تواتر کروڑوں شواہد تک پہونچ جاتا ہے، او
آج بھی امت میں، وہ سب کی سب احادیث صحیحہ پدرہا امتیوں کے ذریعہ
ہم تک تسلسل و تواتر کے ساتھ پہونچی ہیں، اور تا روز قیامت یہ تسلسل
و تواتر قائم رہے گا۔ لہٰذا احادیث تشریعی کے بارے میں کوئی شک و
شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہی نہیں۔ فللہ الحمد

یہ امر بھی دلنشین کرلیا جائے کہ عبادات، معاملات، حدود و قصاص
اخلاق معاشرت وغیرہا؛ اصل بنیاد دین اسلام ہیں۔ الحمدللہ کہ ان
ابواب کی ساری کی ساری احادیث متواتر و مسلسل ہیں۔ ان ابواب میں
ایک بھی حدیث ایسی نہیں، جن پر صحابہ کرام سے لے کر آج کے دن ۱۲ دسمبر

تک (میں نے نومبر ۱۹۵۴ء بھی لکھا ہے)، مگر چونکہ یہ مسودہ لکھنے میں وقت صرف ہو رہا ہے۔ بہ عبارت آج شب وقت ۹ بجے ۱۲ دسمبر ۱۹۵۴ء کو لکھ رہا ہے۔ اسلئے پہلے کی عبارت میں نومبر آیا ہے۔ آج کی تحریر میں دسمبر لکھ رہا ہوں (النزدی) امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام، کے کروڑوں، پڑھا، اور سنگھا مسلمانوں میں آج کے دن تک تواتر و تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہیں۔

کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جو احادیث عین زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام نے لکھ کر محفوظ کر لی تھیں۔ وہی اور بعینہ وہی آج بھی ہمارے پاس تواتر و تسلسل کے ساتھ کتب متداولہ کے ذریعہ چلی آرہی ہیں۔ اور جن میں مثل قرآن، ایک حرف، ایک زیر، ایک زبر، ایک سکون و جزم کا بھی فرق نہیں۔ آپ آج سے تیرہ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی کتاب حدیث موطا امام مالک کو سامنے رکھو۔ اور تیرہ سو سال میں چلنے بھی اس کتاب حدیث کے نسخے بارہا، ہزار بار، لاکھ بار۔ دوبارہ طبع ہوئے ہیں۔ سب کو سامنے رکھو، اور آج ۱۹۵۴ء میں جو نسخے موجود ہیں ان کو بھی سامنے رکھو۔ تو آپ کو کسی بھی لفظ، حرف، زیر، زبر حتی کہ شوشہ تک کا فرق نہیں ملے گا۔

اس طرح دیگر ہزاروں کتب حدیث کو اچھی طرح سے جانچ پڑتال کر دیکھ لو۔ صحاح ستہ یعنی ایک صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح ابو داؤد، صحیح ابن ماجہ اور صحیح نسائی کے دوسری صدی ہجری کے زمانہ میں جمع و مدون کردہ نسخوں کو سامنے رکھو۔ اور ہر دور، ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم میں ان صحاح ستہ کے کروڑہا نسخے طبع ہوتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

... ہیں۔ بس کو سامنے رکھ کر دیکھو گے تو ایک لفظ، ایک حرف، ایک زیر، ایک زبر، ایک سکون اور ایک شوشہ کا بھی فرق نہ پاؤ گے۔

کیا امت کا یہ چہاردہ صد سالہ اتفاق، اجماع، تعامل، تواتر اور تسلسل اسبات کی قطعی دلیل نہیں، کہ آج جتنی بھی ہمارے پاس احادیث صحیحہ موجود ہیں، وہ بعینہہ وہی ہیں جو آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے بحکم خدا، وما ینطق عن الھوی، خداوند عالم نے خود کہلوائی تھیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ امت کے تسلسل و تواتر کے حق ہونے، عین منشاء ایزدی ہونے، عین حکم خدا ہونے اور عین دین ہونے کی قرآن پاک خود گواہی دے رہا ہے (سبیل المومنین)

جب ہمیں جون ۱۹۵۴ء میں پاکستان میں حدیث کے منکر اعظم، جناب پرویز جس کا نام اس مجوسی شاہ ایران کے نام سے بالکل یکسانیت رکھتا ہے، جس نے آنحضرت صلعم کے خط مبارک کو پھاڑ ڈالا تھا، یعنی خسرو پرویز کسریٰ ایران، جس کے لئے آنحضرت صلعم نے پیشگوئی کر دی تھی۔ اور اپنے رب اکبر سے استدعا کی تھی کہ

"اللھم مزق ملکہ"، (بخاری) "اے اللہ جس طرح اس نے میرا خط پھاڑا ہے۔ اسی طرح اس کے ملک کو پھاڑ دے" دنیا نے دیکھ لیا کہ کسریٰ ایران کا ملک کس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مزق کل ممزق، کس کس طرح تہس نہس کر دیا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی، حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہاتھوں سے رب محمد نے پوری کروا دی۔

Marfat.com

ہاں تو جب ہمیں پرویز پاکستان، پرویز ایران کا مثیل غلام محمد ٹبالوی
اطیل، خرافات، شطحیات، یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کی، یعنی فتنہ
حدیث کی خبر ملی، تو میں، اسی جولائی ۱۹۵۲ء میں زیارت حرمین شریفین کے
مقاصد دلنشیں کر کے گیا،

اول یہ کہ کاروبار دنیا میں اسقدر پھنس چکا تھا کہ نہ تو وقت ملتا تھا
اور نہ ہی دل اس کار خیر کی طرف رجوع ہوتا تھا۔

دوم یہ کہ یہاں، پاکستان میں فتنہ انکار حدیث سن سن کر اسقدر
دل اشتہ ہو گیا تھا کہ سمجھ بیٹھا تھا کہ شاید سارا جہان ہی منکر حدیث
ہے۔ لہٰذا یا تو ہجرت کر کے مرکز اسلام حرمین شریفین میں متوطن
گنج نشیں ہو جاؤں۔ یا صاحب الاحادیث نبی آخر الزماں۔ رسول
ت کے روضۂ اطہر پر پہنچ کر، اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ کہ اے بار
ا، میرا دل، اپنے دین (قرآن و حدیث) کی طرف پھیر دے۔

دلِ فضل احمد پھیر دے اسلئے کہ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۴۳ء
علوم اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہو کر، علوم مغرب میں بی، اے
تبلیغ اسلام میں جنون کی حد تک مشغول رہا۔ اور چونکہ میرا صوبہ سندھ
تھا، لہٰذا سندھ ہی کی زبان میں۔ میں نے دو درجن کتب لکھیں۔ جن
سیرت النبی دو جلدوں میں ایک ہزار فل اسکیپ کے صفحات میں لکھی
کہ جب سے سندھ میں اسلام آیا تھا، تب سے لیکر ۱۹۴۰ء
سندھی زبان میں آنحضرت صلعم کی کوئی بھی مستند و مکمل سوانح
ت لکھی ہی نہ گئی تھی۔ اور پھر میں سندھ میں، توحید کی تبلیغ کا کام،
ب القرآن نے، اس احقر سے لیا۔

Marfat.com

تاآنکہ ۱۹۴۲ء میں سندھی زبان میں ایک اردو کی بدنام
کی کتاب ستھیارتھ پرکاش کا ترجمہ ہوا، میرے چند شاگردوں
توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ اس کتاب میں آنحضرت صلعم، اللہ پاک
پاک اور اسلام پاک پر فحش گالیوں کا طومار تھا۔ میں اس وقت
گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم کے ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز تھا۔ یعنی
ایجوکیشنل انسپکٹر تھا۔ میں نے ستھیارتھ پرکاش سندھی
کرانے کی تحریک ۱۰ جون ۱۹۴۳ء کو شروع کی۔ اسپر مجھے گورنمنٹ
نے تہدید نامہ بلا کہ، یا استعفاء دو یا اس تحریک سے دست بر
میں نے ناموس محمد عربی صلعم کی خاطر استعفاء دیدیا اور تحریک اس
سرسبز ہوئی کہ دسمبر ۱۹۴۳ء میں حکومت سندھ نے، آریوں کی یہ کتاب
دشنام دہی ضبط کردی۔ اور اس کی ضبطی میں، خود ہند اسمبلی میں قرار
منظور کی گئی۔ جبکہ ہندوستان پر بظاہر انگریزوں کا راج تھا، اور
دور ہندؤں کا راج تھا، اور ہند اسمبلی میں ہندوؤں کی تعداد تقریباً
ممبروں کی تھی، اور مسلمان صرف ڈیڑھ سو کے قریب تھے۔ اور یہ قرار
کونسل آف اسٹیٹ میں بھی پاس ہوگئی۔ حتیٰ کہ خود ہاؤس آف کامنز
(لنڈن) میں بھی باتفاق رائے منظور کرلی گئی۔

میرا مطلب اس ذکر خیر سے یہ ہے کہ اس تحریک کی کامیابی کے
میں نے اپنے آپ کو بیروزگار پایا۔ پھر میں خانگی روزگار میں
اس کاروبار معاش نے مجھے جون ۱۹۵۴ء تک تبلیغ دین سے روک
اس عرصہ میں صرف اتنا ہی ہوسکا کہ ارکان اسلام نماز، روزہ
ذاتی طرح پابندی کرتا رہا۔ مگر تبلیغ دین نہ کرسکا۔ اسلئے کہ دل کا

مشغول تھا۔

ان ارادوں کے ساتھ جب حرمین شریفین پہونچا۔ تو وہاں لاکھوں
رسالت کے پروانوں کو دیکھا کہ آنحضرت صلعم پر آج بھی ویسے ہی
نثاریاں کر رہے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے ہی
ابدی وسرور سرمدی گردانتے ہیں، جیساکہ صحابہ کرام کا عمل تھا۔
خصوص ودو مقامات کے چشم دید واقعات نے تو کھر مپری کا تماننا ہی
دی اور ایمان تازہ ہو گیا۔

حجر اسود:۔ شمع رسالت کے پروانے، حجر اسود کو بوسہ دینے کے
اسقدر مضطرب، بے چین اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے ۱۹۲۷ء
آج بھی آنحضرت صلعم حیات کھڑے حکم سنا رہے ہیں، اور یہ حرمین شریفین
نے آپ پر دیوانہ وار فدا ہو رہے ہیں۔ حالانکہ حجر اسود کا چومنا ۔۔ ہے۔ تو میں نے
سنت (حدیث) ہی تھے۔ جس کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعا
معترشناس مزاج اسلام کہ بوقت تقبیل (بوسہ لیتے کے وقت)
ن کرتا ہے کہ ۔ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ ا۔۔
وہ کچھ بھی نہیں۔ میں نے اگر آنحضرت صلعم کو، تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا
تا، تو کبھی بھی نہ چومتا۔

روضہ اطہر:۔ جو میں نے آج ۱۹۵۴ء میں بھی آنحضرت صلعم
لئے سچے مومن مسلمانوں کی عقیدت دیکھی۔ بجذا وہ اس منظر کے تک
تک تھی، جو منظر صحابہ کرام نے دکھایا تھا۔

اب میرا یقین کامل ہو گیا کہ یہ جو منکرین حدیث نے طوفان بے تمیزی
ھار کھا ہے۔ حقیقت میں یہ مسلمانی جامہ میں، وہی پرانے زندیق مجوسی

ہیں۔ جو آج بھی مسلمانوں کو ان کے دین، نبی آخر الزماں محمد صلی
وسلم سے پھیر رہے ہیں۔ اور اب بفضل اللہ تعالیٰ و بعونہ میرے
مطمئین و تسلیم کی یہ حالت ہے کہ اگر دن رات کے چوبیس گھنٹ
سے دو گھنٹے بھی تبلیغ دین کے سوا گزرتے ہیں، اور منکرین
کے رد لکھنے کے سوا گزرتے ہیں، تو بخدائے محمد! حالت یہ ہوتی ہے
گویا مجھ سے میرے دونوں جہان چھین لئے گئے ہیں کہ یہ دو گھنٹے بھی
زر محبوب ابدی "، "سرور سرمدی"، صاحب قاب قوسین "عند
بش نکیں "، "صاحب ما ینطق عن الھوی "، "صاحب او
میں نے نبی "، "ذات پاک ستودۂ عالمیان "، "محبوب رب کبریا "،
رسل "۔ نبی آخر الزماں "، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
زندیقوں، مجوسیوں، یہودیوں اور ملحدوں کی زندیقیت، مجوسیت
یہودیت، اور الحاد کو ذبح کرنے کے سوا کیوں گذرے

آج ۳۱ دسمبر ۱۹۵۴ء کا ہی واقعہ ہے کہ میں صبح ۷ بجے اپنے کارو
سے کراچی گیا۔ شام کو سات بجے واپس آیا۔ اور اپنے تاجدار مدینہ
احادیث سے زندیقوں کی زندیقیت دور کرنے بیٹھ گیا۔ نہ بیوی کو منہ
جو میری زندگی کی بہترین متاع حیات ہے۔ نہ بچوں کو منہ لگایا، جو اللہ
کے رسول کے بعد، میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ ہیں۔ اور منکر اعظم
پرویز کا جواب (یہ کتاب) لکھنے بیٹھ گیا۔ ابھی چند سطریں ہی لکھی تھیں
تو میرے دل کی رانی یعنی میری بہترین متاع حیات بیوی میرے سب سے چھو
بیٹے۔ جو ابھی دو برس کا چودھویں رات کا چاند سا شاہزادہ "ہادی مصطفی
کو لے کر میرے لکھنے کے کمرے میں لے آئی۔ خدائے محمد! شاہد ہے کہ اس وقت

میری بہترین رفیقۂ حیات، اور میرا ننھا منا دو برسوں کا لختِ جگر، دونوں مجھے ایسے بڑے معلوم ہوئے کہ میری تیوری دیکھکر، میری بیگم اسی وقت بچے کو لیکر نیچے چلی گئی۔ اللہ اکبر! میرا رب، ربِ محمد! اس بات پر حاضر ناظر شاہد ہے کہ میں نے دنیا کی ان دونوں دلبستگیوں کو محض محبوب کبریا کی خاطر آنکھوں سے اوجھل کردیا کہ آج کی تاریخ میں خدمتِ خیر الانام پوری کرلوں۔ فللہ الحمد۔

تیسرا مقصد میرا:۔ زیارت حرمین شریفین سے یہ تھا کہ جب میں ۱۹۲۷ء میں حج کے لئے گیا تو میں نے احادیث مبارکہ میں پڑھا تھا کہ حرمین شریفین کے سات مقامات پر جو بھی نیک دعا کی جائے، وہ قبول ہوتی ہے۔ تو میں نے ۱۹۲۷ء میں یہ دعا کی تھی کہ

اے بار خدایا! میری آنکھیں دکھنے نہ آیا کریں!

اس میری دعا کا پس منظر یہ تھا کہ، یہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ یعنی علوم عربیہ قرآن و حدیث کے پڑھنے کا، تو میں سولہ سولہ گھنٹے پیہم دیدہ ریزی، یعنی قرآن و حدیث و علوم عربیہ کے پڑھنے میں گذار دیتا تھا۔ اور طالب علمی کے روز اوّل سے ہی ربِ محمد نے میرے دل میں، قرآن و حدیث کے مطالعہ کا عشق ڈالدیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ، ہر سال دو تین دفعہ مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہوتا تھا، اور آنکھیں اسقدر سوج جاتی تھیں اور درد ہوتا تھا کہ ہفتوں تک درد سے کراہتا رہتا تھا۔ میں نے حرم پاک میں یہ دعا کی کہ:

"اے بار خدایا! میری آنکھیں دکھنے نہ آیا کریں"

خدا شاہد ہے کہ ۱۹۲۷ء سے لے کر آج ۱۳ نومبر ثف آٹھ جبکہ

Marfat.com

دنیں منٹ سنہ ۱۹۵۴ء تک پھر مجھے کبھی بھی آشوب چشم نہیں ہوا۔ تو جب
میں نے جون سنہ ۱۹۵۴ء میں پاکستان کے منکر اعظم پرویز کا لٹریچر پڑھا، تو
دل اس کی اباطیل و تلبیس ابلیس کے رد کی طرف مائل نہیں ہو رہا تھا۔
کیونکہ کاروبارِ دنیا۔ اور دولت کی بے حساب فراوانی نے (میں اللہ کی
خاص عنایت سے، حافظ حدیث بھی ہوں، حافظ قرآن بھی ہوں۔ اور
ساتھ ہی ساتھ کئی بہت بڑے وسیع کاروبار کا مالک بھی ہوں) مجھے
دنیا اور دنیا کی آسودگیوں نے اسقدر جکڑ بند ڈال رکھے تھے۔ کہ تبلیغ
دین کی طرف راغب ہونا، ناممکن تو نہیں، مگر دشوار ضرور ہو چکا تھا۔
(کیونکہ دنیا کے ساتھ ہی۔ اسے بھی تھا، اور یورپ کے ہتھکنڈوں
سے کماحقہ واقف ، خلافت کانگریس اور مسلم لیگ کی تحریکوں
میں، انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے، بلیغ ترین مساعی
بھی شامل حال تھیں، مولوی فاضل بھی تھا، منشی فاضل بھی تھا۔
ادیب فاضل بھی تھا۔ فارغ التحصیل علوم عربیہ بھی تھا۔ اور چھ برس مکہ
معظمہ میں رہ کر وہاں سے "شیخ الحدیث" کی سند بھی حاصل کر لی تھی)
بایں ہمہ جامعیت علوم دین و دنیا دنیاوی کاروبار میں بہت زیادہ
منہمک ہو چکا تھا۔ مجھے سنہ ۱۹۲۷ء کا واقعہ یاد آیا۔ کہ حرم پاک میں جو
دعائیں کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائیں۔ لہٰذا اب سنہ ۱۹۵۴ء
میں پھر حرمین شریفین چلوں کہ وہاں پر پھر یہ دعا کروں کہ:-
اے بار خدایا۔ میرے دل کو اپنے دین اسلام (قرآن و حدیث)
کی طرف پھیر دے۔ تاکہ تیرے دین کی تبلیغ میں پھر فنا فی اللہ و فنا فی الرسول
ہو جاؤں۔

چنانچہ رب محمدؐ نے میری دعا قبول کی۔ اور میرے دل کو اپنے دین کی طرف پھیر دیا۔ فللہ الحمد۔

حرم پاک میں امسال میری دوسری چار دعائیں یہ تھیں:۔

اول:۔ اے بار خدایا مجھے آج کی اسلامی دنیا میں سب سے بڑا عالم قرآن و حدیث بنا دے۔ آمین

دوسری:۔ اے بار خدایا! مجھے آج کی اسلامی دنیا میں سب سے بڑا متقی و پرہیز گار بنا دے۔ آمین۔

تیسری:۔ اے بار خدایا! مجھے حکومت پاکستان عطا فرما! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ حکومت ملنے کے بعد تیرے پاکستان میں، تیرا بندہ، تیرے رسول کا تابع فرمان رہ کر، یہاں صرف قرآن و حدیث کی ہی حکومت قائم کروں تو۔ اور اے باری تعالے:۔ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ حکومت ملنے کے بعد میں بھی بہک جاؤنگا، اور موجودہ صاحبانِ اقتدار کی طرح، تیرا اور تیرے رسول کا باغی ہو جاؤنگا۔ تو پھر مجھے صرف تبلیغ دین کا ہی سہرا عطا فرما۔ آمین!

چوتھی دعا:۔ یہ کہ۔ اے رب پاکستان، پاکستان کی حکومت کی وزارت خارجہ سے۔ کم از کم، ظفر اللہ قادیانی کو نکال دے۔

یہ دعا تو اللہ تعالیٰ نے میری والیسی حرمین شریفین پر ہی قبول فرمالی، دل پھیرنے کی بھی قبول فرمالی، دوسری دعاؤں کا انتظار ہے۔ اور دعا نمبر ۲ کا فیضان بھی ہو رہا ہے۔

چوتھا مقصد:۔ حرمین شریفین کی زیارت کا یہ تھا کہ جمیع کذب اثبات حاد

بالخصوص صحاح ستہ کے وہ نسخے بھی حاصل کروں، جو تیسری صدی کے وسط میں لکھے گئے۔ اور تیسری صدی کے بعد آجتک جتنے بھی نسخے لکھے گئے، وہ سب کے سب حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سب کے سب نسخے حاصل کرکے پاکستان واپس ہوا۔ حتیٰ کہ بخاری شریف کا آخری مصری نسخہ جو سنہ ۱۹۴۶ ہجری میں مصر میں طبع ہوا وہ بھی حاصل کرلیا۔

آج اگر کوئی بھی منکر حدیث ان تیرہ سو سالوں کے نسخے ہائے صحاح ستہ کو دیکھنا چاہتا ہے تو آئے میرے پاس، میں دکھلاؤں۔ کہ جو بخاری شریف کا پہلا نسخہ سنہ ۲۳۰ ہجری میں شائع ہوا، اور اس کے بعد آج کے دن تک اس کی کروڑہا کاپیاں طبع ہوئیں، اور جو سب سے آخری نسخہ سنہ ۱۹۴۶ء میں طبع ہوا۔ سب کا موازنہ کرکے دیکھ لے کہ ہے کسی بھی زیر زبر، سکون اور تشدید تک کا فرق، ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔

یعنی سنہ ۲۳۰ ہجری سے لیکر سنہ ۱۹۵۷ء تک کے جمیع نسخے ہمارے پاس کروڑہا افراد امت سے ہوتے ہوئے کس قدر تسلسل و تواتر سے محفوظ و مصئون موجود ہیں۔ نہ صرف صحیح بخاری، بلکہ صحاح ستہ سب کے سب۔

دوسری طرف موضوعات حدیث کے بھی جتنے نسخے تیسری اور چوتھی صدی سے لے کر لکھے گئے، وہ بھی اس احقر کے پاس سب کے سب موجود ہیں۔ ان کا بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے پاس بفضل اللہ تعالیٰ و بفضل احمد صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی احادیث صحیحہ کا سارا دفتر محفوظ مکتوب علی سبیل التواتر موجود ہے۔ اور احادیث موضوعہ کا بھی سارا ذخیرہ موجود ہے

اس کے بعد کسی زندیق کو یہ شیطانی وسوسہ ڈالنے کی مجال رہتی ہی نہیں۔ کہ موضوعات و احادیث صحیحہ میں آج فرق کیسے کیا جائے؟ فرق تو علماء بہت صدیوں پہلے بتلا گئے۔ اور نشاندہی کر گئے۔ فللہ الحمد۔

اب اگر کوئی منکر ایسی شطحیات و سفوات کا اظہار کرتا ہے، تو وہ یقیناً تلبیس ابلیس ہے، دجلِ دجال ہے۔ زندیقیتِ زندیق ہے۔ مجوسیتِ مجوس ہے۔ یہودیت یہود ہے، اور الحادِ ملحدین ہے۔ ان کے سوا قطعاً کچھ نہیں امتِ محمدیہ کے مجتمع شیرازہ کو بکھیرتا ہے۔ مجمع یہ کہ گو امت میں چھوٹے چھوٹے بے محل، بے اثر، فروعی اختلاف ہیں۔ جنہیں حقیقت میں اختلاف کہنا ہی نہ چاہئے، جیسا کہ ہم اپنی کتاب "صحیح قرآنی فیصلے" میں بتفصیل بتا آئے ہیں مگر امت کے کسی بھی گروہ نے آج تک :۔

۱۔ احادیث نبوی کے دین ہونے
۲۔ حجت دین ہونے۔
۳۔ احادیث کے ابدی ہونے۔
۴۔ حدیث کے ماخذ دین ہونے،
۵۔ حدیث کے جزو دین ہونے، اور
۶۔ اسلام، نام ہی، قرآن و حدیث کے مجموعہ کے ہونے کا انکار کسی بھی امتی نے حتماً و یقیناً نہیں کیا۔ ہاں، زنادقہ، اور منکرین حدیث یقیناً امت میں شمار نہیں ہیں۔

لہٰذا آج جو بھی زندیق یہ کہتا ہے کہ

۱۔ آنحضرت صلعم کی اطاعت بحیثیت امیر صرف بالمشافہ تھی۔ یعنی آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد، ان کی اطاعت ختم ہو گئی۔

Marfat.com

۲۔ حدیث حجت دین نہیں، ماخذِ دین نہیں،
۳۔ آنحضرت صلعم کی اطاعت ابدی نہیں۔

وہ یقیناً زندیق ہے، گمراہ ہے۔ ملحد ہے۔ دشمنِ رسول ہے۔ لہٰذا دشمن خدا ہے۔ دشمن اسلام ہے، اور مسلمانوں کا جانی دشمن ہے۔ اور امت میں فتنہ و فساد مچا رہا ہے۔ امت کے مجتمع شیرازہ کو منتشر کر رہا ہے۔ امت میں تشتت و افتراق ڈال رہا ہے۔ ایسے مردود کو تو جتنا جلدی ہو سکے اس کی مردودیت، زندیقیت و شیطانیت سے روک دیا جائے۔

الغرض، حقیقت یہ ہے کہ احادیث نبوی کے سواء اسلامی زندگی کا تصور بھی ایک لحظہ کے لئے بھی ناممکن ہے۔ اور منکرین حدیث، حدیث کا انکار کر کے یہی کچھ تو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے دین اسلام سے برگشتہ کر دیں۔

اور ساتھ ہی یہ امر بھی محقق ہے کہ اسلامی حکومت کا نظم و نسق و بندوبست اور کاروبار جو یقیناً صرف قرآن و حدیث پر ہی مشتمل تھا۔ وہ بغیر باقاعدہ ضابطہ تحریر میں لانے کے سوا چل سکتا ہی نہیں۔ یہ امور اس بات کے بیّن دلائل ہیں کہ احادیث روز اول سے ہی لکھی گئی تھیں، اور بعد میں حسب ضرورت جمع، مدون، مرتب اور مفصل طرح الواب کی صورت میں آتی گئیں۔ اور آج ہم تک نسلاً بعد نسل متواتر و تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اسلامی ملک کے طول و عرض میں جو بھی قوانین اسلام تھے، وہ صرف قرآن و حدیث سے ہی تھے، اور سب کے سب باقاعدہ لکھے ہوئے ضابطہ کے ساتھ تھے

اور یہ تو ہم بتا ہی آئے ہیں کہ احادیث نبوی کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور
ہی ناممکن ہے۔ ایک نکتہ اور یاد رہے کہ حضرت عمرؓ احادیث تشریعی کے
سواء دوسری احادیث کی جانب زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ اور خود حضر
عمر سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عثمانؓ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حکومت اسلامی
(خلافت) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد
ہوتی ہے۔ اور بارہ برسوں تک قائم رہتی ہے۔ اس دور مبارک میں
اور بھی دور دراز تک اسلامی ممالک پھیل جاتے ہیں۔ اور یہ امر بھی یقینی
ہے کہ اتنی بڑی وسیع مملکت کا کاروبار لکھنے کے سوا تو محال ہے۔ اس
عہد میں بھی قوانین اسلام سب کے سب لکھے ہوئے تھے۔ اور ظاہر ہے
کہ قوانین اسلام کہ اس دور میں یعنی، صرف قرآن و حدیث کا مسلّہ و
فاطبہً۔ اور پھر ان صحابہ کرام کے اپنے فتاویٰ، قضایا اور آراء وغیرہا سب
مکتوب تھیں۔ حق تو یہ ہے کہ "آثار صحابہ" تک لکھے موجود ہیں۔ مگر احادیث
رسول انام کی کتابت کا انکار ہے۔ ان عقل و علم کے دشمنوں کو۔ لہٰذا ر
ازل اسلام سے لے کر خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی احاد
کی کتابت تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہے۔

حضرت علیؓ

پھر خلافت (اسلامی حکومت) حضرت علی علیہ السلام کے
حوالے ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ کے پاس تو احادیث
نبوی کا بہت بڑا ذخیرہ خود آنحضرت صلعم کی پاک زندگی میں ہی، آنحضرت
صلعم کی زبان مبارک سے سن کر لکھا ہوا موجود تھا۔ اور آپ اپنی لکھی
ہوئی احادیث کو آنحضرت صلعم کو سنا کر تصدیق بھی کروا لیتے تھے۔ او

پھر دوسری چیز یہ کہ حضرت علیؑ بہت بڑے مفتی وقاضی بھی تھے۔ اور احادیث
نبوی کے علاوہ آپ نے اپنے فتاوی وقضایا بھی لکھ رکھے تھے۔

حضرت ابن عباس کی وہ روایت گذر چکی ہے۔ جب آپ سے
ایک صاحب نے عرض کی تھی کہ مجھے حضرت علیؑ کی احادیث وقضایا لکھ دو
اور آپ حضرت علیؑ کی بہت بڑی بھاری کتب اٹھا لائے، اور ان میں
سے احادیث وقضایا لکھ کر دے گئے۔

علاوہ ازیں جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ یہ از قبیل محالات ہے۔ کہ
کسی بھی وسیع حکومت کا کاروبار بغیر ضابطوں اور قوانین کے لکھنے کے چل
سکے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کے وقت مبارک میں بھی سارا نظام
اسلام مکتوب صورت میں تھا، اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی صرف قرآن۔ و
حدیث ہی قوانین اسلام تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اس دور تک بھی
احادیث تواتر تسلسل کے ساتھ لکھی چلی آرہی تھیں۔

اب ناظرین کرام خود ہی انصاف فرمائیں کہ منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ
احادیث تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں۔ کسقدر دھوکہ ہے، کسقدر فریب
ہے، کسقدر تلبیس ابلیس ہے، اور کتنی بڑی زندیقیت ہے۔ عفاکہ، اسلام
میں آج تک اس سے بڑی زندیقیت نہیں آئی۔ اگلے زندیقوں نے صرف
یہ زندیقیت کی کہ حدیث کو دین، حجت دین اور ماخذ دین سمجھا، اسلئے
طمانیت یہ کی کہ احادیث موضوعہ کا طومار گھڑ دیا جس طومار کو علماء امت
نے آنحضرت صلعم سے دور کر دیا۔ فللہ الحمد۔

اب ان زندیقوں نے یہ حربہ اختیار کیا ہے۔ ان بدبختان ازلی نے
جب دیکھا کہ ان کے اگلے زندیقوں کا ہتھیار وضع حدیث تو پرانا، کند اور بیکار

ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے نیا حربہ یہ گھڑا ہے کہ چلو حدیث سے ہی انکار کردو۔ نہ ہو بانس نہ بجے بانسری۔ اور ادھر ہمارے سیدھے سادھے مسلمان ہیں۔ جو ہر پکارنے والے کی پکار کے پیچھے کچھ نہ کچھ ہو لیتے ہیں۔ جب مرزا قادیانی کو بھی بھولے بھٹکے چند مخبوط الحواس مل جاتے ہیں تو پرویز جیسے مجوسی نام اور اسم با مسمیٰ زندیقوں کو بھی چند بھیڑیں مل ہی گئی ہیں اور ان کا سب سے بڑا حملہ، اسکولوں اور کالجوں کے صاف دل، بے خبر نوجوانوں پر ہے۔ اور دوسرا ان کا ہدف دفتری بابو لوگ ہیں۔ جن کو صحیح اسلامی شعور نہیں۔ کاش! حکومت پاکستان اس فتنہ عظیمہ انکار حدیث کی طرف جلد سے جلد توجہ دے، اور اس شرارت وسازش کو یہیں ہی ختم کر دے۔

جمیع صحابہ کرام!

ہم نے یہ جو خلفاء اربعہ کے دور سے ثبوت فراہم پہنچائے ہیں۔ وہ صرف اس نقطہ نگاہ سے کہ ان چاروں یار رسول صلعم کے مقدس ہاتھوں میں حکومت بھی آئی تھی، اور حکومت سوائے مکتوب ضوابط کے چل نہیں سکتی۔ اس لئے ہم نے ثابت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے لے کر حضرت علی علیہ السلام کی وفات تک۔۔ یعنی سنہ ۴۰ ہجری تک، یعنی ۵۰ برسوں تک اسلام کے روز اول سے لے کر سنہ ۴۰ھ تک احادیث نبوی ہر لحظ، ہر گھڑی، ہر ساعت، ہر روز، ہر ہفتہ، ہر مہینہ اور ہر سال بالتواتر لکھی جاتی رہی ہیں۔ اور جیسا جیسا زمانہ کا بعد ہوتا چلا گیا، ویسے تواتر وتسلسل کتابت حدیث کے ساتھ ہی ساتھ شواہد ودلائل بھی بڑھتے چلے گئے۔ یعنی دور صحابہ تک لاکھوں مسلمانوں نے احادیث لکھیں، اس کے بعد آج تک کروڑہا مسلمان احادیث لکھتے چلے آرہے ہیں۔

Marfat.com

کس قدر جہالت کا شاہکار ہے، ان کا یہ قول بھی کہ سب سے پہلے
احادیث لکھنے کا حکم، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیا، حالانکہ حضرت
عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے اور ہم یہاں، اسلام کے روز
اوّل سے لیکر ۴۰ھ تک بھی ثابت کر آئے ہیں کہ اس وقت تک بھی
آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں، اور خلافت راشدہ
کا بندوبست و نظم و نسق حکومت بھی لکھے ہوئے قوانین اسلام
پر چل رہا تھا، اور وہ قوانین یقیناً احادیث و قرآن ہی تھے۔ اس کے
سوا رحتماً کچھ نہ تھا۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز
۹۹ھ کی پہلی سرکاری کوشش ہے کہ احادیث نبوی سب کو یکجا کر لیا
جائے۔ یعنی احادیث نبوی لکھی ہوئی تو سب کی سب تھیں۔ مگر متفرق
اجزاء، متفرق کتب اور متفرق فتاوی و قضایا کی صورت میں حضرت
عمر بن عبدالعزیز نے سرکاری طرح یہ حکم دیا کہ ان سب احادیث کو ایک
جگہ پر جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا کر لیا گیا۔ تفصیل تو آگے آتی ہے، مگر
یہاں صرف اتنی بات ذہن نشین کر لو کہ یہاں سے، احادیث کی باقاعدہ
ترتیب شروع ہوتی ہے۔ کتابت نہیں، ترتیب یعنی احادیث کو، اس
ایک بہت بڑے ذخیرہ سے، ابواب، فصول اور حسب مضامین جدا
جدا بابوں اور فصلوں میں ترتیب دینا، اور جدا جدا کتابوں میں جمع کرنا۔

اسی طرح ایک اور بہت بڑا دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ دھوکہ باز فریبی
سپاہ منکرین حدیث، وہ یہ کہ عموماً اپنی تحریروں میں لکھتے ہیں یہ دغاباز
احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں! یہ دغاباز لوگ یہ فریب اپنی
اپنی جہالت سے پہلے تو خود کھا جاتے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو فریب

Marfat.com

دیتے ہیں۔ کہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح بخاری تیسری صدی ہیں جمع کی گئی ہے۔ گو تیسری صدی کہنا تو درست نہیں۔ کیونکہ ۲۳۰ھ میں صحیح بخاری جمع کی جا چکی تھی اب ان کے دھوکہ کھا جانے کا سبب یہ ہے کہ یہ جاہل اجہل یوں سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ صحیح بخاری ہی ایک کتاب ہے جو حدیث میں سب سے پہلے لکھی گئی۔ اسلئے انہوں نے طوفانِ بدتمیزی یہ اٹھایا کہ لو صاحب

۱۔ یہ کیسا ہو سکتا ہے کہ تین سو سالوں تک تو حدیث لکھی ہی نہیں گئی تھی۔ لہٰذا

۲۔ امام بخاری رحمت اللہ علیہ کو تین سو سالوں کے بعد، کیسے احادیث صحیحہ مل گئیں۔

۳۔ لہٰذا ہو نہ ہو۔ وہی ڈھاک کے تین پات۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تین سو سالوں کے وقفہ کے بعد، امام بخاری کو احادیث صحیحہ ملی ہیں اسلئے

۴۔ ہو نہ ہو یہ سب کی سب احادیث موضوعہ ہیں وغیرہ من خرافات زنادقہ پھر یہ جاہل واجہل قسم کے زندیق لوگ جب یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صحاح خمسہ (بخاری نکال لو) چونکہ یہ کتب صحیح بخاری کے بعد جمع کی گئی ہیں اس لئے اپنی بوجہلیت کے سبب سمجھ بیٹھے ہیں کہ مثل بخاری شریف۔ باقی صحاح خمسہ بھی چونکہ بخاری کے بعد معرض وجود میں آئی ہیں، اور چونکہ ان کے درمیان تین سو برسوں کا وقفہ ہے۔ اور ان تین سو برسوں میں روئے زمین پر حدیث خیر الانام تھیں ہی نہیں۔ لہٰذا ان صحاح ستہ کے مصنفین نے معاذ اللہ معاذ اللہ، نقل کفر کفر نباشد، سب کی سب احادیث موضوعہ ہی لکھ ڈالی ہیں۔ استغفر اللہ۔

ہم اس کتاب کے طول و عرض میں دکھلا آئے ہیں کہ

Marfat.com

۱۔ احادیث نبوی تو عین آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی لکھی جاتی رہیں۔

۲۔ اور جو صحابی بھی آپ کے دین مبارک سے احادیث لکھ لیتا تھا۔ اور پھر ان احادیث کو ایک مجموعہ میں جمع کر لینے کے بعد، آنحضرت صلعم کو سنا کر ان کی تصدیق کروا لیتا تھا۔

۳۔ اس طرح آنحضرت صلعم کی تیئس سالہ حیات پاک میں، آپ کی سب کی سب احادیث، بنما مھا و تمالھا لکھی گئی تھیں۔

۴۔ آپ نے عرب کے ہر خطہ پر اپنے مبلغین صحابہ بھیجے تھے جن کو احادیث پہونچانے کی تاکید تھی۔ اور ان سب صحابہ کے پاس احادیث لکھی ہوئی موجود ہوتی تھیں۔

۵۔ آپ کی رحلت کے بعد، جیسے اسلامی حکومت دور دراز ممالک میں پھیلی، ویسے ہی ہر ملک میں احادیث کے مجموعے بھیجدئے گئے اور صحابہ کرام سب ممالک میں درس حدیث دیتے رہتے جن کی محفلوں میں لاکھوں طالبان حدیث آتے تھے۔

۶۔ تا آنکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سرکاری طرح ۹۹ھ میں سب احادیث کو ایک جگہ جمع کروا دیا۔

اب ان منکر زندیقوں کا یہ کہنا کہ تیسری صدی میں احادیث لکھی گئیں، آپ خود ہی سمجھ لو کہ کسقدر دغا بازی، دھوکہ بازی، فریب دہی اور تلبیس ابلیس ہے۔ ان پر تو ۲۰۰۴ اور ۲۰۰۶ کے مقدمات دائر ہونے چاہئیں۔

بخاری شریف و صحاح ستہ کی حقیقت تو آگے تفصیل سے آتی ہے، یہاں صرف یہ بات ذہن نشین کر لو کہ حضرت امام بخاری کی کتاب

Marfat.com

صحیح بخاری، اپنی نوعیت کی ضرور پہلی کتاب ہے۔ مگر یہ امام بخاری کی اپنی تصنیف نہیں، بلکہ جو احادیث خود زندگی رسول پاک میں لکھی جا چکی تھیں اور متواتر امت تک پہنچتی گئیں، ان کے مجموعے سے، حضرت امام بخاری علیہ الرحمت نے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کریں۔ اور انہوں نے ایسا کیا۔ اور آج روئے زمین پران سے بڑھ کر زیادہ صحیح کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ بعد کتاب العد اور ہم اس کا چیلنج بھی کر آئے ہیں۔ یہ ہے مختصر حقیقت صحیح بخاری شریف کی اور دوسری طرف منکرین حدیث زندیقوں کا طومار جہالت کہ امام بخاری نے تین سو برسوں کے بعد حدیثیں لکھیں۔ نعوذ باللہ من دجل هذا الدجالون الكذابون۔

اب ہم صحابہ کرام کی زندگیوں سے چند اہم شخصیت کے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک صحابی کے پاس آنحضرت صلعم کی احادیث موجود تھیں یہ امر بخوبی دلنشیں کر لیا جائے کہ احادیث نبوی صلعم سب کی سب مجموعہا وتمامہا وکمالہا، سے صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم کی حیات پاک میں ہی لکھ کر محفوظ کر لی تھیں۔ اب ہم ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی سے شروع کرتے ہیں جنہوں سے آنحضرت صلعم سے بکثرت روایات کیں، اور ان تمام ان صحابہ کرام پر گریں گے جن سے کم از کم احادیث مروی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ دیگر لاکھوں اصحاب رسول صلعم کے پاس احادیث لکھی ہوئی موجود ہی نہیں تھیں، جن کے اسمائے گرامی ہم یہاں نہیں دیں گے۔ بلکہ یہ وہ صحاب رسول صلعم ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں احادیث رسول صلعم کے کتابت، حفاظت، اشاعت اور درس وتدریس کے لئے وقف

کر ڈالی تھیں۔ ان پاک برگزیدہ ہستیوں نے آنحضرت صلعم کی تیئیس سال
نبوی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک قول، عمل، اسوہ اور سنت
محفوظ کر ڈالا ہے۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کا اٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سونا، شادی
غمی۔ بیاہ۔ بال بچے، دوست۔ احباب، نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکاۃ۔ دن
کی عبادت و مشاغل، رات کی عبادت و معمول، صلح، جنگ، آمد۔ رفت
سفر۔ وضو۔ نہانا۔ دھونا، وضو کرنا۔ کھانا، پینا۔ ہنسنا۔ رونا۔ چلنا۔ پھرنا
مذاق۔ مذاح۔ بولنا چلنا۔ پھرنا۔ خلوت، جلوت، ملنا۔ جلنا۔ طور۔ طریقہ،
خط و خال، رنگ و بو، قد و قامت، خانگی معاملات، میاں بیوی کے
تعلقات، آداب خلا حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کے بال مبارک، سیاہ۔
اور سفید، کنگھی، حلیہ مبارک دندانِ مبارک، لباس، کھانے پکانے، اور
اشیاء خوردنی، گوشت، سالن، سبزی۔ بھاجی، نعلین۔ (جوتیاں)۔
موزے، دستار مبارک، انگوٹھی۔ وہ دعائیں بھی جو کھانا تناول فرمانے
سے پہلے اور بعد میں مانگتے۔ پیالہ، گھر کے دگر برتن، میوہ جات کیا پیتے
تھے۔ کیسے پیتے تھے۔ خوشبو، رات کی باتیں، امثلہ، مزاج، تلوار، زرہ
خود، طرز رفتار۔ نمونہ گفتار نشست، برخاست، تکیہ۔ بستر، روٹی، چاول
جو، حجامت، سن، سال، عمر مبارک۔ تواضع مرغوب رنگ۔ مرغوب
لباس، مرغوب کھانا، طریق تناول، عبادت، معمولات خطبہ۔ معمولات سفر
معمولات جہاد، معمولات ملاقات، دربار نبوت، طریقہ، ارشاد و ہدایت۔
فیض صحبت، طرز بیان۔ خطبات کی نوعیت و موقعہ و محل، تاریخ و سن،
خدا کا ذوق و شوق، خشیت خداوندی، اطاعت، خلت و حب خداوندی
صبر و شکر و توکل استقامتِ عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل، انصاف

Marfat.com

جود و سخا، مہمان نوازی، سادگی و بے تکلفی، مساوات، مواخات، درست گفتاری، غیر مذاہب کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ خاص محبت و شفقت و ہمدردی. جانی دشمنوں سے بھی عفو و درگذر، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر۔ حیوانات پر رحم، صلہ رحمی۔ طریق رسل و رسائل، سواری کا نمونہ، نکاح اور ازدواجی زندگی کا اسوہ، معاملات خرید و فروخت کا طریقہ، حوائج ضروری کے آداب، خط بنوانے کا طریقہ، مونچھوں کے رکھنے اور ترشوانے کا طریقہ، ریش مبارک کا نمونہ، طریق تبسم. قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ، احادیث سنانے، لکھوانے اور یاد کرانے کے احکام۔ و طرائق، جنازوں کے متعلق طریقہ، چھوٹے بچوں کے ساتھ شفقت و پیار۔ نہ صرف حیات طیبہ نبوت کی تیئیس سالہ ہر حرکت، ہر سکون، ہر گفتار، ہر کردار۔ بلکہ قبول نبوت کے احوال و حالات بھی صحابہ کرام نے محفوظ کر لئے. چونکہ ان احوال و حالات کا دین کی حجت ہونے سے تعلق نہیں۔ لہٰذا ہم ان سے اعتناء نہیں کرتے۔ تاہم علی سبیل التبرک اتنا بتا دیتے ہیں کہ

آنحضرت صلعم کی پیدائش، شیرخوارگی، بچپن، ہوش، تمیز، لڑکپن، جوانی تجارت، بکریاں چروانا۔ شادی، [illegible] کے دوست و احباب، قریش کی جنگ و لڑائیوں اور معاہدات میں شمولیت۔ امین و امانت، حجر اسود کا نصب کرنا کعبۃ اللہ کی عمارت میں حصہ لینا، تنہا پسندی۔ غار حراء کی خلوت نشینی تک کے معمولات و حرکات و سکنات محفوظ ہیں. کیا جن شمع نبوت کے پروانوں نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے ہر قسم کے احوال و حالات محفوظ رکھے. وہ احادیث تشریعی جو عین دین ہیں۔ ماخذ دین ہیں۔ ضائع ہونے دیتے تھے؟ ہرگز نہیں فللہ الحمد۔ کیا دنیا کی دیگر قومی رہنما، و دینی ہستیوں کی طرف نہیں دیکھتے۔ کہ

ہر قوم اپنے پیشواؤں کی حرکات و سکنات و اقوال و اعمال کو محفوظ
رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ جداگانہ امر ہے کہ دیگر اقوام اپنے پیشوا
کے اقوال و افعال کو زمانہ کی دست و برد سے محفوظ نہ رکھ سکیں
اور ان میں جھوٹ بھی ملا دیئے۔ مگر یہاں تو دن کی پوری روشنی موجو
ہے۔ اور "من کذب علی" کی وعید موجود ہے۔ یہی سبب ہے کہ صحابہ
صلعم احادیث نبوی کی کتابت وحفاظت و روایت میں اس قدر
احتیاط برتتے تھے کہ مضمون کے منہ پیلے پڑ جاتے تھے۔ بعض بار ا
کی ادائیگی کی صحت کے خیال سے لرز اٹھتے تھے۔ تا آنکہ بطور احتیاط
یہ بھی کہہ دیتے تھے "او کما قال"، آنحضرت صلعم نے یہی، یا اسی کے مثل
کہا ہے۔ منکروں کو ساون کے اندھے کی طرح سب کچھ سبز ہی نظر آتا
اور یرقان کی نظر کی طرح پیلا ہی نظر آتا ہے۔ صحابہ کرام کے ان احتیاطی
جملوں سے منکر نتیجہ نکالتے ہیں کہ احادیث میں شک ہوتا تھا۔ صحابہ کرام کو
معاذ اللہ یہ ہے۔ توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل۔ یعنی قائل کے قول کی
ایسی توجیہ کرنا۔ جو قائل کا منشاء مراد ہرگز نہیں۔ ہاں۔ اگر چمگادڑ سورج
کو نہ دیکھ سکے تو اس میں سورج کا کیا قصور!

اس باب کے شروع کرنے سے قبل یہ امر ذہن نشین کر لیا جائے کہ

۱۔ آنحضرت صلعم نے ۱۱ھ میں رحلت فرمائی

۲۔ ۴۰ھ تک اکابر صحابہ کرام زندہ رہے۔

۳۔ ۶۰ھ تک اصاغر صحابہ کرام زندہ رہے۔

۴۔ اور اوسطاً ۹۳ھ تک صحابہ کرام میں سے چند مقدس ہستیاں
جیسا کہ حضرت انس بن مالک رض ان سے ۱۲۸۶ احادیث مروی

ہیں - بقید حیات موجود تھیں۔

۵ - مقصد یہ کہ پہلی صدی ہجری کے ۹۳ سنہ تک دنیا میں آنحضرت صلعم کے شاگرد، صحابہ رسول موجود تھے - جو حدیث نبوی کے اصلی محافظ و کاتب تھے۔ جس کی معنی اکہ پہلی صدی کے ترانوے برسوں تک خود صحابہ کرام نے احادیث نبی صلعم کی حفاظت قائم رکھی۔

۶ - اور صحابہ کرام نے احادیث کا جمیع علم اپنے شاگردوں کو دیا جن کو ہم تابعین کہتے ہیں - ان تابعین حضرات کو صحابہ کرام نے ایک ایک حدیث سنائی لکھائی، یاد کرائی - اور بعد میں خود سنکر ان کی تصدیق کردی - جس طرح خود صحابہ کرام احادیث کو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے سُنکر، یاد کر کے لکھ لیتے - اور پھر آنحضرت صلعم سے ان کی تصدیق کرا لیتے تھے -

تابعین کا ذکر ہم بعد میں کریں گے - پہلے اجلہ صحابہ کا ذکر خیر سُنئے -

حضرت ابوہریرہ:- یہ تو ہم ذکر کر ہی آئے ہیں کہ صحابہ کرام تمام اسلامی مفتوحہ ممالک میں تبلیغ اسلام کے لیے پھیل گئے تھے، اور حدیث کی تعلیم درس تدریس میں مشغول ہو گئے تھے صرف حمص کی مسجد کے ایک حلقہ میں ۲۰۰ صحابی تعلیم حدیث دیتے تھے - کوفہ میں حضرت حذیفہ بن یمان تھے - دمشق میں حضرت ابو الدرداء تھے - خود مدینہ طیبہ میں حضرت جابر بن عبداللہ تھے -

ابو العالیہ کا کہنا ہے کہ جب ہم بصرہ میں احادیث رسول سُن لیتے تھے تو پھر مدینہ طیبہ میں آکر دیگر صحابہ کرام سے ان احادیث کی تصحیح کرا لیتے تھے

حضرت معاذ بن جبل یمن میں، حضرت ابن مسعود عراق میں، عبداللہ

بن انیس شام میں، مسلمہ بن محمد مصر میں، حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں، حضرت عبادہ بن صامت حمص میں بعد میں حضرت معاذ بن جبل فلسطین میں تشریف لے گئے۔ اس طرح حضرت عبادہ بن صامت بھی فلسطین آ گئے حضرت ابو موسیٰ اشعری بصرہ میں ان کے ساتھ حضرت عمران بن حصین بھی تھے۔

کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ ان میں بیک وقت لاکھوں افراد احادیث سننے آتے تھے۔ یہی حال دیگر صحابہ کرام کی مجلسوں کا تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ پہونچ کر اعلان کیا کہ۔

بعثنی الیکم عمر اعلمکم کتاب ربکم و سنۃ نبیکم (دارمی)

ترجمہ:۔ مجھے تمہاری طرف، حضرت عمر نے بھیجا ہے کہ تمہیں اللہ کی کتاب قرآن اور رسول کی سنت (حدیث) کی تعلیم دوں۔

یاد رہے کہ حضرت عمر پر منکرین حدیث یہ بہتان باندھتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ روایت حدیث سے منع کرتے تھے۔ یہاں صاف ہے کہ حدیث کی تعلیم کے لئے تو آپ ساری مفتوحہ مملکتِ اسلام میں صحابہ کرام کو بھیجتے رہے۔ کہ قرآن و حدیث کی تعلیم دو، پھر وہ روایت حدیث سے کیسے روک سکتے تھے ہاں جیسا کہ گذر چکا، حضرت عمر کی توجہ کا مرکز وہ احادیث تھیں جن سے احکام شرعیت ثابت ہوتے تھے۔ حیرت ہے جو عمر خود ۵۳۹ حدیثیں تشریعی روایت کرے وہ کیسے روایت حدیث سے منع کر سکتا ہے۔

بعد میں مدائن میں حضرت عبداللہ بن مسعود کو مقرر فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ آپ نے ۵۳۷۴ احادیث خود آنحضرت صلعم کی زبان پاک سے سُنکر

Marfat.com

زبر حفظ بھی کیں۔ اور لکھ لیں، اور لاکھوں مخلوق خدا تک پہونچا ئیں۔ اور تمام
، تمام احادیث اپنے شاگردوں کو دے گئے۔ اور اپنے شاگردوں سے لکھوائی
دئی احادیث کو سنکر تصدیق بھی کر گئے۔ آپ آنحضرت صلعم کی محبت میں اسقدر
مستغرق تھے۔ کہ اپنے اصلی وطن یمن کو خیر باد کہکر، مدینہ آکر خدمت نبوی کے لئے
وقف ہو گئے تھے۔ اور دنیا کی عیش و عشرت کو ٹھکرا کر آنحضرت صلعم کی
احادیث کے حفظ و حفاظت میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور ہر آن خدمت
اقدس نبوی میں رہ کر اکتساب علم حدیث کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ دیگر
صحابہ تو دنیاوی کاروبار کے لئے آنحضرت صلعم سے جدا بھی ہوتے تھے۔ مگر میں
پیٹ بھر روٹی پر ہر آن و ہر لحظہ آنحضرت صلعم کے ساتھ رہتا تھا تاکہ
آنحضرت صلعم کی کوئی بھی حدیث مجھ سے رہ نہ جائے۔ آپ ہی کا فرمانا ہے۔ کہ
میں نے رات کے تین حصے کر لئے تھے، ایک حصہ میں نماز پڑھتا تھا، ایک میں
سوتا تھا اور ایک میں احادیث یاد کرتا تھا۔ اور احادیث کو لکھ لیتا تھا۔

ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں ایک نقشہ دیدیں تاکہ زیادہ طوالت نہ ہو
پہلے تو ان صحابہ کرام کا خاکہ دیتے ہیں جنہوں نے ۹۳ھ تک رحلت فرمائیں

نمبر	اسماء گرامی	نام شہر	سال وفات
۱	حضرت ابو امامہ باہلی	شام	۸۶ھ
۲	،، عبد بن حارث	مصر	۸۶ھ
۳	،، عبداللہ بن ابی اوفی	کوفہ	۸۷ھ
۴	،، سائب بن یزید	مدینہ	۹۱ھ
۵	انس بن مالک	بصرہ	۹۳ھ بعض کے نزدیک ۹۹ھ

Marfat.com

ذیل میں ان حضرات صحابہ کرام کا نقشہ ہے جن سے احادیث بکثرت مروی ہیں۔

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد حدیث
۱	حضرت ابوہریرہ رضہ	۵۳۷۴
۲	حضرت عبداللہ بن عباس رضہ	۲۶۶۰
۳	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ	۲۲۱۰
۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضہ	۱۶۳۰
۵	حضرت جابر بن عبداللہ رضہ	۱۵۶۰
۶	حضرت انس بن مالک رضہ	۱۲۸۶
۷	حضرت ابوسعید خدری رضہ	۱۱۷۰
۸	حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ	۸۴۸
۹	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ	۷۰۰
۱۰	حضرت علی رضہ	۵۸۶
۱۱	حضرت عمر بن الخطاب رضہ	۵۳۹
۱۲	ام المومنین حضرت ام سلمہ رضہ	۳۷۸
۱۳	حضرت ابوموسیٰ اشعری	۳۶۰
۱۴	حضرت براء بن عازب	۳۰۵
۱۵	حضرت ابوذر غفاری رضہ	۲۸۱
۱۶	حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ	۲۱۵
۱۷	حضرت سہل بن سعد انصاری رضہ	۱۸۸

Marfat.com

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد حدیث
۱۸	حضرت عبادہ بن صامت رضہ	۱۸۱
۱۹	حضرت ابوذر رضہ	۱۸۹
۲۰	حضرت ابوقتادہ انصاری رضہ	۱۷۰
۲۱	حضرت ابی بن کعب رضہ	۱۶۴
۲۲	حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضہ	۱۶۴
۲۳	حضرت معاذ بن جبل رضہ	۱۵۷
۲۴	حضرت ابوایوب انصاری رضہ	۱۵۰
۲۵	حضرت عثمان بن عفان رضہ	۱۴۶
۲۶	حضرت جابر بن سمرہ رضہ	۱۴۶
۲۷	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضہ	۱۳۶
۲۸	حضرت ابوبکرہ رضہ	۱۳۰
۲۹	حضرت عمران بن حصین رضہ	۱۳۰
۳۰	حضرت ثوبان رضہ مولیٰ النبی صلعم	۱۲۷
۳۱	حضرت معاویہ رضہ بن ابی سفیان رضہ	۱۳۰
۳۲	حضرت اسامہ بن زید رضہ	۱۲۸
۳۳	حضرت نعمان بن بشیر رضہ	۱۲۴
۳۴	حضرت سمرہ بن جندب فرازی رضہ	۱۲۳
۳۵	حضرت ابومسعود عقبہ بن عمر رضہ	۱۰۲
۳۶	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضہ	۱۰۰
۳۷	حضرت زید بن ثابت رضہ	۹۲

Marfat.com

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد حدیث
۳۸	حضرت ابو طلحہ زید بن سہل رض	۹۲
۳۹	حضرت زید بن ارقم رض	۹۰
۴۰	حضرت زید بن خالد الجہنی رض	۸۱
۴۱	حضرت کعب بن مالک اسلمی رض	۸۰
۴۲	حضرت رافع بن خدیج رض	۷۸
۴۳	حضرت سلمہ بن اکوع رض	۷۷
۴۴	حضرت ابو رافع قبیطی رض	۶۸
۴۵	حضرت عوف بن مالک اشجعی رض	۶۷
۴۶	حضرت عدی رض بن ابی حاتم الطائی	۶۶
۴۷	حضرت عبدالرحمان بن ابی اوفی رض	۶۵
۴۸	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رض	۶۵
۴۹	حضرت عمار بن یاسر رض	۶۲ -
۵۰	حضرت سلمان فارسی رض	۶۴
۵۱	ام المومنین حضرت حفصہ رض	۶۰
۵۲	حضرت جبیر بن مطعم قرشی رض	۶۰
۵۳	حضرت اسماء بن ابی بکر رض	۵۶
۵۴	حضرت واثلہ بن اسقع کنانی رض	۵۶
۵۵	حضرت عقبہ بن عامر جہنی رض	۵۵
۵۶	حضرت فضالہ بن عبید انصاری رض	۵۰
۵۷	حضرت عمر بن عنبسہ رض	۴۸

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد حدیث
۵۸	حضرت کعب بن عمرو انصاری رضؓ	۴۷
۵۹	حضرت نفضلہ بن عبید اسلمی رضؓ	۴۶
۶۰	ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ	۴۶
۶۱	حضرت ام ہانی رضؓ	۴۶
۶۲	حضرت ابو جحیفہ بن وہب سوائی	۴۵
۶۳	حضرت بلال بن رباح تیمی رضؓ	۴۴
۶۴	حضرت عبداللہ بن مفعل رضؓ	۴۳
۶۵	حضرت مقداد بن اسد کوفی رضؓ	۴۲
۶۶	حضرت ام عطیہ انصاریہ رضؓ	۴۱
۶۷	حضرت حکیم بن حزام اسدی رضؓ	۴۰
۶۸	حضرت سلمہ بن حنیف انصاری رضؓ	۴۰
۶۹	حضرت زبیر بن عوام رضؓ	۳۸
۷۰	حضرت فاطمہ بنت قیس رضؓ	۳۴
۷۱	حضرت خباب بن ارت رضؓ	۳۲
۷۲	حضرت عیاض بن حماد تیمی رضؓ	۳۰
۷۳	حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی	۲۸
۷۴	حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ	۲۵
۷۵	حضرت ام قیس بنت حفص رضؓ	۲۴
۷۶	حضرت فضل بن عباس رضؓ	۲۵
۷۷	حضرت عامر بن عبداللہ رضؓ	۲۲

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد حدیث
۷۸	حضرت ربیع بنت معوذ رض	۲۱
۷۹	حضرت اسید بن حضیر اشہلی رض	۱۸
۸۰	حضرت خالد بن ولید رض	۱۸
۸۱	حضرت عمرو بن حریث رض	۱۸
۸۲	حضرت خولہ بنت حکیم رض	۱۵
۸۳	حضرت ثابت بن ضحاک رض	۱۴
۸۴	حضرت معاویہ بن حکیم سلمی رض	۱۳
۸۵	حضرت عروہ بن ابی جعد اسری رض	۱۳
۸۶	حضرت سیرہ بنت صفوری رض	۱۱
۸۷	حضرت عروہ بن مضرس رض	۱۰
۸۸	حضرت مجمع بن یزید	۱۰
۸۹	حضرت سلمہ بن قیس	۷
۹۰	حضرت قتادہ بن لقمان	۷
۹۱	حضرت قبیصہ بن مخارق عامری رض	۶
۹۲	حضرت زید بن حارثہ رض	۴
۹۳	حضرت سلمہ بن نعیم اشجعی رض	۵
۹۴	حضرت مالک بن صعصعہ رض	۵

اس فہرست سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ناظرین کو دکھائیں کہ صحابہ کرام نے کسقدر احادیث کی حفاظت کی، اور علماء حدیث نے

Marfat.com

ابہ کی حفاظت کی اور علماء اسماء الرجال نے حضرات محدثین کرام حفاظت کی، یہ سب کچھ محض حدیث شریف کی حفاظت کی خاطر۔
بھی یاد رہے کہ یہ صرف ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں، جن سے رف صحیح احادیث کی کتب میں روایات آئی ہیں۔ اگر جمیع صحابہ کا ذ رہ کیا جائے تو ان کے لئے ایک طویل فہرست درکار ہے۔ اس کے ئے حضرات ناظرین کرام کتب اسماء الرجال کی طرف رجوع کریں۔ ہم نے شت نمونہ از خروارے کے مصداق یہ نام گنوائے ہیں۔ پھر یاد کرلو کہ حضرت عمر رضی خود ۵۳۹ احادیث تشریعی بیان کرے، وہ بھلا روایت عادیث سے کیونکر روک سکتا ہے۔
دیکھ لیا ناظرین کرام نے کتابت وحفاظت حدیث کا معاملہ کس قدر صاف، سیدھا اور بے غل وغش ہے۔ اور خود آنحضرت صلعم کے زمانہ مبارک میں ہی تمام کی تمام احادیث نبوی صلعم لکھی۔ اور محفوظ کرلی گئیں تھیں۔ تا آنکہ ایک صدی کامل تک صحابہ کرام زندہ رہے۔
ور علوم نبوی کی حفاظت وکتابت کرتے اور کراتے رہے۔ اور اپنے شاگردوں تک منتقل کرتے رہے۔ اور اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعض صحابہ کو طویل عمریں عطا کیں۔
اور کس قدر دھوکہ بازی اور فریب دہی پر مبنی ہے۔ منکرین حدیث کا یہ قول کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ اور یہ دشمنان دین! اور دشمنان رسول!! اور دشمنان خدا!!! تیسری صدی کے نام سے کتنا بڑا دھوکہ دیتے ہیں مسلمانوں کو!
۱۔ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے ابتدا میں جب وضع

Marfat.com

حدیث کا فتنہ اٹھا، تو معاً اسی وقت خانگی طرح بھی اور سرکاری طرح بھی تمام وہ مواد جمع کرلیا گیا، جس پر حدیث کا اطلاق ہوتا تھا، تاکہ کوئی بھی حدیث ضائع نہ ہو سکے۔

۲ - پھر دوسری صدی میں ان احادیث کی نشاندہی کا کام ہوا کہ یہ موضوع ہیں اور یہ صحیح مگر تھیں سب ایک ہی قسم کی کتب میں جیساکہ مسانید، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۳ - پھر تیسری صدی میں یہ کام ہوا کہ کوئی بھی حدیث نئی نہیں لکھی گئی، اور نہ ہی تیسری صدی میں احادیث موضوعہ گھڑی ہی گئیں، احادیث موضوعہ کا زمانہ سنہ ۶۰ ہجری سے لے کر دوسری صدی کی ابتدا ربع تک ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی ۱۲۵ھ سنہ تک

۴ - اور وضع حدیث کے وقت سینکڑوں صحابہ کرام زندہ موجود تھے۔ اور طالبانِ علم حدیث پروانوں کی طرح اصحاب رسول صلعم کی طرف لپکے اور ان سے احادیث صحیحہ کی تصدیق کروائی۔ تابعین نے احادیث صحیحہ اور موضوعہ کا جتنا ذخیرہ تھا سب کو جمع کر کے پھر ان میں جرح تعدیل کر کے، سب کی نشاندہی کر دی گئی۔

۵ - تاآنکہ آخری اصحاب رسول میں سے حضرت انس بن مالک کا انتقال سنہ ۹۳ ہجری میں بصرہ میں ہوا۔ اور بصرہ ہی گویا مرکز تھا وضع احادیث کا، اور زنادقہ ایران کا۔ اور یہاں ہی احادیث موضوعہ کا قلع قمع واستیصال کلی کر دیا گیا۔ یعنی جمیع احادیث صحیحہ و موضوعات کی نشاندہی کر دی گئی۔

۶ - پھر تیسری صدی کی ابتدا میں ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے نیک

Marfat.com

برگزیدہ بندہ پیدا کر دئے، جنہوں نے صرف یہ التزام کیا کہ جتنی بھی احادیث
صحیح ہیں، وہ جدا کتب میں لکھ دی جائیں، تیسری صدی کی ابتداء میں اس
طرح کہ سب سے پہلا اللہ کا نیک و پرہیزگار بندہ، اور رسول عربی صلعم کا،
صحابہ کے بعد سب سے زیادہ سچا عاشق حدیث حضرت امام بخاری پیدا
ہوا جس کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی۔ اور حضرت امام بخاری رحمت
اللہ علیہ کی پاک زندگی اور فضائل احادیث نبوی زندگی کے حالات پر متعدد
تواتر و تسلسل ہے، کہ آپ کی زندگی میں ہی آپ کی حیات پاک اور آپ کی
احادیث صحیح کی کتاب بخاری شریف کو لکھے نوے ہزار (۹۰۰۰۰) ثقہ اور گواہ ہیں کہ جب آپ
ابھی بطن مادر میں ہی تھے، تو حضرت عمران والد مریم علیہا السلام کی طرح آپکے والد مرحوم نے منت
مانی کہ اس حمل سے بچہ کو میں احادیث نبوی صلعم کیلئے وقف کر دونگا۔ انکے والد بزرگوار نے جبکہ
وہ فقط چھ برس کے تھے تو مکہ معظمہ میں آپ آنحضرت صلعم کی احادیث کیلئے وقف کر کو چھوڑا۔ اور حضرت امام محمد بن
اسماعیل بخاری نے ساری عمر احادیث نبوی کے علوم کو حصول میں گزار دی۔ اور اپنے زمانہ کے
علماء حدیث میں امام الاولین والآخرین ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ
بھی معجزانہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ جب آپ کے علوم حدیث کا اس وقت کی
اسلامی دنیا میں غلغلہ اٹھا، یاد رہے کہ اس عہد میں ربع مسکون کی معمورہ
کی ساری مہذب آبادی پر سوائے حکومت اسلام کے استیلاء کے اور کسی
کا حکم نہ چلتا تھا۔ آپ جب عراق میں تشریف لائے تو آپ کی مجلس درس حدیث
میں لاکھوں محبان نبی صلعم کا اجتماع رہتا تھا۔ آپ کو آنحضرت صلعم کی چھ لاکھ احادیث
بمع روایان حدیث از بر تھیں۔ چنانچہ علماء عراق نے آپ کے حافظہ کا امتحان
لینا چاہا، یاد رہے کہ یہ احوال ہم مسلمانوں کے لئے لکھ رہے ہیں۔ نہ کہ منکروں کے
لئے، کیونکہ منکر جو حدیث کے ہی منکر ہیں وہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی

عظمت کیا جائیں (الغزنوی)

جب امام بخاریؒ بغداد پہونچے تو وہاں کے محدثین نے آپ کے حافظہ کا امتحان یوں لیا کہ ان محدثین کرام نے ایک سو احادیث چن کر ایک ایک عالم کو دس دس احادیث بانٹ دیں اور ان احادیث کے متون واسانید کو الٹ پلٹ کردیا۔ ایک متن حدیث کے ساتھ دوسری حدیث کی سند لگادی اور دوسری حدیث کے راویوں کی سند کو تیسری حدیث کے متن کے ساتھ لگادیا۔ اور سب شاگردوں کو کہا کہ جب حضرت امام بخاری، حدیث کا درس شروع کریں تو تم مجلس میں یہ احادیث ان متون واسانید کے الٹ پھیر کے ساتھ ان کے سامنے پڑھنا۔ چنانچہ جب حضرت امام بخاری کی مجلس حدیث شروع ہوئی، تو محدثین کی جماعت بھی موجود تھی، اور لاکھوں شمع رسالت کے پروانوں کا اجتماع تھا۔ ایک طالب علم کھڑا ہوا۔ اور اس نے اپنی دس احادیث کو، جن کے متون واسانید منقلب کردئے گئے تھے۔ حضرت امام کے سامنے پڑھا، اور پوچھا کہ ان احادیث کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟۔ حضرت امام بخاری رضہ نے اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا۔

لا اعلم بھذہ الاسانید مع ھاذہ المتون۔ مجھے ان سندون (راویوں) کے ساتھ حدیث کے ان متون کا علم نہیں۔ پھر دوسرا، تیسرا حتیٰ کہ دس کے دس اشخاص نے اپنی ایک سو احادیث سنائیں۔ اور آپ فرماتے گئے۔ لا اعلم الخ۔ آپ کے لہجہ سے علماء حدیث تو سمجھ گئے۔ مگر دگرافراد کو معلوم نہ ہوسکا۔ جب سب اپنی مقلوب الاسانید ومتون احادیث سنا کر بیٹھ گئے تو حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمت نے، پہلے شخص کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ:-

Marfat.com

پہلے شخص کی دس حدیثوں کو اسی طرح بزبان سنایا کہ تم نے اس طرح پڑھی ہیں اور یہ وہی منقلب اسانید اور متون سنائے: دہرایا۔ یہ احادیث اس طرح نہیں بلکہ صحیح یوں ہیں، اور پھر اس ہی حدیثوں کے صحیح راوی (اسانید) اور صحیح متون سنادیئے۔ تا آنکہ دسوں شخصوں کی سو احادیث کو، جیسا کہ وہ اصل میں تھیں تصحیح کر کے ازبر سنادیا۔

اب آپ کے حافظہ کی دھاک عالم اسلام میں بیٹھ گئی

۱۔ امام احمد بن حنبل، جو خود علم حدیث کے بحر ذخار ہیں۔ جن کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں (منکر حدیث تو یہ سن کر خدائے عز و جل کے غضب و قہر کی تجلیوں تلے تلملا رہے ہوں گے۔ مگر آج چودھویں صدی میں، میں خود، بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہ و بفضلہ و برحمتہ و بمنہ بھی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ آج روئے زمین پر ہزارہا کتب احادیث میں جتنی بھی لاکھوں احادیث ہیں۔ ان کے ازبر ہونے کا دعویٰ تو نہیں۔ مگر یہ دعویٰ، اللہ کی عنایت خاص سے کرتا ہوں کہ، کوئی بھی ایسی صحیح و موضوع حدیث نہیں، جس کا مفہوم، اور صحیح علم اللہ کے اس پر تقصیر بندے فضل احمد غزنوی کو نہ ہو۔

آئیں منکرین حدیث اور اس غلام غلامان محمد ﷺ کے ادنیٰ خادم کا امتحان لیں۔ اس طرح کہ مجھے ایک علیحدہ کمرے میں بند کر دیں۔ اور میرے پاس کوئی کتاب نہ ہو۔ تنہا میں ہوں اور منکرین حدیث ہوں، اور وہ ایک ہزار احادیث مجھے دیں۔ موضوع بھی اور صحیح بھی۔ اور میں ان شاء اللہ العزیز بتا دوں گا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ موضوع، یہ حدیث تشریعی ہے، جس سے اسلام کے قوانین کا تعلق ہے جو امت پر قیامت تک

Marfat.com

کے لئے فرض عین ہے اور ابدی ہے۔ اور یہ حدیث آنحضرت صلعم
ان معمولات سے ہے جو ماڈرنا یا اپنے معاشرہ کے لحاظ سے غیر شرعی
رکھتی ہے، جو امت پر فرض نہیں آئے۔ این گوئے، آں میدان
لو محمد کے غلاموں کو اس چودھویں صدی کے دورالحاد و زندیقیت
پہنچی ہیں (مجھے میرے علماء امت معاف رکھیں میں تعلی نہیں
بلکہ اس آیت شریعت کا مقصد ادا کر رہا ہوں کہ اما بنعمت ربک
فحدث اور بعض اوقات منکروں کے مقابلے میں ایسے اظہار لابد
ہیں۔ (الغزنوی)

خیر آمدے اصل مقصد کی طرف، حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں
"خراسان نے محمد بن اسماعیل جیسی شخصیت پیدا نہیں کی" اور
کہ امام بخاری پر حفظ حدیث ختم ہے۔

حضرت رجاء بن مرجیٰ فرماتے ہیں کہ:-
امام بخاری "آیۃ من آیات اللہ" اللہ کی چلتی پھرتی نشانیوں
سے امام بخاری ایک ظاہر و باہر نشان ہے"

حضرت محمد بن اسحاق جو خود ایک بہت بڑے محدث ہیں، فرماتے
"میں نے اس فضائے آسمان کے نیچے، محمد بن اسماعیل بخاری سے
زیادہ عالم حدیث نہیں دیکھا"

محمد بن احمد مروزی، فرماتے ہیں کہ (آپ حضرت امام شافعی
الامّ کا درس دیا کرتے تھے) "میں نے خواب میں آنحضرت صلعم کو
دیکھا یا مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں، منبر رسول کے پاس محو خواب
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ اے ابو زید! تم ہماری کتاب چھوڑ کر کتنا

کتاب پڑھاتے رہو گے۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ کی
اب کونسی ہے؟ فرمایا۔ محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب "الجامع"۔
منکروں کے لئے اور نہ ہی ہمارے لئے یہ مکاشفہ حجت ہیں، مگر ایسے
واقعات یقیناً ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور امت کا ان سے ایمان تازہ ہوتا
ہے۔ لہٰذا ہمیں ان روایات کا جواب منکروں سے نہیں چاہئے [illegible]
میری کوشش دلائل قرآنیہ کا جواب دیں، یہ ایسے واقعات چونکہ ہمارے
نزدیک صحیح ہیں، اور ہم خود بھی ایسے مشاہدے کرتے ہیں۔ اس لئے [illegible]
کے لئے اظہار بیان کر رہے ہیں تاکہ ان کے ایمان تازہ ہوں۔ (الخزینہ)

کیا حضرت محمد بن اسماعیل [illegible] کو کہتے ہیں [illegible]
بخاری جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی فرما [illegible]
اور [illegible] ہمارے زمانہ کا ابو جہل [illegible] کسریٰ ایران [illegible]
پرویز کی ترجمانی کر رہا ہے جس کو بنت مجوسی شاہ ایران کا نام بھی پرویز
تھا جس نے آنحضرت صلعم کا خط مبارک پھاڑ [illegible] اور [illegible]
کردار تک [illegible] (الخزینہ)

تو کیا حضرت امام بخاری کی حقانیت کی یہ دلیل کافی نہیں کہ بخاری شریف
حضرت امام رضہ نے سنہ ۲۳۰ ہجری میں ان احادیث نبوی سے [illegible] ترتیب
دی جو خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہی لکھی [illegible] کے
نسخہ بخاری شریف [illegible] اور [illegible] میں جو بخاری شریف [illegible] اور
جو سنہ [illegible] میں سنہ [illegible] میں سنہ [illegible] میں سنہ [illegible] میں سنہ [illegible]
میں سنہ ۹۰۰ھ میں [illegible] میں [illegible] میں اور [illegible] میں کامل
تیرہ سو برسوں تک دنیا کے مختلف ممالک میں چھپتی رہی۔ کہیں مصر میں

Marfat.com

اور کہیں مکہ معظمہ میں، کہیں قسطنطنیہ میں اور کہیں اندلس میں۔ کہیں ب
میں اور کہیں بیروت میں، کہیں ہندوستان میں، اور کہیں قاہرہ مص
ان تیرہ سو برسوں کے لکھے ہوئے نسخہ ہائے بخاری میں آج کے دن تک ایک
زبر، جزم، شد، پیش اور شوشہ تک کا فرق نہیں! اور ان تیرہ سو
میں، امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر دور، ہر زمانہ
کروڑہا مسلمانوں نے متواتر طور پر تسلسل و تواتر کے ساتھ پڑھیں۔ او
دیکھیں، اور بخاری شریف کے ہی ان تیرہ سو برسوں میں، ہر ایک ب
میں کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں ایسے حافظ موجود رہے جنہیں بخاری شری
قرآن پاک کی طرح بزبان یاد رہی۔ اور آج چودھویں صدی میں خود، اس
تختہ زمین پر بخاری شریف کے حافظ موجود ہیں۔

بخاری شریف کی ہزاروں شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ اور دوسری صد
سے لے کر آج کے دن تک، تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا درس
تدریس کا سلسلہ یعنی تسلسل و تواتر کے ساتھ چلا آتا ہے۔ حتیٰ کہ مسج
نبوی، مسجد حرم اور مسجد اقصیٰ میں، ناسال خود حج کے موقعہ پر، مسجد نبوی
اور مسجد حرم میں بخاری شریف کا درس سن آیا ہوں اور ۱۹۰۷ء میں میں
خود مکہ معظمہ میں، مسجد حرام کے باب السلام میں برسوں تک صحیح بخا
و صحاح ستہ کا درس لے کر "شیخ الحدیث" کی ڈگری حاصل کی۔

تو کیا یہ سارے کے سارے عالم اسلام نے تیرہ سو برسوں
تک سازش کر رکھی تھی! معاذ اللہ! معاذ اللہ! حالانکہ مسلمانو
کے تواتر و اجماع پر خود قرآن شاہد ہے کہ یہ اجماع حق ہے۔ ۱۹۴۴ء میں
حافظ العصر شیخ بدر الدین دمشقی کو ساری بخاری شریف مع اسانید

راویوں کے ہر زبان یاد تھی۔ مصر اور شام اور مکہ کے علماء آج بھی اس امر کے عینی شاہد موجود ہیں۔

ہندوستان کے عالم حدیث مولانا سید محمد انور شاہ دیوبندی سے کون واقف نہیں، جن کا حافظہ تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ بخاری شریف کے حافظ تھے شیخ صالح مسجد نبوی میں صحیح بخاری کا درس حفظاً دیتے تھے۔ آج بھی علماء مدینہ سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

اس طرح حافظ العصر شیخ خضر شنقیطی مسجد نبوی میں بخاری و مسلم دونوں کا درس حفظاً دیتے تھے اور آپ کو یہ دونوں کتب احادیث مع اسناد ازبر تھیں۔ اسی طرح طرابلس کے حافظ الحدیث و شیخ الحدیث جامع الزیتونیہ کو بخاری شریف ازبر تھی۔

ہم ان حوالجات سے منکرین حدیث کو قائل نہیں کرنا چاہتے، بلکہ ہم امت مسلمہ کے ایمان کو تازہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو ضمناً زیر بحث آگئی ہیں۔ اور ہم ان آیات اللہ کا ذکر اس مقدمہ باب میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ان تو تذکرہ یہاں سے چلا تھا کہ منکرین حدیث سیدھے سادھے کم خواندہ مسلمانوں، اسکولوں اور کالجوں کے یورپ زدہ شاگردوں اور آفس کے یورپ زدہ بابوؤں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ،

۱۔ ذخیرۂ احادیث تین سو برسوں کے بعد لکھی گئیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاری رح تیسری صدی میں تھے، اور جاہل دھوکہ کھا جاتے ہیں

۲۔ میں نے یہ بتایا ہے کہ یہ ابلیس ہے۔ اور سب سے بڑا

Marfat.com

شیطانی دھوکہ ہے، کیونکہ

۳۔ احادیث تو خود آنحضرت صلعم کے عین حیات میں ہی لکھی گئیں تھیں، اور

۴۔ تمام صحابہ کے پاس مختلف اجزا میں احادیث نبوی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اور صحابہ کا دور ۹۰ھ میں ختم ہوتا ہے۔

۵۔ پھر صحابہ نے اپنے شاگردوں تابعین تک احادیث کو تمام مصادر کا لکھا پہونچا دیا، چنانچہ پہلی صدی میں سینکڑوں مسانید لکھی ہوئی تابعین کے پاس موجود تھیں، ان کا ذکر ہم تابعین کے تذکرہ میں کریں گے۔ جن میں سب سے زیادہ معتبر و مستند و صحیح حضرت امام مالک کی مؤطا ہے، حضرت امام مالک کی پیدائش ۹۵ھ میں اور وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی، چنانچہ صحیح بخاری سے پہلے مؤطا امام مالک کو اصح الکتب گردانا گیا

۶۔ پھر دوسری صدی کی ابتداء میں مدونین صحاح ستہ کا دور آیا۔ ان میں سے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے یہ التزام کیا کہ موجودہ احادیث سے صرف احادیث صحیحہ کو جمع کر کے جدا کتاب میں مدون کر دیا جائے جن سے احکام شرع کا انضباط ہوتا ہے۔

اب ناظرین کرام یہ اندازہ خود ہی لگا لیں کہ۔ یہ کہ احادیث نبوی کو جا کر تیسری صدی میں لکھا گیا۔ اور درمیانی حصے میں ان کی کتابت ہوئی ہی نہیں۔ یہ قطعاً غلط جھوٹ اور تلبیس ابلیس ہے۔

ہم اس بحث کو تابعین کے تذکرہ میں اور بھی تفصیل سے بیان کریں گے۔

ہم اجلہ صحابہ کا ذکر کر رہے تھے۔ اور ان میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر شروع کیا تھا، جو ضمناً بہ مباحث زیر قلم آ گئے۔ الغرض، کہ جن صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم کی احادیث کی حفاظت و کتابت و درس و تدریس کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، ان میں بحیثیت کثرت حدیث حضرت ابو ہریرہ رض کا نام صف اول میں آتا ہے

ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خاص خصوصیت کے ساتھ اس لئے وضاحت سے کرنا چاہتے ہیں کہ منکرین حدیث انکار حدیث اور بغض رسول کی بنا پر ہی حضرت ابو ہریرہ کی گستاخیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے آنحضرت صلعم کی احادیث کی سب سے زیادہ حفاظت کی ہے۔ آپ کو حفاظت و روایت حدیث کا عشق کمال تھا۔ اور ساری عمر حفاظت و کتابت و تبلیغ احادیث کیلئے وقف کر ڈالی تھی۔

آپ کا نام عبد شمس تھا۔ آنحضرت صلعم نے بدل کر عبد الرحمان نام رکھا تھا۔ اور کنیت ابو ہریرہ تھی۔ اور یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے تھے۔ آپ کے قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی ہجرت سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کی کوششوں سے یمن میں اسلام پھیلا۔ پھر غزوۂ خیبر کے زمانہ میں محرم سنہ ۷ھ سردار قبیلہ یمن کے جمیع مسلمانوں کو لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ ان ہی میں حضرت ابو ہریرہ رض بھی تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم غزوہ (جنگ) خیبر میں تشریف لے جا چکے تھے۔ یہ عاشقان دیدار نبوی بمع حضرت ابو ہریرہ رض خیبر کو روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رض راستہ میں شوق دیدار نبی صلعم میں حسب ذیل

Marfat.com

اشعار نہایت شوق و ولولہ کے ساتھ پڑھتے جا رہے تھے ۔

یا لیلۃ من طولھا و عنائھا علی انھا من دار الکفر نجت

اے لمبی و دشوار رات! تو مبارک ہے کہ کفر کے گھر سے نجات پائی

اس جذبۂ عشق نبی کے ساتھ خیبر پہنچکر آنحضرت صلعم کی زیارت کی اور آپ کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کی۔ اس کے بعد، دامنِ رسول ابدی سے اسقدر وابستگی ولزوم رکھا کہ آنحضرت صلعم کی رحلت تک، ہر لحظہ ہر منٹ، ہر ساعت اور ہر وقت، خدمت بابرکت میں رہتے۔ اور عشق نبی میں وطن کو خیرباد کہہ دیا۔ آپ کا حافظہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ایک نشانی تھا۔ حافظہ کی عنایت ایزدی یوں ہوئی۔ کہ آپ احادیث کو از کر لیا کرتے تھے۔ مگر وقت ہوتی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک صحابی نے حدیث سنا کر کہا کہ یہ حدیث میں نے آپ سے سنی ہے۔ آپ کو خیال نہ رہا۔ اور کہا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی۔ چنانچہ انہیں گھر سے آئے اور اندر سے لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ اٹھا لائے، دیکھا تو وہ حدیث بھی لکھی موجود تھی۔

اس واقعہ سے ایک طرف یہ ثبوت بھی مل رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام احادیث نبوی لکھ لیا کرتے تھے۔ اور بالخصوص حضرت ابوہریرہ تو ہر لفظ رسول لکھ لیتے تھے چنانچہ اس واقعہ سے متاثر ہو کر آپ نے خدمت نبوی میں عرض کی کہ میرے حافظہ کے لئے دعا کریں، اس پر آنحضرت صلعم نے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے دعا فرمائی۔ اس کے بعد کبھی کوئی حدیث یاد سے نہ بھولی۔ بعض حضرات جنگ خیبر میں حضرت ابوہریرہ کی حاضری اور بیعت سے یہ نتیجہ ناتحقیق نکال لیتے ہیں کہ آپ ... آپ مسلمان بھی جنگ خیبر میں ہوئے۔ حالانکہ یہ غلط

وہ آپ مسلمان پہلے سے ہو چکے تھے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد آپ نے خدمت نبوی کو نہیں چھوڑا اور مادر وطن کو خیرباد کہہ کر آخری دم تک خدمت نبوی سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے آٹھ سو صحابہ سے احادیث روایت کیں ہیں اور ان سب کے پاس احادیث لکھی ہوئی رہتی تھیں، اور پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے ہزاروں نفوس قدسیہ نے روایت کی ہے۔ تو گویا تمام مرویات ابی ہریرہ رضؓ تسلسل و تواتر کے ساتھ ہیں۔ آپ کی عمر مبارک پچھتر برس تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کا ارشاد ہے کہ:-

"ابو ہریرہ رضؓ کی تمام احادیث صحیح ہیں" (مستدرک)

"ابو ہریرہ سب صحابہ سے زیادہ احادیث کے حافظ ہیں۔ اور سب صحابہ سے زیادہ آپ نے آنحضرت صلعم سے احادیث لکھی اور یاد کیں ہیں (تذکرہ)

ابو ہریرہ جتنا ذخیرہ احادیث کسی بھی صحابی نے لکھ کر جمع نہیں کیا۔ (تہذیب) اور حضرت ابو ہریرہؓ کے احادیث نبوی کا سب سے بڑا حافظ ہونے کی تفصیل گذر چکی۔ آپ نے اپنی زندگی احادیث کی حفاظت کے لئے بیاد دل اور کتابت کے ساتھ وقف کر ڈالی تھی۔ اور تمام اکابر صحابہ، اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔

حضرت ابو عامر رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ رضؓ کی مجلس میں بیٹھا تھا درس حدیث جاری تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ:-

احادیث نبوی کا سب سے بڑا حافظ کون ہے؟ آپ، یا یہ یمنی (ابو ہریرہ رضؓ)؟ حضرت طلحہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرمایا۔

ابوہریرہ ہم سب سے زیادہ حافظ حدیث ہے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت سی ایسی احادیث بھی آنحضرت صلعم سے سنیں۔ جو ہم نے نہیں سنیں اور بہت سی ایسی باتیں جانتے ہیں۔ جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ، اہل وعیال۔ دولت ومال اور مشاغل میں مصروف رہتے تھے، صرف صبح وشام، خدمت اطہر میں حاضری دے کر واپس آجاتے تھے۔ لیکن ابوہریرہؓ ان سب بندھنوں سے آزاد تھے، اور ہر لحظہ وگھڑی آنحضرت صلعم کے ساتھ مثل سایہ علم حدیث کی دھن میں لگے رہتے تھے۔ ہم سب کو یقین ہے کہ اس نے ہم سب سے زیادہ احادیث سنیں۔ اور ہم سب نے ان کی مرویات (احادیث) کو ہمیشہ صحیح پایا ہے۔ کہ بسا اوقات ہم ابوہریرہ کی احادیث کو خود آنحضرت صلعم سے بھی دریافت کر لیتے تھے۔ اور دوسرے صحابہ سے بھی تصدیق کروا لیتے تھے۔ (ابن سعد) (مستدرک) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔

"ابوہریرہ رضؓ ہم سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے (مستدرک)

نہ صرف اتنا بلکہ جس پاک بی بی کے کاشانہ مبارک میں آنحضرت صلعم شب باش ہوتے، ابوہریرہ باہر دروازے پر پڑے رہتے۔ پھر جب آنحضرت صلعم باہر آکر مسجد میں ذکر ودعا میں مشغول ہوتے، تو اس پاک بی بی کے ہاں پہنچتے اور دریافت کرتے کہ حضرت رسالت پناہ نے، رات میں کیا کیا اعمال نبوی، فرمائے اور سب پوچھکر یاد کر لیتے اور پھر لکھ کر محفوظ کر لیتے۔ ( )

آپ کی دعا بھی ہمیشہ یہی ایک ہی ہوتی تھی۔ کہ اے بار خدایا اپنے

Marfat.com

رسول کے علوم سے ابوہریرہ کا سینہ بھر دے۔ اور عموماً آپ کی زبان
پر یہ آیت شریفہ رہتی تھی۔ "رب زدنی علماً"۔ اور یہ دعا بھی خاص طرح
مانگتے تھے کہ:۔

"بار خدایا! مجھ سے پہلے جتنی بھی احادیث نبوی سن چکے ہیں۔
وہ بھی مجھے عطا فرما"۔ چنانچہ آپ نے ایک ایک صحابی سے مل کر
ان کی سب احادیث سنیں، یاد کیں اور لکھ لیں۔ (التہذیب)

ایک دفعہ آپ یہی دعا مانگ رہے تھے۔ اور یہ الفاظ پڑھ رہے
تھے۔ کہ

"بار خدایا مجھے ایسا علم فرما جو کبھی بھولے ہی نہ"۔ تو آنحضرت صلعم تشریف
لے آئے، اور ابوہریرہ کی اس دعا کے لئے "آمین" (اے اللہ قبول کر)
فرمایا۔ (التہذیب، البخاری)

ایک دفعہ آپ کے ایک شاگرد نے حضرت ابوہریرہ سے از سر اعادہ
سنیں، اور انہیں لکھتا گیا۔ دوسرے برس پھر آپ نے دوبارہ گزشتہ برس
والی احادیث سنائیں تو یہ شاگرد ان کو بھی لکھتا رہا۔ جب گھر آکر دیکھا تو
گزشتہ برس کی لکھی ہوئی احادیث اور ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہ تھا۔

آپ آنحضرت صلعم کے بعد ۴۸ برسوں تک زندہ رہے۔ اور برابر تعلیم
قرآن، احادیث نبوی کی تلقین کرتے رہے۔ آپ کی مجلس میں ایک ایک
لاکھ طالبان علم حدیث کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ کے ہزاروں بڑے بڑے
تابعی شاگرد تھے۔ جن کا تذکرہ ہم تابعین کے عنوان میں کریں گے
اور آپ نے خدائی کو علم حدیث کا خزانہ لٹا ڈالا۔ اور سب کو مستقل طور
پر احادیث لکھا دیتے تھے۔ اور انہیں کہتے تھے کہ دوسروں تک

علم نبوی (احادیث) کو پہونچا دو۔

آپ کے حلقہ درس کے طالبان حدیث فارغ ہو کر جمیع ممالک اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔ حضرت ام المومنین، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جیسی علامہ دنہا مہ نے بھی ابی ہریرہ سے روایت کی ہے۔

گذر چکا ہے کہ آپ کی وہ احادیث جو متداول طور پر تسلسل و تواتر کے ساتھ آج بھی ہمارے پاس من وعن موجود ہیں، ان کی تعداد ۵۳۷۴ پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ اکابر صحابہ میں سے حسب ذیل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے۔ ابی ہریرہ سے روایت (حدیث بیان) کی ہے۔

۱۔ زید بن ثابتؓ۔ ۲۔ ابوایوب انصاریؓ ۳۔ عبداللہ بن عباسؓ ۴۔ عمرؓ۔ ۵۔ ابی کعبؓ۔ ۶۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ ۷۔ عبداللہ بن زبیرؓ ۸۔ جابر بن عبداللہؓ۔ ۹۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ ۱۰۔ عبداللہ بن مسعود۔ اور عام صحابہ و تابعین میں سے لاتعداد نفوس قدسیہ نے روایت کی ہے جیسا کہ :۔

۱۔ ابو رافع ۲۔ واثلہ۔ ۳۔ جابر، ۴۔ مروان بن حکم۔ ۵۔ قبیصہ بن ذویب ۶۔ سعید بن مسیب۔ ۷۔ سلیمان اغد۔ ۸۔ قیس بن ابی حازم۔ ۹۔ مالک بن ابی عامر۔ ۱۰۔ ابواسامہ بن سہل ۱۱ ابوادریس خولانی۔ ۱۲۔ ابوعثمان نہدی۔ ۱۳۔ ابورافع صائغ۔ ۱۴۔ ابوزرعہ۔ ۱۵۔ ابوسلم ۱۶۔ ابن فارض ۱۷۔ بسر بن سعید۔ ۱۸۔ بشیر بن نہیک ۱۹ بعجہ جہنی ۲۰۔ ثابت بن عیاض ۲۱ حفص بن عاصم بن عمر الخطابؓ۔ ۲۲ حمید بن عبدالرحمان حمیری ۲۳۔ ابوسلمہ ۲۴۔ ابنا عبدالرحمان بن عوفؓ ۲۵ حنظلہ بن علی اسلمی۔

Marfat.com

۲۶۔ خباب صاحب مقصورہ ۲۷۔ خلاس بن عمرو۔ ۲۸۔ حکم بن میناء۔
۲۹ خالد بن غلاق ۳۰ ابو قیس۔ ۳۱ زیاد بن رباح۔ ۳۲ سالم بن
عبداللہ۔ ۳۳۔ زرارہ بن ابی اوفی ۳۵ سالم ابوالغیث ۳۶ سالم
مولی شداد ۳۷۔ سعید بن ابی سعید ۳۸ ابوسعید مقبری۔ ۳۹ حسن
بصری ۴۰ محمد بن سیرین ۴۱۔ سعید بن عمرو ۴۲۔ سعید بن عاص۔ ۴۳۔
سلیمان بن یسار ۴۴۔ ابوالحباب ۴۵ سعید بن یسار ۴۶ سنان بن
ابی سنان ۴۷ عامر بن سعید ۴۸ شریح ابن ہانی۔ ۴۹ طاؤس ۵۰ عکرمہ
۵۱ مجاہد ۵۲ عطا ۵۳ عامر شعبی ۵۴۔ عبداللہ بن رباح انصاری۔
۵۵ عبداللہ بن شقیق ۵۶ عبداللہ بن ثعلبہ ۵۷۔ عبداللہ بن حارث
۵۸ سعید بن حارث ۵۹ سعید بن سمعان ۶۰ سعید بن مرجانہ۔
۶۱ عبداللہ بن عبدالرحمان ۶۲ عبدالرحمان بن سعد ۶۳ عبدالرحمان
بن ابی عمرہ انصاری۔ ۶۴ عبدالرحمان بن یعقوب ۶۵ عبدالرحمان
بن ابی نعیم البجلی ۶۶ عبدالرحمان بن ہرانی ۶۷ اعرج ۶۸ عبیداللہ بن عبداللہ
۶۹ عبیداللہ بن سفیان حضرمی ۷۰ عطاء بن میناء ۷۱ عطا بن یزید لیثی۔
۷۲ ابوسعید مولی ابن کریز۔ ۷۳ عجلان ابن مولی فاطمہ ۷۴ عراک بن
مالک ۷۵ عبید بن حنین ۷۶ عبیداللہ بن ابی رافع ۷۷ عطاء بن یسار ۷۸
عمرو بن ابی سفیان ۷۹ عنبسہ بن سعید ۸۰ محمد بن قیس ۸۱، ۸۲ موسیٰ اور عیسیٰ
ابنا (بیٹے) طلحہ بن عبیداللہ ۸۳ عروہ بن زبیر ۸۴ محمد بن عباد ۸۵
جعفر ۸۶ محمد بن ابی عائشہ ۸۷ محمد بن زیاد جمعی ۸۸ محمد بن عبدالرحمان
۸۹ موسیٰ بن یسار ۹۰ نافع ابن جبیر ۹۱ نافع مولی ابن عمرؓ ۹۲ نافع
مولی ابی قتادہ ۹۳ یوسف بن ماہک ۹۴ ہشیم بن ابی سنان ۹۵ یزید

بن ہرمز ۹۶ ابو حازم الاشجعی ۹۷ ابوبکر بن عبدالرحمان ۹۸ ابو تمیمہ جیجی
۹۹ یزید بن اصم ۱۰۰ موسیٰ بن وردان ۱۰۱ ابو الشعثاء المحاربی ۱۰۲
ابو صالح السمان ۱۰۳ ابو غطفان بن طریف المری حیرت اور ستم ہے کہ اس
ابوہریرہ کو منکرین حدیث دشنام ہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقیہ نہ تھے
یہ نہ تھے وہ نہ تھے من الخرافات

یہ اوپر کی فہرست ہم نے صرف ان حضرات کی دی ہے جنہوں نے
ممالک اسلامیہ میں احادیث کو یاد کر کے اور لکھ کر پھیلایا۔ ویسے صحابہ
کرام اور تابعین عظام کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ جنہوں نے
صرف ایک جلیل القدر صحابی، یعنی حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے
ایسے عظیم المرتبت صحابی کو کہنا کہ معاذ اللہ کم فہم تھا، کفر ہے۔ ایمان تو نہیں
اس طرح اگر آپ آنحضرت صلعم کے لاکھوں صحابہ کرام کی زندگیوں
پر نظر ڈالو گے تو معلوم ہوگا کہ ایک ایک صحابی نے، احادیث نبوی کو
کسی طرح محفوظ و مکتوب پہونچایا۔ جن میں خلفاء اربعہ، عبداللہ بن عباس
عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ام المومنین صدیقہ عائشہؓ
عبداللہ بن جابرؓ انس بن مالک، ابوذر غفاریؓ، ابو درداؓ و زید بن ثابتؓ
براء بن عازبؓ خدیفہ بن یمانؓ۔ رافع بن خدیجؓ زید بن ارقمؓ عبداللہ
مسعودؓ عبادہ بن صامتؓ عمار بن یاسرؓ، ام عمارہؓ ام عطیہؓ ہیں۔
حسن بن علیؓ معاذ بن جبلؓ، ام المومنین میمونہؓ ھشام بن حکیمؓ
ہانیؓ ام ھشامؓ۔ اور یہ سب ابوہریرہ کے راوی ہیں۔

ناظرین کرام، منکرین حدیث کی شقاوت ازلی و قساوت قلبی کا یہ
سے ہی اندازہ لگالیں کہ جس حضرت ابوہریرہ سے اسقدر جلیل المرتبت

Marfat.com

صحابہ کرام روایات کرتے ہیں۔

امی صحابی، عاشقِ رسول، حافظِ حدیث کو یہ بر بنیانِ اندوئی برا بھلا کہتے ہیں! ان تصریحات سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مسلمان خود دیکھ لیں کہ احادیث نبوی کس طرح عین حیاتِ نبوی سے تسلسل و تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہیں۔ اب اگر کوئی زندیق تلبیس پر تلبیس کرے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں، تو ایسے بیہودہ بیان امت کے منہ کو ان دلائل قطعی و براہینِ حتمی سے بند کرکے کالا کر دیا جائے۔

اب تک ہم نے آنحضرت صلعم کی زندگی سے لیکر ۹۳ھ تک کے صحابہ کے دور پر روشنی ڈالی ہے کہ:۔

۱۔ احادیث خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی سلف کی سب لکھی جا چکی تھیں۔

۲۔ آنحضرت صلعم کی رحلت ۱۱ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے صحابہ ۹۳ھ تک زندہ رہے۔

۳۔ اور ۹۳ھ تک روز اول سے لیکر احادیث بالتواتر لکھی جاتی رہیں۔ اور کتابوں میں جمع ہوتی رہیں۔ مگر ابھی تک ان کتابوں کی تبویب، تفصیل، ابواب وار اور ترتیب وار نہ تھی۔

۴۔ اس کے بعد ۹۹ھ میں یعنی پہلی صدی کی انتہا اور دوسری صدی کی ابتدا میں، دوسرا دور آتا ہے۔

۵۔ یعنی صحابہ کرام نے اپنا جمیع علم حدیث، اپنے سب نوشتے اور لکھے ہوئے احادیث کے جمع کردہ مجموعے، اپنے شاگردوں تک پہنچا دیئے جن کو تابعین کہا جاتا ہے۔ پھر تابعین نے علوم نبوی یعنی احادیث

کی اسقدر حفاظت کی کہ اس کی گواہی بھی قرآن پاک نے پیشگوئی کے طور پر دیدی تھی۔

۶۔ والذین اتبعواھم۔ کے قرآنی الفاظ بن تابعین کی گواہی و پیشگوئی دینا موجود ہے۔! اب تفصیل سنئے، اس اجمال کی۔

تابعین عظام

گذر چکا ہے کہ پہلی صدی تک صحابہ کا دور رہا۔ اور اس صدی۔ کے یعنی سو سالہ مدت کے ایک ایک دن، ایک ایک منٹ اور ایک ایک سیکنڈ میں، احادیث نبوی سنی جاتی رہیں یاد کی جاتی رہیں۔ اور لکھی جاتی رہیں۔

قسم ہے خدائے محمدکی، جسے محمد عربی کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اور نے قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اور جس خدائے لم نے، اجماع امت کو حق کہا ہے۔ اور اس پر قرآن کی مہر تصدیق (سبیل المؤمنین) ثبت کردی ہے کہ۔ ان ایک سو سالوں میں۔ ایک گھڑی۔ لحظہ اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا، جس میں احادیث نبوی سنائی نہ جاتی یاد نہ کی جاتی ہوں۔ اور لکھی نہ جاتی ہوں۔ اور علم حدیث، سینہ بہ سینہ، دل زبان بہ زبان، مکتوب بہ مکتوب، ایک دوسرے کو متداول و متواتر دیا جاتا ہو۔ جو صحابہ کرام، آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے احادیث خود سنتے تھے۔ وہ جاکر دوسروں کو سناتے تھے۔ وہ تیسروں کو۔ الی ما لا نہایہ اور سب حفاظت کی خاطر لکھ لیتے تھے۔ اس طرح صحابہ کرام نے علم حدیث اپنی اولاد اور تابعین تک پہونچا کر فلیبلغ الشاہد الغائب کا فرض منصبی کامل طرح سے ادا کردیا۔ فللہ الحمد۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حقا کہ صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، احادیث کی امانت

Marfat.com

امین تھے۔ اور انہوں نے یہ امانت (علم حدیث) تابعین تک پہنچا دیا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

"تین قرن" (صدیاں) میری امت کی بہترین (خیرا) ہونگی۔

پہلی صحابہ کی دوسری صحابہ کے بعد کی، (تابعین) کی تیسری ان (تابعین) کے بعد کی۔ (یعنی تبع تابعین کی، (حدیث)

چنانچہ صحابہ کا دور ۹۳ھ تک قائم رہا۔

تابعین کا دوسری صدی تک قائم رہا۔

اور تبع تابعین کا تیسری صدی تک قائم رہا

منکرین حدیث تلملا رہے ہوں گے۔ اور ان پر قہر خداوندی کی بجلیاں گر رہی ہوں گی۔ کیونکہ میں نے حدیث بیان کر دی ہے۔ ان کو جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جانے دو۔ میں انشاء اللہ جلد ہی قرآن شریف سے ثابت پیش کرونگا۔

اب ہم ایک بہت ہی اہم مقام پر پہونچ گئے ہیں۔ یعنی اسلام کی اصلی حفاظت و دیانت کی تین کڑیوں سے ہم اب درمیانی کڑی پر آ گئے ہیں کیونکہ ان تین قرنوں میں سے پہلا قرن صحابہ کرام کا تھا۔ جو دین کا اصل سرچشمہ تھے۔ اور تیسرا قرن یعنی تبع تابعین یعنی جس میں بڑے بڑے ائمہ دین و مجددین۔ دین اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے۔ ان دونوں قرنوں کی بیچ "تابعین" درمیانی کڑی ہیں۔ ان نیک و پاکباز ہستیوں نے علوم حدیث سنت نبوی امانت اور اخلاقی برکتوں سے سارے معمورہ عالم کو بقعۂ نور بنا دیا۔

قرآن پاک نے تابعین کو رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کے بلندترین پاکیزہ ترین، جلیل ترین اور مقدس ترین لقب سے نوازا ہے۔ رب العرش العظیم کا ارشاد ہے۔ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم

باحسان - رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خ

ترجمہ :- "اور مہاجرین وانصار (صحابہ) میں سے جنہوں نے اس

لانے میں پہل کی اور جو لوگ بدل وجان ان کے پیچھے آئے (ان کا اتبا

کیا)، تحقیق اللہ تعالیٰ ان سے ابدی طرح خوش ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ س

خوش ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے (ان کے ان نیک دینی عملوں کی جزائیں)۔

جنت تیار کر رکھی ہے۔ یعنی ایسے محلات جن میں باغ باغیچے فوارے اور نہ

نہریں بہتی ہوں گی :-"!

یہ آیت شریفہ صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد آنے والے

یعنی تابعین جو خود صحابہ کے نقش قدم پر چلیں گے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک

دیانتدار بندے ہوں گے اور حفاظت دین (قرآن وحدیث) کے لیے جو مس

فرمائیں گے ۔ ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرمائے گا۔

اسی آیت کے الفاظ "والذین اتبعوا ھم"، جنہوں نے صحابہ کا اتباع کیا

سے لفظ تابعی موسوم کیا گیا ہے ۔

اوپر والی حدیث صحیح اس آیت کی تشریح ہے ۔ منکرو! سُن رہے ہو!!

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسی آیت شریفہ کی مزید وضاحت کرنے والی ایک

حدیث لائی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ :-

ایک زمانہ آئیگا، جب لوگ جہاد کر رہے ہوں گے تو کہا جائیگا کہ تم میں
کوئی آنحضرت صلعم کا صحابی ہے ؟ ۔ لوگ کہیں گے ہاں ہے ! تو اس
کی برکت سے اللہ تعالیٰ امت کو فتح دیگا ۔ اس کے بعد ایک اور
زمانہ آئیگا کہ امت جہاد کر رہی ہوگی، تو کہا جائیگا کہ تم میں کوئی ایسا
ہے، جس نے آنحضرت صلعم کے صحابہ کو دیکھا ہو ۔ کہا جائیگا کہ ہاں ہے

پھر ان کی برکت سے فتح حاصل ہو گی (مسلم)

دیکھئے یہ حدیث من انباء الغیب ہے۔ یعنی غیب کی اتنی خبر دے رہی ہے۔
جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو بذریعہ وحی، وہ وحی جو قرآن شریف کے سوا ہے
بتلائی اور یہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی آج ۱۲ دسمبر ہ تک صحیح چلی آرہی ہے۔ اسطرح کہ:۔

جو ممالک اسلامیہ تابعین و تبع تابعین کے زمانہ یعنی تیسری صدی
تک فتح ہوئے وہ ان ہی نفوس قدسیہ کی برکتوں کا نتیجہ تھے۔ اور آج بھی دنیا
شاہد ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جو ممالک تیسری صدی تک فتح کر لئے
اس کے بعد ایک بالشت زمین بھی زیادہ فتح نہ ہو سکی۔ ہاں ایسا ضرور ہوا۔ اور
اب بھی ہونا رہے گا کہ جس زمانہ میں بھی مسلمان عین بعین صحابہ، تابعین اور
تبع تابعین کا صحیح نمونہ بن جائیں گے۔ مزید فتوحات ہونگی۔ اور ان چودہ سو برسوں
کے درمیانی عرصہ میں ایسا ہوا کہ جب بھی مسلمان صرف اسلام کی خاطر صحابہ و
تابعین و تبع تابعین کے نقش قدم پر چلے فتوحات ہوئیں۔ تاجب کبھی بھی
ان کے اسوہ سے ہٹ کر چلے۔ ہمیشہ نامرادی و ناکامی کا منہ دیکھا۔ جیسا کہ
آجکل ہو رہا ہے۔ اس حدیث کی حقانیت پر ایمان لانے کے لئے یہی یاد رکھ کہ
تیسری صدی ہجری تک جتنے ممالک مسلمانوں نے فتح کئے۔ اس کے بعد آجتک
اس سے زیادہ ایک بالشت زمین بھی نافرمان و بدعمل مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آئی۔
بلکہ یہی بداعمالیوں سے اسپین جیسی مملکتِ اسلام کو کھو بیٹھے۔ ہندستان ہاتھوں
سے دے بیٹھے۔ اور موجودہ تمام ممالک اسلامیہ پر سوائے سعودی عربیہ کے
یورپ و امریکہ کا استیلاء ہے۔ اس امر کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب۔
"کیا یہ صحیح ہے کہ تیس برسوں کے بعد اسلامی حکومت زائل ہو گئی" ملاحظہ ہو۔
الغرض تابعین عظام کی یہ مقدس جماعت علم و عمل میں صحابہ رسول صلعم کا

کامل و مکمل عکس و پرتو ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام، آنحضرت صلعم کا کامل ترین عکس و پرتو ہیں۔ اور قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جلال و رحمت و نعمت و جمالِ خدا کا پرتو ہے۔ اس مقدس جماعت تابعین نے، آنحضرت صلعم کی احادیث اور صحابۂ رسول صلعم کی علمی و اخلاقی امانت و وراثت کو مسلمانوں میں کما حقہ پھیلایا۔

اس مقدس طائفہ نے احادیث کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دین کے مدت اخلاق کے درسِ عشق نبوی کے محبت کی آگ کو سوزاں و تپاں رکھا

امام زہری رح مکحول شامی رح ابراہیم نخعی رح شریح قاضی رح عکرمہ، سالم نے احادیث کی حفاظت کی۔ محمد بن سیرین رح سعید بن مسیب رح سعید بن جبیر رح اور امام زین العابدین ابن حسین ابن علی علیہم السلام نے، اخلاق کا درس زندہ و تابندہ و پائندہ رکھا۔ حسن بصری رح اویس قرنی رح عامر بن عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے محبت خدا اور عشق نبوی کی آگ کو سوزاں و تپاں زندہ رکھا۔ عمر بن عبدالعزیز رح نے خلافت راشدہ کا نمونہ زندہ کر دیا۔ اور سرکاری طرح سے احادیث نبوی کے جمع کرنے کا حکم دیا، اور جمع کروا دیا۔

ان سب بزرگان دین کا مشترک اور اہم کارنامہ یہ تھا کہ احادیث نبوی کی من کل الوجوہ حفاظت جو صحابہ کرام سے چلی آتی تھی قائم رکھی جائے۔ ان مقدسینِ امت نے صحابہ کرام کی امانت، حفاظت حدیث کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا۔ پایۂ تکمیل تک اس طرح کہ اب تک احادیث کی کتابت و حفاظت کا کام صرف امت خود کر رہی تھی۔ جیساکہ آج بھی فضل احمد خود کر رہا ہے۔ مگر اس دور مبارک میں سرکاری طرح سے حفاظت حدیث کا کام ان مقدس و سعید روحوں نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

ان دینی خدمات کے علاوہ تابعین میں وہ دنیا کے بڑے بڑے کشور کشا اور فاتح بھی تھے، جنہوں نے دارا و سکندر، قیصر و کسریٰ کی فتوحات کو ماند کر دیا۔ جن کی تلواروں نے مشرق و مغرب کے ڈانڈے ملا دیئے۔ چونکہ ہمارا موضوع بحث فاتحان تابعین سے نہیں۔ اس لئے چند نامور ہستیوں کے نام گنوا کر ہم اپنے اصلی مبحث، یعنی کتابت و حفاظتِ حدیث کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ ان کشور کشا، فاتحانِ عالم، فرمانروا اور بادشاہوں میں احنف بن قیس عبدالملک، ولید سلیمان، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، مسلمہ، مہلب محمد بن قاسم طارق اور زیادہ کے کارنامے تاریخ امت میں ہمیشگی و دوام حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور فاتح و کشور کشا تو تاریخ پیدا کرتی رہتی ہے۔ مگر حسن بصری زین العابدین۔ اویس قرنی، سعید بن مسیب ابن شہاب زہری، مکحول شامی محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، شریح قاضی، حماد، سالم، عکرمہ اور عمر بن عبدالعزیز کے پیدا ہونے کے لئے قرنہائے دراز درکار ہیں۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات!
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

کعبہ و دیر میں، صدیوں تک زندگی روتی رہتی ہے تاکہ کہیں ایک دانائے راز پیدا ہو جائے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع
عالمے گویا شود یا فاضلے صاحب سخن

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن!

ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ "مقدس ترین امانتِ دین" (حفاظت قرآن و حدیث) جو آنحضرت صلعم نے صحابہ کے سپرد کی تھی۔ اور صحابہ کرام نے "حق امانت" ادا کر کے تابعین کے حوالے کردی تھی۔ تابعین نے اس "پاکیزہ ترین امانتِ حق" کی ادائیگی بتمامہا و بکمالہا ادا کی، اور امت میں اس "محفوظ ترین امانت حق تعالیٰ" کو من وعن پھیلایا۔ تا آنکہ اس "مقدس ترین امانت" کو اپنے شاگردوں، یعنی تبع تابعین کے سپرد کر گئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔!

اب ہم اجلہ ترین تابعین میں سے چند نفوس قدسیہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ابراہیم بن یزید تیمیؒ

ان بزرگوں کی پارسائی، اطاعتِ خدا و اطاعت رسول، پرہیزگاری، زہد۔ تقویٰ، اور فضل و کمال کا سوال اٹھتا ہی نہیں۔ یہ مجسمہ تسلیم و رضا تھے۔ مگر ہمیں ان کی خدمت و حفاظت و کتابت حدیث کا ذکر زیر بحث لانا ہے۔

ابراہیم تیمی احادیث نبوی کے بہت بڑے علامہ تھے۔ انہوں نے حسب ذیل صحابہ سے احادیث اخذ کیں۔ حضرت انس بن مالکؓ (خاص خادم رسول) حارث بن سویدؓ عمرو بن میمونؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے احادیث نبوی سنکر لکھیں۔ ان کے حلقہ درس حدیث میں لاکھوں شمع حدیث کے پروانوں کا ہر وقت جھمگٹا رہتا تھا۔ اور ہر شخص ان سے احادیث لکھ کر اپنے اپنے وطنوں میں جاکر درسِ حدیث دیتا تھا۔ (ابن سعد) ۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔

Marfat.com

ابراہیم بن یزید النخعی — نامور ترین تابعین میں سے ہیں۔ ان کا سارا خاندان احادیث نبوی کا بلند ترین محافظ تھا اور علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ ان کے چچا علقمہ اور ماموں اسود بلند ترین مقام رکھتے تھے۔ احادیث نبوی کی تبلیغ میں ان کے حلقہ درس میں بھی لاکھوں مخلوق خدا اور شائقان حدیث نبوی حاضر باش رہتے تھے ان کے مقام حدیث کا مرتبہ اس امر سے چلتا ہے کہ ان کے درس حدیث میں ابن سیرین جیسے اکابر تابعین شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے حدیث کا علم ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اخذ کیا تھا۔ آپ ام المومنین کے مجالس احادیث میں شریک ہوتے تھے کیا یہ کم مرتبت ہے۔ ابن معین جیسے بلند پایہ محدث تابعی ان کی احادیث پر فخر کرتے تھے۔

اعمش جو خود بہت بڑے تابعی محدث ہیں فرماتے ہیں کہ

"جب کبھی ابراہیم کے سامنے کوئی حدیث بیان کی جاتی تو اس کا مفصل بیان مع روایت واسناد کے سنا دیتے" (ابن سعد)

ان کا منبع احادیث ام المومنین عائشہ صدیقہ رض حضرت عمر رض عبداللہ علقمہ اور اسود تھا۔ (تہذیب الاسماء) ۹۶ھ میں وصال ہوا۔ سنت کے عاشق زار تھے۔ ادنیٰ سی ادنیٰ سنت بھی ترک نہ کرتے تھے

۲۔ حنش بن قیس — انہوں نے ایک برس تک حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ جب احادیث نبوی کی تحصیل مکمل کر لی تو حضرت فاروق اعظم نے

Marfat.com

انہیں ان کے وطن بصرہ میں، تبلیغ دین (قرآن وحدیث) پر مقرر فرمایا اور جب حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو ہدایت کر دی کہ ان کو اپنے ساتھ رکھنا، اور ان سے مشورہ لینا۔ (ابن سعد)

چنانچہ یزدگرد کسریٰ ایران کا استیصال، انہی کی رائے کے مطابق عمل میں آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب خراسان میں بغاوت ہوئی تو حضرت احنف نے ہی حملہ کر کے دوبارہ خراسان فتح کیا۔

آپ سپہ سالار جنگ ہوتے ہوئے بھی، درس احادیث دیا کرتے تھے۔ اور ان کی مجلسوں سے لاکھوں مسلمانوں نے استماع کیا۔

حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ:۔

"میں نے احنف کو احادیث نبوی کا شیدائی پایا"

۴۔ اسماعیل بن ابی خالد

(التہذیب) ۱۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔ انہوں نے چھ صحابہ کرام کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں اور ان سے اکتساب حدیث فرمایا:۔ ۱۔ حضرت انس بن مالک رض ۲۔ حضرت ابن اوفیٰ رض ۳۔ حضرت ابو جحیفہ رض ۴۔ حضرت عمرو بن حریث رض ۵۔ حضرت ابو کاہل رض ۶۔ حضرت طارق بن شہاب، علم حدیث میں ان کا پایہ بلند ترین تھا۔ حضرت عامر تابعی کا کہنا ہے کہ ان کے پاس احادیث نبوی لکھی ہوئی موجود تھیں (ابن سعد) ۱۴۶ھ میں رحلت فرمائی۔ حضرت سفیان ثوری، جو بہت بڑے علامہ حدیث ہیں فرماتے ہیں کہ:۔

"میرے علم میں حافظ حدیث چار ہیں۔ جن کو لاکھوں احادیث یاد ہیں ۱۔ عبدالملک بن ابی سلیمان ۲۔ اسماعیل بن خالد ۳۔ عاصم الاحول ۴۔ اور یحییٰ بن سعید (ابن سعد)

Marfat.com

تابعین میں سے زید بن وہب، محمد بن سعد، ابی بکرہ بن عمارہ، قیس
ابی عازم شبیل بن عوف، حارث بن شبیل، طارق بن شہاب اور
ہی سے علم حدیث اخذ کیا۔

اسود بن یزید — بہت بڑے علامہ اور حدیث تھے صحابہ میں سے حضرت ابو بکر صدیق رض حضرت عمر رض حضرت علی رض حضرت
عبداللہ بن مسعود رض ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض حضرت حذیفہ رض
حضرت ابو محذورہ رض اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رض جیسے اجلہ صحابہ سے احادیث
اخذ کیں، اور ان کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔ (تذکرہ)

حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رض اور حضرت عمر رض سے خاص طور پر
احادیث اخذ کیں۔ اور حضرت عمر رض کے ساتھ تو سائے کی طرح لگے رہتے تھے
ان کے حلقۂ درس حدیث میں مخلوق خدا ٹوٹ پڑتی تھی۔ اور ہزاروں، لاکھوں
تشنگان حدیث کو سیراب کیا۔ ۷۵ھ میں وفات پائی۔

اعمش سلیمان بن مہران — بہت بڑے محدث تابعی تھے۔ احادیث نبوی سے عشق جنون کے درجہ تک پہونچا ہوا تھا۔
ابن حجر، انہیں "علامۃ الاسلام" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عیسیٰ بن یونس
کا کہنا ہے کہ۔

"ہم نے اپنے زمانہ میں اعمش سے بڑا حافظ حدیث نہیں دیکھا" (الخطیب)
حافظ ذہبی نے انہیں "شیخ الاسلام" کہا ہے۔

حضرت ابن موسیٰ کا قول ہے کہ "ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ امت
میں یہی نفوس قدسیہ نے تمام کی تمام حدیث رسول کو یاد کیا لکھا اور دنیا میں
پھیلایا ہے۔

Marfat.com

۱ مکہ میں ابن دینار۔ ۲ مدینہ طیبہ میں زہری، ۳ کوفہ میں ابو اسحاق سبیعی
اور اعمش۔ ۵ بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن کثیر۔ (التہذیب)

حضرت ابو بکر عیاش کا قول ہے کہ

"ہم لوگ اعمش کو سید المحدثین کہتے تھے۔ (الخطیب)

ان سے لاکھوں مخلوق خدا نے علم حدیث حاصل کیا۔

شعبہ کا قول ہے کہ احادیث میں اعمش دریائے بیکراں ہیں۔

انہوں نے اجلہ صحابہ سے احادیث رسول کو اخذ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تو تمام احادیث ان کو ازبر تھیں۔ اور جمیع احادیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ (الخطیب)

آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے عبداللہ بن مسعودؓ انس بن مالکؓ عبداللہ بن ابی اوفیؓ زید بن وہبؓ ابو وائلؓ سے احادیث اخذ کیں۔
اور تابعین میں سے، ابو عمر شیبانی، قیس بن ابی حازم، اسماعیل بن رجاء ابو صخرہ، جامع بن شداد، ابو ذبیان بن جندب، امام شعبی، ابراہیم نخعی۔ اور مجاہد بن جبیر سے علم حدیث حاصل کیا۔

ان کے شاگردوں میں سے حکم بن عتیبہ، زبید الیامی، ابو اسحاق سبیعی سلیمانی تیمی سہیل بن ابو صالح، محمد بن واسع، شعبہ، ابراہیم بن طہمان اور جریر بن حازم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔

۷۔ اویس بن عامر قرنی آپ کو اگر تابعین کا سرتاج کہا جائے تو بجا ہوگا۔ آپ یمن کے قبیلہ مراد سے تھے۔ آپ عشق نبوی میں اسقدر استغراق رکھتے تھے کہ گویا آپ کا خمیر ہی عشق و محبت نبوی سے اٹھایا گیا تھا۔ آپ کو آنحضرت صلعم سے اسقدر عشق۔ محبت

Marfat.com

وارفتگی تھی کہ اس کا اثر خود قلب نبی صلعم پر جلوہ نما ہوا۔ اور بمصداق۔
دل را بدل رہیست۔ آپ نے اویس قرنی کو خیر التابعین کا لقب عطا فرمایا۔
(مسلم) یاد رہے کہ تابعین کا باب ہم منکرین حدیث کے لئے نہیں لکھ رہے۔
نہ اس باب کا جواب ہی طلب کرتے ہیں۔ یہ تو مومنین صادقین کے لئے
حقائق تاریخیہ کے جواہر پارے بکھر رہے ہیں۔ تاکہ انہیں علم ہو کہ ان کے
رسول پاک صلعم کی احادیث کو شمع احادیث کے پروانوں نے کس طرح
باحفاظت رکھا۔ حضرت اویس قرنی چونکہ اپنے ساتھ کتابت حدیث
نہیں رکھتے تھے۔ اور صرف احادیث کو ازبر کرتے تھے۔ اور جو بیشتر مشغلے
عشق نبوی میں سرمست رہتے تھے۔ اسلئے ہم تک ان کی کوئی حدیث
نہیں پہونچی۔

ہم نے اس عاشق زار نبی علیہ الصلوات والسلام کا ذکر حُبِّ نبی
کے سبب تبرکاً کر دیا ہے۔

۵ ایوب بن ابی تمیمہ بہت بڑے محدث تھے۔ علامہ ابن سعد کہتے ہیں
"ان کا پایہ علم حدیث، ورع، تقوی، عدل میں
بہت بلند ہے۔ اور "حجت" ہیں۔"

شعبہ انہیں "سید العلماء" کہا کرتے تھے۔

ابن عینیہ جو خود بہت بڑے تابعی محدث ہیں، کہتے ہیں کہ:۔
میں چھیالیس تابعین سے ملا، مگر ان میں سے کسی کو بھی ایوب سے
بڑھ کر علم حدیث کا عالم نہ پایا۔

ہشام ابن عروہ فرماتے ہیں۔ بصرہ میں ایوب کا مثل نہ تھا۔ ان کی بدولت
ہی لاکھوں عشاق حدیث نے احادیث کا علم سیکھا۔ حسب ذیل تابعین

Marfat.com

احادیث حاصل کیں:۔

عمر بن سلمہ، ابو رجاء، ابو عثمان نہدی۔ ابو الشعثاء جابر بن زید۔ ح
بصری، ابن سیرین، سالم بن عبداللہ نافع بن ابی ملیکہ۔ ابن منکدر، حمید
بلال۔ ابو قلابہ۔ قاسم بن مہدی۔ عبدالرحمان بن قاسم، عکرمہ و عطاء

اور آپ کے شاگرد خود اجلہ علماء محدثین تھے۔ جیساکہ امام مالک
سفیان ثوری ابن عیینہ۔ ابن ابی عروبہ۔ معمر، اعمش۔ قتادہ اور شعبہ۔ آ
حدیث کی حفاظت، کتابت اور درس و تدریس کے لئے وقف ہو چکے تھے
۱۳۱ھ میں رحلت فرمائی۔

۹۔ بسر بن سعید — علم حدیث میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا۔ ان کے
حدیث و محافظ حدیث ہونے کا ایک زمانہ شاہ
انہوں نے، حسب ذیل صحابہ کرام سے علم حدیث اخذ کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رض حضرت زید بن ثابت رض۔ حضرت عبداللہ بن
اور حضرت سعد بن مالک، جیسے اکابر صحابہ سے احادیث نبوی حاصل ک

آپ کے تلامذہ (شاگردوں) میں سالم، ابو النضر، محمد بن ابراہیم
یعقوب بن اشجع، ابو سلمہ بن عبدالرحمان۔ یزید بن خصیفہ جیسے سنون
تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے علم و فضل سے نہایت متاثر تھے
سنت کی تابعداری کا شوق جنون کی حد میں پہونچا ہوا تھا۔ ۱۰۰ھ میں مدینہ
طیبہ میں وفات پائی۔ عمر ۷۸ سال تھی۔

۱۰۔ بکر بن عبداللہ قرنی — ان کا احادیث میں مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ
ابن سعد لکھتے ہیں۔ ثقہ ہیں، کثیر الحدیث

Marfat.com

حجۃ ہیں۔

انہوں نے حسب ذیل صحابہ سے احادیث سنیں، لکھیں۔ یاد کیں اور مخلوق خدا تک پہونچائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ۔

اور تابعین میں سے، ابورافع۔ صائغ اور ابوتمیمہ۔ ان کے تلامذہ حسب ذیل اجلہ محدثین ہیں: ثابت البنانی، سلیمان یتیمی، قتادہ، غالب القطان، عاصم الاحول، سعید بن عبداللہ، مطرالوراق ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ ان سے لاکھوں بندگانِ خدا و تشنگانِ نبی نے احادیث لیں۔

۱۱۔ ثابت بن اسلم بنانیؒ انہیں تمام علماء رجال نے "سادات التابعین" کے لقب سے نوازا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ خاص خادم رسول صلعم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں صحابہ میں سے انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر سے احادیث حاصل کیں۔ اور غیر صحابہ میں سے، عبداللہ بن معقل، عمرو بن ابوسلمہ، شعیب، عبداللہ بن رباح، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، مطرف بن عبداللہ، ابورافع صائغ سے احادیث کا اکتساب کیا۔

ان کے شاگردوں میں حسب ذیل اجلہ علماء حدیث ہیں:۔

حمید الطویل، شعبہ، جریر بن ابی حازم، معمر، ابوعوانہ، جعفر بن سلیمان۔ سلمان بن مغیرہ۔ داؤد بن ابی ہند عطاء بن ابی رباح۔ عبداللہ بن عبید ہیں (التہذیب) ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔ اسی سال کی عمر تھی۔

۱۲۔ جابر بن زیدؒ یہ اتنے جلیل القدر تابعی ہیں۔ کہ ان کے اساتذہ (استادوں) میں بہت سارے اجلہ صحابہ ہیں اور

حبرالامت حضرت عبداللہ بن عباس کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔
لیے آپ کا لقب "صاحب ابن عباس" مشہور ہو گیا تھا۔ (یعنی حضرت
عباس کے خاص ساتھی) حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے۔ علمار اسمار
نے انہیں حفاظ حدیث میں "من علمار الاعلام فی الحدیث" کا ممتاز تر
لقب دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ا
زبیر، حضرت حکم بن عمروؓ صحابہ کرام سے احادیث اخذ کیں۔ آپ سے
شاگردوں میں سے حسب ذیل اجلہ علماء حدیث ہیں:

عمرو بن دینار، یعلیٰ بن مسلم، ایوب سختیانی۔ اور عمرو بن حرم۔ سنہ
میں وفات پائی۔

۱۳۔ حضرت جعفر بن محمد | آپ اکابر اہلبیت میں سے ہیں اور حضر
جعفر صادق کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ محمد باقر کے صاحبزادے ہیں۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کے پو
ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بڑپوتی تھیں۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر
صاحبزادی تھیں۔ اسطرح حضرت جعفر صادق کی رگوں میں خون صدیقی
شامل تھا۔

آپ کے والد ماجد امام باقر کا درجہ علم حدیث میں بہت بلند تھا کہ
کے تلامذہ میں سے حضرت امام اعظم جیسے اکابر امت تھے۔ اہلبیت میں علم
میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ احادیث آپ کے جد امجد علیہ الصلاۃ والسلام
کے نطقہائے مبارک تھے۔ اس لیے بھی آپ کو علم حدیث سے خاص شغف تھا

Marfat.com

حدیث میں آپ کے اساتذہ میں سے آپ کے والد بزرگوار امام باقر، محمد بن منکدر، عبیداللہ بن ابی رافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد نافع اور زہری تھے

آپ کے تلامذہ میں سے شعبہ، سفیان، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک اور ابو حنیفہ تھے۔ احترام حدیث کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ کبھی بھی بغیر وضو کے حدیث اخذ نہ کرتے اور نہ ہی بیان فرماتے۔ ان کے کمال علمی پر یہ شہادت کافی ہے کہ حضرت امام اعظم، افقہ الفقہاء، امام زمن ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر بن صادق سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ انہوں سے خدائے عزوجل کی کثیر مخلوق نے احادیث اخذ کیں۔ چونکہ آپ کی رگوں میں حضرت صدیق اعظم، ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی خون موجزن تھا۔ اسی لئے فرمایا کرتے تھے۔ کہ :-

مجھے شفاعت کی امید جتنی علی رضی اللہ علیہ السلام سے ہے، اتنی ہی ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے ہے، ۱۴۸ھ میں وفات پائی (التہذیب)

۱۴۔ حسن بن حسن | آپ بھی خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔ یعنی امام حسن بن علی علیہما السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ اپنے جد امجد کے اقوال و گفتگو یعنی احادیث نبوی کے امین تھے۔ اور اپنے پدر بزرگوار حسن رضؓ اور عبداللہ بن جعفر سے علم حدیث اخذ کیا تھا۔ آپ کے تلامذہ میں سے یہ بزرگ بہت مشہور ہیں۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم، عبداللہ، حسن اور بھتیجے بھائی حسن بن محمد، اور حیان بن معبد، سعید بن ابی سعید عبدالرحمان بن حفص ولید بن کثیر (التہذیب) ۹۵ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

۱۵۔ حسن بصری | آپ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق زار تھے علمی کمالات کی وجہ سے علماء کے طبقہ کے

مرافق سمجھے جاتے ہیں اور اخلاق و روحانی فضائل کے باعث سرتاج اولیاء میں سے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی کنیز خاص تھیں اس نسبت سے حضرت حسن بصریؒ کو وہ شرف حاصل ہوا کہ جو بعض تابعین سے شاید ہی کسی خوش بخت کو حاصل ہوا ہو۔ یعنی جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کام کاج کے لئے گھر سے باہر چلی جاتی تھیں اور وہ بچپنے کی حالت میں حسن بصریؒ رونے لگتے تھے تو ام المومنین ام سلمہؓ ان کے منہ میں اپنا مبارک دودھ دیا کرتی تھیں۔ آپ کی پیدائش سنہ ۲۱ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت حسن بصریؒ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سایہ شفقت میں پلے۔ اور ان ہی کی تربیت حاصل کی۔ ان کے علاوہ دوسری امہات المومنین کے کاشانہ ہائے نبوت میں بھی حاضری بھرتے۔ اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

آپ نے اس زمانہ مبارک میں ہوش سنبھالا جبکہ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد بقید حیات موجود تھی۔ اور ایسے ماحول میں تربیت و نشوونما و تعلیم حاصل کی۔ جب کہ مسلمانوں کا ایک ایک گھر، گلی گلی، کوچہ کوچہ، شہر شہر قال الرسول کے نغمہ جانفزا سے گونج رہا تھا اور احادیث نبوی کا مرکز و مخزن تھا۔ اور ایسی مقدس ہستیوں کی صحبت نصیب ہوئی اور تلمذ (شاگردی) بخت میں آئی جو تعلیمات اسلامی اور احادیث نبوی کا زندہ نمونہ تھیں اور اخلاق نبوی کے مجسم پیکر تھے۔ علماء اسماء الرجال نے جس طرح ان کے جامع مانع فضائل بیان کئے ہیں۔ کسی دوسرے تابعی کے حصہ میں کم آئے ہیں۔ سرخیل علماء الرجال۔ علامہ ابن سعد فرماتے ہیں۔

"حسن بصری، جامع کمالات تھے۔ عالی مرتبت عالم تھے۔ بلند درجت حافظ حدیث تھے۔ رفیع المنزلت فقیہ تھے۔ عابد تھے۔ زاہد تھے۔ فصیح تھے۔ بلیغ

Marfat.com

لم حدیث کے عدیم النظیر مخزن انہی کے ہاں تھے۔
فظ ذہبی لکھتے ہیں۔
در علم حدیث کا بحر بے کنار تھے۔ فقیہ النفس تھے۔ کبیر الشان تھے۔ عدیم المثال
بلیغ التذکیر تھے۔ راس الخیر تھے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت شان پر ان کے زمانہ کے سب
حدیث کا اجماع تھا۔
قتادہ جو خود ایک بہت بلند پایہ عالم و حافظ حدیث تھے۔ فرمایا کرتے
کہ وہ اس شخص (حسن بصری) کا دامن پکڑ و۔ میں نے ان سے بڑھ کر کسی
کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشابہ نہیں پایا۔
حضرت امام باقر فرماتے تھے۔
ان کے مواعظ حسنہ انبیاء کے وعظوں کے مشابہ ہیں۔
حضرت اعمش کہتے ہیں۔
وہ احادیث نبوی کو نہایت شوق و عشق کے ساتھ مکتوب کرتے
تھے۔ اور یاد کرتے تھے۔ اور سنایا کرتے تھے۔
عطاء بن ابی رباح لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کہ احادیث حسن بصری سے
وہ حضرت امام مالک فرماتے تھے۔ کہ اے عائشہ ان احادیث نبوی
سے بڑھ کر کسی نے احادیث کو محفوظ نہیں کیا۔
حضرت حسن بصری نے صحابہ میں سے ان اجلہ صحابہ سے احادیث حاصل
جو خود اساطین حدیث اور اس فن کے ماہر و رکن اعظم تھے۔
حضرت ام المومنین ام سلمہ، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت
ابی موسیٰ اشعری رض حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عبداللہ بن عباس رض

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ، حضرت انس بن مالک رضؓ، حضرت
بجلی رضؓ معقل بن یسار رضؓ حضرت ابی بکرہ رضؓ۔ حضرت عمران بن حصین۔ ان
کرام سے براہ راست احادیث نبوی اخذ کیں، اور حسب ذیل صحابہ
سے بالواسطہ افادہ احادیث حاصل کیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضؓ حضرت ابن کعب رضؓ، حضرت سعد بن عبادہ ر
حضرت عمار بن یاسر رضؓ، حضرت ابو ہریرہ رضؓ، حضرت ثوبان رضؓ، حضرت عثمان
ابی العاص رضؓ۔ اور حضرت معقل بن یسار۔

صحابہ کرام کے علاوہ تابعین کی بہت بڑی جماعت سے احادیث
لکھیں۔ اور محفوظ کیں۔ اور بیان فرمائیں۔ آپ کے حلقہ درس میں
تشنگانِ علوم حدیث حاضر ہوتے تھے۔ لیکن کسی دوسرے تابعی کو نص
نہیں ہوئے۔ آپ سے لکھوکھا عاشقانِ احادیث نبوی نے اکتساب
آپ جہاں جاتے شمع نبوت کے پروانے آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آپ مخ
خدا کا مرجع تھے۔ آپ کے گرد شائقین احادیث کا ہجوم رہتا تھا اہل
کو تخت (بلند چبوترہ) ٹیک لگا کر احادیث سنتے تھے۔ تاکہ مجمع
آپ کی زیارت بھی کر سکے۔

مجاہد، طاؤس اور عطار جیسے اکابر تابعین آپ کے حلقہ درس میں
آپ کے تلامذہ میں سے حسب ذیل بزرگانِ حدیث خاص طور پر قابل
ہیں۔ حمید الطویل۔ یزید بن ابی مریم۔ ایوب۔ قتادہ، بکر بن عبداللہ
ابی حازم ابو الاشہب، ربیع بن صبیح، سعید جریری۔ سعد بن ابراہیم
بن حرب ابن عنف، خالد الحذاء، عطاء بن سائب۔ عثمان البتی، قرہ بن
مبارک بن فضالہ یعلیٰ بن زیاد، ہشام بن حسان یونس بن عبید

Marfat.com

دان، سعید بن ہلال مجاہد، عطا، طاؤس۔

۱۱۰ھ میں رحلت فرمائی، دمِ آخر میں کاتب کو بلوا کر لکھوایا کہ حسن نے احادیث نبوی کی دل وجان سے زیادہ حفاظت کی، احادیث نبوی کو یاد اور کتابت کے ساتھ محفوظ کیا، اور مخلوقِ خدا تک پہونچایا۔ اور حسن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ! ان الفاظ پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

۱۵۔ حکم بن عتیبہ — آپ کوفہ کے ممتاز ترین علماء حدیث میں سے تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، حکم ثقہ تھا، عالی مرتبت، فالم تھا۔ اور کثیر الحدیث تھا۔

اسماء الرجال میں "کثیر الحدیث"، کا لقب صرف اسی مقدس ہستی کو ملا تھا۔ جو عالم حدیث اپنے زمانہ کا عدیم النظیر ناقدِ حدیث وحافظ حدیث ہوا تھا۔ انہوں نے صحابہ میں سے حضرت ابو جحیفہ رض حضرت زید بن ارقم رض۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رض سے علم حدیث اخذ کیا، اور تابعین میں سے، قاضی شریح، قیس ابن حازم، موسیٰ بن طلحہ۔ یزید بن شریک۔ عبداللہ بن شداد۔ سعید بن جبیر، مجاہد، عطا، طاؤس۔ قاسم بن مخیمرہ، مصعب بن سعد۔ محمد بن کعب۔ آپ کو سنتِ رسول خدا کے ساتھ اسقدر شغف تھا کہ "صاحب السنۃ"، کہلاتے تھے۔ ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

۱۶۔ خالد بن معدان۔ — بہت بڑے حافظ الحدیث تھے۔ ان کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے ستر صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ اور ان سے احادیث اخذ کیں۔

ایک بات ہمیشہ دلنشین رہے کہ تابعین کرام سب کے سب احادیث

Marfat.com

نبوی لکھ لیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی یاد حافظ بھی ہوتے تھے۔ خالد بن مع...
تو ایک کتاب کی صورت ہیں۔ جمیع احادیث آنحضرت صلعم اکٹھی کر رکھی ...
۔۔۔ میں وفات پائی۔

۱۸۔ سعید بن جبیر

گذر چکا ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عبا... انتہ دین اور شہر و سیع تھا کہ لاکھوں تشنگا...
حدیث سیراب ہوتے۔ سعید بن جبیر بھی حضرت ابن عباس کے خاص ...
میں تھے۔ ان کا خاص کام یہ تھا کہ آپ حضرت ابن عباس کی مجلس میں ک...
کاپیاں لے کر بیٹھا کرتے تھے۔ اور جو احادیث نبوی بیان ہوتی تھیں س...
لکھتے رہتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ بیاض (کاپیاں) ختم ہو جا...
تو ادھر ادھر جو چیز ہاتھ لگی حتیٰ کہ کپڑوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔

پھر خاص امر یہ کہ حضرت ابن عباس، ان سے وہ لکھی ہوئی احادیث...
تصدیق فرمایا کرتے تھے۔ مؤرخ بنی وداعہ کہتے ہیں۔ جب بھی ہم حضرت...
عباس کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ابن جبیر کو دیکھتے کہ وہ ان سے احا...
نبوی لکھ رہے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم حاضر ہوئے تو حضرت ابن عباس ...
تھے۔ تم نے مجھ سے جتنی احادیث لکھی ہیں مجھے سناؤ۔ تاکہ تصحیح و تصدیق کر د...
یہی سبب ہے کہ حضرت ابن عباس کی خاص توجہ سے، سعید بن جبیر حدیث...
بہت بڑے حافظ و کاتب بن گئے تھے۔ (ابن سعد) ۹۴ھ میں جام شہادت
نوش فرمایا۔

۱۹۔ سعید بن مسیب

بہت بڑے مرتبہ کے تابعی عالم و حافظ و محدث تھے۔ یہ ان جلیل القدر تابعین میں سے تھے جو ا...
جلالت، علم و عمل کی وجہ سے ساری دنیائے اسلام کے امام و مقتدی...

Marfat.com

وہ ناقد حدیث مانے جاتے تھے۔ آپ آنحضرت صلعم کے مشہور صحابی مسیب
بن حزن رض کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کے دادا حزن بن ابی وہب بھی صحابی تھے۔

امام نواوی فرماتے ہیں۔ ان کی امامت و جلالت علمی فضیلت، شغف
حدیث اور بالا اعمال خیر پر جمیع علماء عصر کا اتفاق تھا۔ آپ کو علم و عمل کا مجمع
البحرین کہا جاتا تھا۔

احادیث نبوی سے شغف جنون کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک ایک حدیث کے لئے
کئی کئی راتوں اور کئی کئی دنوں تک سفر کرتے تھے۔ پھر آپ کی پیدائش بھی مدینہ
منورہ میں ہوئی تھی اور بچپن و تعلیم بھی یہاں سے ہی شروع ہوئی۔ جو اس وقت
صحابہ کرام سے برابر آتا تھا۔ اور رات دن قال الرسول کے روح افزا نغموں سے
مدینۃ الرسول گونجتا رہتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خسر
تھے۔ اس تعلق سے حضرت ابو ہریرہ رض کی تمام احادیث بالخصوص حاصل کیں
اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی اسقدر قوی عطا کیا تھا کہ جو حدیث ایک دفعہ سن لی
پھر عمر بھر نہ بھولے۔

محدثین اور امام الاصولین کے نزدیک ان کی مرویات کا اتنا بلند درجہ تھا
کہ امام احمد بن حنبل ان کی مرسلات کو بھی صحیح کا درجہ دیتے تھے۔ علی بن مدینی فرماتے
تھے کہ سعید کا کسی مسئلہ کو اتنا کہہ دینا کہ اس بارہ میں سنت موجود ہے
کافی ہے۔ (التہذیب)

بے شمار صحابہ و تابعین سے احادیث اخذ کیں۔ آگے ان کے شاگردوں
میں خود بڑے بڑے جلیل القدر تابعین علماء تھے۔ حضرت سعید ابن مسیب
کو جو ایک خاص خصوصیت حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ آپ صحابہ کی موجودگی
میں احادیث سنانے کا فرض بھی ادا کرنے لگے تھے۔ اور صاحب

افتاء گنے جاتے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ ان کی حدیث دانی و اہلیت حدیث کے قائل تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی فرماتے تھے۔

بخدا، وہ علماء احادیث میں سے ایک ہیں۔ (التہذیب)

امام زہری، جو اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ثعلبہ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ تم علم حدیث حاصل کرنا چاہو تو اس شیخ (سعید بن مسیب) کا دامن تھامو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جو بنو امیہ میں ایک ہی ایسے خلیفہ گزرے ہیں۔ جو خود بھی علم حدیث کے شیدائی و فدائی تھے۔ عالم بھی تھے۔ اور عامل بھی۔ اور جنہوں نے سب سے پہلے سرکاری طرح سے ۱۰۱ھ میں آنحضرت صلعم کی تمام احادیث کو اکٹھا کرا کر کیجا جمع کروا دیا تھا۔ یہاں تک کہ عالم اسلام کے جمیع ممالک میں جامعین احادیث گلی گلی کوچہ کوچہ۔ گاؤں گاؤں۔ شہر شہر ہاتھوں میں قلم دکاغذ لیے پھرتے تھے۔ اور ہر جگہ سے جہاں سے بھی احادیث نبوی پائیں لکھ کر جمع کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سعید بن مسیب کے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ دیتے ہی نہ تھے۔

آپ کے اساتذہ (استادوں) اور تلامذہ (شاگردوں) کی فہرست بہت طویل ہے۔ غرضیکہ علم حدیث کا بہت بڑا ستون تھی۔ آپ کی ذات بابرکات نے ۹۴ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۰۔ سالم بن عبداللہ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نامور دلبند ارجمند ہیں۔ ان کے علم حدیث کا جلیل المرتبت ہونا۔ اس سے زیادہ کیا ثابت ہو کہ آپ حضرت عمرؓ کے پوتے اور ابن عمرؓ کے فرزند ہیں۔ دیگر بھی سینکڑوں صحابہ کرام سے احادیث اخذ کیں آپ حدیث رکن اعظم تھے۔ لاکھوں مخلوق خدا نے آپ سے

Marfat.com

حادیث لکھیں، آپ احادیث کو نہایت حفاظت کے ساتھ لکھ لیا کرتے تھے
۱۰۶ھ میں رحلت فرمائی

اب ہم تین اور بہت بڑے تابعین کا تذکرہ کر کے باقی اجلہ تابعین کے صرف اسماء گرامی پیش کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کرام خود اندازہ لگا لیں کہ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ سے لے کر تیسری صدی ہجری تک ان تین سو برسوں میں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں احادیث لکھی جاتی ہوں اور کس طرح خود آنحضرت سے لیکر تسلسل و تواتر کیساتھ احادیث کو لکھا جاتا رہا۔ اور یہ سلسلہ ایک لحظہ کیلئے بھی نہیں ٹوٹا منکرین حدیث مسلمانوں کو بہت بڑا دھوکہ دیتے ہیں کہ احادیث تین سو برس کے بعد لکھی گئیں۔ (معاذ اللہ)

آنحضرت کی احادیث پر اس سے بڑا جھوٹ آج تک نہیں باندھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

جمع حدیث کی سرکاری طرح پہلی کوشش

۲۱۔ عمر بن عبد العزیز آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے ہیں۔ حافظ اور عالم حدیث تو تھے ہی، مگر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت عطا فرمائی، تو سب سے پہلا جو کام دین کی خدمت کا انجام دیا۔ وہ یہ تھا کہ احادیث نبوی کو ۹۹ھ میں سرکاری طور پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ ناظرین کرام تو یہ ملاحظہ فرما ہی آئے ہیں کہ امت مسلمہ انفرادی و خانگی طور سے امت کا ایک ایک بچہ، جوان اور بوڑھا احادیث نبوی کو لکھتا، یاد کرتا۔ اور محفوظ کرتا چلا آیا ہے۔ مگر ۹۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے جمع احادیث کا کام سرکاری طور پر شروع کیا اور امام مالک... اسلامیہ کے علماء کو لکھ بھیجا کہ احادیث نبوی جہاں سے ملیں

Marfat.com

طلیں سب اکٹھی کر کے جمع کر لی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اس لئے علمائے امت نے انہیں صدق ابی بکر رضؓ عدل عمر رضؓ حیا
عثمان اور زہد علی رضؓ کا مثیل مانا ہے۔ انہوں نے اپنے مجددانہ کارناموں سے لمد
مسلمہ میں حیات تازہ پھونک دی۔ اور تمام قلمرو اسلامیہ کے جمیع حکام
نام احکام صادر فرمائے۔ کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کو یکجا جمع کر لیا جائے
اور ساتھ ہی ساتھ احیاء سنت و استیصال بدعت کی تاکید فرمائی۔ احادیث
کے جمع کرنے کے عہدہ پر قاضی ابو بکر بن حزم کو مقرر فرمایا۔ قاضی ابو بکر
زیر ہدایت تختہ زمین پر جتنی بھی احادیث نبوی لکھی ہوئی تھیں۔ سب
کر دی گئیں۔ اور تمام مملکت اسلامیہ کی مساجد و مدارس میں اشاعت
احادیث کا کام سرکاری طرح سے سرانجام دیا یعنی گو یہ کام آنحضرت صلی
زندگی میں ہی شروع کر دیا گیا تھا۔ اور خلفاء اربعہ تک نہایت اعلیٰ پیمانہ پر
و ہر مدرسہ میں قرآن و حدیث کی اشاعت و تبلیغ ہوتی تھی۔ مگر درمیانی
تیس برس کے عرصہ میں انفرادی و خانگی طرح سے علماء امت اس فرض
کو فی سبیل اللہ سرانجام دے رہے تھے۔ گو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے د
سرکاری طرح ان مبلغین و مدرسین احادیث کی تنخواہیں مقرر کر دی تھیں
زمانہ میں تنخواہ کو وظیفہ کہتے تھے۔ اور ہر ملک کے ہر شہر اور گاؤں میں علما
محدثین کو احادیث کے جمع کرنے اور نشر و اشاعت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور
جمع کردہ احادیث کے لاکھوں نسخے کرا کر ساری سلطنت اسلام میں بھیج

المختصر یہ کہ احادیث نبوی کے تحفظ و ترویج و جمع کا کام تکمیل تک
دیا یعنی اس سے پہلے جتنی بھی سانید و کتب لکھی گئی تھیں۔ چونکہ وہ علماء مح
کے مختلف مسندوں اور صحیفوں میں تھیں۔ انہوں نے ان سب کو جمع

Marfat.com

ایک جگہ پر محفوظ کر لیا۔ جمع حدیث کے فرمان تمام صوبوں کے گورنروں کے نام بھیجے۔ قاضی ابوبکر بن حزم مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ جن کو یہ کام سونپا گیا۔

چنانچہ جب جمیع احادیث کے جمع کرنے کی تکمیل ہو گئی تو پھر ان مجموعوں کی لاکھوں نقلیں کرا کر تمام ممالک اسلامیہ میں بھیجی گئیں۔ حضرت سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام ممالکِ اسلام کے گورنروں کو حکم دیا کہ احادیث نبوی کو جمع کر لیا جائے تو ان مجموعوں کے انبار در کے انبار لگ گئے [illegible] احادیث جمع کر لی گئیں جن پر مستورات علماء حدیث کے پاس احادیث لکھی ہوئی یا یاد تھیں ان کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا جس کے ذریعہ خواتین علماء حدیث سے احادیث جمع کی گئیں۔

اور یہ بڑا اہم امر ہے کہ آپ خود بڑا [illegible] حافظ حدیث تھے امام ذہبی نے انہیں

امام [illegible] حافظ الحدیث [illegible] اور [illegible] سے القابوں سے نوازا ہے۔ حضرت امام مالک اور ابن عیینہ آپ کو امام وقت کے نام سے یاد کرتے تھے۔

ایوب سختیانی جو خود ایک بہت بڑے علامہ حدیث و حافظ حدیث و جامع حدیث تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

ایک امر دلنشین رہے کہ اس وقت کے علماء حدیث و حافظ حدیث سے مراد یہ امر لیا کرتے تھے۔ ایک یہ کہ ان کو زبانی حدیثیں یاد ہوتی تھیں دوسرا یہ کہ ساتھ ہی ازبر ہونے کے لکھ بھی لیا کرتے تھے کہ اگر کبھی حافظہ سے کوئی حدیث اتر جائے تو کتابت سے موازنہ کر لیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ

کا واقعہ گزر چکا ہے کہ جب ایک صاحب نے، حضرت ابو ہریرہ سے کہا کہ یہ حدیث میں نے آپ سے سنی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ذہن میں نہیں آرہی۔ اگر تم نے سنائی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ انہیں ساتھ گھر لے گئے۔ اور اپنے مجموعہ سے جو احادیث کا لکھا ہوا تھا۔ دیکھ کر فرمایا کہ ہاں، میرے پاس یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ اور تیسرا امر علمار محدثین حافظ حدیث سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اس نے بھی یہ احادیث نبوی دوسرے دن تک پہونچا بھی دیں۔ لہٰذا یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ جب اسماء الرجال میں جب کسی کو حافظ الحدیث کہا جاتا ہے۔ تو اس سے یہ تینوں امر مراد ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۲۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس آپ حضرت ابن عباس کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور حضرت ابن عباس کا تمام و کمال علم حدیث یاد ہی نہیں کیا کہ تمام احادیث ابن عباس رضؓ آپ نے لکھ لی تھیں، اور سب کی سب حافظہ میں بھی یاد تھیں۔ اس طرح، حضرت ابن عباس رضؓ کا تمام علم حدیث عکرمہ کو سپرد کر دیا گیا تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ: "عکرمہ، علم احادیث کے سمندروں میں سے ایک بہت بڑا سمندر تھے۔ حافظ ذہبی، انہیں "بحرالعالم" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی حدیث کا حلقہ درس اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ لاکھوں شمع رسالت کے پروانے آپ کی مجلسوں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور جتنی احادیث بھی آپ سے سنتے تھے ہر وقت لکھ لیا کرتے تھے۔ اور انہیں یاد بھی کر لیا کرتے تھے۔ ان کی ذات مرجع خلائق تھی۔ طالبانِ احادیث نبوی، مملکت اسلامیہ کے دور دراز حصوں سے آکر ان کے حلقۂ درس حدیث میں جمع ہو گئے۔

Marfat.com

تھے۔ حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی احادیث سے استفادہ
کرنے کے لئے تمام ممالکِ اسلامیہ کا دورہ کیا۔ ان کے ساتھ طالبانِ حدیث
کا اسقدر اجتماع ہوتا تھا کہ آپ کو ایک بہت بڑے اونچے گھر پر بیٹھنا پڑتا
تھا۔ تاکہ ہر زائر زیارت کر سکے۔

امام قتادہ جو اپنے عہد کے آدمیوں کو بہت بڑا عالم حدیث مانتے
تھے، ان میں سے ایک حضرت عکرمہ تھے۔ حضرت ابن سیرین جیسے جلیل
القدر تابعی نے ۔ حضرت ابن عباس کی تمام احادیث حضرت عکرمہ سے
ہی روایت کی ہیں۔ آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کی تعداد [illegible] تابعین
تک پہنچتی ہے۔ آپ کو احادیث نبوی کو دوسروں تک پہنچانے کا اسقدر
عظیم شغف تھا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں گھومے پھرے۔ اور [illegible]
ایک جگہ خود تک احادیث پہونچائیں۔ مشرق میں سمرقند تک اور مغرب
میں مصر اور افریقہ تمام ممالک تبلیغ حدیث کیلئے روند ڈالے [illegible]
میں وفات پائی۔

۲۲۔ **علی بن حسین رض** آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند دلبند
ہیں۔ آپ کا لقب زین العابدین ہے۔ آپ میدان
کربلا میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے [illegible] اس وقت [illegible]
تھی چونکہ آپ بیمار تھے [illegible] جنگ میں شامل نہ ہو سکے [illegible]
سے یزیدی لشکر کے [illegible] اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور یزید کے
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] آپ کو بھی قتل کر دیا جاتا تو شرف ساتھیوں نے ہی اس لعین کو [illegible]
کہ جب یہ جنگ میں نہ [illegible] قتل نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ اس کشمکش میں جب عمرو بن سعد بھی پہونچ گیا۔ تو اس نے عام حکم دیدیا کہ
خبردار جو جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ آپ
ایران کے آخری شاہ یزدگرد کے نواسے ہیں۔ اس طرح کہ جب ایران کی حکومت
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں تباہ ہوگئی تو شاہ ایران
یزدگرد کی تین شاہزادیاں بھی قیدی بن کر آئیں۔ ان میں سے ایک شاہزادی
ایران۔ حضرت حسین علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ ان کے بطن سے حضرت
علی زین العابدین تولد ہوئے۔ آپ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور معرکہ ہائلہ
کربلا ۶۱ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک "جنگ کربلا" کے وقت
بائیس سال تھی۔ یہ امر دلنشین کر لیا جائے۔ کہ اہلبیت اطہار کی جتنی بھی خواتین
مطہرات کربلا میں تھیں۔ وہ سب یزید علیہ ما علیہ کی عزیز رشتہ دار تھیں۔
(اس) لئے تمام قافلہ اہلبیت اطہار کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ
شام میں یزید علیہ ما علیہ کے پاس پہونچا دیا گیا۔ اور حضرت زین العابدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جتنے دن بھی یزید کے محلات میں رہے۔ ان کے ساتھ
نہایت مشفقانہ و برادرانہ و شریفانہ سلوک کیا گیا۔ یہانتک کہ یزید علیہ
ما علیہ، ہر کھانے کے وقت، اپنے دستر خوان پر، حضرت زین العابدین کے
ساتھ کھانا کھاتا تھا۔

چند مدت شام کے محلات یزید میں سکونت کے بعد، یزید نے آپ کی
خدمت اطہر میں عرض کی، کہ اگر یہاں رہنا چاہو تو صلہ رحمی کے ساتھ پیش
آؤنگا۔ اور پورا حق ادا کرونگا۔ اور اگر واپس جانا چاہو تو اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔
حضرت زین العابدین نے اپنے نانا کے مدینہ میں واپسی کا اظہار فرمایا۔
اس پر یزید نے، حضرت زین العابدین کو تمام و کمال، عزت و شرف کے ساتھ

Marfat.com

ینہ طیبہ روانہ کر دیا۔ اور ایک بہت بڑی رقم سالانہ آپ کے خرچ واخراجات
لئے مقرر کر دی۔ اور روانگی کے وقت عرض کی کہ "خدا ابن مرجانہ پر لعنت
ے، اگر کربلا میں، میں خود موجود ہوتا تو جو حسین (علیہ السلام) فرماتے مجھے
ن لیتا۔ خواہ میری اولاد بھی کیوں نہ ... ان کے لئے قربان ہو جاتی۔ آئندہ
ب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑے فوراً لکھنا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت امام
سین علیہ السلام نے کربلا میں تین باتیں یزیدی لشکر کے سامنے پیش کی تھیں
یک یہ کہ۔ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ وہ جو فیصلہ کرے۔ مجھے قبول ہے۔
دوسرا یہ کہ۔ مجھے ... واپس چلا جانے دو۔ تیسرا یہ کہ مجھے کسی دوسری طرف
چلا جانے دیا جائے۔ مگر یزیدی لشکر نے بیعت طلب کی۔ یا "جنگ" حضرت امام
حسین علیہ السلام نے "جنگ" قبول کی۔ اور جام شہادت نوش جان فرمایا۔

مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرت زین العابدین نے اپنے نانا کی احادیث
کا شغل اختیار کیا۔ اور کسی بھی سیاسی تحریک میں حصہ نہ لیا۔ اور آپ کی زندگی
بھر میں یزید نے آپ کی ہر مرضی کا احترام کیا۔ چنانچہ ابن زبیر، مختار ثقفی وغیرہما
نے یزید کے خلاف خروج کیا۔ تو حضرت زین العابدین بالکل علیحدہ رہے۔ اس
کا نتیجہ یہ ہوا۔ جب ابن زبیر نے خروج کیا۔ اور یزید نے ان کے مقابلہ میں فوج
بھیجی۔ تو سپہ سالار فوج کو خاص ہدایت کی کہ حضرت زین العابدین کو کوئی
تکلیف نہ پہنچنے دے۔

اسی طرح جب مختار نے خروج کیا تو اس نے بھی حضرت زین العابدین
کو ساتھ ملانے کے لئے بہت بڑی رقمیں اور دوسری ... پیش کیں۔ مگر حضرت
زین العابدین نے سب ٹھکرا دیں۔ اور غیر جانبدار رہے۔
ہمیں یہاں تاریخ سے غرض نہیں۔ بلکہ امداد غیبی سے استفادہ ہے

Marfat.com

آپ علوم نبوی یعنی احادیث وعمل کے "مجمع البحرین" تھے۔ علم احادیث تو آ
کو ورثہ میں ملا تھا۔ امام زہری، جو احادیث کے بہت بڑے ستونوں میں سے
ایک ستون ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں، حضرت زین العابدین اپنے وقت
سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ اور پھر حدیث نبوی تو آپ کے گھرانے کی دو
تھی۔ علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ کان ثقۃ مامونا، کثیر الحدیث عالیا رفیع
آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ مامون تھے۔ احادیث کے بہت
بڑے علامہ تھے۔ نہایت عالی مرتبت تھے۔ آپ نے احادیث نانا اپنے
پدر بزرگوار حضرت حسین، اپنے بابا حضرت حسن علیہما السلام اپنے چچیرے
دادا حضرت ابن عباس، اپنی دادیوں حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رض
ام سلمہ رض اور صفیہ رض رضوان اللہ تعالیٰ علیہن سے اخذ کیں۔ ان کے علاوہ حضرت
ابو رافع رض حضرت عبید اللہ رض حضرت ابوہریرہ رض، مسور بن مخرمہ اور سعید بن مسیب
سے استفادہ حاصل کیا تھا۔

علم روایات میں۔ آپ کا سلسلۂ روایت آپ کے والد اور دادا علیہما
السلام یا سلسلہ سلسلۃ الذہب (سنہری سلسلہ حدیث) سمجھا جاتا ہے۔
ابو بکر بن شیبہ کا قول ہے کہ حضرت امام زہری کی وہ احادیث جو
حضرت زین العابدین بن حسین بن علی علیہم السلام سے آئی ہیں۔ وہ اصح
الاسانید ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ مگر حسب
ذیل حضرات نے خصوصیت کے ساتھ آپ سے احادیث حاصل کیں
ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت محمد بن زین العابدین، عبد اللہ
اور حضرت زین العابدین (یہاں یہ نکتہ دلنشیں کرنا چاہئے کہ اگر اہلبیت اطہار
کو حضرت عمر فاروق سے معاذ اللہ کوئی ناراضگی ہوتی تو اپنی اولاد کے نام "عمر"

کیوں رکھتے۔ دیکھئے، حضرت زین العابدین کے تیسرے فرزند ارجمند کا نام عمر ہے) آپ کی اولاد کے سوا، ابو سلمہ، طاؤس، امام زہری، ابو الزناد قاسم بن عمر، عاصم بن عبداللہ، قعقاع بن حکیم، زید بن اسلمہ، حکم بن عتیبہ۔ حبیب بن ابی ثابت، ابو الاسود، محمد بن عبدالرحمان، مسلم البطین، یحیٰی بن سعید ہشام بن عروہ اور علی بن زید نے آپ سے احادیث اخذ کیں۔

آپ نے ۹۴ھ میں بعمر ۵۸ سال رحلت فرمائی۔

۲۴۔ ابن شہاب زہری! آپ کا نام محمد بن مسلم ہے، اور ابن شہاب زہری کی کنیت سے مشہور ہیں۔ انہیں کبھی صرف "ابن شہاب" کہا جاتا ہے، کبھی صرف "امام زہری" کہا جاتا ہے۔ شہاب اگرچہ آپ کے دادا کا نام ہے تاہم اسی نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔

چونکہ آپ کی ذات تابعین میں احادیث نبوی کی بہت بڑی علمبردار ہے۔ اس لئے منکرین حدیث کو، حضرت ابو ہریرہ صحابی کی طرح۔ ان کے ساتھ بھی بہت بڑا بغض و عناد ہے۔ کبھی انہیں غیر عرب لکھکر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں، اور کبھی دگر قسم کے بہتان و افترا باندھتے ہیں۔ اس علم حدیث کے خزینہ برتازہ "طلوع اسلام" جو پرویز کا رسالہ ہے۔ اس میں ایک بچارے کوئی تمناعادی ہیں۔ انہوں نے بوجہلیت کا نمونہ پیش کرتے ہوئے۔ انہیں غیر عرب عجمی ثابت کرنے کی شہادت اپنے سر پر اٹھائی ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ "دین نبوی" تمام دنیا کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت ہرگز ہرگز نہیں "دین نبوی" "اسلام" کے محافظ اللہ تعالیٰ نے صنم کدوں کے پوجاری بھی ہر زمانے میں بنائے ہیں۔ لہٰذا بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت امام ابن شہاب زہری غیر عرب ہیں تو غیر عرب ہونا عدم علم دین کی دلیل تو نہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ

ہمارے یہ بدبختیاں ازلی منکرین حدیث بھی تو سب کے سب غیر عرب ہیں۔ مرزا قادیانی غیر عرب، عبداللہ چکڑالوی۔ ہندوستان کے منکرین حدیث کا پیشوائے اوّل، غیر عرب مسٹر اسلم جیراجپوری غیر عرب اور خود مسٹر پرویز لدھیانوی غیر عرب ہے۔ اور اگر غیر عرب ہونا ہی مجوسیت و یہودیت کی دلیل ہے تو پھر قادیانی۔ مصنوعی نبی تمنا عمادی، اسلم جیراجپوری اور پرویز لدھیانوی بھی، اس قاعدہ کلیہ (جو انہوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ اس کے ماتحت) یہ سب یہودی و مجوس ٹھہرے عوض معاوضہ، گلہ ندارد۔

حالانکہ آپ خالص عرب قریشی ہیں۔ گو ہمیں عرب و غیر عرب سے قطعاً کوئی بحث نہیں۔ اسلام کے نزدیک صرف عمل صالح حجت ہے نہ کہ عربی و عجمی ہونا آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

محمد بن مسلم، بن عبید اللہ۔ بن عبد اللہ بن شہاب، بن حارث، بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قریشی۔ آپ کے ہم عصروں میں کوئی بھی عالم حدیث، آپ سے بڑھ کر نہ تھا۔ آپ کی قوت حافظ بھی بلا کی تھی۔ ؟ ساری عمر میں صرف ایک حدیث کے بارے میں شبہ ہوا۔ لیکن جب اس سلسلہ کو اپنی لکھی ہوئی احادیث سے ملا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کے حافظہ میں جس طرح یہ حدیث تھی۔ وہ بالکل صحیح تھی۔ شبہ غلط تھا۔ کیونکہ وہ حدیث اسی طرح لکھی ہوئی موجود تھی۔ پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اپنے ہم عصر علماء حدیث کے حافظوں اور ان کے لکھے ہوئے مجموعوں سے بھی ملا کر دیکھ لیا۔ آپ نے آٹھ برسوں تک تو صرف حضرت سعید بن مسیب سے مدینہ طیبہ میں رہ کر احادیث حاصل کیں۔ یہ وہ عہد مبارک تھا جبکہ مدینہ طیبہ کی گلی گلی احادیث نبوی کا مرکز تھی۔ اور شب و روز قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول صلعم کے غلغلۂ حیات بخش سے مدینہ منورہ کی فضائیں گونجا کرتی

امام ابن شہاب زہری کا یہ مشغلہ ہوتا تھا کہ درس حدیث سے فارغ ہو کر ایک ایک گھر جا کر احادیث پوچھتے اور لکھ لیتے۔ ابو الزناد جو خود بہت بڑے عالم و حافظ حدیث ہیں، کہتے ہیں کہ ہم لوگ "زہری" کے ساتھ علماء کے گھروں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ کاغذات کے ڈھیر ہوتے تھے۔ جن سے جو احادیث سنتے تھے وہیں لکھ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین سے بھی پس پردہ احادیث لکھ لیتے تھے۔

ایک دفعہ قاسم بن محمد نے آپ سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو احادیث نبوی سے عشق ہے۔ آپ عبد الرحمان کی لڑکی کے پاس جاؤ۔ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے آغوش میں تربیت پائی ہے۔ ان سے احادیث حاصل کرو۔ امام زہری کہتے ہیں۔ جب میں اس پاک خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا اور پس پردہ احادیث کا سماع کیا تو میں نے انہیں احادیث کا ایک ناپید کنار سمندر پایا (التہذیب) اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی سب احادیث لکھیں۔ ابو الزناد کا بیان ہے کہ زہری جو بھی حدیث سنتے تھے لکھ لیتے تھے۔ پھر یاد بھی کر لیتے تھے۔ آپ علم حدیث میں اپنے تمام ہم عصروں سے سبقت لے گئے۔

المختصر یہ کہ تمام ممالک اسلامیہ کے ایک ایک عالم حدیث کی خدمت میں حاضر ہو کر سب سے احادیث رسول صلعم لکھیں یاد کیں اور دور دور تک پہنچا دیں۔ آپ نے اپنے عہد کے تمام آئمہ اور اکابر علماء حدیث کا علم اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔

ابن مدینی فرماتے ہیں کہ۔ زہری کے زمانہ کے جمیع ممالکت اسلام کے تمام علماء حدیث کا علم "زہری" اور "عمرو بن دینار" نے سمیٹ لیا ہے۔

مدینہ طیبہ میں صحابہ رسول صلعم و دیگر تابعین کے پاس ہزاروں کی تعداد میں احادیث کی کتابیں لکھی ہوئی موجود تھیں۔ جن کتابوں میں لاکھوں احادیث نبوی موجود تھیں۔ ان کتابوں کو اس دور مبارک میں "مسند" بھی کہتے تھے اور "صحیفہ" بھی "جامع" بھی کہتے تھے۔ اور "صحیفہ" بھی۔ الغرض مختلف ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ صحابہ حدیث اپنے نوشتہ احادیث کو جو مجموعہ میں ان سب پر مسانید کا لفظ غالب پڑ گیا۔ مسند اس کتاب حدیث کو کہا جاتا ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم کی جمیع قسم کی احادیث اکٹھی کردی گئی ہوں۔ اور ساتھ ہی اقوال صحابہ کرام کو بھی جمع کر دیا گیا ہو۔

چنانچہ حضرت مدینہ منورہ میں اس وقت ہزاروں کی تعداد میں مسانید موجود تھیں۔ جن سب کو امام زہری نے اپنے پاس نقل کر کے جمع کر لیا۔

صالح بن کیسانی کا قول ہے کہ "زہری" کے ساتھ ہم بھی گلی گلی کوچہ کوچہ۔ ان کے ساتھ احادیث نبوی لکھ لیا کرتے تھے۔ ہم لوگ تو صرف احادیث ہی لکھ لیتے تھے۔ مگر زہری اقوال صحابہ بھی لکھ لیتے تھے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کی مسانید ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا۔ آپ بالاتفاق اپنے زمانہ کے "سنن" کے سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے

تھے۔ اب ابن شہاب سے زیادہ سنن رسول و سنن صحابہ کا جاننے والا کوئی نہیں رہا۔ (التذکرہ)

قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جب ایک دفعہ سینکڑوں احادیث سنائے اور ایک سال کے بعد بھی وہ احادیث پوچھی جاتیں۔ تو حرف بہ حرف اسی طرح سنا دیتے۔

ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے درخواست کی۔ کہ میرے لڑکوں کے لئے کچھ احادیث نبوی لکھ دو۔ آپ نے چار سو احادیث لکھ دیں۔ چند مدت کے بعد ہشام نے پھر کہا کہ وہ مجموعہ تو گم ہو گیا ہے۔ دوبارہ وہی احادیث لکھ دو۔ آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے پھر ازبر لکھوا دیا۔ بعد میں وہ کھویا ہوا مجموعہ بھی مل گیا۔ ملا کر دیکھا تو دونوں میں ایک حرف کا بھی فرق نہ تھا۔

امام زہری نے چونکہ اپنے زمانہ کے ہر ایک عالم حدیث سے احادیث لی ہیں۔ اس لئے ان کے اساتذہ کا حلقہ نہایت وسیع ہے۔ ان میں سینکڑوں خواتین علماء حدیث بھی ہیں۔ اسی طرح آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ جن حضرات کو شوق ہو وہ کتب اسماء الرجال میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

امام مکحول شامی جو خود ایک بہت بڑے عالم حدیث تابعی ہیں جنہوں نے بھی تمام اسلامی دنیا کے مراکز علوم و حدیث چھان مارے تھے۔ اور دنیائے اسلام کے جمیع علماء حدیث سے ملے تھے کسی نے پوچھا آپ نے ان میں سب سے بڑا عالم کس کو پایا۔ کہا۔ ابن شہاب زہری کو۔

امام مالک فرماتے ہیں۔ زہری کا دنیا میں کوئی مثل نہ تھا۔

Marfat.com

پھر سب سے زیادہ اہم امر یہ ہے کہ آپ نے اپنا سارا علم حدیث اپنی شاگردوں کی معرفت تمام اسلامی دنیا میں پہونچا دیا۔ آپ کا شوق حدیث اور اس میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب گھر آتے تو چاروں طرف کتب احادیث کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا۔ اور آپ ان میں اسقدر محو ہوتے کہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جاتے۔

ششھ میں آپ نے شام میں قیام کر لیا۔ اور دمشق کو مستقل قیام گاہ بنا لیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز آپ کے بہت مداح تھے۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیز ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے تو آپ نے عام اعلان کر دیا کہ سب لوگ ابن شہاب کی اقتدا کریں۔ ان سے زیادہ سنن رسول و سنن صحابہ کو جاننے والا کوئی نہیں۔ ۱۲۴ھ میں یہ علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا۔

۲۵۔ امام مکحول شامیؒ

آپ بہت بلند پایہ عالم حدیث تابعی ہیں۔ امام زہری کی طرح، آپ نے بھی احادیث نبوی لکھنے اور جمع کرنے کے لئے تمام ممالک اسلامیہ کا سفر کیا۔ ہر ایک عالم حدیث سے ملے۔ اور ہر جگہ سے احادیث نبوی لکھیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ دنیائے اسلام کا سارا علم میں نے سمیٹ لیا، اور جمیع احادیث رسول لکھ لیں۔ جب میں ایک شہر میں گیا، جبتک اس شہر کی تمام احادیث نہ لکھ لیں باہر قدم نہ نکالا۔

المختصر یہ کہ ساری دنیائے اسلام کا چکر لگایا، اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا اور ہر جگہ سے احادیث جمع کیں۔ امام زہری جیسے عالی مرتبت علماء کہا کرتے تھے۔ کہ احادیث کے تین علماء بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مکحول ہیں۔ ابن عمار کہتے ہیں۔ مکحول کو حدیث میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔

آپ کے اساتذہ و تلامذہ کی فہرست بھی بہت طول طویل ہے۔

ہم نے یہاں تو مفصلاً صرف ۲۵ تابعین کیار کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر ان کے

اساتذہ و تلامذہ ملاکر سینکڑوں تک کا تذکرہ آگیا ہے۔ ہم چاہتے تو یہ لکھے کہ جمیع تابعین کبار کا تذکرہ بالتفصیل کرتے۔ مگر مضمون بہت طویل ہوتا جاتا ہے۔ اور ہمارا اصل منشا ء اس میں اوجھل ہو جاتا ہے ہم کو ثابت صرف یہ کرنا تھا کہ

۱۔ خود آنحضرت صلعم کے زمانہ میں آپ کی تمام بکمال احادیث قلم بند ہو چکی تھیں۔

۲۔ صحابہ کرام نے وہ تمام جمیع احادیث اپنے شاگردوں تک پہنچادی یعنی تابعین تک۔

۳۔ اب ہم نے یہ بھی ثابت کردیا کہ تابعین کبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو قلمبند کیا اور تمام روئے زمین پر پھیلا دیا اور یہ کام پہلی صدی میں کامل و مکمل ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ ۹۹ھ میں تو سرکاری طرح سے بھی احادیث جمع کی گئیں۔ اور تمام ممالک اسلامیہ میں ان کے نسخے بھیجے گئے۔

۴۔ لہذا سنہ ہجری ایک سے لے کر ۹۹ھ تک کی درمیانی ننانوے برسوں کی مدت میں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس میں احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ ان کی نقلیں نہ ہوتی ہوں۔ اور انہیں جمع نہ کیا جاتا ہو۔

۵۔ اس وقت ہماری بحث کا زمانہ پہلی صدی ہجری ہے اور ثابت کر آئے ہیں کہ پہلی صدی کے سنہ ۱ھ سے لے کر سنہ ۱۱ ہجری تک، یعنی خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہی آنحضرت صلعم تمام کی تمام ساری احادیث تمام کمال و کمال لکھی جا چکی تھیں۔ پھر سنہ ۱۱ ہجری سے لے کر

۹۹ھ ہجری تک ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔

۶۔ اس صورت میں منکرین حدیث کا یہ دھوکہ یہ فریب، یہ دغابازی اور یہ بوالہوسی کیا وقعت رکھتی ہے کہ۔ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ کتنا بڑا بہتان باندھتے ہیں یہ دشمنانِ رسول، احادیث رسول پر، کتنا بڑا جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ زندیقانِ امت، آنحضرت صلعم پر!! اور کتنا بڑا دھوکہ دیتے ہیں یہ بدخواہانِ امت، امت محمدی کو۔!!!

اب ہم دوسری صدی ہجری میں قدم رکھتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ اس دور مبارک میں، احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت کسی نمط پر جاری رہی۔ یاد رہے کہ تابعین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ہم نے طوالت کے خوف سے صرف مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت کیا ہے۔ فلله الحمد۔

تبع تابعین کتابت جمع و تدوین احادیث کے طبقات

اب ہم بتاتے ہیں کہ احادیث نبوی کی کتابت، حفاظت، جمع اور مدون کرنے کو حسب ذیل طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

طبقہ اول | خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک کا یہ دور تیئس برس رہا۔ جو سنہ ۱۱ھ میں ختم ہوا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی رحلت سنہ ۱۱ھ میں ہوئی۔ اس دور میں آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث تمام و کمال لکھ لی گئیں تھیں۔ البتہ تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کے پاس مختلف اجزاء میں محفوظ و مکتوب موجود تھیں کسی صحابی کے پاس کم اور کسی کے پاس زیادہ۔ جیسا کہ ہم پچھلے اوراق میں

بہ تفصیل بتا آئے ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کبار کے پاس بہت بڑے مجموعہ لکھے ہوئے تھے۔ جن کا ذکر ہم ''مکثرین حدیث'' صحابہ میں کر آئے ہیں۔ باقی لاکھوں صحابہ رسول آنحضرت صلعم میں سے ہر ایک کے پاس کم و بیش احادیث کے مجموعے موجود تھے۔ کوئی بھی صحابی ایسا نہ تھا جس کے پاس آنحضرت صلعم کی احادیث لکھی ہوئی نہ تھیں۔ فرق صرف اتنا پڑتا ہے کہ ان مختلف اجزاء کو کبھی جمع نہ کیا گیا تھا۔ اس وقت تک آنحضرت صلعم کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ آپ نماز فجر کے بعد مسجد نبوی میں درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔ اسی طرح شام و مغرب کے درمیان بھی جب سفر میں یا غزوات یا جنگوں میں ہوتے تو وہاں بھی یہی مشغلہ تھا۔ کیونکہ آپ پر فرض عین تھا کہ۔

۱- فذکر انما انت مذکر - آپ وعظ و نصیحت کریں۔ کیونکہ آپ اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔

۲- یعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ آنحضرت صلعم امتیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔

۳- ہر نماز جمعہ کے خطبہ میں تو لاکھوں نفوس قدسیہ حاضر ہوا کرتے تھے۔

اور صحابہ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جو شغف، عشق، محبت اور وارفتگی تھی۔ وہ تو معلوم ہی ہے۔ احادیث تو ایک طرف آنحضرت صلعم کے کپڑوں، بالوں، اور تبرکات کو محفوظ کیا گیا تھا۔ صحابہ کرام نے آپ کی ایک ایک حرکت و نقل، تیئیس سالہ زندگی نبوت کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے کہ کب، کہاں، کیسے اور کس طرح حرکات و سکنات فرمائیں۔ آنحضرت صلعم کے ہر اس زمین کا چپہ چپہ محفوظ ہے۔ جہاں جہاں قدم مبارک رکھے۔ آنحضرت صلعم نے نبوت کی زندگی کی پہلی سورج کی کرنوں کے ساتھ

Marfat.com

کے تیئیسویں برس تک کے ایک ایک لمحہ، منٹ، گھنٹہ، دن، ہفتہ، مہینہ
سال کی جمیع احادیث نقل و حرکت، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، پہننا تک محفوظ
تھا صحابہ کرام کے پاس۔ (آپ ہماری "سیرت النبی"، جو ہم نے سندھی میں
لکھی ہے۔ دو ہزار صفحات کی، منگوا کر دیکھیں، ہم نے اس تصنیف میں یہی طرز
اختیار کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی سیرت، دن وار، ہفتہ وار، مہینہ وار اور سال
وار لکھی ہے۔ اس سے پہلے ایسی سیرت خود عربی میں بھی اس نہج پر موجود نہیں)

الغرض جب آنحضرت صلعم نے رحلت فرمائی ہے تو اس وقت مثل قرآن
احادیث تمام دکمال صحابہ کرام کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اب تک نہ تو
نہ تو قرآن شریف جمع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی احادیث نبوی جمع ہوئی تھیں۔ مگر قرآن شریف
بھی مختلف اجزاء میں سارے کا سارا لکھا ہوا موجود تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی احادیث
بھی ساری کی ساری قرآن پاک کی طرح مختلف اجزاء میں لکھی ہوئی محفوظ موجود تھیں

طبقہ دوم دوسرا طبقہ کتابت و حفاظت حدیث کا صحابہ کرام کا دور مبارک ہے
یہ "دور مسعود" ۱۱ھ سے لے کر ۹۳ھ تک رہا۔ کیونکہ آخری صحابی
حضرت انس بن مالک رضؓ نے رحلت فرمائی۔ بعض روایات میں ان کی رحلت ۹۵ھ
بھی آئی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک محقق ۹۳ھ ہے۔ "یہ عہد مبارک"، صحابہ کرام اور
تابعین عظام میں ۴۰ھ سے ۹۳ھ تک مشترک ہے۔ کیونکہ اجلہ تابعین کا دور
۴۰ھ سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور تابعین وہ مقدس ہستیاں ہیں جو۔

۱۔ ایک تو خود صحابہ کرام کی اولادیں سے ہیں۔ اور

۲۔ دوسرے دیگر تلامذہ صحابہ کرام ہیں۔

اس زمانہ میمنت لزوم میں احادیث نبوی کے جمع ہونے کا کام تکمیل
تک پہونچایا گیا۔ اور ایک ایک صحابی و صحابیہ اور گھر گھر، شہر شہر، ملک ملک

Marfat.com

احادیث نبوی کو لے کر جمع کر دیا گیا۔ اور بڑے بڑے مجموعے احادیث کے مدون کر دیئے گئے۔ یہ سنہ ۹۳ھ تک کی تمام مساعی جمع احادیث انفرادی طور سے کی گئیں اس وقت تختۂ زمین پر ایک حدیث رسول بھی ایسی نہ تھی جو ان "مجموعوں" میں جمع نہ کر دی گئی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سنہ ۹۹ھ میں اپنے ایک خاص بندے کے ہاتھ میں "حکومت اسلام" کی باگ ڈور دی یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کو رب محمد نے حکومت دی ہی اس لئے تھی کہ وہ احادیث نبوی کو سرکاری طرح سے جمع کر کے مثل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام ممالک اسلامیہ میں احادیث کے نسخے پھیلا دے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس مقدس نفس کی حکومت رہی ہی دو تین برس۔ اور جس دن آپ نے سرکاری طرح سے تمام ممالک اسلامیہ کے گھر گھر سے احادیث جمع کروا کر ان کے کروڑوں نسخے جمیع ممالک اسلامیہ میں بھیج دیئے۔ اسی دن انکو محبوب رب احادیث محمد نے اپنے پاس بلوا لیا۔

اے! عمر بن عبدالعزیز پاک روح!! محافظ احادیث نبوی!!!
تجھ پر لاکھوں سلام فضل احمد کی طرف سے اور قیامت تک کے پیدا ہونے والی امت محمدیہ کی طرف سے!

چنانچہ سنہ ۹۹ھ میں اس نفس پاک کی یہ پہلی سرکاری کوشش تھی۔ لیکن جمع حدیث کی مطلق پہلی کوشش ہرگز ہرگز نہیں۔ کیونکہ احادیث کے جمع کا کام تو ان ننانوے برسوں کے ایک ایک لحظہ میں ہوتا رہا۔ اور اس نفس مطمئنہ کے عہد مبارک سے قبل سینکڑوں مجموعے لکھے جا چکے تھے۔ مگر ادھورے تھے انہوں نے ان کی تکمیل کر دی فللہ الحمد۔

ہاں، تو صحابہ کا دور مبارک سنہ ۹۳ھ تک قائم رہا۔ پھر صحابہ کرام کے

لکھوکھا شاگردوں نے صحابہ و صحابیات سے احادیث اخذ کرلیں، جو کا
کے سینوں پر بھی ثبت تھیں اور لوح قلب کے سفینوں پر بھی نقش تھیں قلمبند

طبقہ سوم | تیسرا طبقہ کتابت وحفاظت وتدوین احادیث کا تابعین کا ہے۔ یہ دور مبارک ۹۳ھ سے
۱۸۰ھ تک رہا۔ کیونکہ سب سے آخری تابعیؒ حضرت بکر بن عبدالله
مزنی نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ ان سے چھ سال قبل ۱۷۴ھ میں حضرت
صفوان بن محرز نے رحلت فرمائی تھی۔ یہ وہ "دور مسعود" ہے۔ جس میں حضرت
عمر بن عبدالعزیزؒ بھی آجاتے ہیں۔

اس دور مبارک میں یہ کوشش کی گئی کہ احادیث نبوی کو فقہی مسائل
کی بناء پر ابواب و فصول میں لکھا گیا۔ اور کتب احادیث کے علیحدہ علیحدہ
نام رکھے گئے۔ گو اس سے قبل بھی بہت ساری کتب احادیث موسوم بہ
مدونین تھیں مگر تفصیل کے ساتھ نہ تھیں۔ تابعین عظام کی تعداد لکھوکھا
ہوسکتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک حدیث کے علوم کا بحر ناپیدا کنار تھا۔ جیسا کہ
ہم نے چند نمونے دیئے ہیں۔ پھر ان میں خاص کر، حسب ذیل تابعین تو اپنے
اپنے وقت کے امام الائمہ تھے۔ جن کے کروڑوں تلامذہ تھے۔ ان میں سے
ہر ایک تابعی نے، اصحاب رسول صلعم سے احادیث اخذ کیں۔ لکھیں اور
پھر صحابہ کرام کے سامنے پڑھ کر، سنکر، تصدیق ثبت کرائی۔ ان میں سے بعض
ایسے تابعی ہیں۔ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام سے احادیث اخذ کیں جیسا کہ
حضرت عامر بن شراحیل الشعبی آپ نے صحابہ کی موجودگی میں اپنا حلقہ درس شروع
کر دیا تھا۔ اب ان بزرگ ہستیوں میں سے اجلہ تابعین کے اسماء گرامی ملاحظہ
ہوں۔

۱۔ خارجہ بن زید رض ۔ ۲۔ داؤد بن دینار ۳۔ ربیع بن خثیم ۔ ۴ رجا بن حیوہ ۔ ۵۔ زر بن حبیش ۔ ۶ زید بن اسلمہ رض ۔ ۷ سلمہ بن دینار سلیمان بن طرخان ، ۹ سلیمان بن یسار ۱۰ قاضی شریح بن حارث رض صفوان بن سلمہ زہری رض ۱۲ صفوان بن محرز ۱۳ طاؤس بن کیسان ۱۴ عامر بن شرجیل ۱۵ عامر بن عبداللہ ۱۶ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رض ۱۷ عبداللہ بن عون ۱۸ عبید اللہ ۱۹ عبدالرحمان بن اسود ۲۰ عبدالرحمان بن ابی لیلی رض ۲۱ عبدالرحمان بن غنم رض ۲۲ عبدالرحمان بن قاسم رض ۲۳ عروہ بن زبیر رض ۲۴ عطا بن ابی رباح رض ۲۵ عمرو بن شرجبیل رض ۲۶ عمرو بن دینار رض ۲۷ علی بن عبداللہ عبداللہ بن حسین رض ۲۸ عمرو بن مرہ ۲۹ علقمہ بن قیس رض ۳۰ قاسم بن محمد بن ابی بکر رض ۳۱ قبیصہ بن ذویب ، قتادہ بن دعامہ سدوسی رض ۳۳ کعب بن احبار رض ۳۴ کعب بن مسعود رض ۳۵ مجاہد بن جبیر ۳۶ محمد بن اسحاق ۳۷ محمد بن حنفیہ رض ۳۸ محمد بن سیرین جو ابن سیرین کے نام سے مشہور ہیں ۳۹ محمد بن عجلان ۴۰ محمد بن علی رض (امام باقر) ۴۱ محمد بن کعب رض ۴۲ محمد بن منکدر رض ۴۳ مسروق بن اجدع رض ۴۴ مسعر بن کرام رض ۴۵ مسلم بن یسار رض ۴۶ مطرف بن عبداللہ ۴۷ منصور بن زادان ۴۸ میمون بن مہران ۴۹ نافع بن جبیر ۵۰ نافع بن کاؤس ۵۱ وہب بن منبہ رض ۵۲ ہرم بن حیان عبدی رض ۵۳ ہشام بن عروہ ۵۴ یحیی بن سعید ۵۵ یحیی بن ابی کثیر ۵۶ یزید بن ابی حبیب رض ۵۷ یونس بن عبید رض ۵۸ ابو ادریس خولانی رض ۵۹ ابو اسحاق سبیعی رض ۶۰ ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رض ۶۱ ابو بکر بن عبدالرحمان رض ۶۲

Marfat.com

ابو رجاء عطاردی۔ ۶۳ ابو الزناد ۶۴ ابو سلمہ بن عبد الرحمان رض
۶۵ ابو العالیہ ریاحی رض ۶۶ ابو عبد الرحمان السلمی رض ۶۷ ابو عثمان رض
۶۸ ابو قلابہ جرمی رض ۶۹ ابو وائل بن سلمہ رض یاد رہے کہ جن ناموں کے
بعد ہم نے "رض" لگایا ہے وہ اولاد صحابہ ہیں۔

طبقہ چہارم: یہ چوتھا طبقہ تبع تابعین کا ہے۔ یعنی تابعین کے تلا
یہ دور مبارک ۱۸۱ھ سے لیکر ۲۸۰ھ تک کو محی
ہے۔ اس دور میں بڑے بڑے آئمہ احادیث، ائمہ اصول، ائمہ فقہ
اور ائمہ تفاسیر، رب احادیث محمد نے پیدا کئے۔ اس "دور مبارک
میں حضرت امام الاولین والاخرین، امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ
علیہ بھی ہیں جن ذات مقدس پر، منکرین حدیث کو سب سے زیا
جلن، بغض اور عناد ہے۔ ہم کہتے ہیں اے گروہ منکرین حدیث۔
"موتوا بغیظکم" ہاں تم اپنے بغض عناد کی آگ میں جل بھن کر خاک
سیاہ ہو جاؤ۔ احادیث محمد صلعم، بعینہ روز اول سے محفوظ، مکتوب
آرہی ہیں اور تا قیامت محفوظ مکتوب چلی جائینگی۔ اور احادیث نبوی دین
اسلام کا دوسرا ستون ہیں۔ ماخذ دین ہیں۔ جزو دین ہیں اور ابدی ہیں
اس دور مبارک میں یہ کام ہوا کہ احادیث نبوی کی بڑی بڑی کتا
جدا جدا عنوانوں اور مضامین پر۔ بلقیہ ابواب و فصول وکتاب جمع
کی گئیں اسی دور مبارک میں یہ کام مکمل ہو گیا۔

۱ جن احادیث سے دستور اسلام قوانین اسلام اور فقہی مسائ
مستنبط ہوتے تھے۔ انہیں علیحدہ کتب میں لکھ دیا گیا۔ نہیں نہیں بلکہ
کر دیا گیا۔

Marfat.com

۲۔ جن احادیث سے ائمہ اصولیین کو بحث تھی۔ انکو جدا الکتب میں لکھوا دیا گیا۔ "لکھ دیا گیا"، کہ ہمارے الفاظ سے منکرین حدیث کہیں بغلیں پھیلنے نہ لگ پڑیں۔ کہ دیکھو جی فضل احمد بھی لکھ رہا ہے کہ تیسری صدی میں "لکھ دیا گیا"، ہماری اس "لکھ دیا گیا" سے مراد ہے جمع کر دیا گیا، اور چونکہ جمع کرنا، لکھنے سے ہی ہوگا۔ اس لئے ہم یہاں عرف عام استعمال کر رہے ہیں۔ اور منکرین حدیث مخلوق خدا کو بھی سب سے بڑا دھوکہ دیتے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ اور ان جاہل بے علموں نے۔ یہ چوری مستشرقین (یورپین مصنفین - [illegible]) سے کی ہے جو سب سے پہلے، اسلام کی مخالفت میں۔ یورپ کے مصنفوں نے یہ شکوک و شبہات پیدا کئے کہ احادیث نبوی تیسری صدی میں لکھی گئیں ہیں۔

ان سے یہ غلطی سرزد ہونی بھی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے جب کسی "صحیح بخاری" شریف کے نسخے پر لکھا دیکھا ہوگا۔ کہ یہ تیسری صدی کے آغاز میں مدون ہوئی ہے تو نتیجہ نکال لیا کہ ہو نہ ہو۔ صحیح بخاری کے سوا اور کوئی نوشت و کتابت حدیث مسلمانوں کے پاس ہوگی ہی نہیں۔ بس یہ پہلی کتاب حدیث ہے۔ جو دو سو برسوں کے بعد حضرت امام بخاری نے لکھی ہے۔ اس غلط فہمی کی بنا پر اعتراض جڑ دیئے گئے۔

کہ دیکھو جی! مسلمانوں کے پاس احادیث کا مجموعہ تیسری صدی میں لکھا گیا اب درمیانی دو سو برسوں کے عرصے میں جب احادیث لکھی ہی نہیں گئیں تو ہم (یورپین) کیونکہ باور کر لیں کہ یہ وہی احادیث ہیں جو محمد (صلعم) نے اپنے دہن مبارک سے فرمائی ہیں۔ وغیرہا من الخرافات۔

بس یہ تھی ساری کائنات احادیث نبوی میں شکوک پیدا کرنے کی بات

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ان اعتراضوں سے گھبرا کر چند ایسے افراد
پیدا ہو چکے تھے۔ جو احادیث نبوی سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔ اس
وقت اس گروہ کے سرخیل جناب سر سید احمد بالقابہ تھے۔ مگر ان کی نیت
نیک تھی۔ وہ یورپین مصنفوں کے ان اعتراضات سے گھبرا کر ان اعتراض
کو سچا سمجھ کر، احادیث سے جان چھڑانے کے پیچھے، نہایت نرم روئی سے
پڑے۔ کیونکہ سر سید احمد فضل احمد تو تھے نہیں کہ آنحضرت صلعم کی نیتیں
زندگی کے ایک ایک لمحہ کا مطالعہ کیا ہوتا اور معلوم کرلیا ہوتا کہ آنحضرتؐ
کی زندگی مبارک میں ہی احادیث شریفہ ساری کی ساری لکھی جا چکی تھیں
اور پھر نسلاً بعد نسل متداول طور پر تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی چلی آرہی تھی
حضرت امام بخاری نے تو صرف یہ کوشش فرمائی تھی کہ وہ صرف ان
احادیث کو جمع کرلیں جو ان کے نزدیک صحیح تھیں۔ اور۔ اور بس۔

(تفصیل آگے آتی ہے) ہمیں افسوس ہے کہ جناب سر سید احمد بالقا
کی اس چھوٹی سی نیک نیتی والی غلطی نے ان کے مداحوں میں ایک گروہ ایس
پیدا کر دیا۔ جو سرے سے احادیث کا منکر ہی ہو بیٹھا، حالانکہ سر سید احمد صاحب
کا منشا یہ ہرگز نہ تھا۔

المختصر یہ کہ حضرات تابعین عظام نے جس طرح امانت احادیث نبوی
صحابہ کرام سے لی، ویسے ہی جوں کی توں۔ اپنے تلامذہ، حضرات تبع تابعین
تک پہنچا دی۔ اس عصر محیط یعنی ۸۰ھ سے لے کر ۱۳۰ھ ہجری تک ہزاروں
ائمہ احادیث ہوئے اور لکھ لکھا۔ انسانوں نے ان سے احادیث لکھیں اور سنیں
اس دور میں تدوین احادیث یعنی ان مجموعوں کے تدوین کا کام بہت
بڑے وسیع پیمانہ پر شروع ہو گیا۔ جو احادیث خود آنحضرت صلعم کے زمانہ

سے متداولہ طور پر مکتوب چلی آرہی تھیں۔

مثلاً مکہ معظمہ میں ابن جریج المتوفی ۱۵۰ھ اور ابن اسحاق ۱۵۱ھ مدینہ منورہ میں سعید بن ابی عروبہ ۱۵۶ھ، ربیع بن صبیح ۱۶۰ھ امام مالک ۱۷۹ھ بصرہ میں حماد بن سلمہ ۱۷۶ھ کوفہ میں امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ شام میں امام اوزاعی ۱۵۶ھ۔ اور واسط میں ہشیم ۱۸۸ھ خراسان میں عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ یمن میں معمر ۱۵۳ھ رے میں جریر بن عبدالحمید ۱۸۸ھ۔ سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ۔ لیث بن سعد ۱۷۵ھ شعبہ بن حجاج ۱۶۰ھ۔ محمد بن حسن ۱۸۹ھ رحمہم اللہ اجمعین۔

ایک ہی قسم کی احادیث شریفہ کو ایک ہی باب میں جمع کرنے کی سب سے پہلی سعی مشکور حضرت امام شعبی نے فرمائی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

پھر دوسری صدی اور تیسری صدی ہجری کے درمیانی عرصہ کا وہ زرین دور سعادت ہے کہ اس میں احادیث نبوی کی وہ زندہ جاوید کتابیں جمع کی گئیں جنہیں رب العزت نے وہ قبول عام اور بقائے دوام عطا فرمایا کہ ان کو کروڑوں مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ اور بہ تواتر وہ درجہ ہے۔ جو قرآن پاک کے ہم دوش ہے۔

اس عہد مبارک کے وہ آئمہ احادیث ہیں جن کو جمیع احادیث نبوی کامل طور پر نقطہ بہ نقطہ مثل قرآن ازبر تھیں۔ ان بزرگوں میں حضرت امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ، عبداللہ بن موسیٰ، مسعود بجری، اسد بن موسیٰ، نعیم بن حماد خزاعی، اسحاق بن راہویہ، عثمان بن ابی شیبہ، امام الدنیا مجدد مسند حضرت امام بخاری وفات ۲۵۶ھ۔ ان کے شاگرد رشید حضرت حضرت امام مسلم ۲۶۱ھ امام ابوداؤد ۲۷۵ھ، امام ترمذی ۲۷۹ھ امام نسائی ۳۰۳ھ

Marfat.com

امام ابن ماجہ ۲۷۵ھ دارمی ۲۵۵ھ علماء حدیث ہیں۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔
اس عہد میمنت لزوم میں ہزارہا کتب احادیث لکھی گئیں۔ جن میں سے اہم ترین حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مؤطا امام مالک (دیگر بیسیوں مؤطائیں بھی لکھی گئیں، جن کا ذکر ہم کر آئے ہیں)
۲۔ جامع سفیان الثوری۔ ۳۔ جامع ابن مبارک ۴۔ جامع ابن عبد الحمید
۵۔ جامع ہشیم۔ ۶۔ جامع معمر۔ ۷ جامع حماد بن سلمہ ۸۔ جامع اوزاعی
۹۔ جامع ابن جریج ۱۰۔ مسند امام شافعی۔ ۱۱۔ مسند امام احمد حنبل، ۱۲۔ کتاب الآثار جو دراصل امام محمد ۱۳۔ مؤطا امام محمد شیبانی۔ ۱۴ کتاب الخراج امام ابو یوسف ۱۵۔ جامع عبد الرزاق۔ ۱۶۔ صحیح بخاری ۱۷۔ صحیح مسلم ۱۸ ابو داؤد ۱۹۔ سنن ابن ماجہ ۲۰ جامع ترمذی۔ ۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ۔
۲۲ تہذیب الآثار ۲۳۔ مسند ابی ہریرہ ۲۴ مسند ابن راہویہ (اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے مرویات حضرت ابی ہریرہ کو یکجا جمع کر دیا تھا) ۲۵ مسند ابی یعلی موصلی ۲۶ مسند کبیر بخاری ۲۷ مسند حمیدی
۲۸ مسند علی بن المدینی (یہ حضرت امام بخاری کے استاد ہیں) ۲۹ مسند داری
۳۰ مسند ابن حمید ۳۱ مسند ابن ابی عاصم وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

ہماری اس فہرست کے یہ معنی نہیں کہ بس یہی کتب احادیث اس عہد مبارک میں جمع کی گئیں۔ ان کے سوا بھی کتب مدون ہوئیں۔ مگر چونکہ مذکورۃ الصدر حضرات اپنے اپنے عصر کے امام تھے۔ اور ان کی کتب کو بہت زیادہ اہمیت تھی۔ اور یہ سب کی سب کتب۔ اس مجموعہ احادیث سے جمع کی گئی تھیں جو احادیث خود عہد نبوی میں ہی لکھی جا چکی تھیں۔ اور ہر مدون حدیث نے اپنے اپنے علیحدہ نہج و نمط پر مدون کیں۔ ان میں پچاس پچاس ہزار احادیث جمع

Marfat.com

تھیں۔ مثلاً مسند احمد میں چالیس ہزار احادیث نبوی مدون کی گئیں۔ اور حضرت امام احمد حنبل کو دس لاکھ احادیث نبوی از بر تھیں۔ جبکہ حضرت امام بخاری رح کو چھ لاکھ احادیث بر زبان یاد تھیں۔ حضرت مسلم کو پانچ لاکھ احادیث از بر تھیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس دور سعید کی چند اہم ترین نادر اصولیین ہستیوں کا تذکرہ کریں۔

۱۔ حضرت امام مالک بن انس رض

آپ علم حدیث کے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ اپنے عہد کے امام تھے۔ اور مدینہ منورہ میں مسند درس حدیث پر جلوہ گر تھے۔ ۹۵ھ میں تولد ہوئے اور ۱۷۹ھ میں رحلت فرمائی۔ آپکی احادیث نبوی میں بلند ترین مرتبت کی۔ یہ ایک ہی شہادت کافی ہے کہ آپ حضرت امام شافعی کے استاد ہیں۔ آپ نے لاتعداد تابعین سے احادیث اخذ کیں اور آپکے تلامذہ (شاگرد) بھی بے حد و بے شمار ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک تمام مملکت اسلام کا امام مانا گیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں سے حسب ذیل حضرات اپنے اپنے فنون کے امام تھے۔ حضرت امام شافعی، ابن دینار، ابو ہاشم، عبدالعزیز بن ابی حازم، حسن بن عیسیٰ، یحییٰ بن یحییٰ، عبداللہ بن مسلمہ، عبداللہ بن وہب، یہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ جو حضرت امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید کے اساتذہ (استاد) ہیں۔

آپ کی کتاب احادیث "مؤطا" امام مالک بھی "صحیح بخاری" کی طرح اصح الکتب مانی گئی ہے۔

تنبیہ :۔ بعض حضرات جب دیکھتے ہیں کہ موطا کو بھی اصح الکتب کہا گیا ہے اور صحیح بخاری کو بھی اصح الکتب کہا گیا ہے تو الجھ جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ موطا امام مالک۔ حضرت امام بخاری کی "صحیح بخاری" سے قبل کی ہے۔ اور صحیح بخاری سے پہلے کی جتنی بھی کتب احادیث جمع کی گئی ہیں۔ ان میں موطا امام مالک کا مقام "اصح الکتب" ہے۔ اور صحیح بخاری کا اپنے عہد سے لے کر آج ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء تک اور اس کے بعد قیامت تک یہ مقام ہے۔ کہ اصح الکتب، بعد کتاب العلا الصحیح البخاری۔ یعنی کلام اللہ کے بعد روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری شریف ہے۔

آپ کا حلقہ درس نہایت وسیع ہوتا تھا۔ اور پھر آپ عالم مدینہ تھے جو اس وقت قرآن وحدیث کے علوم کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے درس حدیث میں حاکم گورنر اور شہزادگان بھی حاضر ہوتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے امام العصر تھے۔ ساٹھ برسوں تک مدینہ الرسول میں احادیث نبوی کا درس دیتے رہے۔ احادیث نبوی کا جمیع مجموعہ آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے ان احادیث میں سے موطا میں صرف وہ احادیث جمع کیں، جو احکام شریعت کے بارے میں تھیں۔ گو دیگر جمیع علماء حدیث کے پاس احادیث نبوی کے لکھے ہوئے مجموعے موجود تھے۔ مگر انہوں نے چونکہ ان احادیث کو بالترتیب مرتب نہ کیا۔ اور نہ ہی شرعی احکام کی احادیث کو علیحدہ جمع کیا۔ اس لئے ان کی شہرت نہ ہوئی۔ اور کسی چیز کی عدم شہرت اس کے عدم وجود کی دلیل ہرگز نہیں۔ مثلاً آج سے چند صدیاں پہلے، ہماری دنیا کو امریکہ کے وجود کا علم ہی نہ تھا۔ تو کیا اس وقت امریکہ کا عدم علم، اس کے عدم وجود کی دلیل تھی۔؟

پھر یوں بھی تو تھا۔ کہ احادیث نبوی کا ذخیرہ ان تین قرنوں کے علماء کے گھر گھر میں موجود تھا۔ اور جتنی بھی کتب احادیث لکھی گئیں۔ ان میں ان مجموعوں کی احادیث بھی شامل تھیں۔ جن مجموعوں کو شہرت نہ ہوئی۔

مثلاً حضرت امام مالک کے عہد میں دیگر بھی ہزاروں علماء حدیث موجود تھے۔ اور ہر ایک کے پاس اپنے اپنے مجموعے لکھے ہوئے تھے۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ جس جس عالم حدیث کے پاس جو جو "جامع" تھی اس جامع کی احادیث تماماً دوسری "جامع" سے مختلف تھیں۔ نہیں بلکہ عموماً تو وہی احادیث ہوتی تھیں۔ مگر یوں بھی ہوتا تھا۔ کہ بعض احادیث بعض علماء کو پہنچیں اور دیگر دوسرے علماء کو۔ مگر ان مکتوبہ مجموعوں میں آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث موجود تھیں۔ اس لئے موجودہ "جوامع" میں احادیث مکررات بھی تھیں۔ اور ان کے ماسوا دیگر احادیث نبوی بھی۔

چنانچہ ان مجموعوں میں سے مؤطا امام مالک باقاعدہ ترتیب کے ساتھ باب وار اور فصل وار لکھی گئی اور مؤطا میں صرف وہی احادیث لائی گئیں۔ جو احکام شریعت سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور علماء مدینہ میں زیادہ مشہور تھیں۔ آپ نے نو سو (۹۰۰) شیوخ (اساتذہ احادیث) سے احادیث نبوی اخذ کیں۔ جب آپ کے عصر کے ستر ائمہ احادیث نے آپ کی علمی جلالت پر گواہی دی تو پھر درس حدیث شروع فرمایا۔ اور یہ ستر علماء حدیث کی شہادت کے امتحان کا معیار یہ تھا کہ حضرت امام مالک نے ایک لاکھ احادیث نبوی لکھ کر ان ائمہ احادیث کے سامنے پیش کیں۔ جیسا کہ آجکل "ڈاکٹر آف لٹریچر" کی ڈگری دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کو مسند درس کی اجازت ملی۔

پھر جب احادیث احکام کو منتخب کر کے یہ "مؤطا" لکھی تو اپنے زمانہ کے

Marfat.com

تمام علماء حدیث کے سامنے پیش کیا۔ جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے آپ کی زندگی مبارک میں ہی پچاس ہزار علماء نے آپ سے مؤطا سنی۔ اور آج کے دن تک متداول طور پر کروڑوں نفوس قدسیہ اس کو پڑھتے اور پڑھاتے چلے آرہے ہیں۔ یہ حد تواتر سے بھی بڑا درجہ ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ مؤطا امام مالک سنہ ۱۳۰ ہجری میں مدون کی۔ آپ اس کی سنہ ۱۳۰ھ والے نسخہ کو اور آج کے سنہ ۱۹۵۴ء والے نسخہ کو، اور درمیانی بارہ سو صدیوں کے ایک ایک نسخہ کو ملا کر دیکھو، تو آپ کو ان میں کسی بھی حدیث کے زیر زبر تک کا فرق نظر نہیں آئیگا۔ جو حروف والفاظ و متون و راوی سنہ ۱۳۰ھ کے نسخے میں ہیں۔ وہی بعینہ اسی طرح سنہ ۱۹۵۴ء تک کے نسخوں میں موجود ہیں۔

کیا یہ دلیل قاطع نہیں؟ اس سے بڑھکر بھی کوئی تواتر و تسلسل ہو سکتا ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید نے، حضرت امام مالک سے گذارش کی کہ:۔

> میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ جس طرح حضرت عثمان نے تمام امت کو ایک قرآن پر جمع کر دیا تھا۔ میں امت کو "موطا" پر جمع کر دوں۔

تو حضرت امام نے جواب فرمایا۔

> ایسا نہیں قرآن شریف تو مکمل ایک نسخہ میں سمو دیا گیا تھا۔ مگر میری کتاب احادیث "مؤطا"، میں آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد اصحاب رسول، تمام ممالک اسلامیہ کے شہر شہر۔ گلی۔ کوچہ کوچہ میں پھیل گئے تھے؛ اور انہوں نے جمیع امت محمد تک احادیث کو پہونچا دیا تھا۔ اس لئے ہر شہر والوں کے پاس آنحضرت صلعم کی احادیث کے مجموعے موجود ہیں۔ یہ تو علماء

Marfat.com

مدینہ کی احادیث میں سے احادیث احکام شرعیہ ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف)

ہاں تو اس حالت کو، تیسری صدی کے ربع آخر تک علماء نے یعنی ۲۷۵ھ تک کے زمانہ کے علماء حدیث نے پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا۔ یعنی اس دور میں یہ مساعی جمیلہ کیں۔ ان محدثین کرام نے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کا جتنا بھی ذخیرہ تھا۔ وہ ملک ملک، شہر شہر۔ گاؤں۔ گلی۔ گلی۔ کوچہ کوچہ۔ اور گھر گھر سے جمع کر کے مبسوط کتب میں یکجا جمع کر دیا۔ اور علماء جرح و تعدیل نے احادیث صحیحہ کے دفاتر الگ جمع کر دیئے۔ اور احادیث موضوعہ کے اخبار جدا جمع کر دیئے۔ اور پانی کا پانی۔ دودھ کا دودھ الگ کر دیا۔

آج ہمارے سامنے دونوں ادوار کی روشنی کی طرح صاف شفاف موجود ہیں۔ فللہ الحمد۔ یاد رہے کہ حضرت امام مالک کی مؤطا کے سوا دیگر بھی ایک سو چالیس تالیفات ہیں۔

۲۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح | آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت ہے اور امام اعظم کے نام سے مشہور ہیں دنیائے اسلام کے سواد اعظم اہلسنت (حنفیوں) کے امام کہلاتے ہیں۔ گو ہم ان نسبتوں حنفی، شافعی۔ مالکی و حنبلی وغیرہ کو نہیں مانتے۔ یہ ایک زمانہ تھا ... ضرورت ... نسبتوں کی کوئی بھی ... اب یہ قطعاً ... امت میں انتشار ... کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ علماء امت کو چاہیئے کہ اب ان نسبتوں کو خیرباد کہہ دیں۔ اور صرف مسلم ہی کہلائیں۔

ہم نے انہیں سواد اعظم امت کا امام اس نقطہ نگاہ سے لکھا ہے کہ

قدیم و حدیثاً۔ ان کی علمی جلالت و مرتبہ امت کے بہت بلند پایہ علما مجتمع رہتے ہیں۔ آپ چوں کہ قانون ساز (فقیہہ) تھے۔ اس لئے آپ نے احادیث نبوی کے صرف اسی حصے سے اعتناء کیا جس حصے سے مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے تھے۔ اسی بنا پر انہیں "قلیل الروایت" کہا گیا ہے۔ اور ایک قانون ساز کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ "کل فن رجال" ہر فن کے لئے جدا جدا مرد ہوتے ہیں۔

آپ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۱۵۰ھ میں بمقام بغداد ہوئی۔ آپ کی زیادہ تعریف کے لئے مولانا شبلی نعمانی کی کتاب نعمان بن ثابت ملاحظہ ہو۔

۲۔ حضرت امام شافعی

آپ کا اسم گرامی محمد بن ادریس ہے۔ آپ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ عجیب اتفاق یہ کہ اس سال ایک آفتاب علم (یعنی حضرت امام اعظم) غروب ہوا تو دوسرے آفتاب علم کا طلوع ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جس روز حضرت امام ابو حنیفہ فوت ہوئے اسی روز حضرت امام شافعی پیدا ہوئے۔ آپ احادیث نبوی کے بحر ذخار تھے۔ علم حدیث میں آپ کا پایہ اپنے ہم عصروں سے بھی بلند ہے۔ اور سنت رسول عربی کو علی حالہ قائم رکھا۔ آپ دس سال کی عمر میں قرآن پاک کو ختم کر کے حلقہ درس حدیث میں داخل ہو گئے۔ آپ کا روز اول سے ہی یہ اصل اصول رہا کہ جو حدیث سنتے لکھ لیتے اور پھر اسے یاد بھی کر لیتے۔

خود حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ میں نے سنا کہ امام مالک اس وقت کے امام و مسلمانوں کے آقا ہیں۔ اور ان کی کتاب حدیث موطا ...

Marfat.com

شرعیہ میں لاجواب ہے۔ تو اس وقت ہی میرے دل میں اس امر نے مضبوط جگہ پکڑ لی کہ ان کی زیارت ضرور کرونگا۔ میں نے مکہ کے ایک شخص سے موطا عاریتاً لی (اس وقت آپ بحالت نادار تھے۔ اور کتاب خرید نہیں سکتے تھے۔ اسلئے عاریتاً لی) اور موطا امام مالک کو زبانی یاد کر کے ساری کتاب کی نقل بھی کر کے اپنے پاس رکھ لی اور اصل کتاب (۳۱) کو واپس کر دی۔ پھر میں مکہ کے گورنر کے پاس پہونچا اور دو خط اس سے لئے۔ ایک گورنر مدینہ کی طرف، اور دوسرا حضرت امام مالک کی طرف۔ اور اسی وقت مدینہ کا سفر شروع کر دیا۔ اور مدینہ پہنچ کر مکہ کے گورنر کا خط مدینہ کے گورنر کو دیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت امام مالک کو یہاں بلوالو۔ مدینہ طیبہ کا گورنر کہنے لگا۔ بیٹا! حضرت امام مالک کا مرتبہ اس سے کہیں بالا و بلند ہے۔ کہ مدینہ کا گورنر اسے اپنے پاس بلوائے۔ کاش مکہ مدینہ کے گورنر کو امام مالک کے دروازے کی خاک ہی نصیب ہو۔ البتہ میں تم کو ساتھ لے چلتا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ ایک طالب حدیث کے ذریعہ ان کا دروازہ گورنر مدینہ پر بھی کھل جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان ائمہ احادیث کو حکمرانوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ اور اپنی شان بے اعتنائی قائم رکھتے تھے۔ حالانکہ طالبان حدیث، حقیر سے فقیر تک کے لئے ان کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ الغزنوی) حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ پھر مدینہ کا گورنر اپنی سواری پر مجھے بٹھلا کر، حضرت امام مالک کے کاشانہ احادیث نبوی پر حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ گورنر نے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ مدینہ کا گورنر دروازے پر اجازت ملاقات چاہتا ہے۔ (اے میرے زمانہ کے سوائے حق عالمو! ایسے عالم بنو۔ الغزنوی) وہ شخص اندر گیا۔ بہت دیر کے بعد آیا۔ اور کہا کہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مسئلہ

Marfat.com

ہے۔ تو لکھ کر بھیجدو جواب مل جائیگا۔ اور اگر کوئی اور معاملہ ہے تو آپ کو خبر ہی ہے
کہ جمعرات کا دن معاملات حکومت کے لئے مقرر ہے۔ اس روز فیصلہ کر دیا جائیگا۔
(سبحان اللہ! شان حدیث رسول، ثم سبحان اللہ!! الغزنوی۔)

گورنر مدینہ نے دوبارہ عرض کیا کہ مکہ معظمہ کے گورنر کا ایک سفارشی خط
ایک طالب حدیث کے بارہ میں ہے۔ اس کے لئے کاشانہ احادیث نبوی
پر حاضر ہوا ہوں۔ وہ شخص پھر اندر گیا۔ اور ایک کرسی بھی ساتھ لے آیا کہ اس پر
تشریف رکھئے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ اتنے میں ایک کشیدہ قامت بزرگ
کوہِ وقار و پر ہیبت باہر تشریف لائے۔ گورنر مدینہ کرسی پر بیٹھا نہیں۔ بلکہ کھڑا
ہوا تھا۔ اور گورنر مکہ کا خط حضرت امام والامقام کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت امام
خط پڑھتے پڑھتے جب ان سطور پر پہونچے کہ ایک طالب حدیث بنام محمد بن
ادریس آپ سے احادیث نبوی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت امام کی آنکھ
میں آنسوؤں کی بارش تھی، اور خط پھینک کر فرمایا۔

سبحان اللہ، آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس
درجہ پر آگیا ہے کہ لوگ سفارشی خطوط سے اسے حاصل کرنا
چاہتے ہیں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں یہ حالت دیکھکر آگے بڑھا۔ اور اپنا شغف
حدیث اور اشتیاق زیارت کا ماجرا سنایا تو حضرت امام مالک نے میری
پر ضد اشت کو سنا۔ اور میری طرف نگاہ پر از عشق رسول ڈالی اور دریافت
فرمایا؟ تمہارا نام۔

میں نے عرض کیا محمد!

Marfat.com

حضرت امام نے فرمایا محمد ہاں : محمد۔!!

بس پھر تو میری طرف التفات فرمایا اور مجھے اپنے تلمذ (شاگردی) میں
لے لیا۔ اور مجھے احادیث نبوی سنائیں اور فرمایا کل جب آؤ تو کسی ایسے
شخص کو ساتھ لے آنا جو مؤطا کا حافظ ہو اور اس کی قرأت کر سکے۔

میں نے عرض کیا حضرت : آپ کی کتاب حدیث مؤطا تو مجھے بھی یاد ہو
دوسرے روز میں (امام شافعی) حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا
اور مؤطا بزبان پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ جب مدت طویل تک سناتا رہا
خیال کیا کہ شاید آپ ملول نہ ہو گئے ہوں۔ اور بس کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت
امام فرمانے لگے۔ صاحبزادے ! اور پڑھو۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں میں نے
ساری مؤطا بزبان حضرت امام کی خدمت میں قرأت کی۔ اور آپ نے اسکی
تصدیق فرمادی۔ اس کے بعد میں حضرت امام مالک کی رحلت تک آپ کی
خدمت میں مدینہ طیبہ میں رہا۔ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکات)

حضرت امام احمد بن حنبل جو ائمہ رابعہ میں احادیث کے نہایت ہی بلند
مرتبت امام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے۔ عبداللہ نے ایک روز پوچھا کہ۔
ابا جان! یہ شافعی کون ہیں۔؟ حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ بیٹا! یہ آنحضرت
صلعم کی احادیث کے آفتاب عالمتاب ہیں۔

حضرت امام احمد حنبل کے دوسرے صاحبزادے۔ صالح بن احمد
کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ والد بزرگوار بیمار پڑے۔ تو حضرت امام شافعی آپ
کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو والد ماجد (حضرت امام احمد حنبل) جھٹ
اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی جگہ پر حضرت امام شافعی کو بٹھایا۔ اور زیادت کے
بعد دیر تک احادیث نبوی کا تذکرہ رہا۔ جب حضرت امام شافعی جانے لگے

تو آپ کی سواری کی رکاب تھام لی ۔ اور ساتھ ساتھ بیماری کی حالت میں چلتے رہے
حضرت یحییٰ بن معین جو خود ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ ان کو جب خبر ملی تو پدر
بزرگوار (احمد) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے ۔ سبحان اللہ۔ آپ بیماری کی
حالت میں بھی۔ ان کی رکاب پکڑ کر چلتے رہے ؟ اس پر حضرت والد اجد نے فرمایا
اے ابو زکریا۔ اگر تم اس کی دوسری طرف کی رکاب پکڑ لیتے تو تمہیں بھی احادیث
نبوی کا بہت بڑا حصہ نصیب ہوتا (اکمال)

حضرت حسین بن محمد زعفرانی کہتے ہیں ۔ میں نے جتنی بھی کتب احادیث
لکھیں۔ ان کی تصدیق کے لئے جب بھی حضرت امام شافعی کی خدمت میں
قرآت کی (پڑھ کر سنائیں) تو حضرت احمد حنبل ہر مجلس میں موجود ہوتے تھے۔
حضرت امام شافعی حسب ذیل ارشاد ہمیشہ ارشاد فرماتے رہتے تھے کہ:

"جو شخص مغرور و غلط نفس داری رکھتا ہو اور ساتھ ہی دنیا کا
طالب بھی ہو۔ وہ علم حدیث حاصل نہیں کر سکتا ۔ اور جو شخص
صاحب قناعت اور نفس کو جھوٹے اعزازات سے پاک
رکھنے والا علماء حدیث کی صحبت میں بیٹھنے والا ہو۔ وہ
علوم نبی صلعم حاصل کر سکتا ہے۔ (اکمال)

آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں ۔ آپ اپنے وقت کے امام الدنیا
اور مشارق الارض و مغاربہا کے تمام علماء حدیث سے زیادہ عالم حدیث
آپ ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لائے ۔ دو برس یہاں رہ کر طالبان احادیث
نبوی کو سیراب کر کے واپس مکہ چلے گئے۔ پھر مصر تشریف لے گئے ۔ الغرض
آپ کے علوم حدیث سے تمام اسلامی دنیا جگمگا اٹھی۔

۳ حضرت امام احمد بن حنبل : آپ نے ۱۶۴ھ میں اس دار فانی میں

...دم رکھا۔ اور ۲۶۱ھ میں دار البقا کو مقام ابد بنایا۔ آپ اپنے زمانہ کے
...ب سے بڑے عالم حدیث ہیں۔ آپ فنون صحیح، سقیم اور جرح تعدیل پر
...ی بہت بلند مرتبہ تھے۔ آپ کے ہزاروں شیوخ حدیث تھے۔ اور آگے
...کہ آپ کے تلامذہ نے امام الدنیا، بلکہ امام الاولین والآخرین کا
...ب حاصل کیا۔! جیساکہ:۔
آپ کے دونوں بیٹے، صالح و عبداللہ، اور چچا زاد بھائی حنبل بن اسحاق
...امام الدنیا نہیں، نہیں!! بلکہ امام الاولین والآخرین حضرت امام
...ری کو بھی حضرت امام احمد حنبل کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ جن کے
...، دنیائے اسلام کی مائیں بانجھ ہوگئیں کہ ان جیسے محدث جن سکیں
عقمت النساء ان یلدن بمثلکم۔ (الغزنوی)
دنیا کی عورتیں اس بارے میں بانجھ ہو چکی ہیں کہ علوم حدیث کے ایسے
...تے جنیں اور قیامت تک اس بارے میں بانجھ ہی رہیں گی۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلعم کی احادیث کی تکمیل
...دی۔ حضرت امام الدنیا و امام الاولین والآخرین۔ حضرت امام محمد
...اسماعیل بخاری کے مقدس ترین و مبارک ترین ہاتھوں سے، کاش!
...ب ان ہاتھوں کی خاک بھی فضل احمد غزنوی کو ہاتھ لگ جائے تو اس
...ل کا سرمہ بناکر آنکھوں کی روشنی، کونسی روشنی۔ روشنی تم تر
...صل کرے۔ فضل احمد۔

محمد بن اسماعیل بخاری! پر لاکھوں سلام!
محمد بن اسماعیل بخاری کی والدہ ماجدہ پر!
جس کے بعد عالم اسلام کی مائیں اس کا مثل جننے سے بانجھ ہو چکی ہیں

لاکھوں سلام !! مجھے شریعت آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ نہیں تو میں، اس سنتِ رسول کے پروانے بخاری!

اس سنتِ رسول کے زندہ رکھنے والے بخاری !!

اس سنتِ رسول کے عاشق زار بخاری۔!!!

اس سنتِ رسول کے زندہ وجاوید رکھنے والے بخاری !!!!

اس سنتِ رسول کے ازلی وابدی فنا فی الرسول بخاری!!!!

کی خدا ہی جانتا ہے کیا کچھ توصیف و تعریف وثنا ر کرتا۔

ہاں بس اتنا ہی کہ اے اللہ بخاری پر لاکھوں سلام بھیج۔

بخاری پر لاکھوں سلام ؛ اس وقت تک لاکھوں سلام!

جبتک سورج میں تپش باقی ہے۔ جب تک چاند میں نور باقی ہے۔ جبتک ستاروں میں جگمگاہٹ باقی ہے۔ جبتک دریاؤں میں روانی باقی جبتک سمندروں میں طغیانی باقی ہے۔

سنتِ رسول کے تا ابد قائم رکھنے والے بخاری!

سنتِ رسول کے محافظ بخاری!

سنتِ رسول کے جامع بخاری!

سنتِ رسول کے کاتب بخاری!

سنتِ رسول کے حافظ بخاری!

مجسمہ وپیکر سنتِ رسول بخاری! پر لاکھوں سلام۔

ہاں تو ہم ذکر حبیب کے محبوبوں کے ذکر میں تھے۔ یعنی حضرت احمد بن حنبل کے تو آپ کے شاگردوں میں حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم حضرت امام ابو داؤد وغیرہم کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا فخر

Marfat.com

حاصل ہے۔ حضرت امام احمد حنبل کو دس لاکھ احادیث ازبر تھیں۔
(ابو زرعہ) اے احمد بن حنبل! تجھ پر لاکھوں سلام!

۵۔ امام الاولین و الآخرین امام بخاری

آپ کا اسم گرامی محمد بن اسماعیل ہے۔ اور دنیائے اسلام میں حضرت امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی، اور یکم شوال ۲۵۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک، تیرہ دن کم باسٹھ برس ہوئی۔

سب سے پہلے ناظرین کرام حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات و رحلت کی تاریخ زیر نظر رکھیں۔ آپ نے تیسری صدی کے نصف میں انتقال فرمایا۔ یہ اس لئے کہ منکرین حدیث عموماً اس طرز سے لکھتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری تیسری صدی میں لکھی گئی۔ گویا کہ تیسری صدی گذرنے پر لکھی۔ حالانکہ جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ جس صورت میں احادیث کا جمیع مجموعہ قاطبتہ خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی لکھا ہوا موجود تھا۔ اور پھر صحابہ و اولاد صحابہ و تلامذہ صحابہ نے متواتراً سنداول طور پر یکے بعد دیگرے۔ بہم۔ تسلسل کے ساتھ، ایک دوسرے سے ہاتھوں ہاتھ لکھتے چلے آئے۔ اور جب کہ ایک دفعہ احادیث کا مجموعہ محفوظ ترین طریقہ پر جمع ہو چکا تھا۔ تو پھر اگر اس سے ایک ہزار سال کے بعد بھی احادیث، جمع کر لی جائیں تو ان کی صحت پر اثر ہرگز نہیں پڑتا۔ جیسا کہ اگر آج بھی کوئی صحیح بخاری سے ہی اور بھی اختصار کر کے احادیث جمع کرے تو اصل بخاری (تلخیص بخاری) کی احادیث کی صحت پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ چنانچہ ایک صاحب نے صحیح بخاری کی مکررات احادیث چھوڑ کر "تلخیص بخاری" کے نام سے ایک کتاب لکھی بھی ہے۔

Marfat.com

تاہم ہم نے بتانا یہ ہے کہ صحیح بخاری بالکل تیسری صدی کی ابتدا
میں ہی لکھی گئی تھی، اس طرح کہ :۔

سنہ ۲۱۷ھ میں حضرت امام بخاریؒ نے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں، منبر رسول اور روضہ مبارک آنحضرت کے درمیان بیٹھ کر جمع کرنی شروع کی اور سنہ ۲۳۱ھ میں جمع کر کے ختم کی۔ حضرت امام بخاریؒ نے یہ مقام اس لئے پسند فرمایا کہ، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ۔

مابین منبری وبیتی روضۃ من ریاض الجنۃ۔

ترجمہ :۔ "میرے منبر اور گھر (کاشانۂ نبوی) کے درمیان جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔ میں نے جون سنہ ۱۹۵۴ء میں جب پرویز کے فتنۂ حدیث سے آگاہی حاصل کی تو سب سے پہلے ارادہ یہ کیا کہ ایک دفعہ پھر حرمین شریفین چلوں۔ اور حضرت امام بخاری کے منتخب مقام روضہ کا پھر مطالعہ کروں۔ "پھر" اس لئے لکھ رہا ہوں کہ پہلے میں سنہ ۱۹۲۷ء میں چھ برس مکہ معظمہ میں رہ کر احادیث کا دور کر آیا تھا۔ مگر اس وقت اس فتنہ سے ذہن خالی تھا۔ اب جو اس فتنۂ عظمیٰ کے رد و استیصال کا عزم بالجزم کیا تو سب سے پہلے یہی کام کیا کہ حرمین شریفین کی زیارت بھی کی اور فریضۂ حج بھی ادا کیا۔ اور خاص مقصد یہ تھا۔ کہ منبر رسول و بیت رسول (اب روضۂ رسول) کے درمیانی مقام و مفاصلہ کا خاص اس خیال سے مطالعہ کروں کہ عاشق صادق آنحضرت صلعم۔ یعنی حضرت امام بخاریؒ نے یہ مقام منتخب کس مقصد خاص سے کیا؟ چنانچہ مدینہ منورہ، بعد ادائے حج پہنچ کر میں نے اس مقصد خاص کو ملحوظ خاطر رکھ کر بغور مطالعہ کیا۔ اور مسجد نبوی کا خاکہ لیا۔

آنحضرت صلعم کے منبر، اور حجرۂ آنحضرت صلعم کے درمیان تقریباً چالیس

۳ اس قدموں کا مفاصد ہے۔ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں مسجد نبوی
کی دیواریں تھیں، اور چھت پر کھجور کی شاخیں ڈالی ہوئی تھیں، اور شمال
قبلہ سے بائیں ہاتھ کو تقریباً ایسی پچاس قدموں کے فاصلہ پر آنحضرت
صلعم کا کاشانہ نبوی تھا جو خود بنایا تھا، اور جس کی بلندی اتنی تھی۔ کہ
کھڑے ہوکر چھت تک ہاتھ پہونچ سکتا تھا۔ بالکل اس طرح، جیسا کہ آجکل
مساجد کے ساتھ پیش امامون کے حجرے ہوتے ہیں۔

اب چونکہ مسجد نبوی و کاشانہ نبوی دونوں کی ہیئت بدل چکی ہے مگر
میں نے احادیث نبوی اور تاریخ مسجد نبوی سامنے رکھ کر اس امر کی تحقیق کی
"ما بین منبری و بیتی" منبر رسول و روضہ مبارک رسول کے درمیان
والے مقام پر آج بھی یہ برکت ہے کہ وہاں جو بھی جائز دعا کی جائے۔ مستجاب
و قبولیت کا درجہ پاتی ہے، چنانچہ میں نے وہاں حسب ذیل دعائیں مانگیں

۱۔ اے بارخدایا! مجھے میرے زمانہ کے جمیع علماء سے قرآن و حدیث کا
علم زیادہ عطا فرما۔

۲۔ یا بارتعالیٰ مجھے میرے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ متقی پرہیزگار
و تابع قرآن و سنت بنادے۔

۳۔ یارب محمد! اور نہیں تو کم از کم ظفراللہ کو وزارت خارجہ پاکستان
سے نکال دے

۴۔ یارب کعبہ! مجھے پاکستان کی حکومت عطا کر تاکہ وہاں میں تیرا اور
تیرے رسول کا دستور قائم کروں۔ بشرطیکہ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ
اگر تو نے مجھے حکومت دی تو میں حضرت ابوبکر و عمر و عمر بن عبدالعزیز کے
نقش قدم پر چلوں تو، اور اگر تیرے علم ازلی میں یہ ہے کہ فضل احمد بھی

حکومت ملنے کے بعد بہک جائیگا تو پھر مجھے حکومت مت دینا۔ بلکہ یہ توفیق
دے کہ تیرے قرآن اور تیری احادیث کی خدمت کروں۔ اور دنیا سے
فتنہ انکار حدیث کی جڑیں کھود پھینکوں۔

اور ایک دعا اپنی ذات کے لئے کی کہ ایک شخص سے میں نے
ہزار روپیہ لینا تھا کہ وہ خرد برد کر گیا تھا۔

۵۔ اے حق تعالیٰ! اس صاحب سے مجھے میرا حق دلا دے!

خدا شاہد ہے اور وہ دعا نمبر ۳ کی دنیا بھی شاہد ہے کہ دعا نمبر ۳
اور دعا نمبر ۵ حق تعالیٰ نے قبول فرمالیں۔ ظفر اللہ صاحب خواہ کسی طرح
بھی وزارت پاکستان سے نکالدئے گئے اور اس صاحب نے میرا حق
مجھے میری حج سے واپسی کے بعد خود آکر میرے گھر پہ مجھے دیدیا۔

باقی دعاؤں کا انتظار ہے کہ رب محمد ضرور قبول فرمائیگا۔ البتہ دعا نمبر
اور ۶ کا فیضان قلب فضل احمد میں سرایت کر رہا ہے اور دعا نمبر ۴ کا بھی کچھ حصہ قبولیت
بتدریج پہن رہا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ جب ہمارے جیسا شخص چودھویں صدی میں
جو دعا نیک اور جائز مانگتا ہے وہ بھی آج بھی قبول ہوتی ہیں۔ تو حضرت امام بخاری جیسے
معصوم تو نہیں مانتے مگر وہ اپنے وقت کے اتقی الخلق تھے سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالے تھے سب سے
زیادہ تابع قرآن و سنت تھے۔ سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔ اور
سب سے زیادہ نیک بندۂ خدا تھے۔ اور پھر ان کا مقصد احادیث
صحیحہ کا جمع کرنا۔ اتنا نیک مقصد تھا کہ اس وقت کی دنیا میں اس سے
زیادہ اس مقدس کام کا کوئی بھی حامل نہ تھا تو کیا یہ ممکن تھا کہ ایسی
ہستی کی رب احادیث محمد دعا قبول نہ کرتا اور ان کی جامع صحیح کو
مقبولیت کا درجہ حاصل نہ ہوتا نہیں۔ یہ قبول و مقبولیت تو اس سے

Marfat.com

اس وقت سے لے کر آج تک ساری امتِ محمد کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد، سب کتابوں میں، صحیح بخاری صحیح ترین کتاب ہے۔ اور جب صحیح بخاری کو خود حضرت امام بخاری کی زندگی میں اُسی نوّے ہزار نفوسِ قدسیہ نے، حضرت امام سے سنا، پڑھا اور لکھا۔ اور آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ، ہر زبان میں لاکھوں امتِ محمدیہ اس کو پڑھتی اور یاد کرتی و لکھتی چلی آرہی ہے۔ جس سے بڑھ کر، قرآن شریف کے بعد تواتر کسی کتاب پر جمع ہوا ہی نہیں۔ اور سن ۲۳۰ھ سے لے کر آج ۱۹۵۳ء تک، تمام ممالک اسلامیہ کی دینی درسگاہوں میں۔ طالبانِ احادیث نبوی کو پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کی شرحیں ہزاروں کتب میں لکھی گئیں۔ فللہ الحمد۔

حضرت امام بخاری نے آنحضرت صلعم کی احادیث کے مختلف مجموعوں کو اکٹھا کرنے کے لئے دنیائے اسلام کے تمام مراکز کھنگال مارے۔ چھ لاکھ احادیث ازبر کیں۔ پھر ان میں سے جو ان کی شرط کے مطابق صحیح تھیں ایک جدا کتاب میں جمع کر دیں۔ جس کا پورا نام۔

تھا الجامع الصحیح عن اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحوالہا

آپ کے اساتذہ، جن سے ممالک اسلامیہ کا چپہ چپہ چھان کر احادیث اخذ کیں ہزاروں تک پہنچتے ہیں۔ ایک ہزار اور اسی (۱۰۸۰) اساتذہ تو ایسے ہیں جن سے صرف ایک ایک حدیث حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں سے، مکی بن ابراہیم بلخی۔ عبداللہ بن موسیٰ عبسی۔ ابو عاصم شیبانی، علی بن المدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور عبداللہ بن زبیر حمیدی خاص طور پر

Marfat.com

قابل ذکر ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کی تعداد لاکھوں تک پہونچی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں جب میں امام بخاری کا شاگرد ہوا۔ اس وقت نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) علماء حدیث آپ کے شاگرد بن چکے تھے۔

آپ کے اساتذہ (استاد) آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر کہا کرتے تھے۔ کہ جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ فاروق اعظم تھے، ویسے محدثین میں امام بخاری ہیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ بھی آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔

جب آپ صحیح بخاری جمع کر کے تکمیل تک پہونچا چکے تو، آپ نے اپنے زمانہ کے ہزاروں ائمہ حدیث کے سامنے اسے پیش کیا۔ سب نے اسے بڑھ کر، باتفاق رائے صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی تمام احادیث کی صحت کا اقرار کیا۔ بالخصوص امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین علی بن مدینی، یہ حضرات خود اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے۔ بعض علماء حدیث نے بخاری کی چار احادیث میں اختلاف کیا، صحت میں نہیں، بلکہ اسناد میں۔ مگر جمیع محققین محدثین نے ان چاروں حدیثوں کے بارہ میں بھی حضرت امام بخاری ہی کے قول کو ترجیح دی آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی نجات کا وسیلہ اسی صحیح بخاری کو بنایا ہے۔

حضرت امام بخاری کا اپنا ارشاد ہے کہ:۔

"میں نے ہر حدیث لکھنے کے وقت پہلے وضو کیا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد صحیح بخاری میں حدیث کو لکھا"

اس طرح یہ کتاب جو قرآن شریف کے بعد دنیا بھر کی کتابوں سے صحیح ترین ہے۔ سولہ سالوں کی مدت میں تکمیل پذیر ہوئی"

حضرت امام احمد حنبل عام طور سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ:۔

"خراسان نے محمد بن اسماعیل بخاری جیسا محدث پیدا نہیں کیا۔

حضرت رجا بن مرجیٰ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

محمد بن اسماعیل بخاری آیۃ من ایات اللہ علی ارض اللہ۔ امام بخاری اللہ تعالیٰ کے نشانوں سے، اللہ کی زمین پر ایک چلتا پھرتا نشان ہیں

حضرت محمد بن ؟ کہتے ہیں۔

میں اس فضائے آسمانی کے نیچے کسی بھی شخص کو محمد بن اسماعیل بخاری سے احادیث نبوی کا۔ بڑھکر عالم و حامل نہیں دیکھا۔

احترام حدیث میں حضرت امام بخاری۔ حضرت امام مالک کے نقش قدم پر چلے۔ یعنی جب شاہِ بخارا۔ خالد بن احمد ذہلی نے درخواست کی کہ مجھے صحیح بخاری میرے پاس آکر پڑھاؤ۔ تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں احادیث نبوی کا درجہ اتنا نہیں گرانا چاہتا کہ حاکموں کے دروازوں پر لئے پھروں۔ آپ کو شوقِ حدیث ہے۔ تو شوق سے میرے درس میں شامل ہوجایا کریں۔

پھر حاکم بخارا نے گذارش کی کہ میرے بچوں کے لئے خاص علیحدہ وقت مقرر کریں۔ تاکہ عام لوگوں سے امتیاز کے ساتھ وہ حدیث پڑھیں۔ آپ نے یہ درخواست بھی ٹھکرادی۔ اور کہلا بھیجا کہ درس احادیث نبوی میں طالبانِ حدیث کا درجہ شاہ اور شاہزادوں سے بہت بلند ہے۔ (الکمال)

الغرض، اگر آج صحیح بخاری ہمارے پاس موجود نہ ہوتی۔ تو اسلامی دنیا احادیث نبوی کے علوم و احادیث صحیحہ کے بہت بڑے حصے سے محروم ہوجاتی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ اور مشیت ایزدی یہی تھی کہ اس کے محبوب مدنی کے اقوال بھی مثل قرآن، محفوظ رہیں۔ اور اس کا ذمہ بھی ربِ محمد نے اپنے ذمہ لیا تھا

Marfat.com

اس کی تفصیل نحن نزلنا الذکر میں گزر چکی۔ فللہ الحمد۔ بخاری پر لاکھوں سلام! (فضل احمد)

۶۔ حضرت امام مسلم بن حجاج

آپ کا اسم گرامی مسلم ہے، اور حجاج بن مسلم کے بیٹے ہیں۔ ۲۰۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۲۶۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ حضرت امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں۔ علم حدیث میں آپ کا مرتبہ بخاری کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔ آپ کے اور حضرت امام بخاری کے اساتذہ تقریباً سب کے سب مشترک ہیں۔ جن میں عظیم المرتبت یہ ہیں۔

یحییٰ ابن یحییٰ، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل عبداللہ مسلمہ، ان کے علاوہ آپ کے شیوخ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ کو تین لاکھ احادیث ازبر تھیں۔ جن میں سے احادیث صحیحہ کا انتخاب کر کے آپنے "صحیح مسلم" لکھی۔ چنانچہ آپ کی کتاب حدیث صحیح مسلم کو دنیائے اسلام نے قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانا ہے۔ نوٹ: اب اس گنبد نیلی گوں کے نیچے ہمارے ہاتھوں میں آج یکم جنوری بوقت ۱۱ بجے شب (کیونکہ اس وقت بھی میں یہ کتاب تحریر کر رہا ہوں۔ تین احادیث، اصح الکتب ہیں۔

۱۔ صحیح موطا امام مالک۔ ۲۔ صحیح بخاری۔ ۳۔ صحیح مسلم۔

امام مالک کی موطا کو تو اصح الکتب سے دنیائے اسلام نے اس وقت سرفراز کیا جب صحیح بخاری و صحیح مسلم ابھی جمع بھی نہیں ہوئی تھیں۔ جب صحیح بخاری جمع کی گئی تو اس کو بھی ساری دنیائے اسلام نے اصح الکتب مانا، اور جب صحیح مسلم معرض تدوین میں آئی تو اسے بھی اصح

کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آج ہمارے ہاتھوں میں، مجمع احادیث نبوی سے تین کتب احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہیں۔ جن پر تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے۔ اور ہم بتا آئے ہیں کہ اجماع امت کی گواہی، خود قرآن پاک دے رہا ہے۔ کہ جس بات پر تمام امت کا اجماع ہو جائے۔ وہ عین منشاء خداوندی ہوتا ہے۔ عین حکم خداوندی ہوتا ہے۔ عین حق ہوتا ہے۔ اور عین مراد قرآن ہوتا ہے۔

گمان ہے کہ منکرین حدیث بعض باطل اور زندیق فرقوں کا نام بیچ میں لے آئیں کہ ان زنادقہ کا اختلاف ہے۔ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک نے امت محمدی کے اجماع کو حق قرار دیا ہے۔ امت کے زندیقوں مجوسیوں، اور منافقوں کا اختلاف کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

اس طرح سے ان شکوک کا ازالہ بھی ہو گیا۔ جو بعض سطحی ذہنوں میں اٹھتے ہیں۔ کہ کوئی موطا کو اصح الکتب کہتا ہے۔ کوئی "بخاری" کو اور کوئی "مسلم" کو۔ ازالہ اوہام یہ کہ تینوں کتب اپنی اپنی جگہ پر اصح الکتب ہیں۔ لہٰذا اجماعاً تینوں کی تینوں اصح الکتب ہیں۔ اس لئے ہم نے گزشتہ اوراق میں منکرین حدیث کو چیلنج کیا ہے کہ ان تینوں کتابوں سے اگر ایک بھی حدیث موضوع ثابت کر دو تو ہم تمہارے دعاوی مان لیں گے۔ اور ایسا یہ منکر قیامت تک نہ کر سکیں گے۔ اگرچہ سنہ ۱۹۵۴ء کے بے زنانہ امت ایک دوسرے کی پشت پناہی کیوں نہ کریں۔ فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منکر قیامت تک ایک بھی حدیث ان کتب سے، موضوع ثابت ہرگز ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ ویسے گھر بیٹھ کر، بیشک سارے دفتر حدیث کو موضوع بنائے بیٹھے رہیں۔ گھر بیٹھ کر تو لوگ بادشاہوں کو بھی گالیاں دیتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

الغرض حضرت امام مسلم نے "صحیح مسلم" حضرت امام بخاری کے نقش قدم پہ مدون کی۔ اور آخری مرتبہ جب حضرت امام بخاری نیشاپور آئے۔ تو حضرت امام مسلم، ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اگر صحیح بخاری نہ ہوتی تو صحیح مسلم بھی نہ ہوتی۔

۷۔ حضرت امام ابو داؤد۔ آپ کا اسم گرامی سلیمان بن الاشعث ہے۔ آپ کی پیدائش ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۲۷۵ھ میں پائی۔

حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے یہ التزام کیا تھا کہ اپنی کتابوں میں یعنی "بخاری و مسلم" میں، صرف احادیث صحیحہ کو جمع کر دیں۔ اور ایسا کر دیا۔ اس لئے ان دونوں کو "صحیحین" (دو صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے۔ حضرت امام بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کے لئے چونکہ شرائط بہت سخت تھیں۔ اور جو احادیث ان کے معیارِ صحت پر برابر نہ اتریں، وہ خواہ صحیح بھی ہوتیں۔ تب بھی شیخین (بخاری و مسلم) ان احادیث کو اپنی صحیحین میں جمع نہ کرتے۔ اسی لئے حضرت امام بخاری نے دیگر احادیث اپنی دوسری کتب میں جمع کر دیں۔ اور آپ کے شاگردوں میں سے چار ائمہ حدیث نے یعنی ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان احادیث کو جو شیخین نے صحیحین میں درج نہیں کی تھیں۔ اور اپنی دیگر کتب میں جمع کر دی تھیں۔ مذکورۃ الصدر ائمہ اربعہ نے ان احادیث میں سے بھی اپنی کتب میں درج کر لیں۔ کیونکہ ان کی شرائط صحت، شیخین سے کم تھیں۔

حضرت ابو داؤد، کے بھی ہزاروں شیوخ حدیث ہیں۔ اور اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آپ کے اساتذہ

(استادوں) میں حسب ذیل بہت بلند پایہ محدثین تھے۔ مسلم بن ابراہیم سلیمان بن حرب۔ عبداللہ بن مسلمہ یحیٰی ابن معین۔ احمد بن حنبل۔

آپ نے "ابوداؤد" لکھکر اپنے تمام اساتذہ کے سامنے پیش کی بالخصوص حضرت احمد بن حنبل نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور اسکی تصدیق کی حضرت امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث ازبر تھیں۔

ایک امر ہمیشہ کے لئے دلنشیں کر لیا جائے۔ کہ یہ جو احادیث نبوی کی تعداد دس لاکھ تک پہونچی ہے۔ اور اس کا ثبوت ہم ابتداء میں پیش کر آئے ہیں۔ کہ ہر انسان اوسطاً چوبیس گھنٹوں میں چھتیس ہزار کے قریب کلمات بولتا ہے۔ اس طرح تئیس برسوں کی زندگی نبوت میں دس لاکھ احادیث کا ارشاد فرمانا بالکل حتمی اور یقینی ہے۔ پھر چونکہ صحابہ و تابعین نے آنحضرت صلعم کا ہر "بول" محفوظ کر لیا تھا۔ مگر ہر "بول" ظاہر ہے کہ "حدیث تشریعی" نہ تھا۔ بلکہ آپ کا ہر نطق مبارک، جو تشریعی تھا۔ ان کے ساتھ محدثین اصولیین نے زیادہ اعتنا کیا۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ صحاح ستہ: ۱ موطا امام مالک ۲ بخاری۔ ۳ مسلم۔ ۴۔ ابوداؤد۔ ۵ ترمذی۔ ۶ نسائی۔ اور ۷ ابن ماجہ میں۔ عموماً وہی احادیث ہیں۔ جن سے احکام شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے۔ اور اس لئے زمانہ میں ان کتب صحاح کا پڑھانا۔ قدیماً و حدیثاً تواتر و تسلسل کے ساتھ لازمی چلا آرہا ہے۔

نوجوان۔ ایک طرف اصولیین محدثین نے۔ اپنی کتب میں اسی اصولی احادیث کو جمع کیا۔ وہاں دوسری طرف دیگر کتب احادیث میں تمام کی تمام احادیث نبوی جمع کر دی گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض محتاط ائمہ

احادیث نے محض اس خیال سے کہ جس بھی عبارت پر، حدیث کا اطلاق ہوا اس کو بھی اس لئے جمع کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلعم کی کوئی حدیث محفوظ ہونے سے رد جائے۔ اس لئے بعض ائمہ احادیث نے، صحیح و غیر صحیح سب احادیث کو جمع کر لیا۔ جو بعد میں ائمہ اسماء الرجال اور علماء جرح و تعدیل نے موضوعات کا طومار جدا کر دیا۔ اور احادیث صحیحہ کی الگ نشاندہی کر دی۔

آج ہم فخر کے ساتھ سر بلند کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس

۱۔ احادیث صحیحہ کی فلاں کتب ہیں۔ اور

۲۔ صحیحہ و غیر صحیحہ کی مختلط فلاں کتب ہیں اور

۳۔ موضوعات کی فلاں کتب ہیں۔

لہٰذا ہمارے پاس، دن کی کامل و مکمل روشنی موجود ہے۔ جس میں کسی قسم کے اندھیرے اور شک و شبہ کا کوئی گذر ہے ہی نہیں۔ فللہ الحمد اور ان "صحاح ستہ" میں "ترمذی" "ابو داؤد"، اس نقطہ نہج کی ہیں۔ کہ ان دونوں حضرت نے ہر حدیث کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

خود حضرت ابو داؤد کا ارشاد ہے کہ

میں نے پانچ لاکھ احادیث سے ان احادیث کا انتخاب کیا (یہ لفظ انتخاب بتلا رہا ہے کہ ان محدثین عظام نے کس نکتہ اور کس نقطہ نگاہ کے ماتحت اپنی صحاح مدون کیں) جو ۱۔ صحیح، ۲۔ مشابہ صحیح اور ۳۔ قریب صحیح ہیں نے پائیں۔ اور یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک سچے مسلم کو اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے صرف چار احادیث بھی کافی ہیں۔

۱۔ انما الاعمال بالنیات، عملوں کا مدار نیتوں پر ہے (یہ حدیث صحیحین میں بھی

ہے۔ (الغزنوی)

۲۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیہودہ باتیں بنانا چھوڑ دے

۳۔ لا یکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضی لنفسہ کوئی بھی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی (مسلم) کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴۔ الحلال بین والحرام بین الخ حلال بھی ظاہر ہے۔ اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں۔ (ان مشتبہات کے پیچھے مت پڑو۔ الغزنوی) ان کے اس قول سے مجھے حضرت ابن عباس کا وہ قول یاد آیا جو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر صرف دو آیتوں پر بھی کوئی عمل کرے، تو اس کی نجات کے لئے کافی ہیں۔

۱۔ فاما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوٰی ۔ فان الجنۃ ھی الماوٰی (قرآن)

ترجمہ: "پس جو اس امر سے ڈرا۔ کہ اسے (ایکدن) اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر (اپنے عملوں کی جوابدہی کرنا ہے) اور اپنے نفس کو خواہشات حیوانیہ سے بچایا تو اس کی ابدی جگہ "الجنۃ" ہے"

۲۔ واما من طغیٰ وآثر الحیٰوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوٰی (القرآن)

ترجمہ "اور جس نے (اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے) سرتابی کی اور صرف دنیا ہی کی زندگی کو اختیار کر لیا۔ تو اس کا ہمیشہ کا ٹھکانہ جہنم ہے" یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کو بھی اختیار کرنا منع نہیں، جب دنیا اور آخرت دونوں علیٰ حدھا ساتھ ساتھ رہیں تو یقیناً عین منشا رب العزت

ہے۔ آتنا فی الدنیا حسنہ وفی الاخرۃ حسنۃ۔ ہاں، آخرت کو چھوڑ دنیا۔ اور صرف دنیا ہی اختیار کرلینا، یقیناً کفار کا پیشہ ہے۔ (الغزنوی)

حضرت ابوبکر خلال فرماتے ہیں۔

حضرت ابوداؤد۔ تخریج علوم، معرفتِ استنباط اور استخراجِ احکام میں، اپنے اساتذہ کے بعد اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں۔ میں نے ایسی کوئی حدیث درج نہیں کی جس کے ترک پر تمام آئمہ کا اتفاق ہو۔ (ت)

۱۸۔ حضرت امام محمد بن عیسیٰ ترمذی۔

آپ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں اور وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

آپ نے صحیح ترمذی کے نام سے جو کتاب لکھی، اس میں آپ نے صرف وہ احادیث جمع کیں جن کے متعلق، انواع حدیث کی تمام نشاندہیاں کردیں جیسا کہ "صحیح"، "حسن"، اور "غریب"، وغیرھا۔ کتاب کے آخر میں آپ نے کتاب العلل کے نام سے ایک حصہ لکھا ہے۔ جس میں نقد و بصر، جرح اور تعدیل کے اصول بیان کئے ہیں۔

"صحیح ترمذی"، کے سوا بھی آپ نے بہت ساری کتب لکھیں۔ مگر "ترمذی" میں آپ نے احادیثِ احکام تشریعی اور ان کی نشاندہی کا التزام کیا۔

جب آپ نے "صحیح ترمذی"، جمع کی تو اپنے زمانہ کے جمیع علماء حدیث کے سامنے پیش کی۔ جنہوں نے اسے پسند فرمایا۔ اور مہر تصدیق ثبت کی۔

(اس طرح ہر دور کے علماء حدیث کا ہر کتاب حدیث پر اجماع ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اجماع امت کو خود قرآن شریف فرما رہا ہے کہ وہ "حق" ہے۔ اور عین منشاء خداوندی ہے غیر سبیل المومنین آیت پڑھو۔ الغزنوی)

۹۔ احمد بن شعیب نسائی آپ ۲۱۵ھ میں بمقام نسا پیدا ہوئے۔ آپ علمائے حدیث میں اپنے ہم عصروں میں بہت بڑے عالم حدیث ہیں۔ وفات ۳۰۳ھ میں پائی۔ آپ کی کتاب حدیث سنن نسائی پر آپ کے زمانہ کے جمیع محدثین کا اتفاق ہے۔ مشہور صحاح ستہ میں سے آپ کی "نسائی" ہے۔

۱۰۔ ابن ماجہ آپ کا اسم گرامی محمد بن یزید بن ماجہ ہے۔ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کتاب حدیث "ابن ماجہ" کے نام سے مشہور ہے۔ بہت بڑے عالم حدیث تھے۔

۱۱۔ عبداللہ دارمی اسم گرامی عبداللہ بن الرحمان ہے۔ ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپ نے یہ کوشش کی کہ جن بھی احادیث کو آنحضرت صلعم کی طرف نسبت ہے سب جمع کر دی جائیں۔ اس لئے ان کی کتاب "دارمی" میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ اور علماء جرح و تعدیل نے ان کی احادیث غیر صحیحہ کی نشاندہی کر دی ہے

اب ہمارے تصریحات کے مطابق تیسری صدی کے ۳۰۳ھ تک کے محدثین عظام کا ذکر مبارک ختم ہوا کیونکہ حضرت امام احمد بن شعیب نسائی نے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تیسری صدی کے اختتام تک احادیث نبوی کی صحت جرح، تعدیل کا کام تکمیل پذیر ہوا۔ اس کے بعد احادیث نبوی کے بارے میں تحقیق کا باب ختم ہو گیا۔ تیسری صدی ہجری کے بعد جو بھی کتب احادیث مدون ہوئیں۔ ان کے لئے امت مرحومہ پابند نہیں۔ کیونکہ چوتھی صدی ہجری یا اس کے بعد جو بھی کتب احادیث جمع ہوئیں سب کی سب ان ہی کی خوشہ چینیاں ہیں۔

Marfat.com

چوتھی صدی کی کتابوں (ماسوا ان احادیث کے جو صحاح سبعہ میں آچکی ہیں۔ اور وہ بھی چوتھی صدی کے بعد کی کتب میں بھی جمع کردی گئی ہوں۔ وہ تو یقیناً اس نہج پر صحیح ہیں۔ جس نظریہ، ان علماء نے ان میں اعتناء کیا ہے۔ مگر ان کے سوا، جو بھی احادیث چوتھی صدی کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ ان میں یقیناً مجال کلام ہے۔ اور وہ محل نظر ہیں۔ اور یہ سے موضوعے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ اور حمیراتی ملا نے عموماً ان ہی احادیث محل نظر کو اپنے قصوں، کہانیوں، افسانوں اور وعظوں میں جہلاء کو سناتے ہیں۔ اور منکرین حدیث ان ہی کتب پر اپنی ابلیسیت کا ہوائی قلعہ بناتے ہیں (الغزنی)

ہمارا موقف

ہمارا موقف یہ ہے کہ اور یہی انشاء اللہ صحیح موقف ہے۔ ہم اپنے موقف کو صحیح اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہم اپنے مقام کی تائید میں۔ قرآن، حدیث اور ائمہ احادیث کے دلائل پیش کر آئے ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ کے بعد آج دنیا میں صرف تین کتب احادیث ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ ان میں ایک حدیث بھی موضوع نہیں۔ اور یہ

الف:۔ مؤطا امام مالک۔

ب:۔ صحیح بخاری:۔ اور۔ ج۔ صحیح مسلم۔

۲۔ ان تینوں کے سوا جتنی بھی کتب احادیث ہیں۔ ان میں مجال غور و فکر اور میدان جرح و تعدیل ہے۔

۳۔ تیسری صدی ہجری کے بعد جو کتب احادیث ہیں۔ ان میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ اور مجال کلام یقیناً ہے۔

الف۔ ان کو بغیر فروع النظم کردو تو حرج نہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ان

بزرگانِ دین نے کی مساعیٔ جمیلہ کا انکار کرنا یقیناً کفرانِ نعمت ہے۔ ان کے بارے میں ہمارا مقام یہ ہے کہ ان میں زیادہ سے زیادہ تحقیق و تعیّن کا پہلو نکلتا ہے۔ یکلخت مسترد کرنا، صحیح موقف ہرگز نہیں۔ میں بعون اللہ تعالیٰ یہ کوشش کرونگا۔ کہ ان میں سے احادیث صحیحہ کا ایک الگ مجموعہ جمع کر دوں۔ مگر چودھویں صدی کے منکرین حدیث سے عہدہ برآ ہو لوں۔ مگر "صحاح سبعہ" میں کسی کلام کی مجال نہیں۔

۵۔ ہاں۔ یہ امر بھی ذہن نشین کر لیا جائے۔ کہ "صحاح سبعہ" میں سب احادیث ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اقوال صحابہ بھی ہیں۔ ان کے فتاویٰ بھی ہیں۔ اقوال تابعین بھی ہیں۔ ان کے فیصلے بھی ہیں۔ اور احادیث شرعیہ بھی ہیں۔ ان "صحاح سبعہ" کی احادیث میں تو مجال کلام کسی فرد و بشر کو نہیں۔ حتیٰ کہ ساری دنیا کو ملکر بھی نہیں۔ ہاں احادیث کے سوا اقوال و فتاویٰ ان کی ضروریات عصر کے متعلق ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں وہ ضروریات باقی نہ رہی ہوں۔ سوا تعامل صحابہ کے اور تعامل صحابہ بھی وہ جس کا تعلق اصول دین سے ہو۔ نہ کہ ان کے زمانہ کے کسی جزوی معاملہ سے۔ جیسا کہ ہو دلوں کا معاملہ تو وہ ہم پر واجب نہیں۔ (منکرین حدیث کے سرخیل پرویز کو جب میں جولائی ۱۹۵۴ء میں ملا۔ کیونکہ جب میں نے جون ۱۹۵۴ء میں سنا کہ منکرین حدیث کی پاکستانی جو کڑی کا رنگ لیڈر (Ring Leader) پرویز ہے۔ تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس کا رد لکھنے سے پہلے اس سے ملاقات کر کے اس کی شخصیت کا بھی تعارف حاصل کر لیا جائے۔ تو جب میں اس کو ملا۔ اور اسے ایک ٹنڈ منڈ پنڈت کی طرح پایا۔ اور درمیان گفتگو میں جب اس نے یہ کہا کہ بخاری شریف میں جو کچھ ہے وہ سب احادیث ہیں۔ تو میری حیرت کی

Marfat.com

انتہا نہ رہی کہ جس جاہل اجہل کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مشتملات بخاری کیا ہیں؟ اور جو کچھ بخاری میں ہے۔ سب کو "حدیث" سمجھے تو ایسا نامعقول شخص اگر حدیث کا منکر بن بیٹھے تو اس میں، اس کا قصور نہیں۔ بلکہ اس کی جہالت ابی لہبیت اور ابوجہلیت کا دخل ہے۔ (الغزنوی)

تو میری مراد یہ ہے کہ "صحاح سبعہ" میں جو صرف احادیث ہیں۔ ان میں تو رد و بدل و تغیر کا حق ساری دنیا کو کبھی نہیں۔ ہاں۔ جو احادیث نبوی کے ماسوا ان کی محتملات ہیں۔ وہ اگر بنیاد دین نہیں۔ تو ان میں مجال کلام یقیناً ہے۔ آپ بصد ذوق اسے قبول کرلیں یا نہ، آپ کو حق ہے۔ کیونکہ ان کی احادیث پر اجماع امت ہے۔ اور اجماع امت از روئے قرآنی عین منشا رحق تعالیٰ ہے۔

۶- اور تیسری صدی ہجری کے بعد کی کتب کے لئے کوئی بھی شخص پابند نہیں بیشک اچھی چیز قبول کرے۔ اور مخل نظر رد کردے۔

۷- اجتہاد کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ مگر اجتہاد کا مجاز صرف وہ شخص ہے۔ جو علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ اور علوم عربیہ میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز ترین ہے۔

۸- ہم ہر بوالہوس و عبدالشہوات جاہل کو اجتہاد کا حق نہیں دے سکتے۔

۹- آج سے قبل جتنے بھی فقہی مسائل ہیں (مسائل احادیث نہیں) وہ اگر آج ہماری ضروریات زمانہ کے مطابق نہیں تو یقیناً ہم ان کے پابند نہیں۔

۱۰- آج بھی امت کو اختیار ہے کہ قرآن و حدیث کے بنیادی اصولوں کے ماتحت، وہ اپنے ضروریات عہد حاضر کے مسائل خود طے کرلیں۔ ملک

عشرہ کاملہ

تلخیص الکلام اب جبکہ ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ:۔

۱۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں نہ تو قرآن مجید ہی یکجا کتابی صورت میں جمع کیا گیا تھا اور نہ ہی احادیث نبوی دونوں کے تو سارے کے سارے ہوئے تھے۔ یعنی قرآن شریف بھی سارے کا سارا لکھا ہوا مختلف اجزا میں موجود تھا۔ اور احادیث نبوی بھی تمام کی تمام لکھی ہوئی۔ مختلف اجزا میں محفوظ و موجود تھیں۔

۲۔ ان دونوں اسلام کے سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کو۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک کے بعد جمع کیا۔ تفصیل گزر چکی۔

۳۔ قرآن حدیث، دونوں کی "جمع کلی"۔ ہاں یہ "جمع کلی" کے الفاظ یاد رہیں۔ یعنی ویسے تو مختلف اجزا میں جمع ہوئے۔ دونوں موجود تھے۔ مگر سارے کے سارے تمام صحابہ دیکھا تھا۔ بعد میں مدون ہوئے اور دونوں کی "تدوین کلی" ہیں۔ ہاں صرف "تدوین کلی" میں کچھ "بعد زمانی" ہے۔ دگرنہ دونوں کی ابتدائی کتابت اور انتہائی "اجزائی تکمیل کتابت" میں قطعاً کچھ فرق نہیں۔ جیسے جیسے قرآن مجید نازل ہوتا جاتا تھا۔ ویسے ہی ساتھ ہی ساتھ آنحضرت صلعم قرآنی اصولوں کی جزئیات، تشریحات، تشریعات، توضیحات اور تعینات فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں چیزیں ہم وقت ہی لکھی جاتی تھیں۔ کاتبان قرآن جو صرف چند نفر تھے۔ قرآن شریف لکھ لیا کرتے تھے۔ اور باقی کے سینکڑوں۔ ہزاروں۔ اور لاکھوں۔ کے متعلق یہ امر یاد رہے کہ ابتدا میں صحابہ کرام کی تعداد سینکڑوں تک ہی تھی۔ پھر اسلام کی تبلیغ سے ہزاروں تک

Marfat.com

پہنچی۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ لاکھوں تک پہونچ گئی۔ چنانچہ حجۃ الوداع میں حضرت ان صحابہ کرام کی تعداد، جو آپ کے ساتھ پابہ رکاب تھے سوا لاکھ تھی۔ مگر اس کی معنی یہ نہیں کہ صحابہ کرام کی اس وقت تک کل تعداد سوا لاکھ تھی نہیں۔ ان کے سوا بھی ہزاروں نفوس قدسیہ تھے جو عرب کے دور دراز ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور حج پر پہونچ نہ سکے تھے۔ (الغزنوی)

۴۔ تو جس صورت میں قرآن و حدیث، دونوں، خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہی مکتوب محفوظ مختلف اجزا میں موجود تھے۔ تو پھر ان مختلف اجزا کو کسی بھی وقت۔ کتنی بھی مدت کے بعد جمع کرلیا جائے۔ ان کی صحت پر یقیناً کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اگر پانچ برسوں کے بعد بھی ان مختلف محفوظ مکتوبات کو جمع کرلیا جاتا۔ تب بھی حتماً کوئی حرج نہ تھا۔ تاہم۔

۵۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ۔ آنحضرت صلعم کی نبوی زندگی کے پہلے روز سے لے کر آپ کی حیات طیبہ دنیاوی کے آخری سانس تک کی تمام کی تمام احادیث لکھی گئیں۔ اور خود آپ ہی کی زندگی مبارک میں آپ ہی کے امر سے اور آپ ہی کی۔ نگرانی میں، اور آپ سے، ہر صحابی نے، احادیث کی تصدیق کرالی تھی۔ تفصیل گذر چکی۔

۶۔ اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی احادیث صحابہ کرام کو لکھوائیں۔ یاد کرائیں۔ اور حضرت صحابہ کرام نے اس مقدس ترین امانت احادیث نبوی کو بعینہا، من و عن۔ اپنے شاگردوں تک پہونچا دیا۔ صحابہ کرام کے شاگردوں میں سے ہزاروں تک کی تعداد تو خود صحابہ کرام کی اولاد تھی۔ اور ان کے سوا لاکھوں دیگر طالبان حدیث

Marfat.com

جو تابعین کے نام سے مشہور ہیں۔

۷۔ پھر ان تابعین کرام نے آنحضرت صلعم کی تمام احادیث جمع کر لیں، اور یاد کر لیں۔ اور اسی دور تابعین میں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور مبارک ۹۹ھ میں خود گورنمنٹ کی طرف سے بھی یہ احکام صادر ہوئے۔ کہ تمام احادیث نبوی کو یکجا جمع کر لیا جائے۔ اور ایسا کر بھی لیا گیا۔

۸۔ پھر تابعین کرام نے اس "مقدس ترین امانت حدیث" کو اپنے شاگردوں تبع تابعین تک پہونچا دیا۔ اور ان میں خود تابعین عظام کی اولاد و دیگر علماء حدیث ہیں۔ جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز کر کے کروڑ تک پہونچتی ہے۔

۹۔ تبع تابعین کے دور مسعود میں یہ کوششیں ہوئیں کہ احادیث نبوی کے مقدس ذخیرہ سے، جدا جدا احادیث چن کر مختلف بابوں۔ اور احکاموں اور تشریعی معاملات والی احادیث الگ الگ کتابوں میں جمع کر دی گئیں۔

۱۰۔ اسی دور مبارک میں یہ کام بھی ہوا۔ کہ بعض نفوس قدسیہ نے اپنے پر التزام کر لیا کہ آنحضرت صلعم کی احادیث صحیحہ میں سے۔ جن احادیث صحیحہ سے احکام دین مستنبط ہوتے ہیں۔ ان احادیث صحیحہ کو چن چن کر الگ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس مقدس مقصد کے لئے صحاح ستہ کا وجود عمل میں آیا۔ جن میں سے صحیحین (بخاری و مسلم) اعلیٰ ترین و اصح الکتب ہیں۔ گو اس دور سے قبل حضرت امام مالک رح بھی اپنی مؤطا اسی نہج پر مدون کر چکے ہیں۔ مگر صحاح ستہ (اور بمع شمولیت مؤطا صحاح سبعہ) میں تمام تشریعی احادیث وسیع پیمانہ پر جمع کر دی گئیں۔

اس مثال کو یوں سمجھیے کہ ۱۹۳۵ء میں ہندوستان پر ایک انگریزی دستور ٹھونس دیا گیا تھا۔ (جو ہمارے نااہل صاحبان اقتدار کی جہالت کی وجہ سے اب بھی پاکستان میں جنوری ۱۹۵۵ء تک وہی لعنت موجود ہے) اس دستور کو "انڈیا ایکٹ آف ۱۹۳۵ء" کہا جاتا ہے۔ اس دستور میں ہندوستان کے جمیع معاملات کے لئے قوانین ہیں۔ مگر چونکہ گورنمنٹ کے محکمے (department) جدا جدا تھے۔ اور ایک ہی محکمہ کے آفیسروں کو سارے کا سارا دستور پڑھ لینا دشوار تھا۔ اس لئے اس دستور کے ان حصوں کو جدا جدا کتابوں میں الگ شائع کر دیا گیا۔ جو حصے الگ الگ محکموں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جیسا کہ پریس کے ساتھ تعلق رکھنے والا "پریس ایکٹ"، جو شائع کر دیا گیا۔ "پولیس ایکٹ"، جدا کتاب میں جمع کر دیا گیا۔ وغیرھا۔

بالکل اسی طرح اور بعینہ اسی طرح علماء حدیث نے مجموعہ احادیث سے ان عنوانات و مضامین پر ان ہی سے تعلق رکھنے والی احادیث نبوی کو الگ الگ کتابوں میں جمع کر دیا۔

مگر منکرین حدیث کی چونکہ طبی مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیکر درغلاتے ہے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں! معاذ اللہ! کس قدر شیطانیت و زندیقیت پھیلا رہے ہیں۔ یہ ملائیں امت۔ اس لئے ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ

۱۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے لے کر تیسری صدی ہجری کے ختم تک ان تین سو برسوں کی مدت میں ایک دن۔ ایک پہر۔ ایک گھنٹہ۔ ایک منٹ، بلکہ ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گذرا۔ جن میں

Marfat.com

احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ اور پھر لکھ کر یاد نہ کرلی جاتی ہوں۔ اور
ہر مختلف اجزاء میں ہر صحابی ہر تابعی اور ہر تبع تابعی کی طرف متداول
اور پھر علی التواتر و تسلسل منتقل نہ کر دی جاتی ہوں۔ اور یہ تواتر و تسلسل
نا قوی ہے کہ اس پر خود قرآن گواہ ہے کہ جس امر پر جمیع مسلمان
ماع کرلیں۔ وہ بھی حکم ربانی ہی ہے۔ (سبیل المؤمنین)
دنیا جانتی ہے کہ ابتداء اسلام سے لیکر آج تک امت اس امر پر اجماع
ئے ہوئے ہے۔ کہ احادیث نبوی دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ جزو دین
مثل قرآن ہیں۔ اور آج بھی اس شکل و صورت و ہیئت میں ہمارے
ں موجود ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے ملفوظ ہوئی
ہیں فللہ الحمد۔

بمطابق ۳۰ جنوری۔ بوقت چار بجے شب فضل منزل حیدرآباد سندھ

تتمہ۔ گزشتہ ابواب پر ایک سرسری نظر

اب ان تصریحات قرآنیہ کے بعد ناظرین کرام نے دیکھ لیا کہ۔
آنحضرت صلعم "مطاع ابدی" "مرد اتم سرمدی" ہیں۔ اور آپ کی
احادیث بھی جزو دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ اور ماخذ دین ہیں۔ اور
چونکہ احادیث نبوی بھی وحی ہی ہیں۔ لہٰذا ابدی ہیں۔
اور یہ کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے لیکر تا وقت رحلت ان تئیس
برسوں کی نبوی زندگی میں ایک منٹ، بلکہ ایک لحظہ بھی ایسا نہیں
گزرا جس میں کہ احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ یاد کی جاتی ہوں۔
اور ان کی حفاظت نہ کی جاتی ہو۔

۳۔ اور یہ امر بھی مسلّم ہے کہ صحابہ کرام و جمیع امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ احادیث نبوی کو حجتِ دین۔ ماخذِ دین اور جزو دین سمجھتی چلی آرہی ہے۔

۴۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ کو خود قرآن پاک نے رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کہا ہو۔ محمد رسول اللہ والذین معہ کہا ہو۔ وہ تو دین کو نہ سمجھے ہوں بلکہ بقول منکرین حدیث ہوں۔ غلطی پر (معاذاللہ) اور ہمارے زمانہ کے چند جاہل۔ ہاں صرف چند۔ یعنی دو نوگیارہ۔ جو عربی کی عین سے بھی واقف نہیں۔ مثل پرویز۔ برق جیراجپوری اور ایک دو ان کے دوسرے حوالی موالی۔ لہٰشقیا۔ کہیں کہتے ہیں کہ نہیں۔ ساری کی ساری امت چودہ سو برسوں سے ناحق پر چلی آتی ہے۔ اور باقی دو تین۔ زندیق ہیں۔ حق پر آپ خود ہی اندازہ لگالیں۔ ان کے اقوال باطلہ کا۔ کہ کسقدر دجل و فریب سے بھرے پڑے ہیں۔

۵۔ پھر ساری کی ساری امت کا احادیث پر اجماع اور جس اجماع کو خود قرآن نے حجت قرار دیا ہے کہ مسلمان جس امر پر متفقہ طور پہ چلے ہیں۔ وہ "حق" ہے۔ عین منشا ءِ خداوندی ہے۔ اس "اجماع" کو تو یہ چند زنادقہ کہیں کہ غلط ہے۔ اور خود ایسے۔ کفر کو، مسیلمہ کذاب اور کذاب قادیان کی طرح کہیں کہ ہے سچ ھاذا بھی۔

لہٰذا ان تصریحات کے بعد ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا کیا ہے۔ اور منکرین حدیث کی تمام واہیات، ہفوات، اباطیل، ہزلیات، اور شطحیات ایک فریب ہے۔ تلبیس ہے۔ اور دجل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اس لئے یاد رکھو کہ جب کوئی

Marfat.com

الف :۔ کہ حدیث تاریخ ہے ۔ تو جھٹ سمجھ لو کہ کوئی زندیق دشمن رسول بول رہا ہے ۔ کیونکہ حدیث تاریخ ہرگز نہیں ۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے وہ اقوال و اعمال ہیں ۔ جو آپ نے وحی کی ہدایت کے ماتحت ۔ قرآنی اصولوں کی جزئیات مقرر کرنے کے لئے صادر فرمائے ہیں ۔

ب :۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث ظنی ہے ۔ تو معاً سمجھ لو بہت بڑا اسلام کا نادان دوست بول رہا ہے ۔ کیونکہ حدیث ظنی ہرگز نہیں بلکہ یقینی و حتمی ہیں ۔

ج :۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ احادیث دو سو سالوں کے بعد لکھی گئیں ہیں ۔ تو سمجھو یکدم سمجھ لو کہ کوئی بہت بڑا اسلام کا دشمن ۔ بلکہ ۔ دجال و زندیق ۔ اپنی دجالیت و زندقیت اسلام میں پھیلا رہا ہے ۔ کیونکہ آپ نے دیکھ لیا کہ احادیث نبوی تو روز اول سے ہی لکھی ہوئی چلی آ رہی ہیں ۔ ہاں ، دوسری و تیسری صدی میں ۔ ان ہی مجموعہ ہائے احادیث کو جو خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی تمام کی تمام لکھی ہوئی موجود تھیں ۔ ان سے دوسری و تیسری صدی میں جدا جدا باب باندھ کر جتنی جتنی ان ابواب کے متعلق احادیث صحیحہ تھیں الگ الگ کتب کے نام سے جمع کر دی گئیں ۔ اور بس ۔

د :۔ اگر کسی کو یہ کہتا سنو کہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا ۔ تب بھی ہر وقت سمجھ لو کہ یہی کوئی اضل الشیاطین بول رہا ہے ۔ اور امت کو دھوکہ دے کر آنحضرت صلعم سے رشتہ توڑوانا چاہتا ہے کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ۔ ایک دفعہ تھوڑے سے وقفہ کے لئے ۔ ہنگامی حالات کے ماتحت آنحضرت صلعم نے احادیث کو قرآن کے

Marfat.com

ساتھ اکٹھا لکھ دینے سے منع فرمایا تھا۔ پھر جلد ہی کتابت قرآن و کتابت احادیث کا بندوبست جدا جدا کر دیا گیا۔ تو آنحضرت صلعم نے اپنا عارضی ہنگامی حکم ختم کر کے صاف فرمادیا کہ

میں نے تمہیں کتابت حدیث سے منع کیا تھا۔ اب لکھ لیا کرو (الحدیث)

اور اس کی مثال ہم قبرستان جانے والی حدیث سے دے چکے ہیں کہ ابتداء میں آنحضرت صلعم نے قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا۔ اور بعد میں اجازت عام دیدی۔ جو آجتک قائم ہے۔

بعینہٖ اسی طرح جب قرآن و حدیث دونوں اکٹھے لکھے جا رہے تھے۔ تو آپ نے احادیث کو قرآن شریف کے ساتھ اکٹھا لکھے جانے سے منع فرما کر قرآن و حدیث کی کتابت کا بندوبست علیحدہ علیحدہ فرمادیا۔ اور پھر احادیث لکھنے کی عام اجازت دیدی۔ جو آج کے دن تک قائم ہے۔ اور یہ آپ پڑھ بھی آئے ہو کہ آنحضرت صلعم سے خود آپ کی حیات مبارک میں ہی لاکھوں اصحاب رسول نے آنحضرت صلعم سے احادیث لکھیں۔ اور پھر آنحضرت صلعم کو پڑھ کر سنا کر ان کی تصدیق بھی کرا لیا کرتے تھے۔ اور ہر آن و ہر لحظہ ایسے احادیث لکھی جاتی تھیں۔

۱۴۔ پھر یہ امر بھی دوبارہ ذہنشین کر لیا جائے کہ صحابہ کرام کو آنحضرت صلعم کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ جو دلچسپی۔ محبت عشق۔ شغف اور وارفتگی تھی۔ وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بلکہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ کہ صحابہ کرام کو آنحضرت صلعم کا ایک ایک قول، قول کیا۔ اشارہ تک، ان کی زندگیوں سے زیادہ پیارا تھا۔ آپ دیکھ آئے ہیں کہ

Marfat.com

[illegible]

ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو [illegible] (خیر)

(اسلام) کی طرف بلائے اور نیکیوں کا حکم کرے۔ اور برائیوں کی جڑیں اکھا[illegible]

Marfat.com

پھینکے۔

وہ واقعہ بھی تازہ کرلو۔ جب آنحضرت صلعم حجۃ الوداع پر گئے ہیں۔ عرفات کے میدان میں مسجد خیف میں۔ سوا ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہ کرام کا اجتماع ہے۔ اور صحابہ کرام کی ذات نبوی پر پروانگی و وارفتگی کا کیا عالم تھا۔ ان کے امثلہ گزر چکے۔ آپ نے اس مقام پر ایک نہایت وسیع و طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اپنے پروانوں کو حکم سنائے۔ کہ

الف:۔ نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا (صحاح ستہ) خداوند تعالیٰ اس بندے کو ہمیشہ سرسبز رکھے۔ جس نے میری حدیث سنی۔ پھر اسے یاد کرلیا اور لکھ کر محفوظ کرلیا۔ اور پھر اسے ان لوگوں تک پہونچا دیا، جنہوں نے مجھ سے نہیں سنی۔

(صحاح ستہ)

اسی مقام پر فرمایا۔

ب:۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی

ترجمہ:۔ اے امت! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان کو مضبوط پکڑے رہو گے۔ یعنی ان پر عمل کروگے۔ کبھی گمراہ نہ ہو سکے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن شریف، اور دوسری میری سنت، حدیث شریف

اسی مجمع اور اسی مقام پر فرمایا۔

ج:۔ الا فلیبلغ الشاھد الغائب۔ یاد رکھو۔ جو حاضر ہے، غائب پچھلے آنے والوں تک میری احادیث پہونچا دے۔

اسی مقام مقدس پر فرمایا۔

د:۔ تسمعون ویسمع منکم، ویسمع من الذین یسمعون منکم۔

ترجمہ:۔ یاد رکھو! تم میری حدیثیں سن رہے ہو۔ اور پھر تم سے میری حدیثیں

Marfat.com

دوسرے لوگ سنیں گے۔ اور ان سے پھر تیسرے لوگ سنیں گے۔

دیکھئے یہ ہے وہ تواتر و تسلسل۔ جس کی نظیر دنیا نہیں پیدا کر سکتی۔ یاد رہے کہ آنحضرت صلعم کی جملہ احادیث صحیحہ میں سے ایک ایک حدیث کے تقریباً چار چار ہزار صحابہ راوی ہیں۔ حدیث "انما الاعمال بالنیات" (عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے) کے پندرہ ہزار صحابہ راوی ہیں۔ یعنی پندرہ روایتیں ہے جو ہم تک پہونچی ہے۔ مگر گمان اغلب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث مشہورہ۔ ہر ایک صحابی کو یاد ہوگی۔ جن کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ جس کی معنیٰ کہ اگر ہم اپنی موجودہ کتب سے تھوڑا اوپر کو جائیں تو ایک ایک حدیث کے لاکھ لاکھ راوی صحابہ ملیں گے۔

اسی طرح بنی الاسلام علی خمس والی حدیث کے ہزارہا صحابہ راوی ہیں۔ الغرض یہ کہ جتنی بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ ان کے خود پہلے چشم دید گواہ راوی صحابہ کرام پندرہ پندرہ ہزار ہیں۔ تو کیا دنیا اس سے زیادہ تواتر و تسلسل پیش کر سکتی ہے۔ اور پھر جو احادیث اس قدر مضبوط، پیہم و تواتر و مسلسل تواتر کے ساتھ چلی آ رہی ہیں۔ جن کا سلسلہ روایت و کتابت روز اول سے لے کر یعنی آنحضرت صلعم کے رسول نبی ہونے کے دن سے لیکر آج ۱ جنوری سنہ ۵۵ تک متواتر و مسلسل چلا آ رہا ہے۔ ان میں شک و شبہ۔ ظن و گمان کو راہ مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اصلاً نہیں۔ قطعاً نہیں!!!

افسوس کہ۔ افلاطون۔ بقراط۔ سقراط۔ سکندر۔ دارا۔ و دیگر تاریخی شخصیتوں کی خبر احاد پر منکرین حدیث کا ایمان ہے۔ جس خبر احاد کا کوئی راوی نہیں کوئی گواہ نہیں۔ کوئی شاہد نہیں۔ بلکہ یوں ہی بازاری افواہیں۔ وہ بھی ان شخصیتوں کے مرنے کے صدیوں بعد سن کر کتابوں میں جمع کر دی گئیں۔ ان سے

Marfat.com

تو منکرین حدیث کا مشغلہ یہی ہے۔ اور احادیث نبوی کو قابل رد سمجھیں کیا یہ زندیقیت نہیں ہے۔ کیا یہ دجالی کا دجل نہیں؟ کیا یہ اسلام میں کفر نہیں۔

۵۔ احفظوھن واخبروھن من وراءکم

ترجمہ: ۔ ان میری احادیث کی حفاظت کرو۔ (یاد اور کتابت دونوں سے) اور ان کو ان لوگوں تک پہونچا دو۔ جو تمہارے بعد آئیں گے۔

اور یہ گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام۔ آنحضرت صلعم کے ہر قول تشریعی کو خدا کا قول اور خدا کا حکم سمجھتے تھے۔ اور پھر یہ وعید بھی موجود ہے کہ۔

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ فی النار۔

جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اور خود قرآن شریف نے جھوٹ باندھنے والوں کو سخت سے سخت سزا وار قرار فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم کی طرف کسی حدیث کے جھوٹا انتساب کا مطلب خدا پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جس کو قرآن نے "ظالم"، "مفتری" اور "ملعون" کہا ہے۔

کیا ان وعیدوں اور سزاؤں کے ہوتے ہوئے ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم پر صحابہ جھوٹ باندھ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب احادیث نبوی سنانے لگتے تھے تو پہلے یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ کہ جس نے آنحضرت صلعم پر جھوٹ باندھا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے

اور خطبہ حجۃ الوداع بہت طول طویل ہے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو ایک یمن کے صحابی، "ابو شاہ" نے اس خطبہ کے لئے درخواست کی کہ مجھے لکھوا دو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے سارا خطبہ لکھوا دیا۔

یہ امر بھی گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام۔ آنحضرت صلعم سے جو احادیث لکھتے تھے۔

کتابی صورت میں جمع کر لینے کے بعد، آنحضرت صلعم کو سنا کر ان کی تصدیق بھی کرا لیا کرتے تھے۔ اس طرح منکرین حدیث کے اس مزعومہ اور قول باطل کی رگِ جان پر چھری بھی پھر جاتی ہے جو یہ اشتباہ کہتے ہیں۔

(۱) اگر احادیث دین تھیں۔ تو آنحضرت صلعم نے لکھوائی۔ کیوں نہ اور لکھوا کر پھر خود پڑھا کر سنی۔ کیوں نہ، وغیرہ من المفوات۔

دیکھیئے ہم گذارشات پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھوائیں۔ اور پھر پڑھوا کر سنیں اور ان کی تصدیق بھی کی۔

چنانچہ ایک صحابی سے جب آنحضرت صلعم احادیث سمع فرما رہے تھے تو اس نے ایک لفظ "نبیک" پڑھا۔ تو آنحضرت صلعم نے تصحیح فرمائی کہ "نبیک" نہیں بلکہ لکھو کہ "رسولک" یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلعم جب کوئی حدیث بیان فرماتے تو اسے تین دفعہ دہراتے۔ تاکہ یاد کرنے والے یاد کرلیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ اگر آپ آجکل کے سی۔آئی۔ڈی۔ کے لکھنے والوں پر نگاہ ڈالو گے۔ کہ کس طرح ایک تیز گفتار مقرر کی تقریر بھی لکھ لی جاتی ہے۔ تو آپ کو اندازہ ہوجائیگا کہ آنحضرت صلعم جو ہر بات کو تین دفعہ دہراتے تھے۔ ان کی احادیث کس طرح لکھی گئی ہونگی۔ یہ تو تحریری سرمایہ کا حال تحقیق ہے مگر خود عملی احادیث کی بھی اسی طرح تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کے سامنے نماز ادا کی تو آپ نے اس کی درستی فرمائی۔ اور فرمایا کہ

صلوا کما رأیتمونی اصلی نماز اسی طرح پڑھو۔ جیسا کہ مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ کیا کوئی بھی زندیق، ملحد۔ بلکہ کافر بھی اس میں شک۔ وشبہ کی گنجائش نکال سکتا ہے۔ کہ آج ہم جس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بعینہ وہی

Marfat.com

نماز نہیں ہے جو آنحضرت صلعم پڑھا کرتے تھے۔

ایک مسلمان جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلعم قیام فرماتے تھے۔ جب ایک مسلمان رکوع و سجدہ کرتا ہے تو اسے یقین ہے کہ میں اسی طرح رکوع و سجدہ کر رہا ہوں جیسے میرے "رسول مطاع ابدی" نے کیا ہے۔

یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جن صحابہ نے آنحضرت صلعم کے وضو کے پانی حتیٰ کہ تھوک اور رینٹھ (ناک کے پانی) تک کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ جن کا "شریعت اسلام" سے تعلق نہیں۔ تو احادیث تشریعی کو کیونکر ضائع ہونے دیتے۔؟ بالخصوص یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ صحابہ کرام کو سوائے قرآن و حدیث کی تبلیغ (یاد کرنا۔ لکھنا۔ دوسروں تک پہونچانا) کے دوسرا کوئی کام تھا ہی نہیں۔ اور انہیں دنیا و مافیہا سے بڑھ کر قرآن و حدیث ہی کا مشغلہ تھا۔ لہٰذا جیسا قرآن شریف محفوظ ہے۔ بعینہٖ اسی طرح احادیث نبوی بھی محفوظ ہیں۔

خود حضرت ابن عباسؓ کا طلب حدیث میں یہ عالم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جب مجھے معلوم ہوجاتا کہ فلاں صحابی کے پاس حدیث ہے۔ تو میں اس کے پاس پہونچتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ میں ایسے وقت پہونچتا۔ کہ جب وہ گھر میں آرام میں ہوتا۔ تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر اس کے دروازہ پر پڑا رہتا اور ہوائیں چلتی رہتیں اور دھول اڑ اڑ کر میرے چہرے پر پڑتی رہتی۔ مگر میں اسی حال میں پڑا رہتا۔ حتیٰ کہ وہ صحابی گھر سے باہر تشریف لے آتا۔ اور مجھے دیکھ کر کہتا کہ اے ابن عم رسول اللہ! اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے۔ آپ نے تکلیف

Marfat.com

کیوں کی۔ مجھے کہا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔ حضرت ابن عباس فرماتے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس فلاں حدیثِ رسول ہے۔ اس لئے میں زیادہ مستحق ہوں اس امر کا کہ حدیثِ رسول کی طلب میں خود حاضر ہو جاؤں۔

الغرض، آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس کی حیاتِ طیبہ کے ہر لحظہ اور ہر آن کے ایک ایک قول و فعل کی حفاظت کے لئے، آپ کے چوگرد، لاکھوں زندہ آنکھوں کے کیمرے تھے۔ جو ہر آن و ہر لمحہ آپ کے اقوال و افعال کے الفاظی و اعمالی فوٹو لے رہے تھے۔ لہٰذا ناممکن ہے کہ لاکھوں کیمروں کے ہوتے ہوئے۔ آپ کا کوئی قول و فعل رہ گیا ہوتا۔ قدرت نے حفاظت کا دگر سینکڑوں سالوں کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ہی قوی و مضبوط سبب یہ بھی پیدا کر دیا تھا کہ دنیا جہاں کے بہترین دماغ۔ اسلام میں آکر، مدینہ طیبہ میں۔ جمع ہو گئے تھے یا بالفاظ دگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صحبتِ آنحضرت صلعم میں پہونچا دیا تھا جہاں وہ رات دن آنحضرت صلعم سے قرآن و حدیث اخذ کرتے رہتے۔

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شدتِ تشنگیٔ حدیث کا یہ عالم ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں اور میرا ایک پڑوسی انصاری۔ امیہ بن زید کے محلہ میں رہتے تھے۔ جو مدینہ کی "عوالی" کی بستیوں میں سے ہے۔

ہم دونوں، آنحضرت صلعم کی خدمت اطہر میں۔ باری باری سے حاضر ہوتے تھے۔ جس روز میری باری ہوتی۔ میں آکر جو کچھ بھی آنحضرت صلعم سے سنتا، سارے کا سارا من و عن اسے سنا دیتا۔ اور جس دن وہ آتا۔ اس دن کی ساری کارروائی جو وہ آنحضرت صلعم سے سنتا۔ مجھے آکر سُنا دیتا۔

Marfat.com

اس حضرت عمرؓ پر منکرین حدیث بہتان باندھتے ہیں۔ کہ آپ روایتِ حدیث سے منع فرماتے تھے؟ کس قدر بہتانِ عظیم ہے یہ؟ جو عمرؓ ایک دن کی احادیث بھی اپنے پڑوسی سے سن لیتا تھا۔ اور دوسرے دن کی احادیث خود روایت کر دیتا تھا۔ اور عمر بھر یہی مشغلہ رہا۔ اس پاک ہستی پر یہ تہمت۔ کہ وہ احادیث کی روایت سے منع فرماتے تھے۔ معاذ اللہ!

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین حدیث، گو احادیث نبوی اور ہماری جمع کردہ کتب کا تو زبانی انکار کر دیتے ہیں۔ مگر در اصل یہ لوگ ہماری مدون کردہ کتب کے سوا ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکتے۔

چنانچہ بعض ہماری کتب کی روایتوں میں آتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے دو تین۔ ہاں صرف دو تین موقعوں پر چند احادیث کی شہادتیں طلب کیں۔ اور میں گزشتہ اوراق میں بتلا آیا ہوں۔ کہ ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ان احادیث کی تصدیق کرالی جائے۔ اور بس۔

بس یہ ہے اتنی سی بات جس کا افسانہ گھڑ لیا یعنی بات کا بتنگڑ بنا اور تیلی کا ستون بنا کر کھڑا کر دیا۔ کہ دیکھو لوگو! حضرت عمر روایتِ حدیث سے منع کرتے ہیں۔!!! وغیرہ من الخرافات!

حیرت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریباً ساٹھ سالہ زندگی سے صرف دو تین واقعات کو توڑ مروڑ کر۔ اس پر لکیر کے فقیر ہو بیٹھے ہیں۔ کیونکہ یہ واقع مفید مطلب کر لئے گئے ہیں۔ گو حقیقت میں ان کے مفید مطلب نہیں۔ اور باقی ساٹھ سالہ زندگی، ساری کی ساری مدت احادیث کی روایت کرتے رہے۔ اور دوسروں سے سنتے رہے وہ سب ان مردودوں کے نزدیک ناقابل قبول۔؟

Marfat.com

جس طرح آنحضرت صلعم کی تقریباً آٹھ سو احادیث صحیحہ کو تو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ جس میں حکم ہے کہ حدیث لکھوایا کرو، دوسروں تک پہونچاؤ۔ اور تیئیس برسوں تک اس کی تاکید کرتے رہے۔ اور حدیثیں لکھواتے رہے، اور لکھی ہوئی حدیثوں کو خود سن کر ان کی تصدیق کرتے رہے اور وہ سب کی سب ان زندیقوں کے پاس دریا برد، برباد!! اور ضائع!!! معاذ اللہ!۔

ہم تو ان کی جہالت و زندیقیت کو قابل التفات نہ سمجھتے۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ سکوت کی وجہ سے سادہ لوح مسلمان نیک نیتی سے ان کی زندیقیت کے شکار ہو جاتے ہیں۔ تو مجبوراً ہم نے یہ کتب لکھیں۔

اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو احادیث نبوی سے شغف تھا۔ وہ اپنی نوعیت کا وحید عصر تھا۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہؓ سے اعلیٰ صحابہ روایت کیا کرتے تھے۔ جب کسی حدیث کے متعلق تحقیق کا سوال آتا تو حضرت ابو ہریرہ کے پاس آتے تھے جیسا کہ، حضرت عمر، عثمان، علی طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ!

حضرت ابو سعید خدری رض۔ نے جنہیں، طالب الحدیث کا طالب العلم بھی جانتا ہے۔ انہوں نے حدیث شریف کے ایک حرف کی تحقیق کے لئے۔ دو ماہ کا، اونٹ کا سفر کیا۔

ایک دوسرے عاشق زار حدیث صحابی نے، ایک حدیث کے ایک لفظ کی تحقیق کے لئے۔ مدینہ طیبہ سے مصر کا سفر کیا۔

ایک مقدس ہستی نے۔ مدینہ منورہ سے دمشق کا سفر کیا۔ اور اس زمانہ میں اتنے طویل طویل سفروں میں کیا کیا زحمتیں اور تکالیف اٹھانا پڑتی

تھیں۔ ان کا آج کے موٹروں، ریلوں، اور ہوائی جہازوں کے زمانہ کا
آدمی، آسانی سے اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ہاں فضل احمد لگا سکتا ہے کہ جس نے
۱۹۲۷ء میں پاپیادہ حج کیا۔ اور سارا حجاز مقدس پاؤں کے آبلوں (چھالوں)
سے طے کیا۔

ایک عجیب واقعہ اس دوران میں مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا
وہ واقعہ منکروں کے لئے نہیں۔ بلکہ عاشقانِ رسول
عربی کے لئے۔ عرض خدمت کرنا اس مقام پر خالی از حکمت وتکمیل ایمان نہ
ہوگا۔ اور میرے لئے تو حجت ہے۔ کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔

واقعہ یوں واقع ہوا کہ جب میں نے ہند اور سندھ کے عربی مدارس
کھنگال مارے تو میرے دل میں خیال آیا کہ۔ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر کوئی
انگریزی میں بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بھی ہو جائے، تو جب تک
انگلستان نہ جائے اسے انگریزی پر کما حقہا عبور نہیں ہو سکتا۔ تو میرے
دل میں یہ عزم بالجزم جاگزیں ہو گیا، کہ جب تک حرمین شریفین نہ جایا جائے
عربی پر کما حقہا قدرت حاصل نہ ہو سکے گی۔ اور ساتھ ہی ساتھ روز اول
سے ہی میرے دل میں، میرے خالق اکبر نے محمد عربی کا عشق کوٹ کوٹ کر بھر
دیا تھا۔ اور اس وقت مالی حالت کی ناسا عدت حوصلہ شکن تھی (آج جو
رب احادیث محمد نے مجھے لکھنے بنایا ہوا ہے، یہ ساری برکت اس حدیث
کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری
حدیثوں کی۔ تبلیغ کی، کیونکہ میرا روز اول سے لے کر آج تک یہی مشغلہ ہے)
بہر حال مالی حالات اجازت نہ دیتے تھے کہ میں آنحضرت کے قدموں تک
پہونچ سکوں۔ مگر بفضلِ خدائے محمد، میری بدنی قوت اسقدر قوی، تنومند

اور ما فوق العقل تھی کہ آج تقریباً پچاس سال کی عمر میں بھی، آجکل کے نوجوانوں سے اپنے کو جوان سمجھتا ہوں، سمجھتا نہیں بلکہ بعونہٖ الله تعالیٰ ہوں بھی۔ اور اس کا سبب یہی ہے کہ میں نے ۱۹۲۸ء تک جبکہ میری پہلی شادی ہوئی۔ خدائے بزرگ و برتر شاہد ہے کہ میں نے کسی بھی غیر عورت کے بدن کو ہاتھ تک نہیں لگایا نہ صرف اتنا بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ پھر جب میری پہلی رفیقہ حیات مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئی اور میں نے ۱۹۴۰ء تک دوسری شادی نہ کی، تو رب السماوات والارض گواہ ہے۔ کہ میں نے ۱۹۴۰ء تک بھی کسی غیر عورت کے بدن تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک جلسہ کے ہجوم سے باہر آرہا تھا تو ایک عورت کے بازو سے میرا ہاتھ چھو گیا، تو خدا شاہد ہے۔ کہ میں کتنی مدت روتا رہا کہ میرا یہ ہاتھ دوزخ میں جائیگا۔ مقصد میرا یہ ہے۔ کہ میں نے مادۂ حیات محض اتباع رسول میں ضائع نہیں کیا، جیسا کہ میرے سردار ابدی و مطاع سرمدی نبی آخرالزماں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت عصمت میں ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ:۔

ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرۃ قط (بخاری)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ مبارک نے کبھی بھی غیر عورت کے ہاتھ سے ہاتھ نہیں لگایا۔

حتیٰ کہ جب مستورات، آنحضرت صلعم کے حضور اقدس میں بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں تو دو طریقوں میں سے ایک طریقہ سے بیعت لیتے تھے۔

ایک:۔ یا تو ایک چادر کے ایک کنارے کو آنحضرت صلعم پکڑ لیتے تھے اور دوسرے کنارے کو بیعت کرنے والی خواتین پکڑ لیتی تھیں۔

دوسرے:۔ ایک پانی کا برتن لایا جاتا تھا۔ اور اس میں ایک طرف میرے

مولائے کل، ختم الرسل، سراج الانبیاء، نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دستِ مقدس ڈال دیتے تھے، اور برتن کے دوسری طرف مستورات
عصمت مآب ہاتھ ڈال دیتی تھیں۔ اور اس طرح اسلام کی بیٹیوں سے
بیعت لی جاتی تھی۔ میرا پروردگار آج بھی میرے اعمال پر گواہ ہے۔ کہ
میں نے آج تک کوئی بھی سنتِ رسول جان بوجھ کر عمداً نہیں چھوڑی
ہاں تو میری جسمانی قوت اسقدر مضبوط تھی۔ کہ میں پا پیادہ اپنے
سردار ابدی اور بیت اللہ شریف کی زیارت۔ اور علم عربی و حدیث حاصل
کرنے کے لئے پا پیادہ سفر بیت اللہ کے لئے نکل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ
مراد پوری کی، اور جب میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر، مکہ معظمہ سے
واپس، جدہ کو پا پیادہ ہی قافلہ کے ساتھ آرہا تھا۔ تو جدہ سے تقریباً پندرہ
میل دور نمازِ شام کا وقت آگیا میں نے قافلہ کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس
وقت، حج کے لئے آجکل کی طرح موٹریں اور بسیں (لاریاں) یا ہوائی جہاز
نہ تھے۔ شکر خدائے عزوجل کا کہ ۱۹۵۴ء میں بذریعہ ہوائی جہاز (موٹروں)
کے ذریعہ بھی حج کر آیا ہوں۔

خیر، جب میں نماز مغرب کے لئے قافلہ سے بچھڑ گیا۔ تو اندھیرا چھا
چکا تھا۔ مگر ہنوز آوازِ جرس بتا رہی تھی کہ قافلہ فلاں رخ کو جا رہا ہے۔
میں نماز سے فارغ ہوا تو۔ ایک جھاڑی میں ہوں، ہوں کی آواز سنائی دی
میں نے سمجھا کوئی غول بیابانی ہے۔ اور اب زندگی ختم ہے۔ مگر بدنی قوت
نے کہا کہ نہیں چلو مقابلہ کر کے جان بحق ہو جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو دیکھا
کہ ایک بڑھیا، ساٹھ سال سے بھی اوپر۔ آنکھوں سے معذور۔ یعنی
نابینا۔ درد و کرب میں کراہ رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اماں جان! کیوں؟

Marfat.com

وہ پنجاب کی تھی۔ اور میں بفضل باری تعالیٰ ہفت زبان تھا۔ وہ پنجابی میں بولی، پترمیں جنگل دے خیال نال رہیگے انتی سان تھے۔ قافلہ چلا گیا میں رہ گئی۔ یعنی میں قضاء حاجت کے خیال سے اتری تھی اور قافلہ چلا گیا۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے اسے گود میں اٹھایا۔ اور پندرہ میلوں تک پا پیادہ اسے اٹھا کر جدہ لے آیا۔ اور دو دن تک جدہ میں اس بڑھیا کو گود میں اٹھا کر ایک ایک گلی کوچہ میں لئے پھرتا رہا کہ اسے کوئی پہچان لے۔ آخر دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھ کر پھر اسے اٹھایا۔ تو چند بیبیاں، اسے دیکھ کر چلا اٹھیں۔

او فلانیاں: اے ساڈی اماں ہے۔ یہ ہماری والدہ ہے۔ سارے راستہ وہ بڑھیا مجھے یہ دعائیں دیتی چلی آرہی تھی۔ کہ

پترا ستاں پتراں دا منہ دھو ویں۔

اے بیٹا (فضل احمد) توں، سات بیٹوں کا منہ دھوئیں، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے سات بیٹے عطا کرے۔

وہ زمانہ چونکہ میری طالب علمی کا تھا۔ اور میں شادی کے نام سے بھی کانپتا تھا۔ کہ اگر شادی کرلی تو علوم دینیہ سے محروم رہ جاؤنگا۔ اور دل میں کہہ رہا تھا، کہ بڑھیا ایسی دعائیں دے رہی ہے۔ جو تقریباً ناممکن ہیں کہ نا میں نے شادی کرنی ہے۔ اور نہ سات بیٹوں کا منہ دھونا ہے۔

مگر جب میں حج سے واپس ہوا تو اماں جان زندہ تھیں۔ والد مرحوم پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ ایک روز امی جان بولیں فضل احمد! یہ علم قرآن وحدیث کیوں پڑھ رہے ہو۔؟ میں نے عرض کیا۔ اماں جان جنت کے لئے! امی جان نے فرمایا، اگر میں نے تمہیں بہشتی دھاریں نہ بخشیں تو جنت میں

کیسے جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا۔ امی جان! آپ کی رضا پہلے ہے۔ اماں جان نے فرمایا۔ بیٹا! میں چاہتی ہوں کہ دنیا میں تمہاری جڑیں (نسلیں) قائم رہیں۔ تم شادی کر دو۔ میں نے عرض کیا۔ امی جان! جب تک میں قرآن وحدیث میں کامل ومکمل نہیں ہو جاتا شادی نہیں کرونگا۔ اس پر والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ اچھا تو میں بھی تم سے راضی نہیں۔ میرا معاً ذہن اس حدیث نبوی کی طرف گیا کہ

الجنۃ تحت اقدام امہات:۔ جنت تو ماؤں کے قدموں تلے ہے میں نے عرض کیا اماں جان! مجھے رضائے خدا (جنت) کی طلب ہے آپ بیشک شادی کر دیں۔ والدہ ماجدہ نے شادی کر دی۔ اس میں سے باری تعالیٰ نے ۹ ، نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعہ مجھے ایک لڑکی عطا کی۔ جب لڑکی ہوئی تو مجھے اس بڑھیا کی دعا یاد آئی اور دل میں کہا کہ بڑھیا حاجن کی دعا قبول نہ ہوئی

پورے ڈیڑھ سال میں میری رفیقہ حیات ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئی۔ پھر میں ۱۹۴۰ء تک دوسری شادی نہ کی اور علوم دین کی تحصیل میں لگا رہا۔ اور ہر آن وہر لحظہ اس بڑھیا کی دعاؤں کی طرف ذہن جاتا رہا۔ کہ اس کی دعائیں رائیگاں گئیں۔

دس برسوں کے بعد، جب علوم دینیہ کو کما حقہ حاصل کر لیا تو ۱۹۴۰ء میں پھر نکاح ثانی کا خیال آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک نیک دل۔ نیک نیت اور نیک خیال خاتون عطا فرما دی۔ جس سے آج جنوری ۵۵ء تک پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں خدائے عزوجل نے عطا فرما دیں۔ اور عجیب ترین واقعہ یہ کہ اس پاک دل خاتون کے ہوتے ہوئے

Marfat.com

اور تقریباً تین درجن نوکروں کے ہوتے ہوئے بھی، سب بچوں کے منہ میں خود دھوتا ہوں۔ اور اس بڑھیا کی دعاؤں کو یاد کرتا ہوں۔

میری مراد اس عجیب واقعہ سے یہ ہے کہ جب آج چودھویں صدی میں بھی حج اور حرمین شریفین کی دعائیں، قبول ہوتی ہیں۔ تو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ، جو سولہ سالوں تک مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں مابین منبر اور روضہ رسول بیٹھ کر حدیثیں جمع کرے۔ وہ کس طرح غیر صحیح و غیر مقبول ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک وجدانی دلیل ہے۔ جو عاشقانِ رسول عربی کے لئے تو یقیناً حجت ہیں۔ مگر منکرین حدیث کے لئے حجت نہیں۔ اور نہ ہی ہم ان وجدانی دلائل کے جوابات کے طالب ہیں۔ منکرین حدیث سے

بہر حال یہ تو ایک واقعہ معترضہ وجدانیہ تھا۔ جو درمیان میں آ گیا۔ مگر اصل امر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کو صحابہ نے جس، وارفتگی شغف محبت اور عشق سے محفوظ و مکتوب کیا اس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ اپنے تو چھوڑیئے۔ خود دشمن بھی شاہد ہیں۔

صحابہ کے بعد تابعین (یعنی اولاد صحابہ اور شاگردانِ صحابہ کا دور آتا ہے۔ انہوں نے بھی صحابہ کرام کے کد و کاوش نہیں کیں۔

چنانچہ ایک بہت جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ:۔ انی کنت لاسیر اللیالی والایام فی طلب الحدیث (مالک)

ترجمہ:۔ میں احادیث نبوی کی تلاش میں کئی کئی راتوں اور دنوں تک مسلسل و پیہم سفر کرتا رہتا تھا۔

حضرت مسروق جو بہت بلند پایہ تابعی حافظ الحدیث ہیں فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

رحلت فی حرف! کہ میں نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کے ایک حرف (لفظ) کی تحقیق کے لئے کئی مہینوں تک سفر کیا۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ جب تابعین عظام کو احادیث پہونچتی۔ اور سن پاتے کہ فلاں مقام پر فلاں صحابی رسول ہے۔ تو وہاں لپک پڑتے، اور ان صحابہ سے احادیث نبوی کی تصدیق کراتے۔

حضرت ابوالعالیہ ایک بلند مرتبت تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ:۔

جب ہم بصرہ میں، کسی سے احادیث نبوی سنتے تو ان کو لکھ لیتے اور پھر ان کے راوی صحابہ، جو مدینہ منورہ میں زندہ موجود تھے ان کی طرف سفر کرتے۔ اور مدینہ طیبہ میں آکر صحابہ کرام سے ان احادیث کی تصدیق کرا لیتے۔ خود صحابہ کرام کے مبارک دہنوں سے وہ احادیث سن لیتے تو اس کے بعد چین آتا (دارمی)

یہ عالم تحقیقات، کسی خاص تابعی سے مختص نہیں، بلکہ ہر ایک تابعی کا سب سے پہلا مقصد حیات اور سب سے اولین فریضہ یہی یہ تھا کہ احادیث نبوی کو با حفاظت تمام و تحقیقات کاملہ جمع و محفوظ کر لیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضؓ کا تو یہ عالم تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کے وہ افعال وہ اعمال، جن کا تعلق احکام تشریعی سے نہ تھا۔ ان کی حفاظت کے لئے جان تک کھپا دیتے تھے۔ چنانچہ اصابہ میں ہے کہ

جن جن راہوں سے آنحضرت صلعم گذرتے تھے۔ ان پر قدم بہ قدم اور جہاں جہاں آنحضرت صلعم نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں نماز ادا کی اور جہاں جہاں رسول اللہ صلعم نے اپنی اونٹنی بٹھلائی تھی، وہاں ابن عمر بھی اونٹنی بٹھلاتے، یہاں تک کہ جن مقامات پر آنحضرت صلعم قضائے

حاجت کے لئے اترے۔ وہاں۔ ابن عمرؓ بلا حاجتِ ضروری، یعنی اتر کر ویسے ہی تبع رسولِ اکرم فرماتے۔ اور آپ کا عام دستور یہ تھا کہ جتنی دیر آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے۔ ایک ایک حاضر شدہ صحابی سے پوچھتے، کہ اس دوران میں آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا، اور کیا کہا؟ اصحابہ کے عربی الفاظ یہ ہیں۔

لیسئل من حضر اذا غاب من قوله وفعله

کیا ان تصریحات کے بعد میں، کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کہ آنحضرت صلعم کی جملہ احادیث خود آپ کی زندگی مبارک میں ہی لکھی جا چکی تھیں۔ اور آپ سے ان کی تصدیق بھی کرائی جا چکی تھی۔

کیا دنیا، ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟ کہ کسی بھی نبی و رسول کی امت نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اقوال و اعمال کی ایسی حفاظت کاملہ کی ہو؟ ہرگز نہیں۔

آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مبارک میں ہزاروں قبائل عرب میں اپنے ہزارہا صحابہ مبلغین بھیجے۔ اور ہر ایک کو یہ فرمان تھا کہ

علموا القرآن و فرائض الاسلام و شرائعه

ترجمہ:۔ لوگوں کو، قرآن اور اسلام کے فرائض اور قوانین اسلام کی تعلیم دینا دیکھئے یہاں قرآن کے ماسوا، "فرائض الاسلام"، اور "شرائعہ" کا حکم بھی صاف ہے۔ کہ جنما معانی، احادیث نبوی ہیں۔ کیونکہ قرآن، کتاب دستور ہے۔ (Basic principle) اور احادیث ان کی شریعت ہیں۔ یعنی (Bye Laws) بائی لاز، قوانین اسلام۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی مشہور صحابی فرماتے ہیں:۔

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قومی ادعو
ھم الی اللہ تبارک وتعالیٰ، واعرض علیھم شرائع الاسلام۔ (الحاکم)

ترجمہ: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری قوم کی طرف مبلغ بناکر
بھیجا کہ انہیں قرآن، اور قوانین اسلام سکھلاؤں"!

دیکھئے، یہاں، قرآن کے بعد "قوانین اسلام"، کا ذکر ہے جو ماسوا
قرآن ہیں۔ اور وہ یقیناً احادیث نبوی ہیں۔ جو قرآن کے اصولوں کی، نبوی مقرر
کردہ جزئیات ہیں۔ یعنی احادیث۔

ایک مثال: آپ آجکل کے مدارس۔ کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں دیکھئے
ہو۔ کہ ادب میں، داغ کی غزلیں، امیر کے ابیات۔ اور
شیکسپیر اور کالی داس کے ڈرامے شامل ہیں۔ مگر سمجھ سکتے ہوں۔ کہ ان
تین صدیوں میں اسلامی ہائی اسکولوں۔ کالجوں۔ اور یونیورسٹیوں۔
(مدارس اسلامیہ) میں سوائے قرآن وحدیث کے۔ کوئی اور چیز بھی داخل
نصاب ہو سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔

حیرت ہے ان دانش فروشان منکرین حدیث کے حال پہ۔ کہ آج کے
نصاب میں داخل شدہ ارسطو۔ افلاطون، شیکسپیر اور کالی داس کے کتب
پر تو ہے ایمان، کہ یہ بالکل وہی ہیں جو ان کے مصنفوں کے صدیوں بعد لکھے گئے
اور آنحضرت صلعم کی احادیث پر اعتراض، جو خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک
سے لے کر آجتک متواتر ومسلسل بغیر کسی، قطع زمانی کے چلی آرہی ہیں! پر اعتراض

برفت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

منکرین حدیث کا یہ بھی نکبہ کلام ہے، کہ اگر احادیث نبوی، دین اور ماخذ دین
ہیں، تو آنحضرت صلعم نے خود کیوں نہ لکھوا کر، اور پھر ان کو سنکر، تصدیق

فرمادی۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ منکرین حدیث کا یہ بھی ایک بہت بڑا دھوکہ اور فریب کاری ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھوائیں۔ اور پھر ان مکتوب احادیث کو سن کر ان کی تصدیق کی، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اس پر عمل کرتے چلے آئے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ:۔

کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ فلما اردت ان افارقہ اتیت بکتابہ فقرأتہ علیہ، وقلت لہ ھذا ما سمعت منک. فقال نعم

دو میں جو بھی حدیث ابو ہریرہ سے سنتا تھا۔ اسے لکھ لیتا تھا۔ پھر جب میں ان سے وداع ہونے لگا، تو ان سے تمام سن کر لکھی ہوئی احادیث کو انہیں سنایا۔ اور کہا کہ یہ احادیث میں نے آپ سے سُن کر لکھی ہیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ نے تصدیق فرمائی۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کے ایک دوسرے شاگرد، ہمام بن منبہ نے آپ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ لکھا تھا۔ جسے "صحیفہ ہمام" کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت ابو ہریرہ سے اس مجموعہ کی تصدیق کرا لی تھی۔ "صحیفہ ہمام" کی احادیث کا بہت بڑا حصہ حضرت امام احمد بن حنبل نے، اپنی "مسند" میں درج کیا ہے۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی لکھی ہوئی احادیث کو ان کے تلامذہ نے اپنی اپنی کتب میں جمع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بھی آنحضرت صلعم سے احادیث خود حضور اقدس کی خدمت میں بیٹھ کر مثلِ کتابت قرآن لکھا کرتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"قلت یا رسول اللہ اکتب کل ما اسمع منک قال نعم قلت فی الرضاء والغضب قال نعم فانی لا اقول فی ذالک الا حقاً۔ (ابوداؤد۔ ابن سعد وغیرہا)

ترجمہ: میں نے آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں گذارش کی۔ کہ جو حدیث بھی آپ سے سنتا ہوں۔ لکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں میری احادیث لکھ لیا کرو۔ میں نے پھر عرض کیا کہ، کیا خوشی یا غصہ میں جو بھی آپ فرمائیں سب کچھ لکھ لیا کروں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں جو کچھ بھی تم مجھ سے سنو، ضرور لکھ لیا کرو۔ کیونکہ میں ہر حالت میں احکام تشریعی کے بارے میں حق ہی بولتا ہوں۔

دیکھئے یہ حدیث شریف ایک طرف تو اس آیت شریفہ کی تائید کر رہی ہے کہ وما ینطق عن الھوی، محمد صلعم ہوائے نفس سے قطعاً نہیں بولتے۔ اور دوسری طرف احادیث نبوی کے لکھے جانے کی کسقدر تاکید ہے۔

منکرو! لکیر کے فقیرو!! سن رہے ہو!!! دو لاکھ احادیث کے مقابلہ میں، ایک ہنگامی حدیث کو سینے سے لگائے بیٹھے سانپ کی لکیر کو کوٹ رہے ہو!!

اس حدیث کے یہ الفاظ خاص طور سے قابل غور ہیں۔

اکتب کل ما اسمع! کیا جو کچھ بھی آپ سے سنتا ہوں لکھ لیا کروں، جس کے جواب میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ ہاں ضرور لکھ لیا کرو۔ کیونکہ "میں حق" کے سوا، اور کچھ نہیں بولتا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو جو احادیث لکھتے تھے، ان کے مجموعہ کا نام "صحیفہ صادقہ" تھا۔ جس میں ہزارہا احادیث نبوی لکھی ہوئی تھیں۔ اور گذر چکا ہے کہ آپ، آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں آمنے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے

کیا اب بھی کوئی زندیق امت کہہ سکتا ہے کہ احادیث نبوی، آپ کے عہد مبارک میں لکھی نہیں گئیں؟۔ یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ جب آنحضرت صلعم حجۃ الوداع سے واپس مراجعت فرمائے۔ مدینہ ہوئے، جس کے چند ماہ بعد رحلت فرما گئے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ نے، آپ کی خدمت اقدس

میں حاضر ہو کر سارے احادیث آپ کے سامنے پڑھیں۔ تو خود آنحضرت صلعم نے ان کی تصدیق فرما کر اس مجموعۂ احادیث کا نام "صحیفہ صادقہ" تجویز فرمایا جس کے بعد اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اور پھر یہ سلسلہ آگے چلتا آیا۔ اور حضرت انس بن مالک رض اپنی اولاد اور شاگردوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ:۔

یا بنی قیدوا ھذا العلم، اے میرے بچو۔ اس علم (حدیث) کو لکھ لیا کرو

یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ عینی گواہ موجود ہیں۔ چنانچہ آپ کے شاگرد رات دن آپ سے احادیث نبوی لکھا کرتے تھے۔ حضرت ابان کے بارے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:۔

رأیت ابان یکتب عند انس۔ حضرت انس سے ان کے سامنے حضرت ابان، احادیث لکھا کرتے تھے۔

اسی قدر نہیں۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت سنئے:۔

سعید بن وائل فرماتے ہیں۔

کنا اذا اکثرنا علی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخرج الینا مجالاً عندہ۔ فقال ھذہ سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتبتھا وعرضتھا علیہ (حاکم)

ترجمہ:۔ جب ہم حضرت انس رض کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا کرتے تو آپ ایک احادیث کی لکھی ہوئی بیاض اٹھا لاتے، اور فرماتے۔

"یہ وہ احادیث ہیں۔ جو میں نے آنحضرت صلعم سے سنیں اور سننے کے بعد لکھ لیں۔ اور لکھ لینے کے بعد آپ کو سنائیں"

حضرت جابر کا حلقہ درس خود مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔ جس میں ہزارہا تشنگان علوم حدیث جمع ہوتے تھے۔ اور ہر شخص آپ سے جو بھی حدیث

Marfat.com

سنتا تھا۔ ہر وقت لکھ لیا کرتا تھا۔ حضرت جابرؓ کے پاس جمیع احادیث نبوی کا لکھا ہوا ذخیرہ موجود تھا۔ آپ کے ایک شاگرد خاص وہب بن منبہ ہیں۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگردِ خاص ہمام کے حقیقی بھائی ہیں۔ جن کی جمع کردہ مکتوبہ احادیث کے ذخیرہ کا نام "صحیفہ ہمام" ہے انہوں نے حضرت جابرؓ کی تمام احادیث کو لکھ لیا تھا۔

ہمارا اس تذکرہ مبارک سے مقصد یہ دکھانا ہے، کہ ہر صحابی شاگرد استاد کی مروی احادیث کو لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر اسلام کی بیٹیوں کے لئے جدا جدا حلقہ ہائے احادیث تھے، جن کی امام حضرت امہات المومنین تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت ام المومنین سیدہ صدیقہ عائشہ تھیں۔

حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ کے حلقۂ درس میں جمیع صحابیات اور تابعیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ جن کی تعداد بھی لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کے علم وفضل کا یہ عالم ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام ہمیشہ مشکلاتِ مسائل کا حل آپ سے اکثر کرتے تھے۔ گزر چکا ہے۔ کہ جب صحابہ کرام آپ سے احادیث کا علم حاصل کرنے آتے تھے۔ تو درمیان میں ایک چادر لٹکادی جاتی تھی اور حضرت سیدہ صدیقہ احادیث نبوی کا فیضان فرماتی تھیں۔ اس واقعہ سے حجاب (پردہ) کا حکم بھی صریح ثابت ہے۔

حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہؓ سے جن بھی لکھو کھا مخلوقِ خدا نے خواتین وخواتین نے احادیث حاصل کیں۔ ان میں آپ کی حقیقی بہن کے لڑکے عروہ بن زبیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ آپ بلا حجاب ہر وقت سیدہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور آپ سے احادیث نبوی

Marfat.com

لکھتے تھے۔ چنانچہ مرویات حضرت سیدہ صدیقہ کے آپ سب سے بڑے حامل تھے۔ اور آپ نے جو کتاب احادیث لکھی تھیں اس کا حجم نہایت ضخیم تھا اور حضرت ام المومنین کی احادیث کا سب سے بڑا سرمایہ آپ ہی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

اور اسلام کی ہزارہا بیٹیوں میں جس نے سب سے زیادہ احادیث نبوی۔ حضرت سیدہ صدیقہ رضؓ سے لکھیں۔ وہ نیک خاتون۔ عمرہ بنت عبدالرحمان ہیں۔ حضرت عمرہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ہی کی تربیت میں ساری عمر گذاری تھی۔ چنانچہ مردوں میں حضرت عمرہ کا شمار حضرت عروہ کے برابر تھا۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب سرکاری طرح سے آنحضرت صلعم کی احادیث جمع کرنے کی مہم شروع کی۔ تو اسلام کی بیٹیوں سے احادیث جمع کرنے کا کام ان ہی حضرت عمرہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور جن مردوں میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع احادیث کا کام جس نفس مطمئنہ کے سپرد کیا تھا وہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ جو حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان نیک دل محدثہ خاتون کی حقیقی ہمشیرہ کے لڑکے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمانِ خاص جو ابوبکر بن حزم کے نام تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔

ان یکتب لہ من الاحادیث من عند عمرۃ بنت عبد الرحمان والقاسم بن محمد (بخاری)

ترجمہ:۔ حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمان اور قاسم بن محمد کی احادیث کو جمع کر لو یہ حضرت قاسم، حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ کے بھتیجے ہیں۔ اور آپ کہتیں

بن ہی یتیم ہو گئے تھے۔ اور حضرت سیدہ صدیقہ رض کی تربیت میں پلے، بڑے ہوئے، پروان چڑھے، اور سیدہ صدیقہ کی احادیث کو آپ سے سنا اور لکھا چنانچہ ابوبکر بن محمد نے، ام المومنین کی زیادہ تر احادیث، ان ہی دونوں حضرات کے ذریعہ جمع کیں۔ جو ان کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں۔

بتفصیل تمام گذر چکا ہے کہ:۔

ا۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی آپ کی تمام و کمال و جمیع احادیث صحابہ کرام نے لکھ لی تھیں۔

۲۔ پھر صحابہ کرام سے آپ کے شاگردوں نے، اس مقدس ترین امانت کو لکھ لیا

۳۔ پھر آپ کے شاگردوں سے ان کے شاگردوں نے، احادیث نبوی کا تمام کا تمام ذخیرہ لکھ لیا، اور امت محمدیہ کے ایک ایک نفس تک پہونچایا اور سارے کا سارا یکجا جمع کر دیا گیا۔

۴۔ اور اس مقدس ترین امانت رب محمد کو اتنے تواتر و تسلسل کے ساتھ لکھا اور جمع کیا گیا۔ کہ ہر دور میں، ایک ایک حدیث کی، ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں گواہ موجود ہیں۔ بہ ترتیب زماں و مہد عہد

۵۔ کیا اس تواتر و تسلسل کے بعد بھی، کسی ذرہ سے ذرہ، شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث، آپ کی زندگی مبارک سے لکھی ہوئی۔ آج ۱۹۵۵ء جنوری ۱۲ تک ہمارے پاس من وعن چلی آرہی ہیں، بعینہ اسی طرح، جس طرح، قرآن شریف چلا آرہا ہے۔ جن احادیث کو صحابہ نے، آنحضرت صلعم سے لکھ کر، آپ کو سنا کر ان کی تصدیق کرا لی تھی۔

حضرت ابن عباس رض کے شاگردوں کا یہ عالم تھا کہ:۔

ان نفراً قدموا علی ابن عباس من اهل الطائف
بکتب من کتبہ فجعل یقرء علیھم (ترمذی)

ترجمہ:۔ طائف کی جماعتیں۔ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت ابن عباس کے پاس جو احادیث کی کتابیں رکھی ہوئیں موجود تھیں۔ ان سے احادیث لکھیں۔ اور لکھ لینے کے بعد۔ حضرت ابن عباس خود ان احادیث کو پڑھ کر سنانے گئے۔ اور پھر دونوں کا مقابلہ کر کے تصدیق کروالی۔"

اس "اثر" میں "کتب" کا لفظ قابل غور ہے۔ کہ "ابن عباس کی لکھی ہوئی احادیث کی کتابیں۔ اس سے قطعی طور سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابن عباس کے پاس، احادیث نبوی کی بہت ساری کتابیں لکھی۔ ہوئی موجود تھیں۔

جیسا کہ گذر چکا ہے۔ کہ جب حضرت ابن عباس نے حضرت علی علیہ السلام کی لکھی ہوئی احادیث اور فتاویٰ کو ایک جماعت کی درخواست پر ان کو لکھنے کا کام شروع کیا۔ تو بعض فتاویٰ سے بعض الفاظ قلمزد کرتے جاتے تھے۔ کہ۔ بخدا علی کا یہ فیصلہ نہیں۔ مگر احادیث سے نشاندہی نہ کی۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ کی مرویات کو، اپنی لکھی ہوئی احادیث سے ملا کر تصدیق کرتے جاتے تھے۔

علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت ابن عباس کی وفات کے بعد، آپ کی کتب احادیث جب لائی گئیں، تو ان کا بار ایک بار شتر تھا جس میں۔ احادیث نبوی بھی تھیں اور آپ کے فتاویٰ اور فیصلے بھی تھے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس کی تمام احادیث کو آپ کے شاگردوں نے من
عن لکھ لیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ احادیث نبوی کے عاشق زار، حضرت
سعید بن جبیر ہیں۔ جو حضرت ابن عباس کی ہر ایک حدیث لکھ لیا کرتے
اور جب کاغذوں کا مجموعہ لکھتے لکھتے ختم ہو جاتا۔ تو جو وقت جو چیز میسر
ہوتی اس پر لکھ لیتے۔ اور پھر گھر جا کر کاغذ پر اتار لیتے۔

حضرت وائل بن حجر رضؓ جو حضرموت کے شاہزادوں میں سے ہیں۔ جب
آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس سے وطن واپس ہونے لگے۔ تو آنحضرت
صلعم نے ان کو احادیث کا مجموعہ لکھوا دیا تھا۔

ابو شاہ یمنی کا بیان گذر چکا ہے کہ انہوں نے، آنحضرت صلعم سے
درخواست کی کہ حجۃ الوداع کا خطبہ مجھے لکھ کر عنایت فرما دیا جائے۔ تو
آنحضرت صلعم نے وہ سارا طویل خطبہ مبارک، انہیں لکھوا دیا۔

یہ بھی گذر چکا ہے۔ کہ ممالک اسلام میں جتنے بھی آنحضرت صلعم کی
طرف سے گورنر مقرر ہوتے تھے۔ سب کو احادیث نبوی لکھ کر دی جاتی تھیں
کہ ان کے مطابق عمل ہو۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بہت بڑا مجموعہ احادیث
لکھا پڑا موجود تھا۔ چنانچہ ان کے فرزند ارجمند سلیمان بن سمرہ کے متعلق ہے کہ
روی عن ابیہ نسخۃ کبیرۃ آپ نے اپنے والد سے بہت بڑا احادیث
کا لکھا ہوا مجموعہ روایت کیا ہے۔

الغرض، آنحضرت صلعم کے لاکھوں صحابہ کرام نے آپ سے، آپ کی
مبارک زندگی ہی میں احادیث لکھ لی تھیں اور پھر آج کے دن تک نسلاً بعد نسل

یہ سلسلہ متواتر و مسلسل چلا آرہا ہے۔ منکرین حدیث یہ دھوکہ دہی کرتے ہیں جو ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔

۱۹۳۵ء کا پرویز۔ اور ۱۹۵۵ء کا پرویز

ہم نے بعون اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ:

۱۔ احادیث نبوی ماخذ دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ جزو دین ہیں۔ الہامی ہیں اور یقینی ہیں۔

۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآن شریف بالکل محفوظ و مکتوب چلا آرہا ہے بعینہ اسی طرح احادیث نبوی بھی محفوظ و مکتوب چلی آرہی ہیں جو ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

۳۔ احادیث نبوی خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی لکھی جا چکی تھیں اور آپ سے ان کی تصدیق بھی کروائی گئی تھی۔

۴۔ اور روز اول سے لے کر آج کے دن تک آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث من و عن۔ تواتر و تسلسل کے ساتھ مکتوب محفوظ چلی آرہی ہیں۔

لہٰذا ان حقائق کے خلاف اگر کوئی زندیق کہے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ احادیث ظنی ہیں۔ (معاذ اللہ) یا سارا ذخیرہ احادیث موضوع ہے۔ تو سمجھو کہ یہ کوئی زندیق امت۔ سارے زمانہ کا ابوجہل لوگوں کو اطاعت رسول سے بہکا رہا ہے۔ کوئی ابولہب، عداوت رسول میں، دھوکہ بازی اور فریب دہی کر رہا ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ختم کرتے ہیں، اور آخر میں جناب پرویز صاحب کی ایک ۱۹۳۵ء کی تحریر بھی یہاں نقل کر دیتے ہیں تاکہ دنیا بھی دیکھ لے کہ اس تحریر میں جناب پرویز صاحب نے آنحضرت صلعم کو مطاع ابدی مانا ہے احادیث کو حجت دین مانا ہے۔ یقینی اور مسلم الثبوت مانا ہے۔ اور ماخذ دین

Marfat.com

مانتا ہے۔ اور احادیث کو وحی بھی مانتا ہے۔ اور اب ۱۹۵۵ء میں ۱۹۳۵ء کے سب دعاوی کا انکار ہے۔ یہ مرغ دوں والا شیوہ بھی اس کو ہی زیب دیتا ہے۔

یہ مضمون جناب پرویز نے سید ابوالاعلیٰ مودودی (جنکو میں پاکستان بھر میں بس یہی ایک صحیح معنیٰ میں عالم دین جنہیں شعور اسلام بھی ہے۔ مانتا ہوں۔ اور مجھے سب سے بڑی کوفت یہی ہوتی ہے کہ آج پاکستان بھر کے طول و عرض میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جسے صحیح معنیٰ میں عالم دین کہا جاسکے۔ اور اسلام کے صحیح شعور کا حامل ہو۔ الغزنوی) یاں تو جناب مودودی صاحب کے ایک مضمون بعنوان "اتباع و اطاعت رسول" کے جواب میں لکھا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں:-

"لیکن مجھے (پرویز کو) آپ کی (مودودی کی) وما ینطق عن الھویٰ کی تفسیر سے اختلاف ہے" پھر چند اشلہ کے بعد جناب پرویز لکھتے ہیں:-

۱- الف "جو کچھ آپ (آنحضرت صلعم الغزنوی) دین کے متعلق زمانے میں بحیثیت رسول ہوتا تھا، خواہ وہ وحی منزل ہو۔ یا اجتہاد رسول اور وہی امت کے لئے واجب الاطاعت ہے"

پرویز صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

۲- ب "لیکن میں تو حضور کے قضایا متعلقہ دین کو عین تبلیغ رسالت بھی سمجھتا ہوں اور واجب الاتباع"

سب سے بڑی سچی بات جو ۱۹۳۵ء میں پرویز صاحب ارشاد فرما کر دینی مرحوم ہو گئے ہیں۔ وہ یہ فرمائی کہ:-

۳- ج: "جہاں تک نبی کریم کا تعلق ہے۔ امور دین میں حضور کی اطاعت

Marfat.com

کیا۔ بحیثیت رسول، اور کیا بحیثیت امیر قیامت تک کے لئے ہے۔ اس میں نہ اس وقت کسی کو منازعت کا حق تھا، نہ آج ہو سکتا ہے۔"

جناب پرویز! بس یہی ایک فقرہ ہے جو شاید عمر بھر میں آپ سے سچا نکل گیا تھا۔ مگر وائے بدقسمتی کہ اب اس سے بھی پھر کر مرحوم دین ہو گئے ہو۔

۴ د:۔ پھر فرمایا:۔

اگر ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ فردوہ الی اللہ والرسول کا فریضہ خود ہی سرانجام دے لے، تو ظاہر ہے۔ کہ نظام اسلام کسی طرح بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

۵ ھ:۔ پھر پرویز صاحب نے شوریٰ کے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں فرمایا ہے

"البتہ جب اس جماعت کا کوئی رکن کتاب و سنت کے خلاف فیصلہ صادر کرے، تو جمہور کو اختیار ہوگا۔ انہیں برطرف کر کے ان کی جگہ دوسرا انتخاب عمل میں لائے"۔

۶ و:۔ پھر نہ صرف احادیث بلکہ سیر کی کتابوں کو بھی مانا ہے۔ چنانچہ مرقوم فرماتے ہیں:۔ "جیسا کہ کتب سیر و احادیث سے ظاہر ہے" الخ۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمالیں، کہ یہاں کتب حدیث پر ایمان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کتب احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔ مگر ۱۹۵۶ء میں ان ہی کتب احادیث کو معاذاللہ، جھوٹ، طومار اور نہ جانے کن کن لقبوں سے نوازا جا رہا ہے۔

۷۔ ط:۔ ایک اور بہت بڑی وزنی صحیح بات یہ کہہ دی کہ:۔

خلیفہ ان کونسل کی حیثیت بھی واضع قوانین کی نہیں ہوگی۔ بلکہ

جہاں تک اصول قانون کا تعلق ہے۔ وہ تو کتاب و سنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے منضبط ہو چکے ہیں"

اللہ اکبر ۱۹۳۵ء میں پرویز کی زبان پر اللہ تعالیٰ حق بلوا رہا ہے۔ اور ۱۹۵۵ء میں اسی زبان حق پر شیطان ناحق کہلوا رہا ہے۔ یعنی پرویز بانگ دہل کہہ رہا ہے کہ احادیث (سنت) نبوی، اصول دین نہیں، حجت دین نہیں وغیرہ من الخرافات۔

دیکھئے، یہ جو سات اقتباسات ہم نے دیئے ہیں۔ جناب پرویز کے ان میں احادیث نبوی کو حجت دین، اور ماخذ دین، بلکہ اصول دین بھی مان رہا ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت دینی قیامت تک کے لیئے ہے۔ اور ساتویں مشق میں تو یہاں تک بھی اقرار حق کر لیا ہے کہ:۔

"اصول دین تو قیامت تک کے لئے کتاب (قرآن)، و سنت (حدیث) میں منضبط ہو چکے ہیں"

اللہ اکبر ۱۹۳۵ء میں پرویز کی زبان پر اللہ تعالیٰ حق بلوا رہا ہے۔ اور ۱۹۵۵ء میں اسی زبان حق پر شیطان ناحق کہلوا رہا ہے۔ یعنی پرویز بانگ دہل کہہ رہا ہے کہ احادیث (سنت) نبوی، اصول دین نہیں، حجت دین نہیں وغیرہ من الخرافات

دیکھئے یہ جو سات اقتباسات ہم نے دیئے ہیں، جناب پرویز کے ان میں احادیث نبوی کو حجت دین، اور ماخذ دین، بلکہ اصول دین بھی مان رہا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت دینی قیامت تک کے لئے ہے۔ اور ساتویں مشق میں تو یہاں تک بھی اقرار حق کر لیا ہے کہ:۔

"اصول دین تو قیامت تک کے لئے کتاب (قرآن) و سنت (حدیث) میں منضبط ہو چکے ہیں"

بھیا پرویز (۱۹۳۵ء والا) خدارا بتاؤ تو جب آپ اسلام کا صحیح مقام ۱۹۳۵ء میں مان چکے ہیں کہ :-

۱۔ آنحضرت صلعم کے احکام تشریعی واجب الاطاعت ہیں۔
۲۔ اور قیامت تک کے " آپ کی رسولی حیثیت واجب الاطاعت ہے۔
۳۔ اور قیامت تک کے " اصول دین، کتاب و سنت میں منضبط ہو چکے ہیں۔
۴۔ اور تشریح دین کا حق کسی ایک فرد و بشر کو نہیں دیا جا سکتا۔

تو اب ۱۹۵۵ء یاد رہے کہ ہم ۱۹۵۵ء اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہمیں پرویز کے لٹریچر یعنی ہزلیات و اباطیل پرویز کا علم جون ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ اور ہم نے اس کا رد لکھنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور آج یہ سطور جو میں لکھ رہا ہوں، تو ۱۳ جنوری ۱۹۵۵ء ہے۔ اس لئے ہم نے اس سن کا نام دہرایا ہے۔ ورنہ خدا جانے جناب پرویز اپنے ۱۹۳۵ء والے عقائد سے کب مرتد ہوا ہے۔ ہاں تو جناب پرویز اب ۱۹۵۵ء میں وہ کونسی تحقیق یا تحقیق آپ کے ذہن میں خلل انداز ہو کر فتور عقل پیدا کرنے کی باعث ہوئی ہے۔؟

ناظرین کرام سے ہم گذارش کریں گے۔ کہ وہ پرویز کے ان بیانات کو غور سے پڑھیں۔ اور آج کے دعاوی باطلہ کو بھی ملا کر دیکھیں۔ ہاں ہدایت کو اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ پرویز کو پھر اپنے دین کا صحیح شعور عطا فرما دے۔ تاکہ آنحضرت صلعم کو پھر مطاع ابدی، قیامت تک واجب الاطاعت اور اصول دین کے قرآن و سنت ہونے پر ایمان لے آئے۔ اور قرآن و حدیث کی صحیح خدمت کر سکے۔ آمین ثم آمین !!

فضل احمد اللہ نوری۔ فضل منزل حیدرآباد سندھ۔ ۱۳ جنوری ۱۹۵۵ء

دین قیمہ - قرآن حدیث

چند صدیوں سے مسلمانوں میں ایک جمود سا چلا آرہا ہے۔ اور دین کی باگ ڈور "علماء ابرار" سے نکل کر "علماء سوء" کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ ان نام نہاد علماء سوء نے دین قیم کو اسرائیلیات موضوعات اور لاطائل ولایعنی کرامات میں بدل دیا اور صحیح اسلام یعنی قرآن وحدیث کو متروک کر دیا۔ اور اولیاء کرام کے کتوں تک کو عالم الغیب قرار دیدیا۔ بارہ بارہ برسوں کی ڈوبی ہوئی کشتیاں ترا دیں۔

یہ افسانوی رنگ جہلاء کے لئے تو اعجوبہ پسندی کے باعث قابل تسکین و تسلیم تھا۔ مگر عقلاء کی سمجھ نے ان واہیات سے بغاوت کی۔

ایک دوسرا غضب ان علماء سوء نے یہ ڈھایا کہ قرآن وحدیث کے سوا دیگر لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین، آراء اور افکار مسلمانوں پر ٹھونس دیئے اور احادیث صحیحہ کی بجائے امت کو موضوعات کی اعجوبہ پسندی میں پھنسا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو پڑھا لکھا سمجھدار طبقہ تھا، اس نے موضوعات کو ہی دین، اسلام سمجھکر، اصل اسلام سے بغاوت کر دی۔ اور کھلے بندوں۔ موضوعات کی آڑ میں، حدیث نبوی کا انکار کر دیا۔ اور پاکستان میں منکرین حدیث کا سرخیل مسٹر پرویز آگیا۔ اس نے اپنے زندیقانہ کتب سے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے فضل احمد (غزنوی) سے یہ کام لیا کہ وہ منکرین حدیث اور خاص کر پرویز کی کتب کا جواب لکھے، چنانچہ یہ زیر نظر کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ خاصکر جو پرویز کے لٹریچر سے متاثر ہیں۔

ادارہ تبلیغ الاسلام - حیدرآباد سندھ

Marfat.com

صحیح مقامِ حدیث

اوّل - دوم

★

تالیف

علامہ فضل احمد صاحب غزنوی بی۔ اے

مکتبہ سبحانی ○ شیش محل روڈ۔ لاہور